جنگی اقتدار رکھنے والے بادشاہوں پر رعایا کی کوئی نگرانی نہیں ہوتی - لیکن تجارتی حکومتوں میں تجار و اعیان ' حاکم کی نگرانی کرتے ہیں ' اور حاکم ' تجار و اعیان کی نگرانی کرتا ہے ' کیونکہ پوری قوم اِس ممتاز طبقہ کے مظالم کا نشانہ بن سکتی ہے -

(حکومتوں کی تشکیل میں مذہبی پیشواؤں کا دخل)

ایک تیسری قوت بھی ہے جو حکومتوں کی تشکیل میں بڑا دخل رکھتی ہے - وہ قوت کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کی ہے - قدیم زمانے میں دینی پیشواؤں کو غیر معمولی اہمیت و طاقت حاصل تھی - مصریوں اور یہودیوں میں اِن کا اقتدار بے روک تھا - یہ اِنہی کاہنوں کی قوت تھی جس نے مخلوق سے فرعون کی پرستش کرائی اور رموس اور ریموس (۱) کو جنگ کے دیوتا کی اولاد تسلیم کرا دیا - چین کے شہنشاہوں کے متعلق بھی ایسا ہی اعتقاد تھا - سیام کے بادشاہ تو آج تک اِسی قسم کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں -

غرضکہ سیاسی قوت ' اجتماعی ارتقاء کا نتیجہ ہوتی ہے - کمزور ہمیشہ طاقتوروں کا لقمہ ہوتے ہیں - قوت صرف مادی ہی نہیں ہوتی - دینی ' اخلاقی ' اور فکری بھی ہوتی ہے - بلکہ کبھی کبھی اقتصادی بھی ہوتی ہے - مارکس کا قول ہے کہ اقتصادی قوت ہی سیاسی قوت میں اصل و بنیاد کا حکم رکھتی ہے - اُس کی یہ رائے ہر حال میں صحیح نہیں ہے ' اگرچہ اقتصادی قوت ' سیاسی نظامات کی تاریخ میں بہت مؤثر رہی ہے -

(سیاسی حکومت ' اور باہمی تعاون کی تاثیر اُمت کی تکوین میں)

سیاسی حکومت کا ظہور ' ایک اجتماعی حادثہ ہے - یہ حادثہ ہمیشہ ایک ہی قسم کا ہوتا ہے - جماعتیں اپنی قلت و کثرت میں کتنی ہی متباین ہوں ' مگر اِس سے اُن کے طبائع میں کوئی تباین پیدا نہیں ہوتا -

انسان ' باہم اجتماعی تعاون کے رشتوں سے جڑ گئے ہیں - صرف اسی تعاون کے ذریعہ ہم اپنی ضرورتیں پوری کرسکتے ہیں - انسانوں کی ضرورتیں اور قابلیتیں مختلف اور متفاوت ہیں - اِسی صورت حال نے اُنھیں مجبور کر دیا ہے کہ تقسیم عمل کے اصول پر باہمی تعاون سے کام لیں -

ہمارے اجداد کی اجتماعی روش ' ناموس نشو و ارتقاء کے ماتحت فوراً بدل گئی جب اُنھوں نے دور توحش سے دور بداوت میں قدم رکھا - جغرافیائی اور جنگی ضرورتوں سے مجبور ہوکر بہت سے قبیلے متحد ہوگئے - اُن کے اتحاد نے ایک نیا مجموعہ پیدا کردیا - اِسی مجموعہ کا نام بعد کو " اُمت " یا " قوم " ہوا - پھر جب زرعی غلامی اور سرداری کا طریقہ رائج ہوا ' تو غلاموں کے قتل کر ڈالنے کا دستور منسوخ ہوگیا اور غلام کاشتکاری کی خدمت پر مامور کر دیے گئے - پھر صنعت و حرفت کے وسیع پیمانے پر ظہور نے سرے سے یہ غلامی بھی موقوف کردی -

اِسی تدریجی ارتقاء نے حکومتیں پیدا کیں ' اور قبائلی سرداروں کو شاہی تختوں پر بٹھا دیا - پہلے زمانے میں بادشاہ کا اولین کام یہ تھا کہ فوج کی سپہ سالاری کرے - مصریوں ' اشوریوں ' اور یورپین قوموں کی تاریخ ایسی مثالوں سے لبریز ہے -

(جماعت کی زندگی اور تعاون کے دو اصول)

بعض علماء اجتماع کی رائے میں جماعت ' ایک حقیقی زندگی رکھتی ہے - اُن کا خیال ہے کہ جماعتی ذہن و وجدان ' فردی ذہن و وجدان سے علحدہ وجود رکھتا ہے - قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا بھی نظریہ یہی تھا کہ جماعت ' ایک عظیم زندہ وجود ہے - گویا وہ سینکڑوں سروں کا حیوان ہے - ہمارے زمانے میں بھی متعدد علماء نے یہی کہا ہے - چنانچہ ورمس وغیرہ کہتے ہیں کہ جماعتیں ' اپنی مستقل زندگی رکھتی ہیں - وہ جسم حی کی مثال پیش کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں علماء فیزیولوجی (علم وظائف اعضاء) کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اجسام حیہ کی اساسی طبیعت یہ ہے کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ایک خاص عمل انجام دیتا ہے جس سے مجموعی جسم کی زندگی برقرار رہتی ہے - مثلاً نبات ' جڑوں ' پتوں ' اور پھولوں وغیرہ سے مرکب ہوتا ہے - اِن میں سے ہر چیز اپنی جگہ پر پورے درخت کی سلامتی و بقاء کے لیے کام کرتی ہے -

اعضاء کا یہ تعاون ' دو اصلوں پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے :

(۱) مختلف اعضاء میں وظائف کی تقسیم و تحدید -

(۲) وہ غرض و غایت ' جس کے لیے بطریق تعاون تمام اعضاء کوشش کرتے ہیں -

یہ دونوں اصلیں ' تمام انسانی و حیوانی جماعتوں میں پائی جاتی ہیں - یہ اِس لیے کہ اگر اعضاء جسم میں وظائف کی تقسیم نہ ہو ' تو اُس جسم میں سرے سے وصف عضویت ہی موجود نہیں ہو سکتا - مثلاً اگر ہم ایک رنگ کا تیلہ دیکھیں جس کے تمام اجزاء و اقسام متشابہ ہوں ' اور سب ایک ہی عمل انجام دے رہے ہوں ' تو ہمیں فیصلہ کر دینا پڑیگا کہ اِس تیلے کے اجزاء میں وظائف کی تقسیم نہیں ہے - یعنی اُس میں خود عضویت کا وجود ہی نہیں ہے - یہی حال انسانی جماعت کا ہے - جس انسانی گروہ کا ہر فرد اپنی علحدہ زندگی بسر کرتا اور جماعت کے لیے کوئی کام نہیں کرتا ہے ' ہمیں کہنا چاہیے کہ وہ گروہ سرے سے جماعت ہی نہیں ہے ' بلکہ دور وحشت میں پڑا ہوا ہے -

(وظائف کی تقسیم)

جسم میں عضویت کا آغاز اُسی وقت سے ہوتا ہے جب اُس کے اجزاء میں وظائف کی تقسیم ہو جاتی ہے - یہی حال انسانوں کا ہے جب اُن میں تقسیم عمل نافذ ہو جاتی ہے - بعض کھیتی پر لگ جاتے ہیں - بعض کپڑا بننے لگتے ہیں - بعض مکان بنانے لگتے ہیں ..... اِس حالت میں انسانوں کے اِس گروہ کا نام " جماعت " ہو جاتا ہے -

میلن کی رائے ہے کہ عالم اقتصاد میں تقسیم عمل ' عالم فیزیولوجی (وظائف الاعضاء) میں تقسیم وظائف (فرائض) کے بالکل مشابہ ہے - یہ تقسیم ہی جسم حی کی خصوصیت پیدا کرتی ہے - اور یہی تقسیم " جماعت " کو موجود کرتی ہے -

اِس کی مثال یہ ہے کہ زندہ جسم میں معدہ ' یہ تو دل کا فرض انجام دیتا ہے ' نہ دل معدے کا - گزشتہ تفصیل سے واضح ہوچکا ہے کہ زندگی پیدا کرنے میں تقسیم وظائف ' تعاون ہی کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے - مثلاً دماغ اپنی غذا حاصل کرنے کے لیے خود عمل نہیں کرتا ' بلکہ اُس کی غذا [illegible] مہیا کرتا ہے ' اور قلب یہ غذا اُس تک پہنچاتا ہے - یہی حال جماعت کا ہے -

---

(۱) رموس اور ریموس ' منڈر وسٹا کی راہبہ " ریا سلویا " کے توأم لڑکے تھے ' اور زنا سے پیدا ہوئے تھے - مگر راہبہ نے دعوی کیا کہ وہ جنگ کے دیوتا مریخ کی اولاد ہیں - رموس ' روم کا بانی ہے -

ایک قدیم مرقع

خلیفه هارون الرشید اور فرانسیسي سفارت

عرصه هوا ' زمانۂ حال کے مشهور مصري مصنف جرجي زیدان موسس الهلال قاهره نے اپني سیاحت یورپ کي یاد داشتیں شائع کرتے هوے لکها تها " سوربن یونیورسٹي میں ایک قدیم مرقع میري نظر سے گزرا - اس میں اس فرانسیسي سفارت کا خلیفه هارون الرشید کے دربار میں ورود دکهلایا گیا هے جو شارلیمین اول نے بغداد بهیجي تهي ' اور جس کے جواب میں هارون الرشید نے وه عجیب و غریب گهڑي ارسال کي تهي جس کا تمام یورپ میں عرصه تک شهره رها "

جرجي زیدان نے اس مرقع کا عکس شائع کر دیا تها - اس مرقع میں هارون الرشید ایک بلند مسند پر جو تو بر تو گدیلوں سے بنائي گئي هے ' بیٹها هے - سر پر خود کي وضع کي قلنسوه هے اور اس پر عمامه بندها هے - حبشي غلام عقب میں کهڑے هیں ' اور فرانسیسي سفارت کے ارکان زمین بوس هو رهے هیں -

مجهے اس مرقع سے بهت دلچسپي هوي لیکن اسکي تاریخ قدامت کي کوئي تصریح نهیں کي گئي تهي - میں نے خیال کیا ' بهت ممکن هے زمانۂ حال کے کسي مصور نے واقعۂ سفارت کے تخیل کو مرقع کي صورت دیدي هو ' یا کسي تاریخي کتاب کي تزئین کے لیے طیار کیا گیا هو - میں چاهتا تها ' اس بارے میں مزید معلومات حاصل کیے جائیں - کیونکه مجهے اپني ایک زیر تحریر کتاب کے لیے اس طرح کے تمام مواد کي ضرورت تهي -

گذشته سال ایک تقریب سے مجهے موقعه ملا که موسیو بلوشر سے خط و کتابت کروں - یه فرانس کے مشهور فارسي داں متسشرق هیں اور کچهه عرصه سے پیرس کے قومي کتب خانه کے فارسي حصه کي از سر نو تحقیقات کر رهے هیں - میں نے اس مرقع کي نسبت ان سے دریافت کیا - ان کا جواب حسب ذیل تها :

" جس مرقع کا آپنے ذکر کیا هے (یعنی سوربن یونیورسٹي کا) وه اصل نهیں هے - اصلي مرقع کي نقل هے - اصلي مرقع اسی کتب خانه میں (نیشنل لائبریري پیرس) میں محفوظ هے - یه مشکل هے که اس کي صحیح تاریخ معین کي جا سکے ' لیکن اس میں کوئي شک نهیں که سولهویں صدي میں یه مرقع موجود تها - کیونکه سنه ۱۵۸۹ - میں جب هینرخ Heinrich نے اپنا مجموعۂ تاریخ عرب نیپلز میں شائع کیا هے ' تو اس میں یه مرقع بهي درج کیا گیا تها - مرقع کے نیچے یه عبارت لکهي گئي تهي " بغداد کے خلیفه کے دربار میں شارلیمین کي سفارت — اس مرقع کي نسبت خیال کیا جاتا هے که یه شارلیمین کے حکم سے طیار کیا گیا تها " مرقع کا جو نسخه بطور اصل کے اسوقت محفوظ هے ' غالباً وه بهي اصل نهیں هے - کسي دوسرے نسخه کي نقل هے - کیونکه اس میں بعض خاص طرح کے رنگ استعمال کیے گئے هیں ' اور ان رنگوں کا استعمال سولهویں صدي کے بعد شروع هوا هے — * * * * * * * * * سولهویں اور سترهویں صدي میں یه مرقع منجمله ان تصاویر کے تها ' جن سے فرانس کے شاهي قصر آراسته کیے جاتے تهے - قصر تویلري کے لیے یه مرقع ایوان استقبال کي ان تصویروں کي قد و قامت کے مطابق طیار کیا گیا تها ' جو اسکي دهني اور بائیں دیواروں پر قدم آدم جنني ترتیب دي گئي تهیں - میں اگرچه یه کهنے کے لیے کافي تاریخي تصریحات نهیں پاتا که یه مرقع اصلي هے ' تاهم اس کي تاریخي قدر و قیمت سے انکار نهیں کیا جا سکتا - کم از کم یه بات بالکل صاف هے که خود شارلیمین کے عهد کا هو یا نه هو ' لیکن سولهویں صدي سے پیشتر کا رائج و مشهور مرقع ضرور هے * * * ایک دوسرے واقعه سے بهي اس مرقع کي تاریخي حیثیت کي تصدیق هوتي هے - هارون الرشید نے اس سفارت کے جواب میں فرانسیسي سفیروں کے ساتهه اپنے خاص سفراء بهي بهیجے تهے ' اور ان کے ذریعه بیت المقدس کي طلائي کنجیاں اور بهت سے قیمتي تحائف روانه کیے تهے - انهي تحائف میں وه اپنے عهد کي عجیب و غریب گهڑي بهي تهي جس کا ذکر اس عهد کے مورخ ایگن هارٹ Eginhart نے

ضروري هے که اُس میں بهي بعض افراد ' قوم کي مدافعت کي ذمه داري لیں ' بعض عام مصالح انجام دیں ... اِس تقسیم عمل اور تعاون کي غایت یه هوتي هے که مجموع یعني جماعت ' دائم و محفوظ رهے - هر عضو ' دوسرے اعضاء کے مقابلے میں بیک وقت ' واسطه اور غایت هوتا هے - چنانچه مثلاً کاشتکار حاکم کا خدمت گزار هوتا هے ' اور حاکم ' کاشتکار کا خادم هوتا هے - اِسي طرح جماعت کا هر فرد ' دوسرے افراد کا معاون و مدد گار هوجاتا هے -

یه اعمال اپني مجموعي حیثیت سے دائرۂ حیات میں متعدد حلقوں کا حکم رکھتے هیں - تمام اقوام اور قبائل ' انساني مجموعه میں ایسے هي دائرے پاتے چلے جاتے هیں -

(سلطنت میں نظام حیات)

اسپنسر نے کائنات حیه کي بحث میں بتایا هے که جسم حي میں تین بڑے نظام ' تین بڑے وظائف انجام دیتے هیں ' نظام هضمي ' مجموعه عصبي ' نظام تنفس -

یهي حال سلطنت کا هے - ایک فریق مجموع کے لیے اُس کي غذا مهیا کرتا هے - دوسرا فریق سلطنت کا انتظام سنبهالتا هے - تیسرا فریق ہے اور وہ درمیاني فریق هے — زمین کي پیداوار تقسیم کرنے کا ذمه دار هوتا هے تاکه باقي جماعت اُسے اپنے کام میں لائے -

یه عمل ' جسم انساني میں دوران خون کے نظام سے بهت مشابه هے - سلطنت میں زراعت ' حکومت ' تجارت ' تین اعضاء هیں اور اُن اعضاء ثلاثه کے وهي مقام هیں جو حیاۃ حیواني قائم رکهتے هیں -

یهاں پر ایک سوال قابل لحاظ هے - همیں اُسے نظر انداز نهیں کرنا چاهیے : " کیا سلطنت اِن اعضاء کے وجود کے بعد هي موجود هوجاتي هے ؟ — کبهي تو آله یا جهاز تو آله ' کائنات حیه کے مشابه هے - چنانچه وه بهي دوسرے اجسام حیه کي طرح مختلف اعضاء سے مرکب هے - اِس کے اعضاء میں بهي تقسیم عمل هے اور اپنے اعمال کي انجام دهي میں تعاون رکهتے هیں - یه آلات ' زنده اجسام سے اِس قدر مشابه هیں که وحشي انسان اُنهیں سچ مچ زنده وجود هي سمجهه لیتے هیں - اگر یهي بات هے تو پهر جاندار کیے اور بے جان آلے میں کیا فرق باقي ره جاتا هے ؟ "

اِس سوال کا جواب لاینتس نے یه دیا هے که " لکڑي یا لوهے کا متحرک آله ' فی نفسه کوئي عضویت نهیں رکهتا - برخلاف اِس کے هر زنده وجود عضویت اور مستقل زندگي رکهتا هے - هر عالم حي ' هزاروں زنده عوالم کا مجموعه هے "

ویرخوف اور کلود برناڈ نے ثابت کیا هے که هر حیوان اپنے سے بهت زیاده چهوٹے اور پست بے شمار حیوانات سے مرکب هوتا هے - همارے جسموں کے اندر بهت سي ذي روح کائنات موجود هیں - اِن میں سے هر ایک مستقل زندگي رکهتي هے - اِن کائنات کي زندگي همارے هي خون سے هے - یه کائنات ' مختلف قابلیتیں ' خواهشیں ' اغراض ' اور حرکات رکهتي هیں - اگر هم کسي کیڑے کے دو ٹکڑے کردیں تو بهي اُس کا هر ٹکڑا زنده رهے گا - بلاشبه ترقي یافته حیوانوں کي یه حالت نهیں رهي - لیکن ان حیوانات کے بهي بعض اجزاء — مثلاً ناخن اور بال — جسم کي موت کے بعد زنده رهتے هیں - مرنے کے بعد انسان کے ناخن اور بالوں کا بڑهنا اِس بات کی [illegible] هے که اِن میں زندگي موجود رهتي هے - اسي طرح یه بهي [illegible] هے که کئي جوهوں کي دمیں اگر ایک چوهے کے جسم میں لگا دي جائیں ' تو اِن تمام دموں میں بهي زندگي پیدا هو جائیگي -

مختارات

عورت کی طاقت

عورت ' هیئت اجتماعیه کي بنانے والي هے - پوري هیئت اجتماعیه ' عورت کے قبضهٔ اختیار میں هے - سب کچهه اُسي کي مدد سے اور اُسي کي بدولت هوتا هے - عورت ' مرد کي سب سے بڑي مربي و معلم هے - وه عورت هي هے جو مرد کو اعلی اخلاق ' پسندیده آداب ' اور رقیق احساس سکهاتي هے - عورت بعض مردوں کو لطف معاشرت کي تعلیم دیتي اور سب کو سخت مزاجي سے باز رکهتي هے - عورت هي کے ذریعه مرد کو معلوم هوتا هے که اُسکي اجتماعي زندگي کیسے نازک اور پر پیچ عناصر و اجزاء سے مرکب هے - عورت کے قریب هونے هي سے هم محسوس کرتے هیں که جذبات کا طوفان اور ایمان کا دهارا اِتنا زبردست هے که اُسے روکا نهیں جا سکتا ' اور یه ' که انسان اپني عقل کے بل بوتے پر نهیں چل رها هے -

(اناتول فرانس)

علماء کی خوش مزاجی

عام طور پر مشهور هے که علماء و فضلاء خشک مزاج هوتے هیں - شب و روز خشک مباحث میں غور و فکر کرنے کي وجه سے خشک دماغ هو جاتے هیں - یه خبر اِس قدر مشهور هوئي که علم اور خوش مزاجي کو بڑي حد تک متضاد خیال کیا جانے لگا - بهت سے مدعیان علم مصنوعي خشک مزاجي کي عادت ڈال کر دنیا کو اپني علمیت منوانے لگے - حالانکه علم اور بشاشت میں هرگز کوئي تضاد نهیں هے - زیاده سے زیاده هنس مکهه آدمي بهي بڑے سے بڑا عالم هوسکتا هے - اِس کي سب سے زیاده نمایاں مثال جاپان میں موجود هے - یهاں کے علماء فن عموماً بڑے خوش مزاج هوتے هیں - حال میں مشهور جاپاني عالم ' ڈاکٹر " میورا " امریکا گیا تها - وهاں کے لوگ اُس کي هنسي اور خوش طبعي دیکهکر متعجب هوگئے -

بادشاهون کو هدیه

بادشاهوں کے لیے ایک مصیبت هدیے بهي هیں جو اُنهیں بهت بڑي مقدار میں همیشه پهنچتے رهتے هیں - ایڈورڈ هفتم کے پاس سیکڑوں صندوق سیگرٹ ' نک ٹائي ' دستانوں ' جوتوں ' اور چهڑیوں سے لبریز بطور هدیه کے آیا کرتے تهے - وه هدیے بهت کم قبول کرتے اور اکثر واپس کردیا کرتے - تاهم بعض نادر چیزیں لے بهي لیتے تهے - چنانچه ایک شخص نے امریکا سے پاؤ بهر وزن کا ایک آلو بهیجا تها - اُسے بادشاه نے قبول کرلیا - اِسي طرح ایک قدیم مصري شاهزادي کا ممي کیا هوا هاتهه بهي منظور کرلیا تها ' اور اُس سے پیپر ویٹ کاغذ دبانے کا کام لیا کرتے تهے !

یهي حال سابق قیصر جرمني کا تها - ایک شخص نے افریقا کے سب سے بلند پهاڑ " کیلیما نگارو " کي چوٹي پر سے ایک پتهر کاٹ کر هدیه بهیجا تها - اسے قبول کر لیا - نیز ایک بڑهیا کا سو مارک کا نوٹ بهي منظور کرلیا تها - اِس عورت نے دربان کے هاتهه شهنشاه کو ایک لفافه بهیجا جس میں اس بنک نوٹ کے علاوه ایک خط تها :

" کل میں نے آپ کو فوج کي قواعد ملاحظه کرتے وقت سردي سے کانپتے دیکها - یه سو مارک کا نوٹ قبول کیجیے اور اِس سے اوني بنیائن خرید لیجیے "

ہوتا ' تو بہت ممکن تھا ' اصلاح و تجدد کی راہیں باز ہو جاتیں - لیکن عبدالعزیز کے مجنونانہ استبداد نے جسکے ساتھہ شخصی حکمرانی کے تمام عیش پرستانہ عناصر فساد بھی جمع ہوگئے تھے ' اصلاح حال کے تمام دروازے مسدود کر دیے - خزانہ بالکل خالی تھا - یورپ سے قرضوں پر قرض لیے جا رہے تھے - مالیات کے بہترین وسائل مکفول ہوگئے تھے - روس نے پیٹرسبرگ سے سرائے دولمہ باغیچہ تک اپنی مخفی سازشوں کا جال بچھا دیا تھا - روسی سفیر جنرل اگناتف کا اقتدار روز بروز بڑھرہا تھا ' اور سلطان اپنے تمام معاملات میں اسی کے مشوروں پر کار بند تھا - سلطان کا تمام وقت محل کی عیش پرستیوں میں صرف ہوتا - بسا اوقات ایک ایک مہینے تک وزراء حکومت کو بار یابی کا موقعہ نہیں ملتا - شخصی حکومتوں کا قدرتی مزاج ہی شخصی انانیت اور مستبدانہ قہر و جبر کا ہوتا ہے - پھر اگر خصوصیت کے ساتھہ اُسکا کوئی حکمران " مستبد " ہو جاے ' تو ظاہر ہے ' اُسکا استبداد کس درجہ لا علاج اور بے پناہ ہوگا ؟ تمام ترک اہل قلم متفق ہیں کہ عبدالعزیز اپنے تمام پچھلے مستبد حکمرانوں سے بھی زیادہ مستبد تھا - کوئی بات بھی اسے اسدرجہ طیش و غضب میں نہیں لاتی تھی جسقدر اس بات کا تصور ' کہ دنیا کی کوئی مخلوق اُسے " مشورہ " دینا چاہتی ہے ' یا نصیحت کرنے کی جرأت رکھتی ہے - ابتدا میں جو لوگ بھولے سے کوئی ایسی جرأت کر بیٹھے ' اُنہیں فوراً اسکی سزا بھگتنی پڑی - اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ کارخانۂ سلطنت روز بروز درہم برہم ہو رہا تھا اور آنے والے خطرے کے آثار قریب سے قریب تر ہوتے لگے تھے یہ حالت جاری تھی ' مگر ہر طرف غفلت و اعراض کا سناٹا چھایا تھا - کوئی صدا نہ تھی جو کلمۂ حق و اصلاح سے آشنا ہوتی !

لیکن غفلت و افساد کے اس سکون میں بالآخر جنبش ہوئی ' اور دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دعوت الی الحق کی بے خوف صدا بلند ہوئی - یہ مصطفی فاضل کی صدا تھی - وہ صداے حق ' جسے نہ تو سلطان عبدالعزیز کی سطوت و جبروت روک سکی ' نہ امارت و وزارت کے مطامع مانع آسکے !

تاریخ میں یہ صداء اصلاح " لائحۂ اصلاحیہ " کے نام سے مشہور ہے - یہ دراصل ایک مکتوب ہے جو سلطان عبد العزیز کے نام لکھا گیا تھا - مصطفی فاضل نے یہ مکتوب سنہ ۱۸۶۷ میں لکھا ' اور بذات خاص سلطان کے حوالہ کیا - لوگوں کو جب اس جسارت کا حال معلوم ہوا تو شدت تحیر سے انگشت بدندان رہگئے - دولۃ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ بالکل ایک نئی قسم کی جسارت تھی - ایسی جسارت جسکی مصطفی رشید ' فواد پاشا ' اور عالی پاشا جیسے مصلحین بھی جرأت نہیں کرسکتے تھے !

سلطان عبدالعزیز نے یہ لائحہ پڑھا ' اور وہی نتیجہ نکلا جو متوقع تھا - مصطفی فاضل کو قسطنطنیہ سے ہجرت کرنی پڑی - وہ پیرس آیا اور ایک مدت تک کیلیے یہاں مقیم ہوگیا - مصطفی فاضل کے اسی قدم پیرس سے نوجوان ترک جماعت کی سب سے پہلی بنیاد پڑی - قسطنطنیہ کے متعدد نوجوان بتدریج پیرس چلے آئے ' اور مصطفی فاضل کی امداد و سرپرستی میں متحدہ زندگی بسر کرنے لگے - اُس عہد کے وہ تمام اصلاح پسند افراد جنھوں نے نہ صرف دولۃ عثمانیہ کیلیے سیاسی انقلاب کی تخم ریزی کی ' بلکہ ترکی علم ادب و کتابت میں بھی دور جدید کی بنیاد ڈالی ' اسی عہد کی پیداوار ہیں - نامق کمال بے ' ضیا پاشا ادیب ' سعد اللہ پاشا ' ابوالضیا توفیق ' وغیرہم کی نشو و نما اسی دور میں ہوئی -

مصطفی فاضل کو اس جسارت کا صلہ صرف مہاجرت ہی کی صورت میں نہیں ملا ' بلکہ اُسکی تمام ترکی جائداد بھی ضبط کرلی گئی - اگر فرانسیسی حکومت درمیان نہ پڑتی تو شاید مصری جائداد سے بھی محروم ہو جاتا -

مصطفی فاضل کا لائحہ ' تاریخ شرق جدید کا ایک اہم واقعہ ہے - جس جرأت و صراحت کے ساتھہ وقت کے ایک مستبد سلطان کو مخاطب کیا گیا ہے ' اور استبداد و شخصیت کی جگہ آزادی و شوری کی دعوت دی گئی ہے ' اُس کی کوئی دوسری نظیر اس عہد میں نہیں مل سکتی - ہم چاہتے ہیں یہ پورا لائحہ اردو میں منتقل ہو جاے ' کیونکہ یہ تاریخ شرق جدید کی ایک قیمتی دستاویز ہے -

(مسئلہ اصلاح اور ایک اصل مہم)

یہ موقعہ تفصیل کا نہیں لیکن اشارہ نا گزیر ہے - دولۃ عثمانیہ میں سلطان مصلح کے عہد سے لیکر سلطان عبد الحمید خان تک اصلاح و تجدید کی جس قدر حرکتیں ظہور میں آئیں ' وہ اگرچہ اس اعتبار سے قابل احترام ہیں کہ استبداد و فساد کے مقابلہ میں حریت و اصلاح کی طلبگار تھیں ' لیکن ساتھہ ہی یہ واقعہ بھی ' یاد رکھنا چاہیے کہ اُنکی بنیاد میں یورپ کی عامیانہ تقلید و محاکات کے سوا کوئی مجتہدانہ بصیرت موجود نہ تھی -

صدیوں سے اسلام کی حقیقی دینی روح مفقود ہو چکی تھی - اسلام کے حقیقی سرچشمۂ شرع و تعلیم کی جگہ طرح طرح کے انسانی ساخت کے نئے سر چشمے پھوٹ نکلے تھے ' اور اجتہاد و نظر کی جگہ تقلید و جمود کی بنیادیں استوار ہوگئی تھیں - ضرورت تھی ' کہ ایسے اصحاب نظر و بصیرت پیدا ہوتے ' جو سب سے پہلے اُمت کے دینی مزاج کی درستگی کی کوشش کرتے جس کے بغیر حکومتوں کا حاکمانہ مزاج بھی درست نہیں ہوسکتا تھا - اُس اصلاح کے بعد یورپ کے علمی و صناعی فوائد کے اخذ و اختیار کی راہ خود بخود کھل جاتی - البتہ بصیرت و اعتبار کے ساتھہ کھلتی - تقلید و کورچشمی کے ساتھہ نہ کھلتی - لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا - دولۃ عثمانیہ میں ایسے علماء نا پید تھے اور ہمیشہ نا پید رہے جو صاحب نظر و بصیرت ہوں - امراء و حکام جہل و اوہام کی تاریکی میں گم تھے - اتفاقات نے چند شخصیتیں پیدا کر دیں جنھیں یورپ کے علوم و لغات سے آشنا ہونے کا موقعہ مل گیا - یہ اپنی کسی بصیرت و روشنی کی بنا پر نہیں بلکہ محض تقلید کی راہ سے استبداد و جہل کی مضرتوں پر مطلع ہوے ' اور اصلاح و انقلاب کی سعی شروع کردی - سعی صحیح تھی ' بروقت تھی ' لیکن ساعی بصیرت و نظر سے محروم تھے - مرض کا احساس غلط نہ تھا ' لیکن نہ تو تشخیص کامل تھی ' نہ علاج ہی صحیح تھا - نتیجہ یہ نکلا کہ اس راہ میں جس قدر قدم بھی اُٹھے ' وہ اگرچہ اکثر حالتوں میں اصلاً غلط نہ تھے ' لیکن مجتہدانہ بصیرت و نظر کے فقدان سے کوئی صحیح انقلاب صورت حال میں پیدا نہ کر سکے ' اور شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے -

بہر حال بحث و نظر کا یہ مقام دوسرا ہے - اِس کے فہم و ذوق کے لیے دوسری قسم کی صحبتیں مطلوب ہیں - یہاں جو حقیقت قلم بند کرنی ہے یہ ہے ' کہ گذشتہ صدی کے مشرقی مصلحین کی تاریخ میں مصطفی فاضل پاشا کو اصلاح و انقلاب ترکیہ کے بانی و داعی ہونے کا شرف حاصل ہے ' اور اسکا یادگار کارنامہ " لائحۂ اصلاحیہ " ہے :

مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفی فاضل پاشا

اور لائحۂ اصلاحیہ

(اعلان حق اور امر بالمعروف کا ایک شاندار کارنامہ)

انیسویں صدی کے وسط میں دولۃ عثمانیہ کی سیاسی و اجتماعی اصلاحات کی جو حرکت شروع ہوئی تھی ' عام طور پر اسکی ابتدائی تخم ریزی مرحوم مدحت پاشا کی طرف منسوب کی گئی ہے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ مدحت پاشا اس روح تجدید کا داعی اول نہ تھا - اسے منظم و وسیع کرنے والا تھا - ترکی اصلاح و تجدید کی اصلی تاریخ مصطفی فاضل پاشا سے شروع ہوتی ہے - فی الحقیقت نوجوان ترکوں کی اجتماعی حرکت کا حقیقی موسس وہی تھا -

(اصلاح کی ابتدائی فضا)

عثمانی دارالخلافۃ میں جس شخص نے یورپ کے تمدنی انقلاب کا سب سے پہلے مطالعہ کیا ' وہ مصطفی رشید پاشا تھا - امراء دولۃ میں یہی پہلا شخص ہے جسنے یورپ کی زبانوں سے واقفیت حاصل کی - اسکی نشوونما سلطان محمود مصلح کے عہد میں ہوئی تھی - سنہ ۱۸۳۹ع میں جب سلطان موصوف کا انتقال ہوا اور سلطان عبدالمجید تخت نشین ہوا ' تو یہ لندن میں عثمانی سفیر تھا - سلطان عبدالمجید نے اس منصب سے ترقی دی اور وزارت خارجیہ پر مامور کردیا - یہ اسی شخص کی سعی کا نتیجہ تھا کہ اسی سال ماہ جون میں دولۃ عثمانیہ کی تنظیم و اصلاح کا وہ تاریخی فرمان صادر ہوا جو " خط گل خانہ " کے نام سے مشہور ہے - اسکا نام " گل خانہ " اسلیے ہوا کہ سراے " توپ قپو " کے چمنستان (گل خانہ) میں اُس کا اعلان ہوا تھا - اس اعلان میں دولۃ کے قانونی اور منظم ہونے کا یقین دلایا گیا تھا - نیز مسلم اور ذمی کے حقوق کے مساوی ہونے ' اور ہر طرح کے غیر قانونی امتیازات کے منسوخ کردینے کا اعلان تھا -

مصطفی رشید پاشا نے اپنے عہد وزارت میں تعلیمی و معاشرتی اصلاحات کی جو روح پیدا کی تھی ' اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک قلیل جماعت نئے تعلیم یافتہ افراد کی پیدا ہوگئی - ان میں سب سے زیادہ نامور شخص دو ہوے : عالی پاشا اور فواد پاشا - دونوں نے صدارت و نظارت کے مناصب تک ترقی کی ' اور اپنے عہد کے مشاهیر مدبرین میں شمار کیے گئے - سلطان عبدالمجید کے عہد کے تمام اِجراات اصلاحیہ کی باعث و کارفرما شخصیتیں یہی تھیں - معاهدۂ پیریس (۳۰ - مارچ سنہ ۱۸۴۶) میں دولۃ عثمانیہ کو جو کامیابی ہوی ' اور انگلستان ' فرانس ' اور اٹلی نے روس کے بر خلاف ساتھ دیا ' وہ بہت کچھ انہی دونوں کی مساعی کا نتیجہ تھا - معاهدۂ پیرس کے بعد ہی تاریخ اصلاح عثمانی کا دوسرا فرمان شائع ہوا تھا جو " خط شریف " کے نام سے پکارا جاتا ہے - اس میں " خط گل خانہ " کی مزید تائید کی گئی تھی ' اور تمام رعایا کی آزادی حقوق کے احترام کا یقین دلایا گیا تھا - یہ بھی تمام تر فواد اور عالی ہی کی مساعی کا نتیجہ تھا -

(مصطفی فاضل)

مصطفی رشید ' فواد ' اور عالی پاشا نے اصلاح و تغیر کیلیے فضا پیدا کردی ' مگر جماعت پیدا کرنے کا کام بعد کو ہونے والا تھا - یہ مصطفی فاضل پاشا کی شخصیت تھی ' جس نے اس نئی فضا کو نشوونما دی ' اور " نوجوان " ترکوں کی جمعیت کا اولین سنگ بنیاد رکھدیا - مدحت پاشا بعد کو آیا تا کہ اپنے عظیم اعمال اور عظیم قربانی سے اس سنگ بنیاد پر ایک نئی عمارت چن دے !

مصطفی فاضل پاشا محمد علی بانی خاندان خدیوۂ مصر کا پوتا اور ابراهیم پاشا فاتح حجاز و شام کا بیٹا تھا - سنہ ۱۸۳۰ع میں پیدا ہوا اور مصر میں تعلیم و تربیت حاصل کی - مصر میں محمد علی کے زمانے سے مغربی علوم و السنہ کی اهمیت کا احساس عام ہو چلا تھا ' اور خاندان خدیوی کے تمام افراد فرانسیسی زبان کی تعلیم حاصل کرنے لگے تے - مصطفی فاضل کو بھی اسکا موقعہ ملا - اس طرح مغربی علوم و تمدن کے فہم و مطالعہ کا دروازہ اُس پر کھل گیا - ابھی سلطان عبدالمجید ہی کا زمانہ تھا کہ وہ قسطنطنیہ آیا ' اور چند سالوں کے بعد جب سلطان عبدالعزیز تخت نشین ہوا ' تو نظارت معارف (تعلیم) کا ناظر مقرر ہوگیا - پھر کچھ دنوں کے بعد جب مالییات کی وزارت کی جگہ خالی ہوی ' تو حکومت کی نظر انتخاب اسی پر پڑی -

(لائحہ اصلاحیہ)

یہ وہ وقت تھا ' جبکہ دولۃ عثمانیہ کی زوال پذیر ہستی کی حفاظت کیلیے اصلاح و علاج کی آخری مہلت درپیش تھی ' اور قریب تھا کہ همیشہ کیلیے اُسکی شش صد سالہ عظمت و جلال کی دیواریں سرنگوں ہوجائیں - سلطان محمود مصلح نے نئی اصلاحات کی بنیاد رکھی - سلطان عبدالمجید نے اسے بلند کرنا چاہا - اگر سلطان عبدالعزیز کا وجود بھی اس سلسلۂ اصلاح کی تیسری کڑی

کیا ہے - اس عرب سفارت کے ورود و استقبال کا ایک ایسا ہی مرقع فرانس میں موجود ہے جیسا یہ زیر بحث مرقع ہے - اس مرقع میں شارلیمین کو اس کے دربار میں دکھایا گیا ہے اور عرب سفیر اِس حالت میں نمایاں ہیں کہ اپنے تحائف پیش کررہے ہیں - اس سے صاف طور پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ واقعۂ سفارت کے دونوں درباروں کی تصویریں بہ یک وقت طیار کی گئی تھیں - اور عجب نہیں خود شارلیمین کے حکم سے طیار کی گئی ہوں - یہ دوسرا مرقع پیرس کی مشہور عمارت پنتھیوں Pantheon کی دیواروں پر اِس وقت تک موجود ہے - یہاں شارلیمین کے عہد کے مختلف مرقع دکھائے گئے ہیں ' من جملہ ان کے عربی سفارت کا استقبال بھی ہے "

اس مرقع کی نقل هدیۂ قارئین ہے -

بلاشبه ' مضبوط اخلاق هي اِس وجود میں تنها ایک قوت نهیں هے - کیونکه یهاں جرائم کي بهي جرار فوجیں کهڑي هیں ' اور گناهوں کے تخت بهي بچهے هیں - لیکن یه یقیني هے که مضبوط اخلاق ' ایک مستحکم و راسخ بنیاد ضرور هے - اُس کے بغیر کوئي سلطنت قائم نهیں هوسکتي - جب وه کسي قوم کا ساتهه چهوڑ دیتا هے ' تو اُس قوم کي اجتماعي عمارت بهي گر پڑتي هے - اُس کا یه خاصه عجیب هے که جوں جوں اُس کي فتوحات میں وسعت هوتي هے ' اُس کا دائره بهي وسیع و عظیم هوتا جاتا هے - برخلاف دوسري قوموں کے جو امتداد زمانه سے کمزور هو جاتیں اور کامیابي کے بعد فنا هونے لگتي هیں -

اعلی حضرت کي عظمت اور وطن کي عزت کے تمام خیر خواه ' انتهائي رنج و ملال سے دیکهه رهے هیں که قوم کي شهامت ' زائل هو رهي هے اور اُسکي شرافت و خودداري ختم هوتي جاتي هے - یه اعلي صفات ' قوم میں کیونکر باقي ره سکتي هیں ' اگرچه کتني هي راسخ هوں ' جبکه مسیحي رعایا کے ساتهه مسلمان بهي گونا گوں ذلتوں کا نشانه بنے هوئے هیں اور هر قسم کي دنائت کے گهونٹ اُنهیں زبردستي پلائے جارهے هیں ؟ مسلمان اور عیسائي ' حضور والا کي تمام رعایا ' حکام کے ظلم و جور سے چیخ رهي هے - یه حکام وه هیں جو حضور کے برائے نام فرمانبردار هیں - اعلي حضرت کو کیا معلوم که وه شاهي احکام قوم میں جاري کرتے هیں یا اپني هوا و هوس سے کام لیتے هیں !

آپ کي سلطنت ' عام رائے سے خالي هے - نتیجه یه هے که آپ کے عمال ' رعایا کے سامنے جواب ده نهیں هیں - اِس کے معنے یه هیں که خود حضور کے عرش معلی کے رو برو بهي ذمه دار اور جواب ده نهیں هیں ' کیونکه کوئي شخص بهي اُن کي شکایت عتبات عالیه تک پهنچانے کي قدرت نهیں رکهتا ' اور چونکه اُن کے جرائم ذات شاهانه کے علم میں نهیں آسکتے ' اِس لیے اُن سے باز پرس بهي نهیں هو سکتي - لهذا وه بالکل نڈر هوگئے هیں - رعیت پر دست درازي میں بے باک هیں - هر قسم کي برائیاں کهلے بندهوں کر رهے هیں - باشندے دو گروهوں پر منقسم هوگئے هیں : ظالم حاکم ' کوئي نهیں جو اُن کا هاتهه پکڑے - مظلوم رعایا ' کوئي نهیں جو اُس پر ترس کهائے - حاکم ' جس کا دعوی هے که اُس کي قوت ' خود سلطان کي قوت هے ' لهذا بے روک اور بے قید هے - وه اِس قوت کي گهمنڈ میں جمله معائب و نقائص سے آلوده هونا هے - محکوم ' جس کا کام یه ره گیا هے که ذلت کے تاریک غار میں برابر گرتا چلا جائے - حکام ' جنهوں نے رعایا کے لبوں پر قفل چڑها دیے هیں - اگر کبهي کسي کے منه سے فریاد کي چیخ بلند هوجاتي هے تو یه حکام اُسے بغاوت قرار دے دیتے هیں - لهذا تمام رعایا ' نا اُمیدي میں پڑ گئي هے - بے حساب ظلم و جور کے نیچے دبي هے ' مگر خوف سے چپ هے - ظلم کے هاتهه اُس کا گلا دابے هوئے هیں ' اور اعلي حضرت سے مخفي نهیں که ظلم دلوں میں فساد پیدا کر دیتا اور عقلوں میں فتور ڈال دیتا هے -

ترکوں کي رگوں میں پاک اور بے میل خون موج زن هے - یقیناً هم وطن سے بے حد محبت کرتے هیں - حب الوطني ' هماري همتیں بلند کرتي هے ' بڑي سے بڑي قربانیاں بهي هم پر آسان کردیتي هے - هم بهادر سپاهي هیں ' موت سے نهیں ڈرتے - هم میں وقار هے اور همارے اسلاف سے همیں میراث میں ملا هے - همارا امتیازي وصف ' صریح اخلاص هے - یهي اخلاص همیں آماده کرتا هے که مسرات کو جمله محاسن پر ترجیح دیں - لیکن کیا یه صفات حمیده هم میں زیاده مدت تک باقي رهینگي ؟ کیا هم خیر و شر کے اِس تصادم کا همیشه یونهي مقابله کرتے رهینگے ؟

میرے آقا ! جس دن یه اخلاق هم سے رخصت هو جائینگے ' اُسي دن هماري موت بهي نازل هو جائیگي - هم کسي کو بهي اپنا حامي و مددگار نه پائینگے -

کاش هماري مصیبت ' صرف همارے معنوي انحطاط هي پر ختم هو جاتي اور اِس جهل عمیم اور فساد عظیم تک نه پهنچتي جو همارے تمام عقلي قوی تباه کر رها هے -

میرے آقا ! جب همارے اسلاف یورپ میں اُترے ' تو اُن کے پاس علم کي کوئي روشني بهي نه تهي - لیکن وه ذوق سلیم رکهتے تهے - یه ذوق اُن میں قوت و جرأت پیدا کرتا تها ' جیسا که تمام پاک اور بلند نفسوں کا خاصه هے - وه علم نهیں رکهتے تهے ' مگر عقل کے مالک تهے - وه عقل جو حرکت پسند کرتي ' جمود سے نفرت کرتي اور رذالت سے کراهت رکهتي هے - وه اُن لوگوں سے بالکل مختلف تهے جو همارے هراول دیکهتے هي بهاگ کهڑے هوئے تهے - وائے افسوس ! عقلیں ' اُس حکومت کے زیر سایه مفلوج هوجاتي هیں ' جس میں انفرادي همت کے لیے کوئي گنجائش نهیں هوتي !

میرے آقا ! آپ کي رعایا میں ترک سب سے زیاده استبداد سے متأثر هوتے هیں - کیونکه یه استبداد اُن کي فطري استقامت نفس اور خود داري سے میل نهیں کهاتا - هم ترکوں میں وه شرمناک قابلیت ذرا بهي موجود نهیں جو بیزنطیني عیاشوں میں تهي - اُن کي حالت یه تهي که عقل و فطنت رکهتے تهے مگر نه ذلت سے گریز کرتے تهے نه مطلق العنان حکومت سے نفرت رکهتے تهے - هم بالکل ساده دل پیدا هوئے تهے - همارے خیالات کي سادگي پر دنیا کو حیرت تهي - لیکن جب همارے خیالات هم سے چهین لیے گئے تو هم مخبوط الحواس هوگئے - عقل کي نعمت سے محروم هوگئے - اگر یهي حالت جاري رهي تو ایک دن آئیگا جب هم میں حکمراني کي صلاحیت باقي نه رهے گي - کوئي ایک آدمي بهي ایسا نه ملیگا جو انتظام سنبهال سکے -

حضور والا ! هم اب ایک ایسے زمانے میں هیں جس میں عزت اُسي کو مل سکتي هے ' جس کي عقل بڑي اور علم زیاده هو - یهي باعث هے که تمام یورپ میں علم کا غلغله بلند هے اور تمام قوتیں اُس پر صرف هو رهي هیں - کوئي حکومت بهي اِس کے فکر و اهتمام سے خالي نهیں هے - سوئٹزر لینڈ میں ایک آدمي بهي اَن پڑه دکهائي نهیں دیتا - انگلستان میں (جس پر منتهي بهر امراء حکومت کرتے تهے مگر اب اپنے امتیازات سے دست بردار هوے جاتے هیں) ۲۵ - برس سے اشاعت تعلیم کي عظیم الشان کوششیں هو رهي هیں - مجهے یقین هے که پروشیا نے آسٹریا پر صرف اِس سبب سے فتح پائي هے که وه مغلوب سے علم میں زیاده تهي - کیا همارے لیے روا هے که اپنے عقلي انحطاط پر قانع رهیں ' حالانکه همارے گرد یورپ ' عقلي ارتقاء کے لیے اَن تهک کوششیں کر رها هے ؟

میں اِس خیال سے پناه مانگتا هوں که اعلی حضرت اشاعت تعلیم کے لیے صرف مدارس کي کثرت کافي تصور فرمائیں - وه محل کس کام کے جنهیں مکین نه ملیں ؟ اُن مدارس سے کیا فائده جن میں ذلت و خواري کي اولاد تربیت پائے ؟

(مصطفی فاضل کا الٹمیٹم)

اعلی حضرت !

کلمۂ حق بادشاہوں اور حکمرانوں تک پہنچنا ' بہت مشکل ہے - درباری اُس پر پردہ ڈالتے اور اُسے چھپاتے ہیں - بادشاہ فرمانروائی کے نشہ میں مخمور اور سلطنت کی لذتوں میں غرق ' راہ صواب سے غافل ہو جاتے ہیں -

وہ خیال کرتے ہیں کہ مومین اپنے ہی کرتوت سے پریشانی میں پڑتی ہیں - اور اپنی ہی غفلت سے پستی میں گرتی ہیں - سلطنتیں ' جب برباد ہوتی ہیں ' تو قضاء و قدر کے بے رحم ہاتھوں ہی سے برباد ہوتی ہیں -

واقعات کو رو در رو دیکھنے اور اوہام کو اوہام سمجھنے کے لیے انسان کو بڑے ہی اخلاص اور بڑی ہی جرأت کی ضرورت ہے - بادشاہ تک بے کم و کاست حقیقت پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ اخلاص و جرأت کی ضرورت ہے -

میرے آقا ! یہ اخلاص کبھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا - خود اعلی حضرت سلطان اس کے شاہد ہیں - وہ لوگ بھی اِس سے ناواقف نہیں جو میری جلا وطنی کا سبب ہوے ہیں - بلاشبہ زمانے نے مجھے موقعہ نہیں دیا کہ روشن کارناموں سے اعلی حضرت کی ذات شاہانہ سے اپنی عقیدت ثابت کرتا اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود ــــ اگر یہ نہ کہوں کہ اُس کے احیا ــــ کے ارادے پورے کرسکتا - لیکن میں پہلا آدمی ہوں جس نے اعلی حضرت کے سامنے شاہی حکومت کے عیوب بے پردہ کرنے اور وطن عزیز کے مصائب پیش کرنے کی جرأت کی ہے - یہ اس لیے کہ میرا دماغ اعلی حضرت اور سلطنت عثمانیہ کی خدمت کے لیے سراسر وقف ہے - مجھے اعلی حضرت کے عرش سے جو عقیدت و وابستگی ہے ' اور وطن معبوب سے جو محبت و وارفتگی ہے ' اُسی نے مجھہ میں یہ قوت پیدا کردی ہے کہ بے خوف و خطر اُن مصائب و آلام پر نظر ڈالوں جو ہمیں رات کی تاریکی اور دن کی روشنی میں پیش آ رہے ہیں - حضور کے اخلاق عالیہ پر میرا یقین مجھے ہمت دلاتا ہے کہ اُن مصائب کی تشریح کروں - کوئی ایک بھی مخفی نہ رکھوں - سب کو صاف صاف ظاہر کردوں - پھر وہ علاج عرض کروں جو ہمیں شفا بخش سکتا ہے ' بشرطیکہ اُس کے استعمال سے پہلے وقت نکل نہ جائے -

میرے آقا ! آپ کی مسیحی رعایا کی جانب سے جس سرکشی کا برابر اظہار ہوتا رہتا ہے ' وہ یقیناً ' ہمارے اجنبی دشمنوں کی شرارت کا نتیجہ ہے - لیکن وہ اِس امر کی بھی دلیل ہے کہ اعلی حضرت کی حکومت کا برتاؤ اپنی تمام رعایا کے ساتھہ کوئی عمدہ برتاؤ نہیں ہے - اِس برتاؤ میں اگر حکومت پہلے معذور تھی تو یقیناً اب اُسے برقرار رکھنے میں اُس کے لیے کوئی عذر نہیں ہوسکتا - کیونکہ اِس مسلک کا ثمرہ ' ظلم کے سوا کچھہ نہیں ہے - جہل ' اُس سے پھیلتا ہے ' فقر و فاقہ اور شر و فساد کی اُس سے پیدائش ہوتی ہے -

یورپ خیال کرتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ میں صرف مسیحی رعایا ہی ظلم و تذلیل کے لیے منتخب کرلی گئی ہے - حالانکہ یہ سخت غلطی ہے - مسلمان ' جن کی حمایت پر کوئی یورپین سلطنت نہیں ' مسیحیوں سے زیادہ ظلم اُٹھا رہے ہیں - اُن کے مصائب و آلام کہیں زیادہ ہیں - وہ ابتک محض اِس لیے صبر کیے

بیٹھے ہیں کہ قضاء و قدر پر اُن کا پختہ ایمان ہے - صبر و سکون کے عادی ہیں - نفس بلند رکھتے ہیں - اُن کی یہ صفات ' یورپین تخیل سے بہت بلند ہیں - اِس لیے یورپ والے اُنھیں سمجھہ نہیں سکتے - پھر یہ مسلمان ' اُن شریف اور اولو العزم اسلاف کی نسل ہیں جو فرمانروائی کے تخت پر جلوہ گر ہوچکے ہیں - سلطنت سے اُنکا اخلاص ' قرآن پر اُن کے ایمان سے مل کر ایسا راسخ ہوگیا ہے کہ ابتک اُس میں تزلزل پیدا نہیں ہوا - لیکن اعلی حضرت اپنے مخلص ترین خادم کو یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ اب مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا ہے - مصیبت آخری حد تک پہنچ چکی ہے - آلام نے اُن کا جسم کھا ڈالا ہے - اپنا غم و غصہ چھپانے کی اب اُن میں قدرت باقی نہیں رہی - یقیناً حضور والا کے خاندان اور قوم کے لیے یہ سخت خطرہ ہے کہ رعایا ' یاس و نا اُمیدی کا شکار ہوجائے -

مخلوق پر ظلم بہت سخت ہوگیا ہے - آپ یقیناً اُس سے متنفر ہیں ' اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی اُمت کے عظماء و اکابر بھی اُس سے بیزار ہیں - لیکن وہ شخصی حکومت کا ایک لازمی نتیجہ ہے - حتی کہ خود اعلی حضرت بھی ' جنکی قوت معلوم اور سطوت مشہور ہے ' شاید اُسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتے - کیونکہ اُس کی خبر سمع مبارک تک پہنچتی ہی نہیں - حالانکہ وہ اِس اُمت کی مردانگی تباہ کر رہا ہے - اُس کی شخصیت گرا رہا ہے ' اُس کے فضائل برباد کر رہا ہے -

میرے آقا ! آپ کی رعایا میں ایسے مخلص افراد موجود ہیں جن کے دل یہ دیکھکر حسرت سے پگھلے جاتے ہیں کہ یہ اُمت ــــ جو ہماری عزت و فخر ہے ــــ کس طرح نسل کی کمی اور ہجرت کی زیادتی کی وجہ سے کمزور و کم تعداد ہوتی چلی جا رہی ہے - لیکن میں اس سے خائف نہیں ہوں - ممکن ہے اِس میں ہمارے فوجی نظام کو بھی کچھہ دخل ہو - لیکن جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اور جسے روز بروز قریب آتے دیکھتا ہوں ' وہ یہ ہے کہ ہم مغلوب قوموں کے مشابہہ ہوتے جاتے ہیں - روز بروز ہماری معنویت کمزور ہو رہی ہے اور یہ مرض قوم کے تمام طبقوں میں عام ہوتا جاتا ہے -

میرے آقا ! ہمارے اسلاف نے چار صدی پہلے مشرق کی رومن شہنشاہت تہہ و بالا کر ڈالی ' عروس البلاد اور ملکۂ جہاں ' قسطنطنیہ میں اپنے قدم گاڑ دیے ' اور وہ فتح عظیم حاصل کی جو تاریخ میں ایک عظیم ترین کارنامہ شمار کی جاتی ہے - لیکن اِس حیرت انگیز کامیابی کا راز کیا تھا ؟ صرف دین کا اعتقاد اور جنگ میں شجاعت ہی نہ تھی - اُن کی وہ اولو العزمی اور بہادری ' درحقیقت ' اُن کی معنویت ہی کا ایک جلوہ تھا - وہ اپنے سرداروں کی اطاعت ' خوش دلی سے کرتے تھے ' نہ کہ خوف اور مجبوری سے - یہی وجہ تھی کہ ذلت اُن پر قابو نہ پاسکی - عقل پر اندھی تابعداری غالب نہ آسکی - اُنکی خود داری برابر باقی رہی - استقلال ذاتی نے اُن کا ساتھہ نہ چھوڑا - اطاعت نظام (ڈسپلن) کی روح ' عزت نفس کی روح سے مل گئی تھی - دونوں روحیں ' مضبوط اخلاق کی بنیادوں پر قائم تھیں - فضیلت نے اُنمیں گھر کرلیا تھا - اس لیے اُنھوں نے وہ عظیم سلطنت اُلٹ ڈالی جسے استبداد کی رذیلتیں گھن کی طرح لگ گئی تھیں ' اور ظلم و جور نے اُس کی تمام چولیں ہلا ڈالی تھیں -

ملین ڈالر بھی جمع کر سکوں گا - اُس وقت میرے پیش نظر صرف یہ خیال تھا کہ کسی طرح دنیا کا ایک کامیاب آدمی بن جاؤں -

میرے پیش نظر کامیابی کیا تھی ؟ اُس کا معیار کیا تھا ؟ میں بتا نہیں سکتا - کیونکہ کوئی مفصل خیال ذہن میں موجود نہ تھا - کامیابی کا محض ایک مبہم سا تصور تھا - میں نے یہی تصور اپنا مطمع نظر قرار دے لیا اور کوشش شروع کردی - مجھے خود تعجب ہوا کہ تھوڑی ہی مدت بعد دولت اپنے آپ جمع ہونے لگی تھی اور ابتک جمع ہوتی چلی جاتی ہے !

مجھے آج تک اپنی غربت اور تنگ دستی یاد ہے - میں بہت کم عمر تھا - طرح طرح کے ولولے اور امنگیں دل کو گدگداتی تھیں ، مگر میں اپنی کوئی خواہش بھی پوری نہیں کر سکتا تھا - مجھے پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی تھی - میں دربدر کام تلاش کرتا پھرتا ، اور کہیں بھی کام نہیں ملتا - سخت جد وجہد کے بعد بالاخر ایک کام ملا - ایک بحری حوض میں نوکری مل گئی - ہفتہ وار سولہ شلنگ تنخواہ مقرر ہوگئی - میں بہت خوش ہوا - مگر فوراً ہی میری خوشی رنج سے بدل گئی - کیونکہ اِس کمپنی کے منیجر مسٹر گوس نے مجھے بلا کر نہایت خشکی سے کہا " یہ تنخواہ تمھیں ملے گی ، اگرچہ تم اِس کے کسی طرح بھی اہل نہیں ہو !"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا - میرے دل میں سخت غم و غصہ تھا - میں نے عزم کرلیا کہ کچھہ ہی ہو جائے ، میں اپنی حالت ضرور درست کرکے چھوڑونگا - چنانچہ میں نے کوشش شروع کردی ، اور چند ہی سال بعد یہی مسٹر گوس مجبور ہوئے کہ مجھے اپنی عظیم کمپنی کا شریک بنا لیں !

مجھہ سے لوگ پوچھا کرتے ہیں " آدمی کروڑ پتی کیسے بن جاسکتا ہے ؟ " میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ دولت جمع کرنے کا کوئی خاص قاعدہ نہیں ہے - اِس کا مدار صرف دو باتوں پر ہے : ذہانت اور قسمت - اگر انسان کو اِن دونوں میں سے کافی حصہ ملا ہے ، تو بلا شبہ وہ بہت زیادہ دولت جمع کرلے سکتا ہے -

بہت سے معمولی ذہانت کے لوگ ہمیشہ " زمانہ " کو ملامت کیا کرتے ہیں کہ اُن کا ساتھہ نہیں دیتا - وہ کہتے ہیں " اگر ہمیں ایک موقعہ بھی میسر آجائے تو ہم فوراً دولتمند بن جائیں " لیکن یہ اُن کی غلطی ہے - قصور زمانے کا نہیں خود اُن کا ہے - اُن کی ذہانت و قابلیت کا ہے - اعلیٰ ذہانت کے لوگ ہاتھہ پر ہاتھہ رکھہ کر موقعہ کا انتظار نہیں کیا کرتے - وہ خود موقعہ پیدا کرتے ہیں اور اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں -

میں نوجوانوں کو ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اپنی تمام قوتیں اور کوششیں ایک ہی طرف متوجہ رکھیں - کیونکہ بغیر اِس کے دولت حاصل نہیں ہو سکتی - مختلف کام شروع کرکے کوششیں پراگندہ کر دینے سے اکثر ناکامی کی مصیبت پیش آجایا کرتی ہے - ہمیشہ ایک مرکز بنانا چاہیے ، اور اُسی پر تمام قوتیں صرف کردینی چاہییں - بلا شبہ میں بھی اُن لوگوں میں ہوں جو بیک وقت بہت سی تجارتیں پھیلائے ہوئے ہیں - لیکن یہ میں نے اب کیا ہے جبکہ ایک بڑے سرمایہ کا مالک بن چکا ہوں - شروع شروع میں نے کبھی یہ جرأت نہیں کی کہ بہت سے کام لے کر بیٹھہ جاؤں -

بريد شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام - مجلس وطنی کا انتخاب - وزراء آستانہ میں - غازی کے خلاف سازش -

(غازی مصطفیٰ کمال کا پیغام)

مجلس وطنی کے انتخاب کے سلسلہ میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی قوم کے نام ایک پیغام شایع کیا ہے - یہ تحریر خود موصوف نے اپنے قلم سے لکھی ہے - اس لیے نہایت پر زور اور بلیغ ہے - اِس میں اُنھوں نے جنگ آزادی کے بعد پہلی مجلس وطنی اور اپنی جماعت " خلق فرقہ سی " کی کارگزاریاں یاد دلائی ہیں اور پھر قوم سے اپنی جماعت کے انتخاب کی درخواست کی ہے - وہ لکھتے ہیں :

" آج موقعہ ہے کہ ہم گزشتہ چار سال کے اندر اپنے عظیم اصلاحی و تعمیری جہاد پر نظر ڈالیں اور اطمینان کے ساتھہ وہ کامیابیاں دیکھیں جو ہم نے حاصل کی ہیں - ہمارا ملک ایک ایسی مہیب جنگ سے جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ، فتحمند نکلا تھا - اُسے اُن مساعی و اعمال کی سخت ضرورت تھی جن سے قومیں زندہ رہتی ہیں - یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ ترکی قوم نے فتح و نصرت دیکھی تھی - ترکی قوم کی پوری تاریخ فتوحات سے لبریز ہے - لیکن چونکہ پہلے ترکی قوم میدان جنگ سے باہر کوئی کوشش نہیں کرتی تھی ، اس لیے اپنی فتح سے کوئی فائدہ بھی نہیں اُٹھا سکتی تھی - بلکہ بتدریج اُسکی فتح ، شکست بن جاتی تھی - جو سعمندی بر قرار نہیں رکھی جاتی ، اُس کے نتائج بسا اوقات

محنت اور چستی کو بھی کامیابی میں بہت بڑا دخل ہے - شروع میں میرا دستور یہ تھا کہ صبح سات بجے سے اپنے کام پر پہنچ جاتا تھا اور گیارہ بجے رات سے پہلے واپس نہیں آتا تھا - میں جانتا ہوں کہ آج کل کے نوجوان اِتنی محنت نہیں کرسکینگے - لیکن اگر وہ اُتنی محنت بھی کریں ، جتنی وہ آسانی سے کرسکتے ہیں ، تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیاب نہ ہو جائیں -

میرے خیال میں منضبط محنت سے زیادہ لذیذ کوئی چیز بھی نہیں ہے - میں دنیا کے ایک بہترین جہاز کا مالک ہوں - بہترین بادبانی کشتی بھی میرے پاس ہے - میں نے شکار بھی بہت کھیلا ہے - عیش و آرام کے جملہ سامانوں سے بھی متمتع ہوا ہوں - مگر میں سچ کہتا ہوں - مجھے کسی بات میں بھی اُتنی لذت حاصل نہیں ہوئی ، جتنی اپنی روز کی محنت میں حاصل ہوئی ہے - میں سمجھتا ہوں ، میری کامیابی کا سب سے بڑا راز میری اِسی محنت میں ہے !

آزادي، قوموں کے لیے اولین مربي ہے - آزادي هي تمام دوسرے مربیوں کو پیدا کرتي ہے - کوئي مربي بھي آزادي کا قائم مقام نہیں ہوسکتا - کوئي مربي بھي آزادي کا عمل انجام نہیں دے سکتا - غلام قومیں علم کي تحقیر کرتي ھیں، کیونکہ علم اُنھیں کچھ بھي فائدہ نہیں پہنچاتا - قومیں اُسي وقت علم کي طرف راغب ہوتي ھیں، جب اُنھیں اپنے حقوق کي جانب سے اطمینان ہوجاتا ہے - وہ علم اس لیے حاصل کرتي ھیں کہ اپنے حقوق سے فائدہ اٹھائیں - اور بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں - ہر جاهل اور غلام قوم بزدل ہوتي ہے یا خائن -

اعلیٰ حضرت! اِس وقت همارى مصیبت صرف یہي نہیں ہے کہ هم معنوي کمزوري اور عقلي فساد میں مبتلا ھیں - همارى مصیبت اِس سے بھي بڑي ہے - هم هر جگہ ایک جبار و قہار دشمن کو اپنے سامنے پاتے ھیں - وہ بے رحم دشمن، همارا افلاس ہے - حضور نے کتني مرتبہ اپنے خزانے خالي دیکھے؟ کتني مرتبہ تنخواهیں تقسیم کرنے کے لیے روپیہ موجود نہ پا کر رنجیدہ ہوئے؟ آپ کا رحیم قلب یہ سونچ کر همیشہ کس قدر اداس ہوتا رہا ہے کہ عمال سلطنت کي تنخواهیں بہت حقیر ھیں؟ یہ اس لیے کہ حضور جانتے ھیں، مشرقي عہدہ دار جب تنخواہ کافي نہیں پاتے، تو رشوت خوار ہو جاتے ھیں - رعایا میں لوٹ کھسوٹ شروع کر دیتے ھیں - لیکن سلطنت کے خزانے خالي ہونے پر همیں اُتنا افسوس نہیں جتنا رعایا کي غربت کا افسوس ہے - کیونکہ سرکاري خزانہ محض اِس لیے خالي رهتا ہے کہ رعایا غریب ہے - رعایا کا افلاس، ایک عظیم ترین خطرہ ہے -

دنیا کي حکمتوں میں صرف اعلیٰ حضرت هي کي حکومت ایسي ہے جو اِتنے قلیل خراج پر زندہ ہے - حضور کي سلطنت نہایت عظیم، وسیع، اور آباد ہے - تعجب ہے کہ رعایا اِتنا قلیل خراج بھي ادا نہیں کر سکتي! لیکن همارا یہ تعجب باقي نہیں رهتا جب هم دیکھتے ھیں کہ خراج جمع کرنے کا طریقہ، ایک بد ترین طریقہ ہے - همارى قوم، بہت هي کم کام کرتي ہے - وہ هر هنر سے جاهل ہے - یہي وجہ ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہے اور حکومت کا خراج ادا کرنے کي قدرت نہیں رکھتي - حالانکہ دوسرے ملکوں کي رعایا هم سے بہت زیادہ خراج بخوشي ادا کر دیتي ہے -

اعلیٰ حضرت کي سلطنت میں هر چیز کو زوال آگیا ہے: زراعت، تجارت، صنعت، کوئي چیز بھي تباهي سے نہ بچي - هم پیدا کرنے کے طریقے بالکل بھول گئے ھیں اور اسے فقر و فاقہ کے مشاهدہ پر قانع ھیں - فقر کي هیبتناک صورت همارے سامنے ہے - هم اُس کي دهشت سے همت و جرأت کا کوئي کام کر هي نہیں سکتے -

بد نصیب کروڑ پتي

(کیا دولت، حسرت کا سبب ہے؟)

(دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کیلیے؟)

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دولت مند، خوش نصیب ھیں - اور فقر و فاقے میں مبتلا انسان بد نصیب - لیکن یہ کوئي قاعدۂ کلیہ نہیں ہے - کیونکہ بہت سے کروڑ پتي، انتہاء درجہ بد نصیبي کي زندگي بسر کر رهے ھیں - اور بہت سے نان شبینہ کے محتاج ھیں جنھیں مسرت و سعادت کي زندگي حاصل ہے!

حال میں مسٹر چارلس ولفت نے جو ایک مشہور امریکن کروڑ پتي ھیں، اِس موضوع پر ایک مضمون شایع کیا ہے - وہ اِس لائق ہے کہ مفلس اور امیر، دونوں اسے غور سے پڑھیں -

وہ لکھتے ھیں:

دولت، مسرت و سعادت کے لیے کوئي لازمي شرط نہیں ہے - کیونکہ مسرت، در حقیقت خود اُس شخص پر موقوف ہوتي ہے جو اُس کا متمني ہوتا ہے - میں بہت سے کروڑ پتیوں سے واقف ہوں - یہ دنیا کے سب سے زیادہ بد نصیب انسان ھیں - لیکن بہت سے ایسے مفلس انسانوں کو بھي جانتا ہوں جو نہایت پر مسرت زندگي بسر کر رهے ھیں!

مجرد دولت سے اُسي شخص کو مسرت حاصل ہو سکتي ہے جو حد سے زیادہ طماع اور صرف مال کا حریص ہو - ورنہ محض دولت کے جمع ہوجانے سے هرگز لازم نہیں آتا کہ مسرت بھي جمع ہو جائے -

دولت سے وهي شخص مسرت حاصل کر سکتا ہے جو صرف اُس کا جمع کرنا هي نہیں جانتا، بلکہ خرچ کرنا بھي جانتا ہے - میرے خیال میں وهي دولت مند، مسرت و سعادت محسوس کرتے ھیں جو اپني دولت بہتر طریقوں پر خرچ کرنا جانتے ھیں -

میں بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو کہا کرتے ھیں "اگر همیں ایک ملین ڈالر مل جائے تو هم مطمئن ہو جائیں اور خوش و خرم زندگي بسر کریں" لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے - اِتني دولت جمع ہوجانے کے بعد بھي وہ خوشي محسوس نہیں کرینگے، الا یہ کہ وہ یہ بھي سیکھ لیں کہ اپني دولت کس طرح خرچ کرني چاهیے؟

جب میں نے دولت جمع کرني شروع کي، تو ایک لمحہ کے لیے بھي مجھے یہ خیال نہیں گزرا تھا کہ میں عنقریب کروڑ پتي بن جاونگا - میرے خواب میں بھي یہ بات کبھي نہیں آئي تھي کہ ایک

افسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

پال ہیس کے قلم سے

پال ہیس Paul Heyse جرمنی کا مشہور و معروف شاعر اور فسانہ نگار ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اس نے انتقال کیا۔ اُس کے دیوان اور اُس کے افسانے اس قدر مقبول ہوئے ہیں کہ اُس کا نام غیر فانی ہوگیا ہے۔ ذیل میں اس کے ایک مقبول عام افسانہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ دو نمبروں تک مسلسل شائع ہوتا رہے۔

پو پھٹ رہی تھی۔ آتش فشاں ویزو دیس کی چوٹی، سیاہ بادل میں چھپی تھی۔ اُس کے دامن شہر نابلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب و جوار کے گاؤں بھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج سورنتو کے کناروں پر ماہی گیر اور اُن کی عورتیں اپنے روزمرہ کے کام شروع کر چکی تھیں۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک محنت کر رہے تھے۔

"ریشل!" ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا "لے، پادری البرٹ آگیا۔ انٹونیو، اُسے اپنی کشتی میں جزیرہ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہی ہیں"

سب لوگ، پادری کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُس کا چہرہ نورانی تھا۔ دائیں بائیں، سر کے اشارے سے، مسکراتے ہوئے، سب کا سلام قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

"ہمارا پادری، جزیرے میں کیوں جا رہا ہے؟" چھوٹی لڑکی نے اپنی دادی سے سوال کیا "کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو" دادی نے اپنا پوپلا مُنہ ہلا کر کہا "جزیرے میں بہت سے پادری ہیں۔ وہاں کے سے خوبصورت کنیسے دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اُس وقت بھی بیمار ہوئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اُس نے پادری کو، اُس کے کنیسے کو، اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اُس نے پادری بلایا ہے تاکہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے سامنے اعتراف گناہ کرلے۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اس وقت کوئی پادری بھی نہیں ہے!"

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا، کیونکہ اُس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

"موسم کیسا ہے؟" پادری نے نابلی کی طرف نظر اُٹھا کر انٹونیو ملاح سے کہا۔

"باپ! ابھی سورج نہیں نکلا" ملاح نے جواب دیا "یہ تمام بادل سورج نکلتے ہی چھٹ جائے گا"

"تو جلدی کرو۔ دھوپ سے پہلے ہم نکل جائیں" پادری نے کہا۔ نوجوان [illegible] مگر وہ اچانک رُک گیا۔ کنارے کی سڑک غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھا اور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ در اصل ایک لڑکی تھی۔ اُس کی بغل میں ایک گٹھری دبی تھی معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع، فقر و غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اُس کے کالے بالوں کی لٹیں ہوا میں اُڑ رہی تھیں۔ انٹونیو نے اُسے پہچان لیا۔

"انتظار کیا ہے؟" پادری نے سوال کیا۔

"ایک اور شخص بھی جزیرے جانا چاہتا ہے، بشرطیکہ آپ اجازت دیں" ملاح نے بمت کہا "ذرا بھی دیر نہ ہوگی۔ وہ ایک لڑکی ہے۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے"

اب لڑکی سامنے تھی۔

"موریلا!" پادری نے کہا "اُسے جزیرے میں کیا کام ہے؟"

انٹونیو نے جواب میں اپنے شانے ہلا دئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی۔ اُس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

"اخاہ! غصہ در پری! سلام!" بعض ماہی گیر اور ملاح چلائے۔

دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ انھیں دیکھا۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصہ سے منہ تمتما رہا تھا۔ اگر وہاں پادری موجود نہ ہوتا تو ملاح اُسے ضرور چھیڑتے۔

"صبح بخیر! موریلا!" پادری نے کہا "کیسی ہو؟ ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟"

"اگر مقدس باپ کی اجازت ہو" موریلا نے ادب سے جواب دیا۔

"انٹونیو سے اجازت لو" پادری نے کہا "کشتی اُسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے، اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے"

"یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں، اگر کرایہ کو کافی ہوں" موریلا نے انٹونیو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تمھاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے" انٹونیو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ نکالنے لگا۔ نوجوان ملاح، جزیرے میں نارنگی لے جا کر بیچا کرتا تھا۔ کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے کافی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔

"لیکن میں مفت نہیں جاؤں گی" موریلا نے خفگی سے کہا۔ اب اُس کے چہرے اور سیاہ آنکھوں میں غصہ کی شدت نمایاں تھی۔

"بیٹی! چلی آ" پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا "انٹونیو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا (پادری نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) دیکھ اُس نے تیرے لئے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس پادریوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں "مقدس باپ" بھی کہتے ہیں! انٹونیو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوں۔ خدا کی مشیت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جھکے!"

اب موریلا کشتی میں اُتر چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انٹونیو کی چادر دُور ہٹا کے۔ انٹونیو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

"اس گٹھری میں کیا ہے؟" پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔ اب سورج نمودار ہو رہا تھا۔ اُس کی روپہلی کرنیں ان مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

"ریشم، زربفت، اور روٹی" لڑکی نے جواب دیا "ریشم اور زربفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روٹی میں کھاؤں گی"

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بننا بھی سیکھا تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"ہاں۔ لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کرلوں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بننے کا سامان جمع کرلوں" لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

"اب اُس کا کیا حال ہے؟" پادری نے گہری ہمدردی سے کہا "آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی"

"یہ موسم ہمیشہ اُسے تکلیف دیتا ہے" لڑکی نے نا اُمیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"دعا کر! بیٹی، دعا کر!" پادری نے زور دے کر کہا "کبھی نماز سے غافل نہ ہو۔ دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا سُن لے۔ نیک بن، نیک تاکہ تیری دعائیں قبول ہوں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا:

"موریلا! میں نے سنا کہ ملاح تجھے "غضبناک" کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ لقب تو کسی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہیے"

دوشیزہ کے کندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں:

"وہ اسی طرح مجھے چڑھاتے ہیں" لڑکی نے خفگی سے کہا "وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی، ناچتی، وزبان سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں۔ وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے اُن کا کیا بگاڑا ہے؟"

"سچ ہے" پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا "لیکن تمھیں بہرحال نرم ہونا چاہیے۔ لوگوں کو ناچنے گانے دو، ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہوجائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے"

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکا دیں، گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ اب دُور افق میں سُورج طلوع ہو چکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اُٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چھوٹے چھوٹے سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آ رہے تھے۔ صرف ویزودیس کے کنارے کنارے بدلی کے چند ٹکڑے ہل رہے تھے۔

شکست سے بھی زیادہ بد تر ثابت ہوتے ہیں - لیکن اِس مرتبہ ہم نے اِس قدیم سنت پر عمل نہیں کیا - ہم فوراً اصلاحی اور تعمیری کوششوں میں لگ گئے - حالت امن میں ہماری مساعی ' حالت جنگ کی مساعی سے بھی کہیں زیادہ عظیم نہیں - ہم نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ اِس فتح مبین سے فائدہ اٹھائینگے اور اِسے ترکی قومیت کی تجدید کا سنگ بنیاد بنا دینگے - چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا !"

اِس کے بعد غازی نے اپنی جماعت کی کارگزاریاں بیان کی ہیں :

" جنگ آزادی سے ملک ایک عظیم اصول لے کر باہر نکلا - وہ اصول یہ تھا " سیادت بلا کسی قید و شرط کے صرف قوم ہی کی ہے" اِسی اصول کی بنا پر جمہوریت کا اعلان کیا گیا - اِسی اصول کی بنا پر منصب خلافت موقوف کیا گیا جو صدیوں سے ترکی قوم کے سر پر ناقابل برداشت بار تھا - ہماری جمہوری جماعت کی رائے ہے کہ ہر اجنبی مداخلت سے جمہوریت کی حفاظت کرنا ترکی قومیت کے مستقبل کے لیے نا گزیر ہے - یہی سب سے بڑا وطنی فرض ہے - یہی قوم کی زندگی کی اصلی ضمانت ہے "

اِس کے بعد موصوف نے اُن حیرت انگیز ترقیوں کا ذکر کیا ہے جو اِس قلیل مدت میں اُن کی جماعت کے ہاتھوں ظاہر ہوئی ہیں - بالآخر پیغام اِس عبارت پر ختم ہوتا ہے :

" اِس زندگی میں میرا سب سے بڑا بھروسہ اور میری سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ قوم مجھپر اعتماد کرتی ہے - یہی سبب ہے کہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد بھی یہی رہا ہے کہ اِس امانت کو زیادہ سے زیادہ مقدس سمجھوں اور بہتر سے بہتر طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کروں - اگر تم ہمارے نامزد کردہ اشخاص کو اپنی مجلس وطنی میں بھیجوگے' تو ہم دوبارہ تمھاری خدمت کا موقعہ حاصل کر سکینگے - مجھے پورا یقین ہے کہ مستقبل میں ترکی جمہوریت اور ترکی قوم کی اور بھی زیادہ شاندار خدمتیں میں انجام دے سکتا ہوں - عنقریب ترکی کا مستقبل بہت ہی عظیم ہوگا ' کیونکہ اُس کے افراد پوری ہمت سے مستقبل کی تعمیر میں مصروف ہیں "

(مجلس وطنی کا انتخاب)

مجلس وطنی کے انتخابات ختم ہوگئے ہیں - ہر طرف سے خبریں آ رہی ہے کہ جمہوری یا کمالی جماعت کامیاب ہو رہی ہے - لیکن یہ کامیابی کوئی ایسی کامیابی نہیں ہے جسے انتخاب اور مقابلہ کی کامیابی سے تعبیر کیا جائے - کیونکہ اِس جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت ملک میں موجود ہی نہیں ہے - اور اگر ہے تو انتخاب میں شریک نہیں ہوئی ہے -

غازی مصطفی کمال کی جمہوری جماعت کی طرف سے ۳۱۶ - امیدوار کھڑے کیے گئے ہیں - اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۶۵ - انتظامی آدمی ہیں - ۴۶ - کاشتکار ہیں - ۴۰ فوجی افسر ہیں - ۳۴ وکالت پیشہ ہیں - ۲۵ علمی آدمی ہیں - ۲۵ تاجر ہیں - ۲۳ اخبار نویس ہیں - ۲۳ ڈاکٹر ہیں - ۲۳ ماہر اقتصادیات ہیں - ۵ سیاسی ہیں - ۷ انجینیر ہیں - ۳ محکمۂ تار اور ڈاک کے آدمی ہیں - ۳ آلات سازی کے ماہر ہیں - ایک دوا ساز ہے -

اِس مرتبہ مخالفین سے میں کسی ایک شخص کو بھی اِس جماعت نے نامزد نہیں کیا - چنانچہ علی فؤاد پاشا ' طیار پاشا ' کاظم قارا بکیر پاشا وغیرہ میں سے کوئی بھی انتخاب میں شریک نہیں ہے -

(تمام وزرا آستانہ میں)

اِس وقت تمام وزیر آستانہ ہی میں موجود ہیں - پرسوں غازی کی صدارت میں مجلس وزارت باضابطہ منعقد ہوئی - جمہوری حکومت کی یہ پہلی مجلس سلاطین آل عثمان کے تاریخی محل ' طولمہ باغچہ میں جمع ہوئی اور مختلف مسائل پر غور کیا -

اِس واقعہ سے پھر لوگوں میں یہ افواہ پھیل رہی ہے کہ اگر پایۂ تخت انگورہ سے پوری طرح منتقل نہ ہوا ' تو بھی قسطنطنیہ گرمائی پایۂ تخت ضرور بنا دیا جائیگا -

(غازی کے خلاف سازش)

اِس ہفتہ کا اہم واقعہ غازی مصطفی کمال پاشا کے قتل کی سازش ہے - اِس سازش میں چار آدمی گرفتار ہوئے ہیں - تین ارمنی ہیں - ایک ترک بتایا جاتا ہے - سازشیوں نے پولیس سے مقابلہ بھی کیا - ایک قتل ہوگیا - تین پکڑ لیے گئے - پولیس کا بھی ایک سپاہی قتل ہوا ہے -

مجرموں نے اقرار کیا ہے کہ حکومت یونان کے اشارے سے انھوں نے یہ ارادہ کیا تھا - تجویز یہ تھی کہ غازی موصوف جب انگورہ واپس جانے لگیں تو راستے میں اُنکی ریل ڈائنامیٹ سے اُڑا دی جائے -

اِس خبر نے یہاں کی عام رائے میں سخت ہیجان پیدا کر دیا ہے - کیونکہ ترکی قوم ارمنیوں اور یونانیوں کی سازشوں سے بہت نقصان اُٹھا چکی ہے - سعید حلیم پاشا وزیر اعظم ' غازی انور پاشا ' جمال پاشا ' طلعت پاشا ' کاظم بک وغیرہ ' ترکی کے ایسے فرزند تھے جنمیں سے ہر شخص اپنی جگہ دنیا کا بڑا آدمی شمار ہوتا تھا - مگر شقی ارمنیوں نے سب کو ایک ایک کرکے دھوکے سے قتل کر ڈالا ' اور ترکی کے دل پر ایسے زخم لگائے ' جو مدتوں مندمل نہ ہونگے -

اب اِن بد بختوں کی نظر غازی مصطفی کمال پاشا پر ہے جو اِس وقت ترکی قوم کی روح رواں ہیں -

الہلال کی تصاویر

افسوس ہے کہ دسہرہ کی تعطیل کے وجہ سے (جو کلکتہ میں پوجا کی تعطیل کہی جاتی ہے) وہ تصاویر طیار نہ ہوسکیں جنھیں الہلال کے صفحات میں درج کرنا تھا - اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس کی تلافی آئیندہ اشاعت میں کی جاے -

"تمھارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں؟" شراب خانے کی مالکہ نے اُس سے سوال کیا۔

"اس سال فصل بہت خراب تھی۔ اب آنا شروع ہوئے ہیں" انٹونیو نے جواب دیا۔

"ابکی موسم بہار بھی دیر میں آئے گا" شراب خانے کی مالکہ نے کہا "تمھارے یہاں آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہو؟"

"پیٹ بھر روٹی بھی نہ ملتی، اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی" انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا "لیکن میرا چچا، نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہو۔ وہ کہا کرتا ہو جب تک میں زندہ ہوں، تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ برے وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا!"

"اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہو؟" عورت نے سوال کیا۔

"نہیں" انٹونیو نے کہا "اُسنے شادی ہی نہیں کی۔ دوسرے ملکوں میں جاکر بہت دولت جمع کرلی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہو۔ اُس کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں دے گا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہو" نوجوان ملاح نے شانے ہلاکر کہا اور باہر نکل کے پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا، موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں!

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمھارا چچا تو دام ادا ہی کرے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہو"

وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا۔۔۔ موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہوگیا:

"مجھے فوراً جانا ہو" اُسنے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا، بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اُسنے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی۔ وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو، ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اُس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اُٹھا لیا گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہو۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جاکر بیٹھی۔ اُسنے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اُس کے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی!

سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اُسے محسوس ہوئی۔ اُسنے گٹھری کھولی اور رومال نکالکر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹونیو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھکر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھا دیں:

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی، اس کے ساتھ کھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمھارے لئے بچا رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں۔ لوٹنے پر نظر آئیں"

انٹونیو، اس وقت جھوٹ بول رہا تھا!

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصہ سے کہا "میرے لئے روٹی کافی ہو"

"اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہو، تم بہت چلکر آئی ہو" انٹونیو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ ور لڑکی نے خشکی سے جواب دیا۔

"خیر" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھاگئی۔

اسوقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا حتی کہ ساحل پر اُڑنے والی چڑیاں بھی اس پرجلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جاسکتی ہو" انٹونیو نے نگاہیں نیچی کرکے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا "جب ختم ہوجائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہو" ملاح نے شرمندہ ہوکر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا۔ میرا سلام کہدینا"

"وہ تمھیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

"تم میرا تعارف کردینا" انٹونیو نے پھر کہا۔

"میں بھی تمھیں نہیں جانتی" لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہو کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا، تو مبہوت ہوکر اُس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اُسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اُس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہوگیا۔

کئی ہفتے بعد جب موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کردی تو مصور نے چلتے وقت کہا "میں جانتا ہوں، اُس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو" مگر موریلا نے اُس وقت بھی یہی کہا:

"ہرگز نہیں، میں اُسے پہچانتی تک نہیں"

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہوچکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔

آج اسوقت دونوں کشتی میں ہیں۔ تنہا ہیں۔۔۔ اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دل بُری طرح دھڑک رہے ہیں!

انٹونیو، وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان، اس وقت، فرطِ تاثر سے سُرخ ہو رہا ہو۔ بڑی ہی قوت سے کشتی کھے رہا تھا۔ پانی کے قطرے اُڑکر موریلا پر گرتے تھے ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی گویا اُسے دیکھ ہی نہیں رہی ہو۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اُسنے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی۔ وہ اس انداز سے بیٹھی تھی، گویا کوئی دوسرا وہاں موجود ہی نہیں ہو۔

کشتی، کھلے سمندر میں پہنچی۔ جزیرہ نظر سے اوجھل ہوگیا۔ سورنٹو کا کنارہ بھی دور ہو۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انٹونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اُس کے تیور ایسے ہوگئے گویا کوئی عزم مصمم کرچکا ہو۔ اُس کے رخسار کی سُرخی غائب ہوگئی۔ زردی چھاگئی۔ اُسنے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اُٹھالئے۔

موریلا نے اُسے دیکھا۔ بغیر کسی خوف، مگر ہوشیاری سے۔

"اب فیصلہ ہوجانا چاہئے" انٹونیو یکایک چلایا "یہ کھیل بہت ہوچکا۔ تعجب ہو میں اب تک زندہ کیسے [illegible]؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی! حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمھارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل پھٹا [illegible] ہو۔ اپنا دکھڑا [illegible] چاہتا ہوں، مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا!"

"کیا؟" لڑکی نے پیشانی پر بل ڈالکر کہا "مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ [illegible] میں دیکھتی تھی تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلا سبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ [illegible] نہیں چاہتی۔ [illegible] جبکہ میں تمھیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی۔ [illegible]"

"نہ کسی انسان [illegible] کہا "تم ہرگز نہیں کہہ سکتیں، صرف [illegible] کیونکہ اُس مصور سے شادی پسند نہیں کی۔ [illegible] مستقبل میں تمھیں شادی کرنی ہی پڑے [illegible] شوہر بنائیگی؟"

"کون جانتا ہو؟" موریلا نے سنجیدگی [illegible] "مستقبل کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن [illegible] خیال بدل دوں۔ لیکن تمھیں اس کی فکر کیوں ہو؟"

"مجھے فکر [illegible] کشتی میں کھڑا ہوگیا۔ کشتی داہنی بائیں [illegible] "مجھے فکر [illegible] تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو [illegible] کی جان میرے ہاتھ [illegible] برداشت نہیں [illegible] برداشت نہیں کرسکتا!"

"کیا؟" [illegible] کہا "کیا میں [illegible] وعدہ کرچکی ہوں؟ [illegible] اگر تم پاگل [illegible] تو میرا اس میں کیا قصور ہو؟ تمھیں مجھ پر کیا حق حاصل ہو؟"

"آہ، حق!" ملاح نے چیخ سے چلانا چاہا مگر اُسکی آواز رک گئی [illegible] میرا حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہو۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہو۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہو۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہو۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں۔ ٹھیک اُسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہو۔ اگر میں سچائی پر مر جاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلاکر میرا مذاق اُڑائیں؟"

"جو جی چاہے کرو" لڑکی نے سکون سے جواب دیا "میں تمھاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں، جو میرے جی میں آئے گا، کروں گی"

انٹونیو، غصہ سے دیوانہ ہوگیا۔ اُس کا تمام بدن کانپنے لگا:

"پھر کبھی نہ کہنا" ملاح چلایا [illegible] تیری جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کرڈالے۔ تو اسوقت میرے بس میں ہو۔ اچھی طرح سمجھ لے۔ میرا حکم ماننا ہوگا!"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں غصہ سے لال ہوگئیں۔ اُسنے ملاح کو جرأت سے دیکھا:

"ہمت ہو تو مار ڈالو!" اُسنے پورے سکون سے کہا۔

"جو کہتا ہوں، وہی کرتا ہوں" انٹونیو نے زور سے کہا، مگر اُس کی آواز بھرا گئی "یہاں سمندر کی تہ میں ہم دونوں کی جگہ ہو۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا"

اُسنے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اُس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہوگیا تھا:

"لیکن" اُسنے پھر کہا "ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہئے۔ ابھی چلنا چاہئے۔ فوراً چلنا چاہئے [illegible] وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی۔ "تو بول معصو کی بھی کچھ خبر ہی؟"

موریلا نے اپنے نازک مونڈھے ہلا کر انکار کیا۔

"تمھاری تصویر اُتارنا چاہتا تھا، تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھلا کر جواب دیا۔ "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہو میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں بھی کہتی تھی۔"

"بس" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی ماں میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہو؟ کوئی انسان بھی تیرا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا، ورنہ تمھاری درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا۔ "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبر گیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"میرے پاس اپنا نقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تاثر سے جواب دیا "میری ماں بہت بیمار ہے۔ ہم اُس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر شرمندہ ہوتا"

"کیا کہتی ہو؟" پادری نے خیر خواہی سے کہا "میں کہتا ہوں وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمھارے ساتھ سوز تو ہی میں رہ جاتا ایسا شوہر ملنا مشکل ہے"

"میں شوہر نہیں چاہتی" موریلا نے بہت آہستہ سے مگر تعفو کے لہجہ میں کہا "میں کبھی شادی نہیں کروں گی!"

"کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

"لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے" پادری نے جوش سے کہا "تیری ہٹ بہت سخت ہے۔ ایک لمحہ کے لئے سوچ، تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنے والی ہے۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہے۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رد کر دیتی ہے؟ جواب دے"

"میرے پاس وجہ ہے" موریلا نے دبی زبان سے کہا "مگر میں بیان نہیں کروں گی"

"بیان نہیں کروں گی!" پادری نے خفا ہو کر اُس کا جملہ دُہرایا "مجھ سے بیان نہیں کرے گی؟ میں جو تیرا پادری ہوں۔ تو خوب جانتی ہے تیرا خیر خواہ ہوں۔ کیا یہ صحیح نہیں؟"

موریلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

"تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر" پادری نے شفقت سے کہا "اگر وجہ ٹھیک ہوگی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زریں موقعہ کھو دینے پر افسوس کرو گی۔ معلوم ہوتا ہو، خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمھارے گھر بھیجا تھا"

موریلا نے شرمائی ہوئی نظریں اُٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی جہاں انٹونیو کی نگاہیں دور افق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو غور سے دیکھا۔ اپنا کان اُس کے قریب کر دیا۔ "آپ میرے باپ کو نہیں جانتے" لڑکی نے نہایت آہستگی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اُٹھا "کیوں نہیں؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اُسے بُلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اُسے جگہ ملے! اپنی اس ضد میں اُس کا ذکر کیوں کرتی ہو؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دیکر کہا "آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہو"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا "آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہو! میں اپنا مُنہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور پڑی رہتی تھی لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا غریب بیہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اُسے دیر تک غور سے دیکھتا پھر نہیں معلوم اُس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اُسے اُٹھاتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اُس کے مُنہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں کبھی خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اُس سے بلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اُسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہے، یہ بھی بیمار ہو گئی ہے۔ اُسے غم کھائے جاتا ہے۔ اگر مر گئی۔ خدانخواستہ۔ تو میں جانتی ہوں اُس کا قاتل کون ہے"

پادری سناٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس عجیب لڑکی کو کیونکر قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کر دو!" بالآخر پادری نے کہا "اسی طرح معاف کر دو جس طرح تمھاری ماں نے معاف کر دیا ہو۔ پُرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دُور کر دو۔ مستقبل میں تمھارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے"

"نہیں، نہیں!" موریلا نے جوش سے کہا "میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہو کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اُس کا مُنہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اُس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کرونگی"

"تم بالکل بچہ ہو!" پادری نے مسکرا کر کہا "دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمھارے باپ ہی کے سے ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دنیا میں ایسی خوش نصیب بیبیاں نہیں ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش آرام سے رہتی ہیں؟"

"کچھ ہو" موریلا نے زور دے کر کہا "میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا۔ میری ماں مرجانا پسند کرتی تھی مگر اُس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ سے۔ اگر محبت یہی ہو۔ اگر محبت، زبان گونگی کر ڈالتی ہو، اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہو، تو میں ہرگز ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی"

"میں نے کہدیا تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں" پادری نے کہا "تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آجائے گا، تمھاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ تم محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی"

موریلا خاموش رہی۔

"کیا تمھارے خیال میں یہ معصو بھی سنگدل تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"اُس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہو، اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو مار کے ادھ موا بھی کر دے سکتا ہو۔ مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہو"

موریلا اب بالکل چپ ہو گئی۔ پادری نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آگئی تھیں مگر وہ چپ ہی رہا کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سُن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اُٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اُسے خشکی پر اُتار دیا۔ لیکن موریلا نے اُس کا انتظار نہیں کیا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں اپنی کھڑاؤں لی۔ دوسرے میں لچھی دبائی اور گھٹنوں تک کپڑے اُٹھا، ساحل پر پہنچ گئی۔

"میں یہاں کچھ مدت ٹھروں گا" پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا "انتظار کی ضرورت نہیں۔ شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہدینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟"

"اگر ممکن ہوا" لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا:

"لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہو" اُس نے مضطرب آواز سے کہا "تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے — میرے لئے برابر ہو"

"موریلا!" پادری نے کہا "تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اُس کا مخاطب تھا لیکن انٹونیو نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اُٹھا کر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہو گئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جما دی، جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کی موڑ پر پہنچ کے موریلا ٹھری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی۔ اُس کے سامنے خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اُس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا۔ واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن قسمت کا کرشمہ دیکھو — موریلا کی نظریں اُٹھتے ہی انٹونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی گویا اُنھوں نے کوئی غلطی کی ہو اور اُسے چھپانا چاہتے ہیں!

موریلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

(۲)

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہو گئے وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔ بار بار اُٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کے لوٹ آتا تھا۔

موسم میں تبدیلی شروع ہو گئی۔ وہ خیال کرنے لگا اگر رات سے پہلے ہی موسم بدل گیا تو وہ جلد واپسی پر مجبور ہو گی۔

جمیل (مشہور شاعر عرب)

جمیل کا عشق بُثینہ سے مشہور عام ہے۔ ابو سہل ساعدی عیادت کو گیا۔ نزع کی حالت تھی۔ جمیل نے کہا "ابو سہل! ایسے آدمی کی بابت کیا کہتے ہو جو خدا سے اس حال میں ملتا ہے کہ اُسنے کسی کا خون نہیں بہایا، شراب نہیں پی، کبھی بدکاری نہیں کی۔ کیا اس کے لئے جنت کی امید ہے؟"

ساعدی نے کہا "بخدا ہاں، مگر وہ کون ہے؟"

"مجھے اُمید ہے کہ میں ہوں" جمیل نے جواب دیا۔

ساعدی نے بُثینہ کا ذکر کیا۔

"دیکھو" جمیل نے آہ سرد بھر کر کہا "یہ دنیا میں میرا آخری دن ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں اگر کبھی بُثینہ کی طرف میں نے بدی سے نظر کی ہو"

جب وفات بالکل قریب پہونچی تو جمیل نے اپنے ایک دوست کو بلا کر یہ وصیت کی:

جب میں مرجاؤں، تو گھر کا تمام سامان تمہارا ہے۔ صرف میرے کپڑوں کا ایک جوڑا اس سے الگ ہے۔ تم میری اونٹنی پر سوار ہو کر بُثینہ کے قبیلہ میں جانا اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر میرے کرتے کا گریبان پھاڑ ڈالنا پھر چلا کر یہ شعر پڑھ دینا:

صدع النعی وما کنی بجمیل ۔۔۔ وثوی بمصر ثواء غیر قفول

موت بے دھڑک آ پہونچی، جمیل سے کوئی رعایت نہ کی۔ وہ اب اس طرح مقیم ہو گیا کہ کبھی واپسی نہ ہوگی۔

ولقد اجر الذیل فی وادی القری ۔۔۔ نشوان بین مزارع ونخیل

میں وادی قری میں کھیتوں اور نخلستانوں میں خوشی خوشی پھرا کرتا تھا۔

قومی بثینۃ فاندبی بعویل ۔۔۔ وابکی خلیلک دون کل خلیل

بُثینہ! اُٹھ اور نوحہ کر۔ اپنے سب سے بڑے دوست کے لئے!

دوست نے وصیت پُوری کر دی۔ جمیل نے ۸۲ھ (۷۰۱ء) میں انتقال کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

وفات کے وقت اپنے تمام لڑکوں کو جمع کیا۔ پھر ترکش منگایا اور کہا "کیا تم یہ تمام ایک ساتھ بندھے ہوئے تیر توڑ سکتے ہو؟" اُنھوں نے کہا "نہیں" مہلب نے کہا "اگر الگ الگ ہوں؟" اُنھوں نے جواب دیا "ایک ایک تیر کا توڑنا بالکل آسان ہے" مہلب نے کہا "یہی مثال اتفاق و اتحاد اور جماعت کی ہے۔ ملے رہوگے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ الگ الگ ہو جاؤگے تو بہ آسانی ہلاک کر دئیے جاؤگے"

۸۳ھ (۷۰۲ء) میں فوت ہوئے

عبدالملک بن مروان

موت کے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا:

"دیکھ میری موت پر بیوقوف عورتوں کی طرح بیٹھ کر آنسو نہ بہانا۔ بلکہ کمر باندھنا، آستین چڑھانا، چیتے کی کھال پہن لینا۔ مجھے میرے گڑھے میں ڈالکر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملہ کی فکر کرنا۔ لوگوں کو بیعت کے لئے بلانا۔ جو اپنے سر سے یوں کرے (یعنی انکار کرے) تو تم بھی اپنی تلوار سے یُوں کرنا" (یعنی اُس کی گردن اُڑا دینا)

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں: محمد اور خالد کو طلب کیا۔ ان سے پوچھا "کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟" اُنھوں نے جواب دیا "ہم ولید سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے" عبدالملک نے کہا "واللہ اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو فوراً تمہارا سر اُڑا دیتا!" پھر اپنے بچھونے کا کنارا اُٹھا کر دکھایا۔ نیچے شمشیر برہنہ رکھی تھی!

یہ اُس وقت کی گفتگو ہے جب سکرات موت طاری تھی۔ عبدالملک نے کہنا شروع کیا "وہ خدا کتنا بڑا ہے جو چھوٹے بڑے سب کو بے پروائی سے موت دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اس لفظ پر روح پرواز کر گئی۔

اصمعی کہا کرتا تھا "میں عبدالملک پر حسد کرتا ہوں۔ کیونکہ اُس نے مرتے وقت کہا تھا "خدایا! میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں۔ لہٰذا مجھے معاف کر دے!"

کہتے ہیں، عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے دیکھا تھا۔ اُسنے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روزی کمائی سے پیٹ پالتا! کاش میں خلیفہ نہ بنا ہوتا!" پھر یہ شعر پڑھا:

لیتنی کنت قبل ما قد بدا لی ۔۔۔ فی رؤوس الجبال ارعی الوعولا

ابو حازم نے یہ قول سُنا تو کہنے لگے "الحمد للہ۔ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے۔ لیکن ہم موت کے وقت اُن کی حالت کی آرزو نہیں کرتے!"

۸۶ھ (۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

ابن القریہ

مشہور عرب خطیب ابن القریہ کو قتل کرنے کا حجاج بن یوسف نے حکم دیا۔ جلاد تلوار لے کر آیا۔ ابن القریہ نے کہا "خدا حاکم کی درستگی کرے! میں مرنے سے پہلے تین لفظ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں جو میرے بعد ضرب المثل ہو کر ہمیشہ زندہ رہیں گی"

حجاج نے کہا "کہہ، کیا کہتا ہے؟"

ابن القریہ نے کہا "ہر اصیل گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر تلوار کُند ہو جاتی ہے۔ ہر دانا سے غلطی ہوتی ہے"

حجاج نے کہا "یہ وقت، مذاق کا نہیں ہے۔ جلاد! اپنا کام کر!"

جلاد کا ہاتھ چلا اور ابن القریہ کا سر زمین پر تھا۔

۸۴ھ (۷۰۳ء) کا یہ واقعہ ہے۔

اخطل

مشہور شاعر اخطل سے موت کے وقت پوچھا گیا "کوئی وصیت؟"

کہا "ہاں" پھر اپنے دوست فرزدق کو یہ وصیت کی:

اوصی الفرزدق عند الممات ۔۔۔ بام جریر واعیارہا

(میں موت کے وقت فرزدق کو وصیت کرتا ہوں کہ جریر کی ماں اور اس کی سوکنوں کا خیال رکھے)

۹۰ھ (۷۰۸ء) میں فوت ہوا

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام کوفہ

موت کے وقت سخت خوفزدہ ہوئے۔ لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہنے لگے "اس حالت سے زیادہ خطرناک حالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ ہر لحہ دھڑکا لگا ہے کہ پروردگار کا قاصد پہونچے اور جنت یا دوزخ کی خبر دے۔ قسم خدا کی، میری تمنا ہے کہ قیامت تک میری روح یوں ہی حلق میں پھنسی رہے!"

۹۶ھ (۷۱۴ء) میں انتقال کیا

مروان بن محمد

بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو یہ شعر کہے:

الدہر یومان: ذا امن وذا حذر ۔۔۔ والعیش شطران: ذا صفو وذا کدر

زمانہ، دو ہی دن ہیں: امن کا دن اور اندیشہ کا دن۔ زندگی کیا ہے؟ آدھی میں خوشی، آدھی میں رنج۔

وکم علی الارض من خضر ویابسۃ ۔۔۔ ولیس یرجم الا ما لہ ثمر

زمین پر بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اُسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہیں۔

قل للذی بصرف الدہر عیرنا ۔۔۔ ہل حارب الدہر الا من لہ خطر

زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہہ دو کہ زمانہ اُسی کے خلاف ہو جاتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہے۔

اماتری البحر تعلو فوقہ جیف ۔۔۔ وتستقر باقصی قعرہ الدرر

تم دیکھتے نہیں دریا ہی کی سطح پر مُردے تیرتے ہیں لیکن موتی اُس کی تہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔

وان تکن عبثت ایدی الزمان بنا ۔۔۔ ونالنا من تجنی بوسہ ضرر

اگر زمانے کے ہاتھوں نے ہمیں ستایا اور اُسکی سختیاں ہم پر پڑی ہیں،

ففی السماء نجوم لا عداد لہا ۔۔۔ ولیس یکسف الا الشمس والقمر

تو کوئی تعجب نہیں۔ آسمان میں بے شمار ستارے موجود ہیں مگر گہن صرف چاند اور سورج ہی کو لگتا ہے۔

۱۳۲ھ (۷۵۰ء) میں قتل ہوا

ابو جعفر منصور

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے سفر حج میں مقام "بئر میمون" پر پہونچکر جب اپنی وفات قریب دیکھی، تو اپنے ولی عہد، مہدی کو طلب کیا اُسوقت ابو جعفر کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا تھا۔ اسمیں کتابیں اور حساب کے کاغذات رہتے تھے۔ کبھی کسی شخص کو اُسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا:

"فرزند! یہ تھیلا دیکھ۔ اس کی حفاظت کرنا، کیونکہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ اس شہر (بغداد) کا خیال رکھنا۔ کسی اور شہر کو اپنا پایہ تخت نہ بنانا۔ کیونکہ یہ شہر تیرا اپنا ہے اور اس میں تیری عزت ہے۔ میں نے اُس میں تیرے لئے اتنے خزانے جمع کر دئیے ہیں جتنے کبھی کسی خلیفہ نے جمع نہیں کئے تھے۔ حتیٰ کہ اگر دس برس بھی تجھے سلطنت کا خراج نہ ملے تو بھی یہ خزانے جملہ مصارف کے لئے کافی سے زیادہ ہونگے۔ ان کی حفاظت کرنا، کیونکہ اُن کی موجودگی میں تجھے ہمیشہ قوت حاصل رہے گی۔ تیرا گھر آباد رہے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں تو اُن کی حفاظت نہیں کرے گا۔

"اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا۔ انھیں عزت بخشنا۔ اُن پر احسان کرنا۔ ان کے لئے منبر نصب کرنا۔ اُن کی چوکھٹوں پر لوگوں کو جھکانا۔ کیونکہ اُن کی عزت، تیری عزت ہے۔

"اپنے غلاموں سے نیکی کرنا۔ اپنے قریب رکھنا۔ اُن کی تعداد میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت وہ تیری سپر ہونگے۔

"خراسانیوں کے بارے میں میری نیک وصیت یاد رہے وہ تیرے حامی و مددگار ہیں۔ اُنھوں نے اپنی جان و مال سے تیری مدد کی ہے اُن سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اُن کی خطائیں معاف کرنا۔ اُن کے یتیموں اور بیواؤں کی خبر لینا۔

"خبردار! کوئی نیا شہر آباد نہ کرنا۔ کیونکہ تو اُسے پُورا نہ کرسکے گا۔ خبردار! عورتوں کو اپنے مشورے میں داخل نہ کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے"

جب دم لبوں پر آیا تو کہا "بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے!"

۱۵۹ھ (۷۷۵ء) میں انتقال کیا

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ

موت کے وقت نہایت مضطرب تھے۔ کہا گیا "ابو عبداللہ! یہ اضطراب کیوں؟ کیا آپ اُس ذات کے پاس نہیں جا رہے ہیں، جس کی آپنے ہمیشہ عبادت کی اور ہمیشہ اُسی کی طرف بھاگتے رہے؟"

کہنے لگے "تمہارا بھلا ہو! میں ایک ایسے راستہ میں سفر شروع کرنے والا ہوں، جسے میں نہیں جانتا اور اُس پروردگار کے روبرو پہنچنے والا ہوں، جسے میں نے دیکھا نہیں ہے!"

۱۶۱ھ (۷۷۸ء) میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالعزیز

موت کے وقت کہنے لگے "خدا کی نعمت کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر پوری

بصائر و حِکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں!

اکابر تاریخ اسلام کے مختصر وفیات

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

وفات کے قریب آپ نے اپنی وصیت لکھوائی اور حضرت عثمانؓ اور ایک انصاری کے ہاتھ مسجد میں بھیج دی تاکہ مسلمانوں کو سُنا دی جائے۔ وصیت حسب ذیل تھی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر بن ابی قحافہ کی وصیت ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا تھا اور آخرت میں داخل ہو رہا تھا۔ یہ ایسے وقت کی وصیت ہے جبکہ منکر ایمان لے آتا، فاجر بدبختی میں پڑتا، اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے تم پر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے اور تقویٰ برتے، تو اُس کی بابت میرا یہی گمان اور یہی امید ہے۔ لیکن اگر وہ بدل جائے، تو میں نے حتی الوسع بھلائی چاہی ہے۔ غیب کا علم، خدا کے سوا کسی کو نہیں"

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے "میرے والد مرض موت کے آخری دنوں میں بے ہوش ہو گئے۔ میری زبان سے بے اختیار نکل گیا "افسوس، میرے باپ کو سخت بیماری لاحق ہو گئی ہے" اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی تو فرمایا "نہیں، یہ بیماری نہیں ہے، وہ چیز ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے وجاءت سکرۃ الموت بالحق، ذلک ما کنت منہ تحید۔ پھر پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا، تین کپڑوں میں۔ پھر پوچھا، آنحضرتؐ نے کس دن وفات پائی تھی؟ عرض کیا۔ پیر کے دن۔ پوچھا، آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا۔ پیر کا دن ہے۔ فرمایا: میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: دو مزید کپڑے ملا کر اسی میں مجھے کفنا دینا۔ میں نے کہا۔ یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: الحی احوج الی الجدید من المیت انما ہو للمہنۃ والصدید۔ زندہ انسان بمقابلہ مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ حاجت مند ہے۔ اور کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے!

جب وفات ہوئی تو یہ دعاء یوسفی آپکے زبان پر تھی: توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین! خدایا! اس حالت میں موت دے کہ مسلم ہوں، یعنی تیرا فرمانبردار ہوں، اور ایسا کر کہ صالح انسانوں کے ساتھ میرا شمول ہو!

تاریخ وفات ۱۳ھ (۶۳۴ء)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا:

"میرا چہرہ زمین پر رکھدے، شاید خدا مجھ پر مہربان ہو جائے اور رحم کرے!"

آخری کلمہ وصیت اہل ذمہ یعنے غیر مسلم رعایا کی نسبت تھا:

"میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری یاد رکھے۔ اُن سے جو اقرار کئے گئے ہیں، ہمیشہ پورے کئے جائیں، اُن کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کی جائے، اُن پر کبھی سختی نہ کی جائے"

تاریخ وفات ۲۳ھ (۶۴۴ء)

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

جب قتل کا یقین ہو گیا تو حضرت علیؓ کو خط لکھا:

"سیلاب، چوٹی تک پہنچ گیا۔ معاملہ، حد سے تجاوز کر گیا۔ خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ۔ موافقت میں یا مخالفت میں"

خط کے آخر میں یہ شعر لکھا:

فان کنت ماکولا فکن خیر آکل ۔۔۔ والا فادرکنی ولما امزق

(اگر میرے لئے یہی صورت رہ گئی ہے کہ میں کسی کا نوالہ بنوں تو سب سے بہتر کھانے والے تم بنو۔ ورنہ میرے ٹکڑے اڑنے سے پہلے مجھے آکر بچا لو)

۳۵ھ (۶۵۵ء) میں شہید ہوئے

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت بہت حسرت ظاہر کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا "اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو کس چیز پر افسوس ہے؟ جواب دیا "میں دنیا پر افسوس نہیں کرتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت کی تھی۔ فرمایا تھا "تمھارے پاس مسافر کے زادراہ بھر سامان ہونا چاہئے" میں ڈرتا ہوں، ہم نے اس وصیت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ میرے گرد یہ چیزیں جمع ہیں"

یہ کہہ کر گھر کے سامان کی طرف اشارہ کیا۔ دیکھا گیا تو گھر میں کل سامان، ایک تلوار، ایک طشت، ایک پیالہ تھا!

۳۶ھ (۶۵۶ء) میں انتقال ہوا

امام حسن علیہ السلام

وفات کے وقت بار بار انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا شروع کیا۔ ایک صاحبزادے نے عرض کیا "آپ بھی دنیا پر افسوس کرتے ہیں؟" فرمایا "فرزند! دنیا پر نہیں، خود اپنے نفس پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ اس جیسی کوئی چیز مجھے کبھی نہیں ملی!"

۵۰ھ (۶۷۰ء) میں انتقال کیا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا۔ کہا:

"اس لئے روتا ہوں کہ سفر بہت دراز ہے، زادراہ بہت کم ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ نہیں معلوم جنت میں مقام ہوگا یا دوزخ میں؟"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

وفات کے وقت اپنی اولاد سے کہا "میری وصیت کون قبول کرے گا؟" بڑے نے کہا "میں" کہنے لگے "میرا قرضہ ادا کرنا ہوگا" پوچھا "کتنا ہے؟" کہا "۸۰ ہزار دینار!" پوچھا "کیوں لیا تھا؟" جواب دیا:

"دو قسم کے آدمیوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں: شریف النفس غریبوں کی۔ اور حیا سے سوال نہ کرسکنے والوں کی۔ یہ مجبور ہو کر آتے تھے۔ مگر شرم سے مانگ نہ سکتے تھے۔ فرط حیا سے چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔ میں سوال سے پہلے ہی اُنھیں دے دیتا تھا"

۵۹ھ (۶۷۸ء) میں فوت ہوئے۔

سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

بڑے خوددار اور بلند ہمت تھے۔ مرض الموت میں مشورہ دیا گیا "بیمار، کراہنے سے راحت پاتا اور طبیب سے اپنی حالت بیان کرنے سے مطمئن ہوتا ہے"

کہنے لگے "کراہنا، بزدلی ہے، عیب ہے۔ خدا ہرگز میرا کراہنا نہیں سُنے گا تاکہ اُس کے حضور بزدل نہ ٹھہروں۔ رہا طبیب، تو واللہ، خدا کے سوا کسی کو بھی اپنے اوپر اختیار نہیں دوں گا۔ خدا چاہے تو مجھے رکھے، چاہے اُٹھا لے!"

ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ

فالج میں مبتلا ہوئے۔ کہا گیا "دوا کیوں نہیں کرتے؟" جواب دیا "میں دوا کا فائدہ جانتا ہوں، مگر نہ مریض ہی زندہ رہے گا نہ طبیب پھر دوا کیوں کروں؟"

۶۷ھ (۶۸۶ء) میں وفات پائی

معاویہ بن یزید بن معاویہ

وفات کے وقت مشورہ دیا گیا "اپنے خاندان میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیے"

جواب دیا "میں نے خلافت سے نہ زندگی میں فائدہ اُٹھایا نہ مرنے کے بعد اُس کا بوجھ اُٹھاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بنی امیہ اُس کی شیرینی لیں اور میرے حصے میں تلخی آئے"

۶۴ھ (۶۸۳ء) میں وفات پائی۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱)

کو اُٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اُسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ ہٹا لے پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اُسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

"ہا ہا ہا" موریلا قہقہہ مار کر ہنسی:

"مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟" وہ جوش سے چلائی "میں تیری لونڈی ہوں؟"

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی پھر نمودار ہوئی۔ اُس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے بڑی طاقت و مہارت سے تیر رہی تھی۔ اُس نے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔

مغلوب تک پڑھی۔

قرأت ختم ہونے پر اُن میں سے ایک نے اور بھی زیادہ خوش الحانی مگر عجمیت کے ساتھ ایک دعا مانگی۔ اسمیں سلطان محمد فاتح کا ذکر تھا جو اس مسجد کا گویا بانی ہے۔ نیز ایک اور سلطان کا بھی نام لیا مگر ہم سمجھ نہ سکے۔

ترک خطیب

اب خطیب منبر پر کھڑا ہوا۔ خطبہ دیا۔ یہ خطبہ عربی زبان میں تھا۔ مگر اس کا لہجہ ہم عربوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ ہم خطبہ کا صرف پہلا جملہ سمجھ سکے جو یہ تھا۔ "الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ الذی انعم علی المومنین بختم القرآن"

خطیب نے خطبہ کے آخر میں "جیوش المسلمین وعساکر الموحدین" کے لئے دعا کی اور ترکی جمہوریت کے بقاء و دوام کی التجا پر خطبہ ختم کیا۔

ترک نمازی

ترک نمازیوں کے آداب دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھے تھے۔ از حد خشوع و خضوع، اُن پر طاری تھا، حالانکہ وہ خطبہ و تلاوت میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ یہ بہادر قوم، اپنے ایمان میں نہایت راسخ ہے۔ لباس اور وضع قطع میں کتنی ہی تبدیلی ہو جائے، مگر اس کے ایمان میں کوئی تزلزل نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت یہ قوم، تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہے۔

نمازی عورتیں

مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کے لئے ایک جگہ خاص کر دی گئی ہے یہ جگہ بھی بھری ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بوڑھی عورتیں ہی نماز کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ان میں اکثر عورتیں بوڑھی تھیں۔ شاید قدیسہ صوفیہ ایسی ہی نمازی عورتیں اپنے معبد میں دیکھنا پسند کرتی ہے!

مسجد میں عربی تحریریں

او پر کہہ چکا ہوں کہ مسیحی نقوش کی جگہ جا بجا قرآنی آیتیں اور عربی عبارتیں لکھ دی گئی ہیں۔ چنانچہ درمیانی قبہ کے مرکز کے گرد یہ آیت خط ثلث میں کندہ ہے۔ "اللہ نور السموات والارض، مثل نورہ کمشکاۃ فیہا مصباح، المصباح فی زجاجۃ، الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ"

محراب میں یہ آیت لکھی ہے "فاسجدوا اللہ واعبدوا"

دیواروں پر یا "اللہ، محمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے اسمائے گرامی درج ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تختیاں آویزاں ہیں، اور اُن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور بہت سی عربی نصیحتیں لکھی ہیں۔

یہ تمام کتبے، فن خطاطی کے اعلیٰ ترین نمونے ہیں۔ شاید ہی کہیں اُن کی نظیر مل سکے۔

ایک عجیب وصف

ایا صوفیہ کی عمارت میں یہ عجیب ہندسی وصف موجود ہے کہ اس میں آواز کتنی ہی آہستہ بلند ہو، اُس کی بازگشت خوب بلند اور بالکل صاف ہوتی ہے۔ چنانچہ امام کے پورے خطبے کی بازگشت در و دیوار سے صاف سُنائی دیتی تھی۔ یہ وصف ہم نے کسی دوسری عمارت میں نہیں دیکھا۔

ایا صوفیہ کو کنیسہ بنانے کی برطانی کوشش

ایا صوفیہ کو دوبارہ کنیسا بنا دینے کی کوشش یورپ مدت سے کر رہا ہے مگر سب سے زیادہ خطرناک اور آخری کوشش اُسوقت کی گئی تھی، جب جنگ عمومی کے بعد اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مسجد کے بالکل قریب اب تک دو چوبی فوجی بارکیں موجود ہیں۔ خالی اور اجاڑ پڑی ہیں وضع سے برطانی فوجوں کی معلوم ہوتی ہیں۔ انھیں دیکھ کر مجھے تعجب

ص۴ ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ مکان اس غرض سے بنائے گئے تھے کہ ان میں انگریز سپاہی رہیں گے، تاکہ مسجد میں نمازیوں کو داخل ہونے سے باز رکھیں۔ اُسوقت اتحادیوں نے یہ مجنونانہ فیصلہ کر لیا تھا اور امروز فردا میں اُس کا اعلان کرنا چاہتے تھے۔ مگر بروقت ترکوں کو خبر لگ گئی۔ اُن کے کئی ہزار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور طے کر لیا کہ موت سے پہلے ایا صوفیہ کو گرجا بننے نہیں دیں گے۔ اُنکے ارادے کی خبر ہوا کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور عام شورش کا سامان ہونے لگا۔ اتحادی ڈر گئے اور اپنا فیصلہ کسی دوسرے مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیا۔ انھیں یقین تھا، سال دو سال بعد پوری طرح قابو حاصل کر کے یہ کارروائی کر سکیں گے۔ مگر مشیئت الٰہی اس کے خلاف تھی۔ اتحادیوں کو نامراد قسطنطنیہ خالی کر دینا پڑا۔ ایا صوفیہ آج تک مسجد ہی ہے اور انشاء اللہ مسجد ہی رہے گی۔

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک خط کے جواب میں

الہلال نمبر ۱۳ میں۔ ایک عزیز طالب حق کی جو مراسلت درج کی گئی تھی، افسوس ہے کہ پے در پے سفر اور علالت طبع کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس کے لئے وقت نکال سکا ہوں۔

مذہب اور پیروان مذہب

میرا خطاب عزیز موصوف سے ہے۔

افسوس ہے، اس خط میں آپنے اپنے جو تاثرات ظاہر کئے ہیں وہ اُسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں جس سے پرہیز کرنے کا آپنے ارادہ کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ پہلے پہل مجھ سے ملے، اور اپنے دل کے شکوک و اضطراب مجھ پر ظاہر کئے، تو میں نے بعض مقدمات آپکے ذہن نشین کرنے چاہے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ یہ وہ بنیادی مقدمات ہیں جن کے بغیر آج طلب حقیقت کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ من جملہ اُن مقدمات کے ایک مقدمہ یہ تھا کہ مذہب اور پیروان مذہب کا امتیاز ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ ایک چیز نہیں ہے۔ مذہب کے بارے میں ہماری دو تہائی مایوسیاں صرف اسی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہیں کہ ہم بسا اوقات اِن دونوں کا عدمی اختلاف بھول جاتے ہیں۔ میں سب سے پہلی بات جو آپکے علم میں لانی چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپنے جستجوئے حقیقت میں ایک بنیادی صداقت معلوم کی تھی اور اب اُس کا سر رشتہ آپکے ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے! اور افسوس ہے کہ آپ متنبہ نہیں ہیں۔

آپ لکھتے ہیں "ایک بڑی مشکل ہم لوگوں کی راہ میں یہ ہے کہ آپ جیسے بزرگ اسلام کی تعلیم اور اسپرٹ جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، وہ جب دوسرے مسلمانوں کی تعلیم میں ڈھونڈھی جاتی ہے تو نہ صرف یہ کہ نہیں ملتی بلکہ ایسی باتیں سامنے آتی ہیں کہ کوئی انصاف پسند دماغ شک و شبہ کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکتا" سوال یہ ہے کہ اسلام کی جو تعلیم آپکے علم میں آئی ہے اگر فی الحقیقت آپ مطمئن ہو گئے ہیں کہ وہ اسلام کی تعلیم ہے، تو پھر آپ دوسرے "مسلمانوں" کی تعلیم میں اُسے ڈھونڈھنا کیوں چاہتے ہیں؟ آپ کو "اسلام" کی تعلیم کی تلاش ہے یا "مسلمانوں" کی تعلیم کی؟ یقیناً یہ دونوں چیزیں ایک نہیں ہو سکتیں۔ ایک چیز تعلیم بہ حیثیت تعلیم کے ہے اور ایک چیز اُسکے پیروؤں کا فہم و عمل ہے۔

اگر آپ کو اسلام کی تعلیم کی جستجو ہے، تو وہ دنیا کی ہر تعلیمی حقیقت کی طرح صرف اپنے حقیقی سرچشمہ ہی میں ڈھونڈھی جا سکتی ہے، نہ کہ انسانوں کی تعلیم میں اگرچہ وہ انسان اپنے اعتقاد میں مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر آپکی اُس سرچشمہ تک رسائی ہو گئی ہے (اور کم از کم میرا تاثر آپکی نسبت یہ تھا کہ آپ کو اس کا اعتراف ہے) تو اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ اسلام کی تعلیم معلوم کرنے کے لئے خود اسلام تک پہنچ گئے ہیں، اور اس مرحلہ میں آپکے لئے صرف یہی رہ جاتا ہے کہ خود اسلام سے اسلام معلوم کریں، اور جب معلوم ہو جائے تو جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے، آپکی جستجو ختم ہو جائے۔ بلاشبہ آپ کے لئے یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ زندگی میں اُس کا عمل تلاش کریں۔ لیکن "عمل" تلاش کریں۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے "عمل" کو "اسلام" کی تعلیم قرار دے دیں۔ اگر مسلمانوں کی زندگی میں آپ کو اُس کا عمل نظر آئے، تو آپ یہ رائے قائم کرنی چاہئے کہ اسلام کی تعلیم پر دنیا کی مسلمان نامی جماعت عمل کر رہی ہے۔ نہ نظر آئے تو افسوس کرنا چاہئے، اور سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا کی عالمگیر گمراہیوں میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مسلمان نامی جماعت بھی اسلام کی تعلیمات پر عامل نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکا یہ قدرتی اور سچا طریقہ چھوڑ کر آپنے غلط روی اور کج اندیشی کی راہ کیوں اختیار کی؟ جہاں آپکو "عمل" دیکھنا چاہئے، وہاں آپ "تعلیم" ڈھونڈھتے ہیں، اور جہاں سے "تعلیم" کی حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے، اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیتے ہیں؟

عزیز من! میری وہ بات یاد کیجئے جو میں نے بار بار آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی: دنیا کی کوئی تعلیمی صداقت بھی ایسی نہیں ہے جسکے پیروؤں کا فہم و عمل حجت قرار دے کر ہم حقیقت کی طرف قدم بڑھا سکتے ہوں۔ مذہب کو چھوڑئیے۔ دنیوی اور مادی علوم و صنائع کا کوئی محدود سے محدود گوشہ لے لیجئے۔ کیا اس طریقہ سے ہم ان گوشوں میں بھی حقیقت کی طرف قدم اُٹھا سکتے ہیں؟ جب دنیا کے ایک معمولی مصنف یا عالم کی کتاب کے لئے لاکھوں کروڑوں انسانوں کا فہم دادعا کچھ مفید نہیں ہو سکتا، اگر کوئی ایسی بات بیان کی جائے جو خود اُس کتاب میں موجود نہ ہو، تو مذاہب عالم کے لئے جن پر انسانی فہم و استعداد کے تغیرات و حوادث کی صدیاں گزر چکی ہیں اور لاکھوں کروڑوں افراد کے احوال و ظروف سے نسلاً بعد نسل اُن کے تعلیمی حقائق متاثر ہو چکے ہیں، کیونکر کسی فرد یا جماعت کا فہم و عمل حجت ہو سکتا ہے؟

سیروا فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰ : ۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر!

(مصری اہلِ قلم استاذ مرسی محمود کے قلم سے)

مسجد ایا صوفیہ

سیاحانِ عالم نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے کہ ایا صوفیہ کے مشاہدے سے تعمیری، معنوی جلال و جمال کی جو عظمت انسان کے دل و دماغ کو مسخر کر لیتی ہے، وہ دنیا کی کسی موجودہ عمارت میں نہیں پائی جاتی۔ لندن کے "ویسٹمنسٹر ایبی" کے باقیوں، رمشق کے کنیسے، اتھنز کے کرلول، اقصر کے معبد کرنک، اسکوائر کے محل، کوئی بھی اُس نوعیت کی تاثیر نہیں رکھتا جو ایا صوفیہ کے لئے مخصوص ہے۔ میں نے جلیل القدر توتا خن آمن کی لاش اُس کے پُرشوکت مقبرے میں دیکھی ہے، وہ مقبرہ جس کے انکشاف نے دنیا بھر کے اعصاب ہلا دیئے ہیں۔ لیکن میرے دل پر وہ اثر نہیں پڑا جو کل ایا صوفیہ کے مشاہدے سے محسوس ہوا تھا اور جو شاید زندگی بھر محسوس ہوتا رہے گا!

کنیسۂ ایا صوفیہ، اب مسجد ایا صوفیہ بن گیا ہے۔ یہی بہتر اور مناسب بھی تھا۔ کیونکہ قدیسۂ صوفیہ جس کے نام پر یہ عمارت بنائی گئی ہے، عزت و عبادت کے اعتبار سے، ایک مستقبل معبد بننے کی مستحق نہیں ہے۔

یہ عظیم کنیسا، جسے کوسٹنیان نے شہیدۂ قدیسہ صوفیہ کی یادگار بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا، اور جسے عظیم اسلامی بادشاہ محمد ثانی نے مسجد بنا دیا، صدیوں پر صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اپنے مسیحی مظاہر و خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ ابتک یہ پورا کنیسا ہے۔ اُس کی صلیبی شکل بدستور قائم ہے۔ اُس کے مختلف حصے، جن کی ترتیب و تنسیق میں صلیبی شکل مدنظر رکھی گئی ہے، ابتک اپنی صلیبیت ہی پر باقی ہیں۔ اُس کے ستون ابتک کوسٹنیان اور اُس کی ملکہ کے نشان وفاداری کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ اُس کے اندر دونوں پہلوؤں میں بپتسما دینے کے حوض اب تک موجود ہیں۔ یہ سنگ مرمر کے ہیں۔ اُن کی شکل مرتبانی ہے۔ ان میں اب نمازی عورتیں وضو کرتی ہیں۔ اُس کی دیواروں پر مقدس نقوش بھی اب تک نظر آتے ہیں، اگرچہ ترکوں نے اُنھیں محو کرنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویر آج بھی اپنی موثر آنکھوں سے نمازیوں کی صفیں دیکھنے کے لئے موجود ہے۔ ترکوں نے اُس کا مصورانہ نقشہ مٹانے کی کوشش کی کیونکہ اسلام کی عبادت گاہ اس نشانِ شرک کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر پوری طرح نہ مٹ سکا شاید یہ اُس کا "معجزہ" ہے کہ وہ ایک ایسے تاریک حصے میں ہے جہاں سے وہ سب کو دیکھتی ہے، مگر اُسکو سب دیکھ نہیں سکتے!

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس کی محراب۔ حالانکہ وہ کنیسا تھی۔ بغیر کسی ترمیم کے مسجد کی محراب بن گئی۔ کیونکہ ٹھیک قبلہ کی سمت میں واقع تھی۔ یہی سبب ہے کہ نماز میں تم اپنے آپ کو ایسے رنگین شیشوں کے سامنے پاؤ گے جو صرف کنیسوں ہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ تمھاری نگاہ جدہر اُٹھے گی، آیات قرآنی اور عربی عبارتیں نظر آئیں گی، مگر تم یہی محسوس کرو گے کہ مسجد میں نہیں، مسیحی کنیسے میں ہو۔ کیونکہ ایا صوفیہ کی مجموعی ہیئت اب تک بالکل کنیسے ہی کی ہے۔

اس محراب کے قریب، جو صلیب کا سر پیش کرتی ہے، سنگ مرمر کا وہ منبر ابتک قائم ہے جس پر مسیحی خطیب کھڑا ہوتا تھا۔ اسی کے بالمقابل ایک اور منبر بنایا گیا ہے۔ اُس پر اسلامی خطیب کھڑا ہوتا ہے۔ یہ دونوں منبر گویا تاریخ کے دو اہم صفحے ہیں اور کبھی محو ہونے والے نہیں!

مسجد کے ساتوں فولادی پھاٹک اتنے عظیم الشان ہیں کہ مستحکم قلعوں کے پھاٹک معلوم ہوتے ہیں۔ ہر پھاٹک کی فولادی چادر پر صلیب بنی ہے۔ ترک فاتحوں نے اُس کا اُفقی خط مٹا دیا ہے۔ لیکن طولی خط آجتک ویسا ہی موجود ہے جیسا قدیم عہد میں تھا۔

میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ بے فائدہ ہے۔ کتنی ہی کوشش کروں، قارئین، اصلیت کا عشرِ عشیر بھی تصور نہ کرسکیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ سابق کا یہ کنیسا اور حال کی مسجد، ایک ایسی عمارت ہے جس سے زیادہ خوبصورت اور شاندار عمارت، انسانی آنکھ اس وقت صفحۂ زمین پر کہیں نہیں دیکھ سکتی!

بازلیک

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا ہم نے ارادہ کیا۔ لیکن مسجد میں جانے سے پہلے بازلیک میں داخل ہوئے۔ بازلیک، ایا صوفیہ کے قریب واقع ہے۔ یہ دراصل زمین کے نیچے ایک بہت بڑا حوض یا رومانی وضع کا تالاب ہے۔ تقریباً ۳۳۶ ستونوں پر قائم ہے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ دشمن کے محاصرے کے وقت اس میں پانی محفوظ رکھا جائے، تاکہ شہر پیاس سے ہلاک نہ ہو جائے۔ یہ تالاب، ایک سرنگ کے ذریعہ ایا صوفیہ سے ملا دیا گیا ہے اور آسانی سے آمد و رفت ممکن ہے۔

ایا صوفیہ میں نماز جمعہ

بازلیک کی سیر سے فارغ ہو کر ہم نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمیں یہ دیکھنے کا از حد شوق تھا کہ ٹرکی کے موجودہ اجتماعی انقلاب کے بعد ہیٹ پوش ترک نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہیں تو ہیٹ کے ساتھ کیونکر پڑھتے ہیں؟

لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی ہم نے دیکھا، مسجد نمازیوں سے لبریز ہے۔ جب کبھی ایا صوفیہ کی بابت کہا جائے کہ لبریز ہے، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہزار ہا آدمی اُس میں موجود ہیں۔ ممکن ہے ۱۰ ہزار ہوں۔ ممکن ہے بیس ہزار ہوں۔ ممکن ہے ۵۰ ہزار ہوں۔ بھلا تعداد کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے؟

یہ دیکھ کر ہمیں اور بھی تعجب ہوا کہ سب ہیٹ پہنے ہیں۔ اُس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ ترکوں نے جو ہیٹ پہنی ہے، وہ یورپین ہیٹ نہیں ہے۔ ترکوں نے اُسے بھی ایا صوفیہ کی طرح مسلمان کر لیا ہے۔ یہ ہیٹ، مسجد میں بھی اُنکے سروں پر موجود تھی۔ اور اللہ کی عبادت سے روک نہیں سکتی تھی!

ابھی ہماری حیرت بدستور باقی تھی۔ ہم سوچتے تھے، اس ہیٹ کے ساتھ لوگ نماز کیسے پڑھیں گے؟ لیکن ہم نے دیکھا، جو آدمی نماز کے لئے اُٹھتا ہے، ہیٹ اپنے سامنے رکھ لیتا ہے اور جیب سے معمولی کپڑے کی ٹوپی نکال کر پہن لیتا ہے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کے پاس خاص ٹوپیاں نہ تھیں۔ وہ رومال سر پر باندھ لیتے تھے۔ خود ہم نے بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ بعض ایسے بھی تھے جو نرم ہیٹ پہنے تھے۔ انھوں نے نماز کے وقت اپنی ٹوپیاں گھما دیں۔ بلند کنارا پیچھے کر دیا اور لپٹ کنارا سامنے، تاکہ رب العالمین کے حضور اپنا ماتھا زمین پر رکھ سکیں!

ترک قاری

ہم اسلامی اور مسیحی دونوں منبروں کے مابین بیٹھے۔ ہم سے کچھ فاصلہ پر سنگ مرمر کے ۴ بلند پایوں پر ایک وسیع بیٹھک تھی۔ اُس پر چار ترک قاری بیٹھے خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہر قاری ایک ایک گوشہ میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں تلاوت کرتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ پہلے ایک قاری پڑھتا۔ پھر اُسی کا اعادہ باری باری باقی تینوں قاری کرتے تھے۔ آخر میں سب ملکر کہتے: "سبحان اللہ، الحمد للہ، ولا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر"

میں نے اپنے عرب رفقاء کا امتحان لینا چاہا۔ اُن سے پوچھا یہ لوگ کون سورتیں پڑھ رہے ہیں؟ مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ لیکن ہمیں بالآخر معلوم ہو گیا کہ وہ سورۂ الم نشرح اور اُس کے بعد کی سورتیں پڑھ رہے تھے۔ آخر میں اُنھوں نے سورۂ فاتحہ تلاوت کی۔ پھر سورۂ بقرۂ،

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۷)

دُنیا میرے قدموں کے نیچے آجائے تو بھی میں اُسے لینے والا نہیں کیونکہ میں ہمیشہ اس دن سے ڈرتا رہا ہوں جو آج درپیش ہے"

۱۸۴ھ (۸۰۰ء) میں انتقال کیا

سیبویہ امام نحو

مشہور نحوی سیبویہ نے وفات کے وقت یہ شعر پڑھا:

یؤمل دنیا لتبقیٰ لہ فمات المؤمل قبل الامل

آرزو کرنے والے نے آرزو کی کہ دنیا ہمیشہ باقی رہے۔ لیکن آرزو سے پہلے ہی آرزو کرنے والا مر گیا۔

یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ سر بھائی کے زانو پر تھا وہ رونے لگے۔ انھوں نے آنکھ کھول دی۔ اُن کے آنسو دیکھ کر کہا:

وکنا جمیعاً فرق الدہر بیننا الی الامد الاقصیٰ فمن یامن الدہرا

ہم سب ساتھ تھے، زمانے نے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا۔ پس زمانے پر کون بھروسہ کر سکتا ہے؟

۱۸۶ھ (۸۰۲ء) میں وفات پائی۔

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظربند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲ (منیجر الہلال کلکتہ)

طریق جدل اور طریق ہدایت

معلوم نہیں آپکو وہ بات بھی یاد رہی یا نہیں جو میں نے گذشتہ سال آپکے ذہن نشین کرنی چاہی تھی۔ اس راہ میں بحث و جستجو کے ہمیشہ سے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جسے قرآن نے اپنی زبان میں "جدل" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جسے "ہدایت" کے لفظ سے پکارا ہے۔ "جدل" کے معنی لڑنے جھگڑنے کے۔ "ہدایت" کے معنی سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنے کے۔

وہ تمام لوگ جو حقیقت و صداقت کے متلاشی نہیں ہوتے بلکہ کسی خاص خیال اور جذبہ سے اپنی کوئی بات منوانی اور دوسرے کی کوئی بات گرا دینی چاہتے ہیں، طریق جدل پر عامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپکو کتنا ہی حق کا طالب و مطیع ظاہر کریں، لیکن فی الحقیقت وہ حق کے نہیں اپنی ہوا و نفس کے مطیع ہوتے ہیں۔ وہ سچائی کے متلاشی نہیں ہوتے کہ ہر موقعہ پر اُس کے ظہور و علم کے منتظر رہیں۔ وہ محض اپنے کسی ٹھہرائے ہوئے خیال اور اعتقاد کے بُخاری ہوتے ہیں، اور اس لئے ہمیشہ اسی ڈھونڈھ میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بات منوا دیں۔ مذاہب عالم کے پُرجوش حامیوں، مذہبی مجالس کے زبان دراز مناظروں اور مذہبی بحث و نظر کے بنائے ہوئے نام نہاد علوم میں دسترس رکھنے والوں کا غالب حصہ اسی طریق جدل کی پیداوار ہے۔

لیکن دوسرا طریقہ طریق "ہدایت" ہے۔ یہ اُن لوگوں کی راہ ہے جو سچ مچ کو سچائی اور حقیقت کے متلاشی ہوتے ہیں، اور منوانے کے لئے نہیں بلکہ مان لینے کے لئے قدم بڑھاتے ہیں۔ وہ نہ تو کوئی خاص فریقانہ جذبہ رکھتے ہیں، نہ کوئی خاص فریقانہ دعویٰ۔ نہ تو اُنھیں کسی خیال اور رائے کی برتری ثابت کر دینے کی کد ہوتی ہے، نہ کسی خاص خیال اور رائے کو زک دینے کا جوش۔ اُن کی طلب، اُن کی جستجو، اُن کا اعتقاد، اُن کا مشرب، اُن کا حلقہ، اُن کی تمام کد و کاوش کی غرض و غایت، صرف یہی ہوتی ہے کہ حق کی تلاش کی جائے، اور جب مل جائے تو اُسے پہچان لیا جائے۔ اس طریقہ کے رہرو کی ہر بات پچھلے طریقہ سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ مقصد اور نظر و فکر کی روح میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ طریق جدل پر چلنے والے سچائی کے نہیں بلکہ سچائی کے نام پر جھگڑنے کے شائق ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی ہر بات میں ایک جھگڑالو اور کج بحث دماغ کی روح پائی جاتی ہے۔ لیکن طریق ہدایت کے رہرو کی چال میں بھی جھگڑالو اور کج بحث نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی روح طلب حق کی روح ہوتی ہے، اور حق کی طلب اور اُس کی معرفت کا عشق کبھی بحث و نزاع کی نفس پرستیوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ فی الحقیقت اِن دونوں طریقوں میں نہ صرف اختلاف ہے بلکہ صریح تضاد ہے۔ پہلے کا نتیجہ یہ ہے کہ حق کی طلب و معرفت کی استعداد ہی طبیعت انسانی میں باقی نہیں رہتی۔ دوسرے کا نتیجہ یہ ہے کہ صرف حق ہی کی طلب و معرفت کا استغراق باقی رہ جاتا ہے۔ نفس و ہوس کی تمام غفلتیں اور خود پرستیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔

جدل یا ہدایت؟

میں نے پہلے بھی کہا تھا، اور اب پھر آپکو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر سفر کا عزم ہے تو کیوں پہلے ہی سے اپنی گمراہی کا بھی فیصلہ کر لیں؟ کیوں نہ قدم بڑھانے سے پہلے سوچ سمجھ لیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی ہے؟ راہیں یہاں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جسے قرآن نے اپنی بولی میں "جدل" کہا ہے۔ دوسری وہ جسے "ہدایت" سے تعبیر کیا ہے۔ اگر "جدل" کا شوق ہے، تو واقعہ یہ ہے کہ آج دُنیا کے پرستاران [illegible] سدی انسان اسی راہ پر گامزن ہیں۔ آپ بھی [illegible] ہو جائیے۔ لیکن اگر حق کی طلب اور سچائی کی لگن ہے، تو پھر ضروری ہے کہ دوسری راہ اختیار کی جائے۔ لیکن دوسری راہ اختیار کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ زبان سے اس کا دعویٰ کیا جائے۔ جہاں تک دعوے کا تعلق ہے، کوئی سخت سے سخت مجادل (جھگڑالو) انسان بھی اس دعوے سے دست بردار ہونا پسند نہیں کرے گا۔ چاہئے کہ سچ مچ کو جدل و نزاع کی جگہ سچائی کے ایک سچے اور بے نفس متلاشی کی روح آپکے اندر پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں آپکے بحث و مطالعہ کا انداز ہی دوسرا ہو جائیگا۔ جو چیزیں بقول آپکے آج "شک شبہ کا طوفان" آپکے اندر پیدا کر دیتی ہیں، اُس حالت میں آپکے لئے مزید یقین کا پیغام اور معرفت حق کا وسیلہ بن جائیں گی!

مذاہب عالم بہ اعتبار حفظ و عمل

اگر ایک شخص "مجادل" نہیں بلکہ طریق "ہدایت" پر عامل ہے، تو وہ بغیر کسی بحث و اختلاف کے تسلیم کرے گا کہ آج جس قدر مذاہب دُنیا میں موجود ہیں، تعلیمی مصادر کے لحاظ سے اُنھیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) وہ نہایت قدیم مذاہب جن پر امتداد زمانہ سے انقلاب حالت کے ایسے دَور گزر چکے ہیں کہ اب اُنھیں اُن کی حقیقی صورت و حالت میں معلوم کرنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کے مصادر محفوظ نہیں ہیں، اُنکی حقیقی تعلیمی روح یک قلم منقلب ہو گئی ہے، اُنکے پیروؤں کی عملی زندگی میں حقیقت کا اب کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔

کسی چیز کی اصلیت و حقیقت معلوم کرنے کے لئے دو طرح کی شہادتیں مل سکتی ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ دونوں کا مطلب واضح و معلوم ہے۔ حاجت تشریح نہیں۔ اس قسم کے مذاہب کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے لئے ہم اُن کی اندرونی شہادتوں پر قناعت نہیں کر سکتے، کیونکہ انقلاب حالت کی وجہ سے اُن کے پیروؤں کی علمی و عملی زندگی اس درجہ بدل چکی ہے کہ اُس سے حقیقت کی شہادت ملنا متوقع نہیں۔ طالب حقیقت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بیرونی شہادتوں کی جستجو کرے۔ اگر کوئی ایسی شہادت مل جائے تو اُس کی روشنی میں اُن کی اندرونی حالت پر نظر ڈالے۔

(۲) دوسری قسم اُن مذاہب کی نظر آئے گی جن کی عمر پہلی قسم کے مذاہب سے کم ہے، اور جنھیں نسبتًہ اپنی تعلیم کی اشاعت و توسیع کے لئے بہتر زمانہ حاصل ہوا تھا۔ اس لئے اگرچہ اُن پر بھی انقلاب حالت کے وہ تمام دَور گزر چکے ہیں جو اصلیت کو محرّف اور مبدّل کر دیتے ہیں اور عملی روح یک قلم مفقود ہو جاتی ہے، تاہم اُن کی تعلیم کے بنیادی سرچشمے ایک حد تک ضرور موجود ہیں کہ ایک طالب حق اُن سے اندرونی شہادت حاصل کر سکتا ہے، اور تغیر و تحریف کے بے شمار پردے پڑ جانے پر بھی اصلیت کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔

البتہ یہ اندرونی شہادت اس درجہ واضح اور قطعی نہیں ہے کہ بیرونی شہادتوں کی ضرورت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ کوئی مضبوط شہادت باہر سے بھی حاصل کی جا سکے، ورنہ حقیقت کا قابل یقین فیصلہ نہیں ہو سکے گا۔

(۳) اگر ہم نے صحت نظر کے ساتھ اِن دونوں قسموں پر نظر ڈال لی ہے، تو ضروری ہے کہ ایک تیسری اور آخری قسم بھی سامنے آ جائے۔ یہ وہ قسم ہے جس کا ظہور دنیا کے تمدن و علوم کی اشاعت و تنظیم کے زمانے میں ہوا، اور اس لئے ایسے وسائل اُسکے لئے بہم ہو گئے کہ تعلیمی مصادر کے تلف ہونے یا کمی بیشی سے محرّف ہو جانے کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہا۔ جس طرح اُس زمانے میں جبکہ اُس کا نیا نیا ظہور ہوا تھا، اُس کی تعلیم اپنی حقیقی صورت و حالت میں دیکھی جا سکتی تھی، ٹھیک اُسی طرح آج بھی ہر آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ البتہ انقلاب حالت کے وہ تمام دَور جو جمعیت بشری کی دماغی و عملی زندگی پر گزرا کرتے ہیں، اُس پر بھی گزرے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے تہم و عمل کی روح روز بروز کمزور پڑتی گئی۔ یہاں تک کہ اُس کی حقیقی تعلیم کے مقابلہ میں، اُسکے پیروؤں کی عملی ذہنیت نے بہ حیثیت مجموعی ایک نئے قسم کا نقشہ پیدا کر دیا۔ تاہم ایک جویائے حقیقت کے لئے اضطراب و تشویش خاطر کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اُسکے تمام تعلیمی مصادر اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں، اور وہ اس قدر واضح، اس قدر مختصر، اسقدر سہل الحصول ہیں کہ ہر طالب حقیقت طلب و معرفت کا ایک قدم بڑھا کر اُن تک پہنچ جا سکتا ہے، اور جیسی کچھ بھی اصلیت ہے اُس کے سامنے روشن ہو جا سکتی ہے۔

چونکہ اس آخری قسم کے تمام تعلیمی مصادر محفوظ، مدوّن، اور ہر انسان کے دسترس میں ہیں، اس لئے اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اپنی اندرونی شہادت ہی سے پہچانی جا سکتی اور پرکھی جا سکتی ہے۔

بلاشبہ اُس کی عملی روح امتداد زمانہ کے موثرات و عوامل سے متاثر ہو چکی ہے، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" دو مختلف چیزیں ہو گئی ہیں تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکی عملیت کی بنیادیں پچھلی دو قسموں کی طرح منہدم ہو گئیں۔ ایک جویائے حقیقت معلوم کر لے سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کے یہ تمام تغیرات سطح سے نیچے نہیں اُتر سکے ہیں۔ بنیادیں بدستور قائم ہیں۔

مذاہب عالم میں ہندوستان اور ایران کے قدیم مذاہب پہلی قسم میں داخل ہیں۔ یہودی اور مسیحی مذاہب دوسری قسم میں۔ تیسری قسم سے مقصود اسلام ہے۔

جویائے حقیقت کا فرض

اگر ایک شخص کی راہ وہ راہ نہیں ہے جسے "جدل" سے تعبیر کیا گیا ہے، تو وہ مذاہب عالم کی اس صورت حال کے اعتراف میں ہرگز تامل نہیں کریگا، اور اس لئے "تعلیم" اور "عمل" کا اختلاف، یا حقیقی تعلیم اور غیر حقیقی تعلیم کی موجودگی کبھی اُس کے لئے "شک شبہ کا طوفان" پیدا نہیں کر سکے گی۔ وہ دُنیا کی زیادہ سے زیادہ واضح حقیقتوں کی طرح دیکھے گا کہ پیروان مذاہب کا موجودہ عمل و فہم اُن مذاہب کی حقیقی تعلیم کے لئے حجت نہیں ہو سکتا اور یہ ناگزیر ہے کہ جماعت، عمل، اور شخصی ترجمانی سے بے اثر ہو کر صرف مذہب اور اُس کی "تعلیم" پر اعتماد کریں۔ ورنہ یا تو ہمیں یک قلم مذاہب کے برخلاف فیصلہ کرنا پڑے گا، یا فریقانہ تعصب و انکار میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس طرح فہم حقیقت و اعتدال رائے کی راہیں ہم پر بند ہو جائیں گی۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، شاید ہی دُنیا میں کسی تعلیم کی حقیقت و اصلیت کا ادراک اسقدر آسان اور سہل ہو، جسقدر اسلام کا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس کی تعلیمی اصل اس طرح محفوظ اور مرتب دنیا کے ہر انسان کے دسترس میں ہے، کہ بغیر کسی علمی تحقیق و کاوش کے ہر شخص حاصل کر لے سکتا ہے اور اُس کے مطالب سے واقف ہو جا سکتا ہے۔ ثانیًا اُس کے تمام مصادر اس طرح مسلّم اور طے شدہ ہیں کہ اس بارے میں کسی اشتباہ کی گنجایش نہیں۔ ثالثًا تعلیمی مصادر کی جتنی بھی مقدار ہے، بہت مختصر ہے۔ اتنی مختصر ہے کہ اگر ایک معمولی درجہ کا تعلیم یافتہ انسان چاہے تو ایک دن کے اندر معلوم کر لے سکتا ہے کہ اسلام کے تعلیمی مصادر کے مطالب کیا کیا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ایک تعلیم اس درجہ واضح اور سہل ہمارے سامنے موجود ہے، تو کیا کسی انصاف پسند "غیر مجادل" انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کے فہم کے لئے خود اُس پر اعتماد نہ کرے، اور اگر اُس کی تعلیم میں اور بعض انسانوں کے فہم میں اختلاف واقع ہو جائے، تو اپنے آپ کو "شک و شبہ کے طوفان" کے حوالے کر دے؟

یہاں تک میں نے صرف اصولی بحث کی ہے۔ اب مجھے آپ کے بعض تأثرات اور پیش کردہ [illegible] کا جواب دینا چاہئے۔

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اماموں کی ان نادر و اعلی درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے، جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دعاعی اصلاح کا کام دے.

اسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد اڑھائی روپیہ، مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکی تعداد، ذریعہ معاش، طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصری کی تازہ کتاب کا اردو ترجمہ - سوا روپیہ -

ائمہ اسلام — ترجمۂ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمی، اسلامی، سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی، اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ ائمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات، لطائف افسانہ، نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا، لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا، اس لئے اس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعہ تھا - اس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب، مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون، اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا، جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا، اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اس کی جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمی، مذہبی، سیاسی، اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - ان کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا، ہم نے کوشش کی کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں مرتب کرائی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیتے ہیں کہ اس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں، چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف انہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ — الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ

" " چہارم ۱۰ روپیہ — " " پنجم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبہ الہلال اس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں - جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

١٩٢٧

نمبر ١٧

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ - آنہ

دنیا كي بهترین كتابوں كیلئے بهترین رهنما:

، ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

، یه ضمیمه دنیا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنكي اهمیت کا عام طور پر اعتراف كیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه كیجئے كه وہ ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپكے لئے مهیا كرے - لیكن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب كر سكتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم كیلئے

ضروري هے كه

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هیں كه فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپكو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں ركهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع كردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب كیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C 4.

سے طلب كرسكتے هیں -

كیا آپ تجارت كرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں كه یورپ اور امریكه کے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک كو آشنا كریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیكر ایک وقیع كار و بار شروع كردیں ' تو آپكو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم كرني چاهئیں - اس طرح كي تجارت کے گر اور بهید سیكهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریكه کے تمام كارخانوں اور كوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ كامیاب نہیں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هیں كه بہت تهوڑا سا وقت خرچ هوكے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم كرلیں ' تو آپكو چاهیے كه هم سے خط و كتابت كریں - هم یه كام به حیثیت ایک ماهر فن کے كر رهے هیں - خط و كتابت کے بعد هي آپكو معلوم هو جائیگا كه آپكے مقصد كیلئے هم كس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں ۔

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ كو - برلن

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح كي مشینیں جو گرم ملكوں کے میووں كو خشک كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كیلئے ضروري هیں ' اس كارخانے میں طیار كي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم كي مشینوں کا یه بهترین كارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و كتابت كیجیے -

یاد ركهیے

میووں ' تركاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد كو خشک كرنے کا بهترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق كام كرنے والي مشینیں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هیں ۔

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۷ کلکتہ : جمعہ ۱۷ - ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری جلد ۱

Calcutta : Friday, 14. October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیے موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی -
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جائی -
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی -

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی - اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی ہین - آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین -

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی - یاد رکھیی - طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی - ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین -

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۴۰۱ مراسلات وصول ہوی ہین - تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۲۰۷	اردو حروف کی حق مین	۳۹۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۴۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۴۰	نستعلیق ہون	۱۴۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی -

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین -

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - مالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	-	-	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے * مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

جو سورج کو جس طرف سے چاھے نکالے" لیکن سورج کا ایک سمت کي جگه کسي دوسري سمت سے نکلنا کوئي دنیا کا محسوس واقعه نه تھا جو لوگوں کے علم میں ھوتا اور حضرت ابراھیم اُسے اپنے پروردگار کا فعل قرار دے سکتے - نمرود کہه سکتا تھا که اچھا اگر یہي دلیل ھے تو تمھارا پروردگار پورب کي جگه پچھم سے ایک مرتبه نکال دکھائے - اِس پر حضرت ابراھیم کیا جواب دیتے ؟ کیا وہ اپنے پروردگار سے چاھتے که نظام شمسي کا پورا کارخانه درھم برھم کرکے سورج دوسري سمت سے نکلتا ھوا دکھا دے ؟

(۵) علاوہ بریں جب حضرت ابراھیم علیه السلام نے پہلي دلیل سے رجوع کرکے دوسري دلیل پیش کي ' تو ضروري تھا که یه پہلے سے زیادہ واضح و اقطع ھوتي - اُن کي پہلي دلیل یه تھي که موت و حیات کي باگ الله ھي کے ھاتھه ھے - دوسري یه که اجرام سماوي اُسي کے حکم و مشیت سے کام کرتے ھیں - ظاھر ھے که دوسري دلیل پہلي سے زیادہ وزني نہیں کہي جا سکتي - اگر موت و حیات جیسا واضح اور بدیہي معامله خصم کو ساکت نه کر سکا ' تو اجرام سماوي کا معامله کیا مفید اثبات ھو سکتا ھے ؟

میں نے بڑے ھي شوق سے حضرت امام فخر الدین رازي کي تفسیر کبیر دیکھي تھي - کیونکه وہ قران مجید کے مقامات کو عقلي مباحث سے صاف کرنا چاھتے ھیں - مگر میں عرض نہیں کر سکتا که مجھے کس قدر مایوسي ھوئي ؟ لطف یه ھے که انھوں نے پوري تفصیل کے ساتھه یه تمام شبہات خود ھي لکھے ھیں ' لیکن جواب کا جو کچھه حال ھے ' اس کا اندازہ اِس سے کر لیجیے که اُس کے پڑھنے کے بعد اپنے دل کو اور زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا پاتا ھوں -

پہلے شبه پر انھوں نے بالکل توجه نہیں کي ھے - دوسرے شبه کے دو جواب دیے ھیں - ایک یه که ایک دلیل چھوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا مستدل کے لیے جائز ھے - اس میں کوئي حرج نہیں ' کیونکه دوسري دلیل پہلي دلیل سے اوضح ھے - اِسے عام مفسرین کي طرف منسوب کرتے ھیں - دوسرا جواب " محققین " کا جواب قرار دیا ھے - وہ یه ھے که " یه ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسري دلیل کا اختیار کرنا نه تھا - بلکه ایک ھي دلیل کي مزید وضاحت کرني تھي : و ھو انا نری حدوث اشیاء لا یقدر الخلق علی احداثھا ' له امثلة ' منھا الاحیاء و الاماتة ' و منھا السحاب و الرعد والبرق ' و منھا حرکات الافلاک و الکواکب ' و المستدل لا یجوز له أن ینتقل من دلیل علی دلیل آخر ' لکن اذا ذکر لایضاح کلام مثالا ' فله أن ینتقل من ذلک المثال الی مثال آخر ' فکان ما فعله ابراھیم من باب ما یکون الدلیل واحداً ' إلا انه یقع الانتقال عند ایضاحه من مثال الی مثال آخر - و ھذ الوجه احسن و الیق بکلام اھل التحقیق "
اُس کے بعد آگے چل کر لکھتے ھیں : " لما احتج ابراھیم بالاحیاء و الاماتة ' اورد الخصم علیه سوالا لا یلیق بالعقلاء ' و ھو انک اذا ادعیت الاحیاء و الاماتة لا بواسطة ' فذلک لا تجد الی اثباته سبیلا ' و ان ادعیت حصولھا بواسطة حرکات الافلاک ' فنظیرہ او ما یقرب منه حاصل للبشر - فاجاب ابراھیم بان الاحیاء و الاماتة و ان حصلا بواسطه حرکات الافلاک ' لکن تلک الحرکات حصلت من الله تعالی و ذلک لا یقدح في کون الاحیاء و الاماتة من الله ' بخلاف الخلق فانه لا قدرة لھم علی تحریکات الافلاک " خلاصه اِس تقریر کا یه ھے که پہلي دلیل پر جو نمرود نے اعتراض کیا تو اِس کا مطلب یه تھا که اُس نے کہا ' خدا کي صفت جلانے اور مارنے کي کیسي ھے ؟ وہ بلا واسطه جلاتا اور مارتا ھے ' یا افلاک کي حرکت اور اس کے اثرات کے ذریعه ؟ اگر پہلي بات ھے تو اُس کا اثبات ممکن نہیں - اور اگر دوسري بات ھے تو یه انسان کو بھي حاصل ھے - یعنے وسائط کے ذریعه موت و حیات وجود میں آسکتي ھے - مثلاً مرد اور عورت کے ملنے کے واسطه سے زندہ انسان پیدا ھو سکتا ھے ' اور قتل کے ذریعه ھلاک کیا جا سکتا ھے - اس کے جواب میں حضرت ابراھیم نے اپني دلیل کي مزید وضاحت کي اور فرمایا که احیاء اور اماتت اگرچه افلاک کي حرکات کے واسطه سے ظھور میں آتي ھے ' لیکن افلاک کي حرکت بھي تو خدا ھي کے حکم و مشیت سے ھے - اُس کے سوا کون ھے جو انھیں حرکت میں لا سکے ؟ اور جب اُس کے سوا کوئي دوسرا افلاک کو متحرک نہیں کر سکتا ' تو ثابت ھو گیا که احیاء اور اماتت بھي نہیں کر سکتا -

میں حیران ھوں که اس امام جلیل القدر کي اس تقریر کي نسبت کیا عرض کروں ؟ ان کے جواب سے شبه دور ھوا ھے یا اور زیادہ مضبوط ھو گیا ھے ؟ اول تو یه فرض کرنا که نمرود کا مطلب اعتراض سے واسطه اور بغیر واسطه کا جھگڑا تھا ' کہاں سے ثابت ھوتا ھے ؟ قران مجید میں تو صرف اتنا ھي ھے که " انا احي و امیت " پھر یه کہنا که یه دوسري دلیل کی مزید توضیح ھے ' نئي دلیل نہیں ھے ' کسي طرح بھي سمجھه میں نہیں آتا - افلاک کي حرکت کو بھلا موت و حیات سے کیا تعلق ؟ کیونکر یه استدلال پہلي دلیل کے ساتھه مربوط ھو سکتا ھے ؟ پہلي دلیل کا تعلق جلانے اور مارنے کي صفت سے تھا - دوسري میں سورج کے طلوع و غروب کي جہت سے - اس میں اور موت و حیات کي طاقت و تصرف میں کوئي علاقه نہیں - تعجب ھے که کیونکر امام موصوف ایسي کمزور اور بے ربط بات کو محققین کا مذھب قرار دیتے ھیں اور وثوق کے ساتھه قرار دیتے ھیں -

پھر مفسرین کا یه عام مذھب بھي که دوسري دلیل پہلي سے اوضح ھے ' تشفي پیدا کرنے سے قاصر ھے - صاف بات تو یہي معلوم ھوتي ھے که پہلي دلیل ھي زیادہ واضح اور قطعي تھي -

تیسرے شبه کا جواب امام موصوف نے یه دیا ھے که نمرود دوسري دلیل کا معارضه نہیں کر سکا - اسلیے که ھو سکتا ھے ' خدا نے اُس وقت اُس کے حواس مختل کر دیے ھوں - وہ اس قابل ھي نه رھا ھو که اعتراض کرے - سوال یه ھے که اگر معترض اور مشکک کو اسي طرح حواس باختہ کرکے چپ کرا دینا تھا ' تو پھر اس مناظرہ کي ضرورت ھي کیا تھي ؟ پہلے ھي سے مخبوط الحواس بنا دیا ھوتا تا که وہ اعتراض ھي نه کر سکتا - علاوہ بریں اگر خدا تعالی کي سنت یہي ھے که جو معترضین انبیاء کرام سے معارضه کرتے ھیں ' ان کے حواس سلب کر لیا کرتا ھے ' تو اس کا مطلب یہي ھو سکتا ھے که انبیاء کرام کے پاس مسکت اور قاطع جواب نہیں ھوتے ' اس لیے غریب معترضین مخبوط الحواس کرکے چپ کرا دیے جاتے ھیں - کیا ایسے جوابوں سے قران مجید کے معارف روشني میں آسکتے ھیں ؟ خصوصاً اِس زمانے میں ؟

خود امام صاحب بار بار اس پر زور دیتے ھیں که " جب ایک دلیل یا مثال خصم کے مقابله میں پیش کي جائے ' اور اُس پر وہ نا فہمي سے اعتراض کر دے ' تو مستدل کا فرض ھے که اُس کے اعتراض کي خامی ظاھر کر دے اور پھر اس کے آگے نه بڑھے ' اور جب ایک معمولي مناظر کے لیے ایسا کرنا ضروري ھے ' تو ظاھر ھے که ایک نبي اولوالعزم کے لیے کیوں ضروري نہو جس کا مناظرہ تمام دنیا کے سامنے بطور ایک بنیادي صداقت کے پیش کیا جا رھا ھے ؟ " تاھم وہ اس قوت کے ساتھه اعتراض وارد کرکے ' اس کا کوئي کمزور سے کمزور جواب بھي نہیں دیتے ' اور صرف یه کہکر چپ ھو جاتے ھیں که " محققین کي تفسیر پر شبہات وارد

حضرت ابراهیم اور ایک بادشاہ کا مکالمہ

کریمہ " الم تر الی الذی حاج ابراھیم " کی تفسیر

ایک استفسار

(از جناب مولوي محمد عبدالحق صاحب سکندرابادي)

جیسا کہ جناب کو معلوم ھے' میں گذشتہ سال سے ایک سلسلۂ رسائل کي ترتیب میں مشغول ھوں جن کا مقصد یہ ھے کہ قران مجید کے مطالب حکیمانہ ایک ایسے نئے اسلوب سے بیان کیے جائیں کہ آج کل کي مذھب سے برگشتہ طبیعتیں اُن سے تشفي حاصل کر سکیں - ایک ھمدرد ملت رئیس دکن نے اُنکے انگریزي زبان میں ساتھہ ساتھہ ترجمہ کرانے کا بھي انتظام کر دیا ھے' اور اُمید ھے کہ چند ماہ کے اندر اُنکي اشاعت کا سلسلہ شروع ھو جایگا * * * * اِس سلسلہ میں قرآن مجید کے متعدد مقامات ھیں جو ایک عرصہ سے میرے سامنے ھیں - لیکن حقیقت حال یہ ھے کہ جیسا تشفي بخش حل اُنکا ھونا چاھیے' اِس وقت تک نہیں ھوسکا ھے' اور جب تک خود اپني طبیعت مطمئن نہ ھو جائے' دوسروں کے سامنے قدم اُٹھانا دیانت تحریر کے خلاف سمجھتا ھوں - یہ عرض کرنا ضروري نہیں کہ قران مجید کے فہم و مطالعہ کا جسقدر بھي خاکسار ذوق پیدا کرسکا ھے' وہ سب جناب ھي کے طفیل ھے' اور جناب ھي کي تحریرات کے شغف کا نتیجہ ھے - اِسلیے اِن مشکلات میں بھي جناب ھي سے دستگیري کي اُمید ھے - اگرچہ وہ مقامات ایک سے زیادہ ھیں' مگر بسر دست میں جرأت نہیں کرسکتا کہ جناب کا زیادہ وقت لوں - صرف ایک مقام کي نسبت اپنا اِطمینان چاھتا ھوں جسکے خاطر خواہ حل نہ ھونے کي وجہ سے خاکسار کي زیر ترتیب کتاب کا کام رک گیا ھے -

سورۂ بقرہ میں حضرت ابراھیم علیہ السلام اور ایک بادشاہ کے مناظرہ کا ذکر ھے جسکي نسبت ھمارے مفسرین کا بیان ھے کہ وہ نمرود تھا : الم تر الي الذي حاج ابراھیم فی ربہ ان اتاہ اللہ الملک ' اذ قال ابراھیم ربي الذي یحیي و یمیت ' قال انا احیي و امیت ' قال ابراھیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب ' فبھت الذي کفر ' و اللہ لا یھدی القوم الظالمین - مضمون اِس آیت کا یہ ھے کہ حضرت ابراھیم سے نمرود نے خدا کے باب میں حجت کي - اسپر اُنھوں نے فرمایا کہ میرا پروردگار وہ ھے' جو جلاتا ھے اور مارتا ھے ' یعني زندگي اور موت اُسي کے قبضۂ و تصرف میں ھے - اگر کوئي دوسري ھستي خدائي کي مدعي ھے' تو اُسے چاھیے کہ یہ قوت و تصرف اپنے اندر ثابت کرے - نمرود نے اِسکے جواب میں کہا - اگر یہي وصف خدائي کا ھے تو یہ مجھہ میں بھي ھے - میں بھي جلاتا ھوں اور مارتا ھوں - حضرت ابراھیم نے یہ سنکر فرمایا کہ خدا پورب سے سورج نکالتا ھے' تو پچھم سے نکال دے - اِس پر نمرود مبہوت ھوکر رھگیا -

یہ دراصل حضرت ابراھیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ ھے جسمیں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي ھے اور حضرت ابراھیم اسکے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاھتے ھیں - اب اس آیۃ کي تفسیر میں چند درچند مشکلات حائل ھیں :

(۱) اول یہ کہ جب نمرود خدا ھونے کا مدعي تھا' تو ظاھر ھے کہ دلیل پیش کرنا اسکے ذمہ تھا - نہ کہ حضرت ابراھیم کے ذمے جنکي حیثیت منکر کي تھي - لیکن یہاں حضرت ابراھیم اس سے کوئي دلیل نہیں مانگتے - بلکہ خود اپنے پروردگار کي پروردگاري کي دلیل پیش کردیتے ھیں کہ " الذي یحیي و یمیت " اور وہ اس سے معارضہ کرنے لگتا ھے -

(۲) پھر جب اُنھوں نے ایک ایسي دلیل بیان فرمادي تھي جس سے بڑھکر واضح اور قاطع دلیل نہیں ھوسکتي' تو چاھیے تھا کہ نمرود کے جاھلانہ اور طفلانہ معارضہ کي قلعي کھول دیتے - کیونکہ وہ اپنے جہل و بلادت سے زندگي بخشنے اور موت دینے کا وہ مطلب سمجھہ ھي نہ سکا تھا جو موٹي سے موٹي انساني عقل کو بھي سمجھہ لینا چاھیے - وہ بول اُٹھا کہ یہ بات تو مجھ بھي حاصل ھے - ضروري تھا کہ حضرت ابراھیم فرماتے' موت اور حیات بخشنے سے مطلب یہ ھے کہ جس طرح وہ اَن دیکھي ذات تمام جانداروں کو نیستي سے ھستي بخشتي ھے' اور پھر ایک خاص وقت پر فنا کر دیتي ھے' اسي طرح تو بھی ایک چھوٹا سے چھوٹا کیڑا بنا دیکھہ - لیکن آپ یہ نہیں کہتے' بلکہ فوراً اس دلیل کو چھوڑ کر ایک دوسري دلیل پیش کر دیتے ھیں - یعني سورج کو اسکي معمولي سمت کي جگہ دوسري سمت سے نکالدینے کی فرمایش کرتے ھیں - اس سے لازم آتا ھے کہ گویا آپنے اپني پہلي دلیل کي کمزوري مان لي - اور (نعوذ باللہ) نمرود کے معارضہ سے لاچار ھوگئے - اسلیے اسے چھوڑ کر نئي دلیل کا سہارا لیا - ایک معمولي مناظر کیلیے بھي یہ بات دلیل عجز ھے' چہ جائیکہ ایک جلیل القدر پیغمبر کیلیے -

(۳) پھر دوسري دلیل جو پیش کي گئي' اُس پر بھي شبہات وارد ھوتے ھیں - قران مجید ناطق ھے کہ پہلي دلیل سے نہیں مگر دوسري دلیل سے نمرود لا جواب ھو کر رھگیا - مگر اعتراض ھو سکتا ھے کہ جس شخص کي شوخ چشمي کا یہ حال تھا کہ موت و حیات کے وصف الٰھي تک کا بیان اُسے چپ نہ کرا سکا' وہ اِس دوسري دلیل سے کس طرح لا جواب ھوگیا ؟ اگر کہا جائے' اس لیے کہ وہ پچھم کي طرف سے سورج نکالنے پر قادر نہ تھا' تو جواب یہ ھے کہ وہ موت و حیات بخشنے پر بھي تو قادر نہ تھا ؟ جس طرح اس بات کا ایک غلط مطلب ٹھہرا کر اُس نے معارضہ کر دیا تھا اور حضرت ابراھیم ترک دلیل پر مجبور ھوگئے تھے' اسي طرح اِس کا بھي کر دے سکتا تھا - کہدیتا میں بھي ایسا کر سکتا ھوں -

(۴) علاوہ بریں دلیل کے معنی یہ ھیں کہ وہ ایسي بات ھوتي ھے کہ اس کے اثبات سے مدعا کا ثبوت متحقق ھو جاتا ھے - لیکن حضرت ابراھیم کي دوسري دلیل ایسی معلوم نہیں ھوتي - اُس کا اثبات اس مقدمہ کے اثبات پر موقوف ھے کہ " خدا وھي ھوسکتا ھے

یه اجتماعي قانون نهایت عجیب هے - کیونکه بظاهر ایک قسم کا تناقض رکهتا هے - ایک طرف کهتا هے ' تغیر و تبدل ضروري هے - نئي چیز لو اور پراني چیزیں چهوڑ دو - دوسري طرف یه بهي کهے جاتا هے که پراني چیزیں یک لخت فنا نه هونے دو - اپنے پچهلي مقومات و خصوصیات باقي رکهو - اپني قومي خصوصیات مٹا کر کوئي قوم ' قوم نهیں ره سکتي - لیکن في نفسه اِس میں تناقض نهیں هے - دونوں باتیں اپني جگه ٹهیک هیں - نئي چیزوں کے اختیار کرنے کا مطلب یه هے که وه تمام نئي چیزیں اختیار کر لي جائیں جو قومي مزاج و مصالح کے موافق هوں - خصوصیات کے باقي رکهنے سے مقصود یه هے که وه تمام بنیادي چیزیں قائم رکهي جائیں جو قومي مزاج کا استقلال و اختصاص قائم رکهنے کیلیے ضروري هیں - یعني رد و قبول اور اخذ و ترک میں اعتدال کا سر رشته هاتهه سے نه دیا جاے -

بلا شبه اِس قانون کي تطبیق میں اعتدال قائم رکهنا بهت مشکل هے - چند هي قومیں اصلاح میں اپنا دماغي توازن قائم رکهه سکي هیں - یا تو یه هوا هے که اپني تمام قدیم عادات و روایات پر اڑ گئیں ' اور ایک قدم بهي آگے بڑهنے سے انکار کردیا - یا یه هوا که فوراً تبدیل و انقلاب پر اُتر آئیں ' اور اپني کوئي بهي قدیم خصوصیت باقي نه رکهي - پهلي صورت تفریط کي هے - دوسري صورت افراط کي هے - اور نجات و ترقي توسط و اقتصاد میں هے -

(قدیم قوموں کا جمود و تقلید)

تبدل کي قابلیت کے معني اس کے سوا کچهه نهیں هیں که عالم خارجي کي اطاعت کي جائے - قدیم زمانے میں هر جگه لوگوں کا طرز معیشت تقریباً یکساں تها - اسي لیے تبدل کی ضرورت بهي کمزور تهي - اُس کي قابلیت آهسته آهسته پیدا هوني تهي - حتی که بعض قدیم قومیں صدیوں تک ایک هي حالت پر قائم رهیں اور تبدیلي کي ضرورت محسوس نه کي - اُن کا تعلق همیشه ایسي قوموں سے رها ' جو اُنهي کي طرح وحشي یا نیم وحشي تهیں - اُن کے سامنے کوئي بهتر نمونه تهذیب و تمدن کا موجود نه تها - اس لیے ترقي کي رغبت بهي پیدا نه هوئي ' اور جمود و تقلید کي طبیعت برابر باقي رهي -

قدیم قوموں کے جمود و تقلید کا راز یه هے که وه اپني فطرت کي طرف سے مجبور کي جاتي هیں که اپني زندگي اور زندگي کي بنیادیں محفوظ رکهیں - یهي باعث هے که اُن قوموں میں فرد کا معامله چنداں اهمیت نهیں رکهتا تها - بلکه اُس زمانے میں فرد کے لیے جائز هي نه تها که مستقل زندگي بسر کرے - وه قومیں اِسے بالکل قدرتي بات خیال کرتي تهیں که عام مصلحت کے لیے افراد اپني هستي قربان کر دیں - اُس وقت شخصي آزادي ' کسي کے واهمه میں بهي نه تهي -

بعض نظري آدمیوں نے آزادي کي اعلی مثال یوناني جمهوریتوں میں بتائي هے - حالانکه اُن جمهوریتوں میں افراد کو مطلق آزادي حاصل نه تهي - وه ایسے نظامات کي پابندیوں میں جکڑے هوے تهے جنهیں آج متمدن دنیا میں کوئي آدمي بهي برداشت نهیں کر سکتا - اُن جمهوریتوں میں افراد کو اِتني آزادي بهي حاصل نه تهي که اپني مرضي سے کوئي دیني عقیده رکهیں ' یا اپني اولاد کي بطور خود تعلیم و تربیت کرسکیں - اسپارٹا میں یه حالت تهي که افراد کو اپنے گهروں میں کهانا پکانے اور کهانے کي بهي اجازت نه تهي - وه مجبور تهے که عام دستر خوانوں هي پر بیٹهه کر کهانا کهائیں - یونان میں اصلاح و تجدید کے داعي مجرم سمجهے جاتے تهے - چنانچه پوري قوم سقراط کے خلاف کهڑي هوگئي ' اور اُس وقت تک چین نه لیا ' جب تک اُس مصلح کي جان نه لے لي !

بلا شبه اِس قسم کے سخت نظامات اُن ملکوں کے لیے ضروري هیں ' جو همیشه دشمن کے حملوں کا نشانه بنے رهتے هیں -

قدیم زمانے میں رومانیوں نے معلوم کرلیا تها که اصلاح و انقلاب میں نقطهٔ توازن کیا هے - ایک طرف وه تجدد و اصلاح کے حامي تهے ' دوسري طرف اپني خصوصیات کي حفاظت بهي کرتے تهے - یه وصف اُن میں اِس وجه سے پیدا هوا تها که فتوحات نے اُن کے تعلقات دوسري قوموں سے قائم کر دیے تهے - یه تعلقات نئے نئے حالات پیدا کر دیتے تهے ' اور وه نظامات کي تبدیلي پر مجبور هوجاتے تهے - رومانیوں کا سنهرا زمانه وهي تها جب وه اِس مرکز توازن پر قائم تهے - لیکن جب سے اُنهوں نے افراط و تفریط شروع کي ' روز بروز گرے اور تباه هونے لگے -

(انگریزوں کي کامیابي کا راز)

موجوده زمانے میں علمي اکتشافات ' جدید صنائع کے ظهور ' اور مواصلات کي سهولت و کثرت نے مختلف تمدنوں میں ایک ایسا تصادم و احتکاک پیدا کر دیا هے ' که هر لمحه عظیم تغیرات و انقلابات کے موقعے پیدا هوتے رهتے هیں - اس صورت حال کا قدرتي نتیجه یه هے که مرکز توازن تقریباً مجهول هو گیا هے ' اور اُس کي تلاش از حد مشکل هوگئي هے - یهي سبب هے که موجوده دنیا میں هر طرف شورشیں اور انقلابات برپا هو رهے هیں - کوئي نظام بهي پائداري حاصل کرنے نهیں پاتا -

لیکن صرف انگریزوں هي کي قوم یورپ کي ایک ایسي قوم هے جس نے رومانیوں کي طرح مرکز توازن معلوم کر لیا هے - وه ایک طرف اصلاح و تجدد کي حامي هے - دوسري طرف اپنے قومي مقومات بهي برقرار رکهے هوئے هے - اُن میں جمود و تقلید نهیں هے - برابر اصلاح و تجدید میں مشغول هیں ' مگر پوري تدریج اور دانشمندي کے ساتهه قدم بڑهاتے هیں - انگلستان کي آزادي نه تو کرامویل کے هاتهوں قائم هوئي هے ' نه جمهوریت پسندوں کي لائي هوئي هے - وه انگریزي تاریخ کي پیداوار هے (۱) - یه تمام عظمت و قوت جس پر آج انگلستان فخر کر رها هے ' درحقیقت اِسي توازن فکر و عمل کا نتیجه هے -

---

(۱) جب خاندان اسٹوارٹ کے پادشاه چارلس اول کا استبداد بهت بڑه گیا ' تو انگریز امریکا کي طرف هجرت کرنے لگے - حتی که انگلستان کے بعض علاقے بالکل خالي هوگئے - ظالم بادشاه یه دیکهه کر گهبرایا اور هجرت کي ممانعت کردي - جس دن ممانعت کا اعلان هوا ' دریائے ٹیمس میں مهاجرین کے لیے جهاز روانگي کے لیے طیار تهے - اُنهي میں کرامویل بهي تها - اب باشندوں نے دیکها که ظلم سے نجات حاصل کرنے کي راه بغاوت کے سوا کوئي نهیں هوسکتي - چنانچه بغاوت شروع هوگئي - کرامویل اِس باغي فوج کا سپه سالار مقرر هوا - بغاوت کامیاب هوئي - جمهوریت کا اعلان کیا گیا - کرامویل جمهوریت کا صدر منتخب هوا - اُس وقت اُس کا لقب " لارڈ پروٹیکٹر " تها - مگر بعد میں خود یه بهي مستبد هوگیا - آخر سنه ۱۶۴۹ع میں قوم نے اُس کي حکومت کا بهي خاتمه کر دیا -

نہیں ہو سکتے " حالانکہ وہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ خواہ نئی دلیل بیان کی جائے ' خواہ نئی مثال ' ضروری ہے کہ انتقال سے پہلے معارض کی خامی واضح کردی جائے - پس جس طرح شبہ عام مفسرین کی تفسیر پر وارد ہوتا ہے ' اسی طرح اُس تفسیر پر بھی وارد ہوتا ہے جسے امام موصوف " محققین " کی تفسیر قرار دیتے ہیں -

مجھے جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی تو خیال ہوا کہ موجودہ زمانے کے محققین نے اس پر ضرور نئی روشنی ڈالی ہوگی - چنانچہ میں نے بمبئی سے استاد امام شیخ محمد عبدہ مصری کی تفسیر منگوا کر دیکھی ' لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھی وہی امام رازی والی تفسیر بجنسہ پائی - اِن شبہات کا کوئی جواب نہیں ملا - تفسیر نیشا پوری ' تفسیر ابن کثیر ' تفسیر علامۂ ابن سعود ' تفسیر روح المعانی شیخ آلوسی بھی خاکسار کے پیش نظر ہیں ' مگر اِن سب میں بھی یا تو وہی تفسیر کبیر والا جواب نقل کردیا ہے ' یا وہ باتیں لکھدی ہیں جنھیں امام رازی نے عام مفسرین کا جواب قرار دیا ہے - یا پھر سرے سے کسی طرح کی کاوش ہی نہیں کی گئی ہے -

جب پچھلوں میں حضرت امام رازی جیسے محقق نے اور حال کے محققین میں شیخ محمد عبدہ مصری جیسے امام و مفسر نے مجھے صاف جواب دیدیا ' تو پھر میرے لیے صرف جناب ہی کی چوکھٹ باقی رہگئی - لاریب صرف جناب ہی کی ایک ذات والا صفات ہے جو موجودہ زمانے میں حقائق قرآن کی وہ تمام مشکلات حل کرسکتی ہے جن تک دوسروں کی نظر و تحقیق نہیں پہنچ سکی ہے - اب خاکسار ہر طرف سے مایوس ہوکر آپ سے دستگیری کا طالب ہے - اور امید قوی رکھتا ہے کہ مایوس نہ ہوگا -

مجھہ سے میرے حیدرآباد کے ایک دوست نے ذکر کیا تھا کہ جمعیت العلماء ہند نے عید کے موقع پر اخبار الجمعیت کا ایک خاص نمبر " خلیل نمبر " کے نام سے نکالا ہے اور اس میں صدر جمعیت مولانا کفایت اللہ صاحب نے اس مقام کی تفسیر شرح و بسط سے تحریر فرمائی ہے - میں نے بڑے ہی شوق سے خلیل نمبر منگوایا اور دیکھا - واقعی اس میں مولانا صاحب موصوف کا مضمون " مناظرۂ خلیل و نمرود " کے عنوان سے تین بڑے صفحوں میں نکلا ہے ' لیکن مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں بھی تو وہی تفسیر کبیر کی پوری بحث اردو میں نقل کردی گئی ہے - اس سے زیادہ ایک حرف نہیں ہے -

الہلال :

آپ نے استفسار میں اِس قدر تشریح و تفصیل کی ہے کہ اسی نے آج کی اشاعت کا بڑا حصہ روک لیا - اب جواب کے لیے آیندہ اشاعت کا انتظار کیجیے -

علم الاجتماع

(۳)

(ناموس اجتماع اور محافظت و تجدید)

افراد کے وجدان سے علحدہ ' جماعتی وجدان کے متعلق ہم نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں ' دلائل نے ابتک اُن کی تصدیق نہیں کی ہے - نیز ابتک یہ بھی ثابت نہیں ہوا ہے کہ جماعت کی صفت عضویۃ ' افراد کی عضویت سے الگ وجود رکھتی ہے - یہ اقوال نظریوں اور آراء کا حکم بھی نہیں رکھتے - زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تشبیہات و استعارات ہیں -

لیکن ساتھہ ہی یہ یقینی ہے کہ تمام طبیعی کائنات کی طرح عالم اجتماع کے بھی خاص نوامیس و قوانین ہیں ' اور وہ غیر متبدل اور اٹل ہیں -

اجتماع کا ایک قانون یہ ہے کہ جن اجزاء سے سلطنت اور امت مرکب ہوتی ہے ' وہ تمام اجزاء باہم دگر اس درجہ وابستہ و مربوط ہوتے ہیں کہ ایک جزء کے متأثر ہوتے ہی باقی تمام اجزاء بھی فوراً متأثر ہو جاتے ہیں -

اِس اجتماعی قانون کی بنا پر مقننین اور مصلحین کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ماہر طبیبوں کی طرح اصلاح و تشریع میں بہت زیادہ ہوشیار و محتاط ہوں - ایسا نہ ہو کہ ایک عضو کی بیماری کے علاج میں باقی اعضاء سے غافل ہو جائیں ' اور پہلی بیماری سے بھی بدتر بیماریوں کی پیدایش کا سبب بن جائیں -

علم اجتماع کے دو رخ ہیں : ایک طرف وہ جدید اصلاحات اور جدید اصول و مبادی کا حامی ہوتا ہے تا کہ مستقبل ' ماضی و حال سے بہتر ہو جائے - دوسری طرف وہ ماضی و قدیم کی بھی حفاظت چاہتا ہے - وہ قوموں کو بتاتا ہے کہ اپنا ماضی ' اپنے مقومات ' اور اپنی خصوصیات بالکل فنا نہ ہو جانے دیں ' اُنھیں بچائیں ' اور باقی رکھیں - ورنہ اُن کی قومیت درہم برہم ہو جائیگی ' اور اصلاح ' فساد کا ذریعہ بن جائیگا -

تاریخ بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے - مشاہدہ کی بھی یہی ہدایت ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ تبدیل و تغیر قبول کریں - یعنی وہ نئے اوصاف اختیار کریں ' مگر تدریج اور نظر و حزم کے ساتھہ -

قوموں کی حالت پر غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کے اصلی ستون دو ہیں :

(۱) تغیر و تبدل کی قابلیت کا موجود ہونا -

(۲) تدریج و تطور کے ساتھہ تغیر قبول کرنا -

جب حکومت کی شکل حالات ' ماحول ' اور قومی آرزوں کے خلاف ہوتی ہے ' اور اُس کی تبدیلی کے لیے قوم کے سامنے کوئی قانونی راہ باز نہیں ہوتی ' تو یہ وقت انقلاب و بغاوت کے ظہور کا وقت ہوتا ہے - لہذا ضروری ہے کہ ضرورت کے وقت فوراً اصلاح شروع کردی جائے ' ورنہ قوم کو یہ حق حاصل ہو جائیگا کہ فوری تبدیلی کے لیے اپنا قدرتی حق استعمال کرے اور بغاوت پیدا ہوجاے -

اسپین میں باشندگان ہالینڈ کی بغاوت (سنہ ۹۶۲ ھ) خاندان اسٹورٹ پر انگریزوں کا خروج ' نپولین بونا پارٹ پر جرمنی کی بغاوت ' آسٹریا پر اٹالین قوموں کی بغاوت ــــ یہ تمام بغاوتیں تاریخ کی نظر میں ' صحیح ' جائز ' اور قانونی بغاوتیں تھیں -

(انقلاب کی طبیعت اور حکومت کے فرائض)

بغاوت عموماً آتش فشاں پہاڑ کے انفجار یا آندھی کے طوفان کے مشابہ ہوتی ہے - شروع شروع میں اُس کا خیال چند افراد کے اندر پیدا ہوتا ہے - پھر آہستہ آہستہ تمام قوم میں پھیل جاتا ہے - بغاوت کا خیال تبدیلی کے احساس سے پیدا ہوتا ہے - جب تبدیلی ظاہر نہیں ہوتی تو حکومت کی طرف سے عام بد دلی پیدا ہوجاتی ہے - یہ بد دلی مخفی غصہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے - جب حالت اِس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو قوم ہر لمحہ مشتعل ہو جانے کے لیے طیار ہو جاتی ہے - اُس وقت معمولی سے معمولی بات بھی عام بغاوت کا سبب بن جاسکتی ہے -

لہذا حکام کا فرض ہے کہ ایسی حالت پیدا ہونے سے پہلے ہی اصلاح نافذ کردیں - لیکن اگر بر وقت نہ کرسکیں ' تو پھر اُن کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اِس بغاوت و انقلاب میں شامل ہوجائیں ' یعنی اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیں ' تاکہ اُس کی مضرتیں کم سے کم ہوجائیں -

اعتذار

افسوس ہے کہ شہر کی عام تعطیل کی وجہ سے اس ہفتہ بھی مطلوبہ تصاویر طیار نہ ہوسکیں اور ہمیں تصویر کے بغیر پرچہ شائع کرنا پڑا - تصاویر کے نہ مل سکنے کی اطلاع ملنے پر وہ تمام مضامین بھی ترک کردینے پڑے جن کا تعلق تصاویر سے تھا - اس صورت حال کا صحیح علاج یہی ہے کہ جلد از جلد تصاویر کی طیاری کا مستقل انتظام کرلیا جاے - آیندہ پرچوں میں ہم اس کمی کی پوری تلافی کردینگے -

منیجر

عالم سماوی

کیا ستارے زندگی سے محروم ہیں ؟

ہم تاروں بھری رات میں نظر اُٹھاتے ہیں تو آسمان پر بے شمار ستارے نظر آتے ہیں - یہ ستارے درحقیقت ویسے ہی کرے ہیں ' جیسا ایک کرہ خود ہماری زمین ہے - اِن ستاروں میں بہت سے ستارے ہماری زمین سے بھی بہت زیادہ بڑے اور بہت زیادہ عمر کے ہیں - بعض ہماری زمین سے چھوٹے اور اُس سے کم عمر رکھتے ہیں - یہ تمام ستارے بھی ویسے ہی ایک نظام سے وابستہ ہیں ' جیسا ہمارا نظام شمسی ہے - اِن میں بھی آفتاب ہیں اور اپنے گرد بہت سے کواکب اور سیارے رکھتے ہیں -

مدت سے علماء فلک میں سخت اختلاف ہے کہ یہ ستارے بھی ہماری زمین کی طرح زندہ موجودات سے آباد ہیں یا نہیں ؟ ایک گروہ پہلی رائے کا قائل ہے - دوسرا دوسری رائے کا -

پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ زندگی کے لیے جن شرطوں کی ضرورت ہے ' وہ زمین کے علاوہ اِن ستاروں میں موجود نہیں ہیں - لیکن اُس کا یہ دعوی کئی وجوہ سے نا قابل تسلیم ہے - پہلی بات تو یہ ہے کہ اِن شرطوں کی عدم موجودگی کا ثبوت کیا ہے ؟ کون دعوی کرسکتا ہے کہ ہوا ' پانی ' نور ' حرارت ' وغیرہ لوازم زندگی سے یہ ستارے بالکل خالی ہیں ؟ بلا شبہ اب تک اِن کے وجود کی بھی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں آئی - لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ چیزیں وہاں موجود ہوں اور ہماری تحقیقات میں ابھی نہ آئی ہوں - حال ہی میں انسانی علم نے معلوم کرلیا ہے کہ بعض ستاروں میں اکسیجن موجود ہے ' جو زندگی قائم رکھنے والی ہوا کا اصلی جزء ہے -

پھر یہ دعوی بھی بالکل بے دلیل ہے کہ زندگی کی جو شرطیں ہمیں معلوم ہیں ' اُن کے بغیر زندگی کا وجود ممکن نہیں - بلا شبہ ہماری زمین پر زندگی اِن شرطوں کے بغیر نا ممکن ہے - لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ دوسرے ستاروں کی طبیعت بھی بالکل ویسی ہی ہو جیسی ہماری زمین کی ہے ؟ یہ بھی ضروری نہیں کہ زندگی کا ظہور اُن ستاروں میں بھی ویسا ہی ہو ' جیسا اِس زمین میں ہے - بہت ممکن ہے اُن ستاروں میں زندگی کی شکلیں بالکل مختلف ہوں - اجسام کی ساخت جدا ہو ' اعضاء و عضلات دوسری وضع کے ہوں - زندگی کے لوازم مختلف ہوں - ستاروں کی کائنات پر ایک ہی اعتبار سے قیاس کرنا اور اُن پر یکساں حکم لگانا ' صحیح نہیں ہوسکتا -

اِس تفصیل سے واضح هو جاتا هے کہ هر قوم کے اخلاق و عادات ایسے هونے چاهئیں کہ آسانی سے بدل نہ سکیں - لیکن ساتهہ هی اُن میں اِتنی لچک بهی لازمی هے کہ بتدریج تبدیلی قبول کر سکیں - تاریخ کا قبرستان ایسی قوموں کی نعشوں سے لبریز هے جو یہ راز معلوم نہ کر سکیں اور اِسی وجہ سے هلاک هو گئیں -

(تدریجی انقلاب سے بہتر هے)

اجتماع کا یہ ناموس بهی همیشہ پیش نظر رهنا چاهئے کہ تدریجی ترقی کی راہ ' اچانک انقلاب سے بہتر اور محفوظ هوتی هے - لیکن کبهی کبهی ایسے حالات بهی پیدا هو جاتے هیں کہ انقلاب ضروری هو جاتا هے - اُس کی مثال یہ هے کہ بعض جسمانی امراض کا بہترین علاج یہی هوتا هے کہ فوراً سخت بخار چڑہ آئے - بخار کی شدت ' وہ امراض دور کر دیتی هے - قومیں بهی کبهی کبهی ایسے هی امراض میں مبتلا هو جاتی هیں ' اور اُن کا علاج یہی هوتا هے کہ فوراً انقلاب برپا کر دیا جائے - کیونکہ ایسی حالت میں اگر تدریجی اصلاح کا انتظار کیا جائے گا ' تو مرض امتداد زمانہ سے تمام قومی جسم پر جاری هو جائیگا ' اور پهر اُس کا علاج مشکل هو جائیگا - جهاں تک کسی ایسی قوم کی ترقی کا تعلق هے ' جو کسی دوسری غاصب قوم کے ماتحت آ گئی هو ' انقلاب کے بغیر چارہ نہیں - کیونکہ اس صورت میں کسی قدرتی حالت کی اصلاح و ترقی کا سوال در پیش نہیں هوتا ' بلکہ ایک غیر قدرتی اور ناجائز قبضہ و غصب کا خاتمہ مطلوب هوتا هے -

بهر حال ماهرین سیاست کا فرض هے کہ زمانے کی روح ' اُس کے پهیلنے سے پہلے هی معلوم کرلیں ' اور حکومت کی شکل میں ایسی تبدیلیاں کرتے رهیں جن پر عام رائے مطمئن هوسکے - ورنہ نتیجہ نہایت هی مهلک هوگا -

(نوجوان اور بوڑهے)

اِس سلسلہ میں یہ حقیقت بهی قابل ذکر هے کہ سن رسیدہ افراد نوجوانوں کے مقابلے میں اصلاح و تجدد کے کم حامی هوتے هیں - اِس میں اُن کا کوئی قصور نہیں هے کہ قابل ملامت هوں - علم وظائف اعضاء سے ثابت هوچکا هے کہ بوڑهے اجسام میں اعصاب کمزور پڑ جاتے هیں ' اسلیے عادات کی مقاومت کی قوت باقی نہیں رهتی - برخلاف اس کے نوجوانوں کے اعصاب مضبوط هوتے هیں اور اسلیے عادات کی مخالفت آسانی سے کرسکتے هیں -

(خیالات کا عروج و هبوط)

زمانے کی روح همیشہ موجود رهتی هے - هر زمانے میں بدلتی رهتی هے - تاریخ کے بڑے بڑے دور اس کے سوا کچهہ نہیں هیں کہ زمانے کی مختلف روحوں کے مظاهر هیں - جدید خیالات و افکار کی مثال بالکل ستاروں کی سی هے - وہ کبهی افق پر بلند هوتے هیں ' کبهی بالکل چهپ جاتے هیں - اسی طرح کبهی ایک قسم کے خیالات کو عروج هوتا هے ' کبهی دوسرے قسم کے خیالات کو - آج جو خیالات مقبول عام و خاص هیں ' بہت ممکن هے کہ کل مکروہ و متروک هو جائیں - صلیبی جنگوں کے زمانے میں جن افکار نے تمام یورپ میں هیجان ڈال دیا تهی ' آج دنیا اُن سے نفرت کرتی اور اُن پر حقارت سے مسکراتی هے -

زمانہ بہت سی قوتوں کو پراگندہ کرکے فنا کر ڈالتا هے ' اور بہت سی نئی قوتیں پیدا کردیتا هے جو کسی کے وهم و گمان میں بهی نہیں هوتیں - دنیا کی بہت سی پرانی آرزوئیں آج مٹ چکی هیں اور اُن کی جگہ بالکل نئی امنگوں نے لے لی هے -

(زمانہ کی روح)

زمانے کی روح کبهی ایک نقطہ و مرکز پر قائم نہیں رهتی - وہ بحر زخار کی موجوں کی طرح هر طرف پهیلتی اور ظاهر هوتی رهتی هے - وہ هوا کی طرح هر مقام پر پہنچتی اور دلوں اور دماغوں کو جنبش میں لاتی رهتی هے -

زمانے کی روح هی درحقیقت قوموں میں زندگی اور حرکت پیدا کرتی هے - زمانے کی روح ایک پر اسرار اُن دیکهی مخلوق هے - کوئی اُسے دیکهہ نہیں سکتا ' مگر وہ سب میں داخل هوتی اور اپنا عمل انجام دیتی رهتی هے !

زمانے کی روح خاص طور پر بڑی بڑی انسانی جماعتوں میں جنبش پیدا کردیتی هے - بڑے بڑے شہروں میں قوت سے ظاهر هوتی هے - قصبوں اور دیهاتوں میں اُس کا اثر کمزور هوا کرتا هے -

حکام و ارباب سیاست کا فرض هے کہ سب سے پہلے زمانے کی روح اور اُس کے مقتضیات معلوم کریں - اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلی کریں - ایسے نظام جاری کریں جو اِس روح کے مطابق هوں - ورنہ نتیجہ ' ناکامی و هلاکت کے سوا کچهہ نہ هوگا -

حکام وقت کا فرض هے کہ اپنے زمانے کی روح سے غفلت نہ برتیں - یہ روح کوئی خیالی بات نہیں هے ' بلکہ حقیقی وجود رکهتی هے - قوموں کے حکام اور رهنماؤں کی ذمہ داری بہت هی عظیم هوتی هے - اُن کا کام بالکل جہاز کے ناخدا کا سا هے ' جو ایک لمحہ کے لیے بهی هوا اور موسم کی طرف سے غافل نہیں هوسکتا - اُس کی نظریں جہاز کے جتہ جتہ پر هوتی هیں - کیونکہ ایک ننها سا سوراخ بهی پورے جہاز کی غرقابی کا باعث هو جا سکتا هے -

اِس تمام بحث کا خلاصہ یہ هے کہ زمانے اور حالات کی تبدیلی کے ساتهہ ساتهہ اجتماعی و سیاسی نظامات میں بهی تبدیلی لازمی هے - ایسا کرنے سے ترقی و سعادت کی راهیں کهلتی هیں - اور اِس کی مخالفت سے تباهی و بربادی نازل هوتی هے -

(مسلح انقلاب)

بغاوت یا مسلح انقلاب اُسی وقت جائز هوتا هے ' جب عام رائے اور قوم کی امیدوں کے موافق هو - ایسے انقلاب میں پوری قوم کے جذبات مشتعل هو جاتے هیں - انقلاب ــ کسی قسم کا بهی هو ــ بنیادی تبدیلی کا ثبوت هوتا هے -

اصلاح کے عمل میں حقوق کا دائرہ طبیعی طور پر وسیع هوتا هے - برخلاف اس کے انقلاب میں تبدیلی اچانک واقع هوتی هے - انقلاب درحقیقت ' اجتماعی انتقام هے - ایک غیر طبیعی حرکت هے - خونریزی اور مصائب و آلام اُس سے پیدا هوتے هیں -

انقلاب ' ایک مصیبت هے - ملک پر یہ مصیبت اُسی وقت نازل هوتی هے جب ضرورت کے مطابق ' اصلاح موجود نہیں هوتی - فساد اجتماعی جسم میں پهیل جاتا هے ' اور قومی مزاج بالکل بگاڑ ڈالتا هے - اصلاح کی تاخیر کا ایک سبب یہ بهی هوتا هے کہ اُس کی راہ میں کوئی رکاوٹ پڑ جاتی هے - وہ اپنی طبیعی حد کو پہنچنے نہیں پاتی - نتیجہ یہ هوتا هے کہ دبی هوئی اجتماعی روح اچانک اُبل پڑتی هے ' اور تمام موانع کو قوت کے ساتهہ اُٹها پهینکتی هے - پس انقلاب ' کوئی اجتماعی قانون نہیں هے - هاں اُسے اجتماعی حادثہ کہہ سکتے هیں -

مسیحیت اور بت پرستی

آٹھویں اور نویں صدي میں مسیحیت کو خیالات کي ایک بڑي خانه جنگي کا سامنا کرنا پڑا تھا - اِس خانه جنگي کي وجه ' بت پرستي تھي - بیزنطیني شہنشاھیت میں یه نزاع آخري حد تک پہنچ گئي تھي - ·

ابتدائي عہد کے عیسائي بتوں ' تصویروں ' اور نقش و نگار کي تعظیم و عبادت سے نفرت رکھتے تھے - کیونکه یه بت پرستي تھي - وہ یہودیت سے نکلے تھے ' اور یہودیت خدا کا تجسم نا جائز قرار دیتي ھے - انھیں یورپ میں یونانیوں سے مقابله کرنا پڑا تھا ' یوناني بت پرستي کے سب سے بڑے شائق تھے - اس لیے قدرتي طور پر وہ اپنے حریفوں سے اپنے آپ کو علحدہ رکھنا چاھتے تھے -

اُس زمانے میں مسیحي دعاۃ اِن بت پرستوں پر ھنستے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ یه لوگ خود اپني بنائي ھوئي چیزوں کو سجدہ کرتے ھیں - لیکن بت پرستي سے یه بیزاري تثلیث اور تجسم کو روک نه سکي - بلکه اس کے بحث و جدال ھي نے در حقیقت بت پرستي اور تصویر پرستي مسیحي کنیسا میں پیدا کردي !

(بت پرستي کي ابتدا)

یه چیز مسیحیت میں سب سے پہلے جن نو مذھب عیسائیوں کے ذریعه آئي تھي ' وہ بھي حضرت مسیح کے بت یا تصویر کي پرستش نہیں کرتے تھے - لیکن چونکه بت پرستي سے نئے نئے مسیحیت میں آئے تھے ' اس لیے اُنھوں نے حضرت مسیح کي تصویروں کي تعظیم و تکریم شروع کردي - ٹھیک اُسی طرح ' جس طرح ارسطو اور فیساغورس وغیرہ کي تصویروں کي یوناني عزت کیا کرتے تھے - اِن کے نئے نئے ایمان کے خیال سے مسیحي علماء نے تساھل برتا ' اور یه خیال کرکے که یه لوگ اِن چیزوں کي عبادت نہیں کرتے بلکه صرف تعظیم کرتے ھیں ' ان پر کوئي تشدد نہیں کیا - اس طرح یه تعظیم بغیر کسي روک کے جاري ھوگئي -

بتدریج اِس تعظیم نے عبادت کي صورت اختیار کرلي - یہانتک که تیسري صدي میں قسطنطین نے مسیحي کلیسے میں با ضابطه طور پر یه نئي مسیحي عبادت داخل کردي - مسیحي علماء نے اُس وقت بھي کوئي مخالفت نہیں کي - اُنھوں نے خیال کیا ' بت پرستي کي اب جڑیں تک اُکھڑ چکي ھیں ' اُس کے از سر نو احیا کا کوئي اندیشه نہیں ھے -

چنانچه نئي پرستش کا آغاز ھوگیا - سب سے پہلے صلیب اور مقدس آثار کي تعظیم سے شروع ھوئي - پھر شہیدوں اور ولیوں کي قبروں کي تعظیم و تکریم شروع ھوگئي - پھر اُن سے منتیں مرادیں مانگي جانے لگیں - بالاخر ان کي مورتیں ظاھر ھوئیں - لوگوں نے خیال کیا ' اگر صلیب اور مقدس آثار و قبور میں بزرگي ھے ' تو کوئي وجه نہیں که مورتوں میں اور بھي زیادہ بزرگي اور برکت نه ھو ؟ بادشاھوں اور بڑے آدمیوں کے بت بنائے جاتے ھیں ' کیوں نه خدا کے برگزیدہ بندوں کے بھي بت بنائے جائیں ' اور ان سے برکت و سعادت حاصل کي جائے ' حالانکه وہ بادشاھوں سے کہیں زیادہ اجلال و تکریم کے مستحق ھیں ؟

اِس طرح بتدریج بت پرستي مسیحي کنیسے میں داخل ھوگئي - شروع شروع میں کنیسا کي دیواروں پر تصویریں اور مورتیں اس غرض سے آویزاں کي گئي تھیں که " ان کے معائنه سے عبرت و موعظت حاصل ھوگي " لیکن آگے چلکر ان کي حیثیت ایک نا گزیر دیني شعار اور رباني عبادت کي ھوگئي - مخلص عیسائي بتوں اور تصویروں کے لیے اُسي طرح نماز پڑھنے لگے ' جس طرح وہ خدا کے لیے نماز پڑھتے تھے !

اِس بدعت کے ساتھہ اور بھي کئي مشرکانه رسمیں مسیحي کنیسا میں داخل ھوگئیں - چنانچه چراغاں ' بخور ' رکوع و سجود ' وغیرہ رسمیں ' سب بت پرستوں ھي سے لي گئي ھیں -

سچے عیسائیوں نے جب یه حالت دیکھي تو اعتراض کیا - مگر اُن کي کوئي شنوائي نہیں ھوئي - اِن مقدس تصویروں اور مورتوں کے ھزاروں معجزے مشہور ھو چکے تھے - لوگ اُن سے دست بردار ھونے کے لیے طیار نه تھے -

شروع شروع میں روح القدس کي تصویریں بہت مبہم اور مضطرب بنائي جاتي تھیں - لیکن حضرت مسیح اور مریم (علیہما السلام) اور فرشتوں کي تصویریں بالکل صاف اور خالص انساني قالب میں ھوا کرتي تھیں -

(چھٹي صدي مسیحي)

ابھي چھٹي صدي ختم نہیں ھوئي تھي ' که یه مشرکانه عبادت کنیسا کي ایک شرعي عبادت بن چکي تھي - تمام کنیسے تصویروں اور بتوں سے آراسته تھے ' حتی که خود ویٹیکان (محل اعظم پوپ) بھي اُن سے لبریز ھو چکا تھا - اب یه حالت تھي که مسیحي مؤمنین تصویروں اور بتوں کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے - انھیں عبادت و برکت کے لیے ضروري سمجھنے لگے تھے - وہ تقوی و بزرگي کے نشان خیال کیے جاتے تھے -

آٹھویں صدي کے اوائل میں تصویر پرستي اور بت پرستي ' مسیحي عبادت خانوں میں پورے عروج تک پہنچ چکي تھي - اِسي زمانے میں بعض یوناني علماء ظاھر ھوئے ' اور اِسے کنیسا کي بت پرستي قرار دیا - اِن لوگوں نے کہا " مشرک قومیں بھي اپنے بتوں کو خدا نہیں کہتي تھیں ' بلکه بعینه وھي معاني اُن کے پیش نظر تھے ' جو اِن تصویروں اور مورتوں کے بارے میں تمہارے پیش نظر ھیں - لیکن اِس پر بھي خدا کي شریعت نے اُنھیں مشرک قرار دیا - تم میں اور اُن میں کوئي فرق نہیں - صرف الفاظ اور اسماء کا اختلاف ھے " -

(اسلام کا ظہور)

صدیوں کي غفلت کے بعد مسیحي علماء میں یه بیداري صرف اِس وجه سے پیدا ھوئي تھي که دین اِسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر اب مصر ' شام ' فلسطین پر چھا گیا تھا اور خود بیزنطیني کنیسے کے مرکز پر اُسکي تیز نظریں پڑ رھي تھیں - اسلام کي تعلیمات اِس بارے میں معلوم و مشہور ھیں - ابتدائي تصادم کے زمانے ھي میں مسیحیوں کو معلوم ھوگیا تھا که مسلمان اُنھیں بت پرست اور مشرک کہتے ھیں - اُنھوں نے اسلامي مسجدیں بھي دیکھي تھیں جو ھر قسم کي تصویروں اور مورتوں سے خالي تھیں -

مسیحیوں کي ایک جماعت اسلامي اثرات سے متأثر ھوگئي اور توراۃ کي تعلیم کي طرف از سر نو دعوت دینے لگي جو تصویر پرستي اور بت پرستي کي تمام شکلوں کو حرام قرار دیتي ھے -

دوسرے گروه کا بیان بڑي حد تک مقبول هے - وه کهتا هے هماري زمین کیا هے ؟ اِس لا متناهي فضا میں بهنے والے لکهوکها کروں میں سے ایک چهوٹا سا کره هے - زمین کو ظاهري اعتبار سے دوسرے کروں پر کوئي امتیاز حاصل نهیں - نه تو اُس کا حجم هي سب سے بڑا هے ، نه عمر هي سب سے زیاده هے - پهر کیا وجه هے که اُس میں زندگي موجود هو ، اور باقي تمام کرے ، جو اُس سے کهیں زیاده بڑے اور قدیم هیں ، زندگي سے بالکل خالي سمجهے جائیں ؟

هم مشاهده کرتے هیں که یه تمام ستارے بهي ویسے هي ایک دقیق نظام سے وابسته هیں ، جیسا نظام هماري زمین کو اپنے دامن میں لیے هوئے هے - وه بهي نهایت انتظام کے ساتهه اپنے افلاک میں گردش کرتے هیں - اُن کي رفتار میں بهي ادنی سے ادنی خلل یا بد نظمي کبهي پیدا نهیں هوتي - پهر کیسے تصور کیا جا سکتا هے که یه ستارے جن پر قدرت اپني اِس قدر توجه صرف کر رهي هے ، بغیر کسي زندگي کے موجود هوں ، اور اِس کے سوا کوئي غرض و غایت نه رکهتے هوں که هماري دلچسپي اور نظر فریبي کا سامان مهیا کریں ؟ اِس میں قدرت کي کیا حکمت هو سکتي هے که یه ننها سا ذره ، یعني زمین ، تو آباد هو ، اور باقي تمام عظیم الشان عوالم چٹیل میدان سے بهي بدتر هوں ؟ حالانکه وه بهي زمین هي کي طرح ایک پورے حکیمانه نظام کے ماتحت قائم هیں -

بے شمار علمي قرائن اِس نظریے کي تائید کر رهے هیں که همارے تمام نظام شمسي کے کواکب کي اصلیت ایک هي هے - اور وه سدیم هے - اِن سب کي تکوین ، سدیم هي کے ماده سے هوئي هے - وه بتدریج سدیمي کره سے جدا هو کر مستقل وجود بنے هیں - اِسي طرح تمام کیمیاوي و فلکي دلائل کا رجحان بهي اِسي نظریے کي طرف هے که نه صرف خاندان شمسي بلکه جمله عوالم فلکي ، اِسي سدیم سے بنے هیں - زمین اور جمله ستاروں کا خمیر ایک هي هے - سب ایک هي مادے کي مختلف شکلیں هیں - سب کا ماده کیمیاوي ذروں سے مرکب هے - ان میں هر ذره اپنے اندر دو کهربائي لهریں ایجابي اور سلبي رکهتا هے -

پس جب جمله کائنات اور هماري زمین ، ایک هي اصل رکهتي هیں ، تو کوئي وجه نهیں که صرف ایک همارے کرے هي میں زندگي هو اور باقي تمام کرے ، مرده اور بے جان فرض کر لیے جائیں - اگر یه تسلیم بهي کرلیا جائے که زمین کے سوا کسي دوسرے ستارے میں زندگي نهیں هے ، تو یه سوال قابل غور هے که بقول علماء فلک کے سورج اپني حرارت برابر کهو رها هے ، اور کروڑوں برس کے بعد ایک وقت آجائیگا جب وه بالکل بے نور اور بے حرارت هوکر ره جائیگا - اُس وقت زمین یقیناً زندگي سے محروم هو جائیگي - ایسي حالت میں یه کروڑوں ستارے کیا هونگے ؟ کیا یه بهي همارے نظام شمسي کے ساتهه تباه هو جائینگے ؟ حالانکه معلوم هے که گنتي کے چند کواکب کے سوا ، باقي تمام ستارے همارے نظام شمسي سے باهر هیں اور همارے آفتاب کي موت و حیات کا اُن پر کوئي اثر نهیں پڑ سکتا - اگر یه تباه نهیں هونگے ، تو اِن کے وجود سے فائده کیا هے جب که وه بالکل اُجاڑ ، سنسان ، اور بے جان هیں ؟

تمام عقلي و نقلي علوم اور دیني روایات بهي ثابت کر رهي هیں که جمله کائنات ، ایک هي اصل سے ظاهر هوئي هیں اور ایک هي قسم کے طبیعي ناموس کے ماتحت برقرار هیں - اگر یه صحیح هے تو زمین کو کوئي خاص امتیاز حاصل نهیں هے که صرف اُسي پر زندگي هو اور باقي تمام عوالم بے نور اور زندگي سے محروم هوں - زمین پر زندگي کے جو لوازم هیں ، ضروري نهیں که دوسرے ستاروں میں بهي لوازم هوں - ناموس انتخاب طبیعي بتاتا هے که زنده کائنات اپنے ماحول اور زمان و مکان کے اختلاف سے مختلف صورتیں اختیار کرلیتي هیں - اُن کي شکل بهي بدل جاتي هے - مزاج بهي مختلف هو جاتا هے - پہلے یقین کیا جاتا تها که سنٹي گریڈ کے سو درجه حرارت میں کوئي ذي روح زنده نهیں ره سکتا - لیکن اب معلوم هوا هے که بعض جراثیم کهولتے هوئے پاني میں بهي زنده رهجاتے هیں - اِسي طرح بعض جراثیم برف میں بهي مدتوں نهیں مرتے - اگر یه صحیح هے تو یه باور کرنے کي کوئي وجه نهیں که دوسرے ستاروں کے جاندار بهي اُس ماحول میں زنده نهیں ره سکتے ، جو ماحول هماري زندگي کے منافي هے -

ممکن هے ستاروں میں زندگي کا قوام هماري زمین کي زندگي کے قوام سے مختلف هو - مثلاً آکسیجن همارے لیے ضروري هے ، مگر دوسرے ستاروں کي مخلوقات کے لیے ضروري نه هو - ظاهر هے که ستاروں کے جاندار هم سے مختلف هونگے ، کیونکه اُن کا ماحول هم سے بالکل مختلف هے - همارے اُن کے درمیان مابه الاشتراک صرف روح هي هو سکتي هے - اور معلوم هے که روح نه تو کوئي شکل رکهتي هے ، نه مادے کے تابع هے - خود اپني اِسي زمین پر هم دیکهتے هیں که لاکهوں مخلوقات اپني جسماني ترکیب اور ضروریات زندگي میں ایک دوسرے سے پورا اختلاف رکهتي هیں - تاهم سب زنده هیں ، اور سب میں ایک هي روح کار فرما هے - جب خود زمین پر مخلوقات کا اختلاف اِس درجه زیاده هے ، تو ظاهر هے ، دوسرے ستاروں کي مخلوق هم سے کیوں مختلف نه هو ؟

چونکه هماري زمین ، سب سے زیاده قدیم نهیں هے ، اس لیے ممکن هے ، دوسرے ستاروں میں زندگي زیاده قدیم اور بهت ترقي یافته هو - بهت ممکن هے که بعض ستاروں کي مخلوق اِس درجه ترقي کرگئي هو که هم سے بهت زیاده علم و حکمت رکهتي هو - هم سے بهت زیاده اسرار وجود سے واقف هو - هم سے کهیں زیاده اُس کي ایجادیں محیر العقول هوں - ممکن هے اُس کے پاس ایسے ذرایع موجود هوں که قریب کے دوسرے ستاروں تک بهي پهنچ سکتے هوں اور روح و ماده کے راز معلوم کرچکي هوں - ممکن هے اُن کے جسم همارے هي جیسے هوں - ممکن هے هم سے بالکل مختلف هوں - بهت ممکن هے وه هم سے زیاده حواس رکهتے هوں -

یه هے خلاصه دوسرے گروه کے خیالات کا - اور پہلے گروه کے خیالات سے زیاده معقول معلوم هوتا هے -

اطلاع

اکثر حضرات الهلال کے ابتدائي نمبروں کا شوق ظاهر کرتے هیں ، اور خریدار هوتے هوئے لکهتے هیں که تمام پچهلے پرچے بهیج دئے جائیں - لیکن افسوس هے که ابتدائي نمبر اب دفتر میں موجود نهیں هیں اور اسلیے دفتر تعمیل سے مجبور هے -

منیجر

ترکی حکومت

اور اُس کے اجتماعي و سياسي تغيرات

شروع سے ابتک

(۱)

دور اول

سنه ۶۹۹ ھ (۱۳۰۰ ع) سے سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) تک

آل عثمان کي سلطنت اُس زمانه میں ظاهر هوئي ' جب صليبي جنگوں کي خونريزي سے مشرق قريب کي سر زمين سرخ هو رهي تهي اور مسيحي تعصبات سے وقت کا مطلع غبار آلود تها - اس وقت کي آب و هوا کا يه قدرتي اثر تها که سلطان عثمان اور اُن کي اولو العزم اولاد میں ديني جهاد کا جذبه پيدا هوا ' اور وہ مسيحي ممالک کي فتوحات پر کمر بسته هوگئے - يه يورپ کے صليبي حمله کا قدرتي رد فعل تها -

اُس وقت ايشياے کوچک کے اطراف و جوانب بروسه ' ازميد ' ازنيق ' طرابزوں میں بيزنطيني سلطنت (قسطنطنيه) کے باج گزار امراء حکمران تهے - آل عثمان نے اپنے جهاد اور ملک گيري کا آغاز انهی سے کيا ' اور يکے بعد ديگرے مطيع يا مغلوب کرتے گئے - اِن سے فارغ هوکر در دانيال کے آگے بڑهے ' اور بلغاريا ' سرويا ' اور بيزنطيني سلطنت کو زير وزبر کرنے کے بعد مسيحيت کي راج دهاني " روم " کو گهورنے لگے - يه صليبي لڑائيوں کے جوابي حمله هي کا جذبه تها ' جس نے سلاطين آل عثمان کو يک قلم يورپ کي طرف متوجه کر ديا تها ' اور ايشيا سے بڑي حد تک غافل رهے تهے - صرف سلطان سليم ياوز (خونريز) نے ايشيا کي طرف توجه کي ' مگر اِس کي ايشيائی فتوحات میں ايک اور هي جذبه کار فرما تها - وہ عرش خلافت پر جلوہ گر هونے کا متمني تها ' جس میں اُسے پوري طرح کاميابي هوگئي -

يورپ صليبي جنگوں سے بالکل خسته هو چکا تها - مسلسل شکستوں نے اُس کي شجاعت و همت پر کاري ضربيں لگادي تهيں - فرقه وارانه حسد و منافست نے اُس کے تمام قوی معطل کر ديے تهے - اِن حالات کا لازمي نتيجه تها که دول يورپ نے ترکي سيلاب کے مقابله کا کوئي خيال نهيں کيا ' اور قسطنطنيه اور مشرقي يورپ کي مسيحي رياستوں اور قوموں کو مغلوب هوجانے ديا - ليکن جب ترکوں نے بلقان سے بهي قدم آگے بڑهايا ' اور هنگري پر ترکتازياں شروع کرديں ' تو يورپ کي آنکهيں کهليں - مذهب کے نام پر متحده محاذ قائم کيے گئے ' اور ترکوں کے روکنے کي کوشش شروع هوئي - مگر کاميابي حاصل نه کرسکے -

يهانتک که سلطان سليمان قانوني کي وفات کے بعد خود ترکوں میں کمزوري پيدا هوگئي - سلطان مراد ثالث کے عهد میں يه کمزوري ظاهر هوئي ' سلطان احمد اول کے زمانه میں اس نے ترقي پائي ' اور سلطان محمد رابع کے دور میں بلوغ و کمال تک پهنچ گئي - ترک جس قدر کمزور هوتے گئے ' يورپ کا مسيحي اتحاد بهي اُسي قدر ٹوٹتا گيا - يهانتک که صرف روس اور آسٹريا ترکوں کے مقابله میں رہ گئے ' اور اُنهیں يورپ سے نکالنے کي کوشش کرتے رهے -

اِس طرح ترکي شهنشاهيت نے اپني عمر کا اکثر حصه پے در پے جنگوں میں گزار ديا - ابتدائي جنگيں حمله آورانه تهيں ' بعد میں مدافعانه هوگئيں - ليکن اس تمام مدت میں ترکي سلطنت ايک مذهبي سلطنت رهي - اس کا تمام داخلي نظام شريعت کے احکام پر مبني تها - علماء و فقهاء کو غير معمولي اقتدار حاصل تها - مفتيوں کے فتوے عزل و نصب اور نظم و نسق کے ليے جاري هوتے رهتے - چونکه عثماني حکومت کي نشو و نما هي اُس وقت هوئي تهي ' جب که اسلام کے ديني علم و عمل کي روح پژمردہ هونا شروع هوگئي تهي ' اور ديني نظر و بصيرت اور اجتهاد فکر کي جگه تقليد و جمود کي بنياديں قائم هوچکي تهيں ' اس ليے مذهبي احکام و نظام کي کوئي بهتر روح پيدا نه هوسکي - جن علماء کے هاتهه میں نظم و نسق کے احکام تهے ' ان کا علم تمام تر فقه حنفي کي چند متداول متون و شروح تک جو متاخرين کي ترتيب دي هوئي تهيں ' محدود تها ' ان سے باهر نه تو کوئي نظر رکهتے تهے ' اور نه ايسي فضاء تهي که بلند نظري پيدا هو سکتي -

اس صورت حال کا لازمي نتيجه يه نکلا که اسلام کي پچهلي حکومتوں کي طرح ' عثماني حکومت میں نظم و اداره کي کوئي موافق روح پيدا نه هو سکي - دائرۂ حکومت تمام براعظم يورپ اور مشرق میں پهيل گيا تها - مختلف مذاهب ' مختلف نسليں ' مختلف تمدن ' اور مختلف جماعتي مزاج رقبۂ حکومت میں جمع هوگئے تهے ' حکومت کے ليے انکے مختلف عناصر پر کامياب حکومت قائم رکهني آسان نه تها - ترک هميشه سے ايک جنگي قوم تهے - اب ان کے زير نگيں يورپ اور مشرق کي تمام متمدن آبادياں آگئي تهيں - ضرورت تهي که انتظام حکومت کي ايک طاقتور روح پيدا کي جاتي - يه روح ضرور پيدا هوتي ' اگر علوم دينيه کي حقيقي روح باقي رهتي ' اور تقليد و تنگ نظري نے فقهاء کے دماغ عقيم نه کر ديے هوتے - ليکن افسوس که حالت دوسري تهي - نتيجه يه نکلا که روز بروز حکومت کا انتظامي مزاج مختل هونے لگا - حتی که يورپ کے مورخين کو يه کهنے کا موقع مل گيا که " اسلام کے احکام کي روح هي حاکمانه انتظام (اڈمنسٹريشن) کے خلاف هے " حالانکه اسلام کي روح مخالف نهيں هے - مسلمانوں کا دماغي تنزل مخالف هے -

(دور اصلاح)

سنه ۱۲۲۳ ھ (۱۸۰۸ ع) سے سنه ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷۶ ع) تک

اِدهر ترکي مدافعانه جنگوں میں مصروف تهي ' روس اور آسٹريا کے حملوں کا مقابله کر رهي تهي - اُدهر يورپ میں ايک نئي تهذيب پهيل رهي تهي ' جديد تمدن زندگي اور ترقي کے نئے نئے دروازے کهول رها تها ' اور اقوام يورپ تيزي سے آگے بڑھ رهي تهيں - ايک طرف کامل وقفه تها ' دوسري طرف پوري حرکت و سرعت تهي - نتيجه يه نکلا که يورپ بهت آگے بڑھ گيا ' اور ترکي جهاں تهي ' رهيں کي رهيں رہ گئي ' بلکه مسلسل دفاعي جنگوں نے اُسکي چوليں هلا ڈاليں -

---

اِس کے بعد پهر بت پرستي کے خلاف کوئي با ضابطه مسيحي دعوت پيدا نهيں هوئي - يهانتک که صليبي لڑائيوں کے بعد اسلامي توحيد کي تعليم يورپ کے قلب تک پهنچي ' اور مشهور مسيحي مصلح لوتهر کا ظهور هوا -

(لیون کي اصلاح)

سي زمانے میں لیون سوم قسطنطنیه کے تخت پر بیٹھا تھا - اِس شہنشاہ نے اِشرر کے پہاڑوں میں نشو و نما پائي تھي - هر قسم کي تعلیم و تربیت سے محروم تھا - تاهم عقل سلیم رکھتا تھا - یہودیوں اور عربوں کي صحبت میں بیٹھه چکا تھا ' اور اُن کے اثر سے تصویروں اور بتوں کي تعظیم و عبادت سے متنفر تھا -

یه تخت نشین هوا ؛ از رعایت تدبر سے اپنے ارادے مخفي رکھے - یہانتک که جب پوري طرح اقتدار حاصل هو گیا تو دیني اصلاح کي طرف قدم اٹھایا - اِس نے پہلا کام یه کیا که علماء کي ایک مجلس منعقد کي اور یه فتوی صادر کرایا که کنیسوں اور مقدس هیکلوں سے تصویریں اور مورتیں هٹا کر کسي ایسي بلند جگه منتقل کردي جائیں جہاں مشرکانه رسمیں انجام نه دي جا سکیں -

چند سال بعد اُس نے دوسرا قدم اٹھایا اور مورتیوں کي پرستش ' اُنکي تعظیم ' اور کنیسوں میں موجودگي ' سب ناجائز قرار دیدي - اُس نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه قسطنطنیه کے تمام کنیسوں کو تصویروں اور مورتوں سے خالي بهي کر دیا - چنانچه حضرت مسیح اور حضرت مریم بتول (علیہما السلام) کے تمام بت توڑ کر پھینک دیے گیے - اور تمام تصویریں محو کردي گئیں -

اُس کے بیٹے قسطنطین پنجم نے اِس بارے میں اور بهي زیادہ سختي برتي - سنه ۷۵۴ ع میں اُس نے ایک دیني مجلس منعقد کي - اِس میں ۳۳۸ پیشوا جمع هوئے - اِس لحاظ سے یه مجلس بہت هي بڑي مجلس تهي - مگر اس میں صرف بیزنطیني کنیسے هي کے علماء شریک هوئے تھے - روم ' اسکندریه ' بیت المقدس ' اور انطاکیه کے نمائندے شامل نہیں تھے - بادشاہ نے اِس مجلس کے سامنے تصویر پرستي کا مسئله پیش کیا - متفقه فیصله هوا که یه عبادت ' مسیحي تعلیمات کي رو سے قطعاً حرام هے - اور پرستش کي تصویریں ' مجسمے ' اور آثار مسیحي عبادت گاهوں سے خارج کردینے چاهئیں - اس مجلس نے صلیب کو بهي اپنے فتوے میں مستثنی نہیں کیا ' اُسے بهي تجسم کا رمز قرار دیکر ممنوع ٹھہرایا - مزید برآں خود فن مصوري کو بهي نا جائز بنایا - اس نے یه حکم بهي نافذ کیا که جو شخص صلیب بنائے ' یا مقدس تصویریں اور نقوش اتارے ' اُسے فوراً کنیسے سے خارج کردیا جائے ' اگرچه وہ خود علماء کي جماعت هي میں سے کیوں نه هو -

سنه ۷۶۶ ع میں اِس فیصله کو اور بهي زیادہ تشدد کے ساتھه جاري کیا گیا - صلیب رکھنا ' رلیوں کے لیے نماز پڑھنا ' تصویروں کي تعظیم کرنا ' یه سب باتیں جرم قرار پائیں ' اور مخالفوں کے لیے تازیانه کي سزا سے لیکر آنکھیں پھوڑنے ' زبان کاٹنے ' اور سولي پر چڑھانے تک کي سزائیں تجویز کي گئیں -

(بت پرستي کا دوسرا دور)

لیکن ملکۂ ایریني کے عہد میں پھر انقلاب هوا - یه ملکه بت پرستي کي حامي تهي ' کیونکه وہ نسلاً یوناني تهي اور عورت تهي - یه اِس حیثیت سے تخت نشین هوئي تهي که اپنے نا بالغ لڑکے قسطنطین ششم کي ولي اور سرپرست رهیگي - اِس نے برسر اقتدار آتے هي اتوني کنیسا (یعني بت پرستي کو حرام سمجھنے والے کنیسا) کے علماء کو ستانا شروع کردیا - ستمبر سنه ۷۸۷ع میں به مقام نیس ایک دیني مجلس منعقد کي - اِس میں ۸۶۷ پادري جمع هوئے تھے - پوپ کے نمائندے بهي شریک تھے - بالاتفاق یه فتوی صادر کیا گیا که مقدس تصویروں اور بتوں کي عبادت مسیحیت میں جائز هے - اتنا هي نہیں بلکه شرعاً مستحسن هے - دلیل میں اسلاف کي بہت سي جھوٹي روایتیں پیش کي گئي تھیں - مزید براں قسطنطنیه کي سابق دیني مجلس کي تکفیر بهي کي گئي تهي - اُس کے فیصله پر عمل کرنے والوں کو بهي کافر و مرتد قرار دیا گیا !

(دوسري اصلاح)

ایک مدت تک اِس نئے فیصله پر عمل هوتا رها - یہاں تک که تیو ریلس بیزنطینه کا بادشاہ هوا - یه بت پرستي کا دشمن تها - سنه ۸۳۳ ع میں اِس نے پهر علماء مسیحیت سے ایک نیا فتوی حاصل کیا اور بت پرستي حرام قرار پائي - اِس نے صرف تصویریں اور بت هي نہیں مٹائے ' بلکه کنیسوں میں مسیحي بزرگوں کے ناموں کے ساتھه " مقدس " کا لفظ بهي مٹا ڈالا - مصوروں اور بت سازوں کو شدید سزائیں دي گئیں - بہت سے خلاف ورزي کرنے والے پادریوں کي پیشانیاں آگ سے داغ دي گئیں - غرضکه اِس رسم کے خلاف سخت جہاد جاري هوگیا -

اُسي زمانے میں ایک مسیحي عالم جان (جسے عربوں نے یوحنا نحوي کے نام سے پکارا هے) مشرقي رومن سلطنت کے کنیسے کا بطریق اعظم مقرر هوا - یه شہنشاہ کا استاد تها اور بت پرستي کا سخت مخالف ' مگر اسکي طبیعت بہت کمزور تهي - اِس نے شاهي احکام کي تنفیذ میں تساهل کیا - نتیجه یه هوا که مخالفوں کے حوصلے بڑھگئے اور وہ علانیه احکام شاهي کي خلاف ورزي پر آمادہ هوگئے * شہنشاہ نے یه حالت دیکھي تو سخت برهم هوا - پہلے سے بهي زیادہ تشدد پر اُتر آیا اور مقدس تصویروں اور بتوں کے معتقدین کو سخت سزائیں دینے لگا -

(بت پرستي کا تیسرا دور)

شہنشاہ کے انتقال پر اُس کي ملکه تخت نشین هوئي - یه اپنے شوهر کے خلاف عقیدہ رکھتي تهي - اس نے بت پرستي پهر رائج کرني چاهي مگر اُس کي راہ میں سب سے بڑي روک یہي یوحنا نحوي تها - یه شخص دونوں جماعتوں کي نظر میں مکروہ تها - بت پرستي کے مخالف ' اسے بزدل اور منافق سمجھتے تھے - حامي دشمن خیال کرتے تھے - اِس سے بهي بڑھ کر یه که یه طبیعي علوم اور فلسفه کا عالم تها - یه چیز اُس زمانے میں تمام دیندار مسیحیوں کي نظر میں کفر و الحاد تهي - اِس صورت حال نے یوحنا کو بالکل بے یار و مددگار کر دیا - چنانچه اُسے معزول کرنے کي کوششیں شروع هوئیں - اُس پر یه تہمت لگائي گئي که جادوگر هے - یه تہمت اُس کي معزولي کے لیے کافي تهي - چنانچه اُسے ذلت کے ساتھه نکالا گیا اور ایک گم نام خانقاہ میں جلا وطن کر دیا گیا - مگر مخالفوں کو اِس سے سیري نہیں هوئي - تھوڑے هي دنوں کے بعد اُس پر یه الزام لگایا گیا که اُس نے ایک ولي کي تصویر کي آنکھیں پھوڑ ڈالي هیں - اِس الزام پر اُسے سخت سزا ملي اور توراۃ کے قانون " دانت کے بدلے دانت اور آنکھه کے بدلے آنکھه " کے بموجب اُس کي آنکھیں پھوڑ ڈالي گئیں !

اب ملکه کے لیے میدان صاف تها - اُس نے سنه ۸۴۲ع میں ایک اور دیني مجلس قسطنطنیه میں منعقد کي اور از سر نو بت پرستي کا فتوی صادر کرادیا - تمام مخالف ' کافر قرار دیے گئے ' اور بت پرستي مسیحیت کي بنیادي عبادت تسلیم کرلي گئي - ۱۹ فروري سنه ۸۴۲ ع میں کنیسۂ ایا صوفیا میں پهر تصویریں اور مورتیں واپس آگئیں - یوناني کنیسا اب تک یه دن ایک عظیم دیني تہوار کے طور پر مناتا هے -

مشرق کی تاریخِ جدید کی تاریخی شخصیتیں

مصطفیٰ پاشا الفاضل

اور لائحہ اصلاحیہ

(۲)

میرے آقا! اہلِ یورپ کہتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور انحطاط ہماری قومیت اور ہمارے دین کی وجہ سے ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ ہم فوجی زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کسی بات کے لئے موزوں ہی نہیں۔ حالانکہ اُن کا یہ خیال حقیقت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ ہماری امت دنیا کی دوسری امتوں سے کوئی مستثنےٰ صورت حال نہیں رکھتی۔ جس طرح دُنیا کی مختلف قومیں ابتدا میں جنگی قوت سے نمایاں ہوئیں تاکہ اپنی ہستی کے لئے استقلال پیدا کریں، اور پھر علوم و صنائع اور تمام اعمالِ مدنیہ کے لئے مستعد ہوگئیں؛ اُسی طرح ہم بھی اپنی جنگی شجاعت سے دُنیا میں نمایاں ہوئے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ترقی و سعادت کے تمام اعمال کی طرف قدم نہ بڑھائیں۔ قوم کی ابتدائی حرکت لڑائی میں ظاہر ہوئی ہو یا صنائع میں، مصدر دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے اور وہ حرکت کی استعداد ہے۔ جس میں یہ استعداد ہے، اس کی راہ کبھی رُک نہیں سکتی۔ خود یورپ کی مختلف قوموں کا اُٹھان ہماری ہی طرح جنگ و عسکریت سے ہوا ہے، اور اب وہ تمدن و صنائع کے میدان میں سب سے پیش پیش ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین پر بھی الزام، صحیح نہیں۔ اس دین کی طرح دُنیا کے تمام دینوں کی بھی تعلیم یہی ہے کہ جملہ کائنات، مشیّتِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ مسیحیوں کے عقیدے اس بارے میں ہمارے عقیدوں سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ وہ مذہب جبر پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اُنکے پولس رسول کی تعلیم ہے کہ انسان، پروردگار کے ہاتھ میں ایسا ہے، جیسے گندھی ہوئی مٹی کمہار کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اے میرے آقا! اُنھیں بھلائی اور بہتری حاصل کرنے سے کوئی چیز روک نہ سکی۔

حق کا اظہار ضروری ہے۔ ہمیں جس چیز نے اُن کی طرح عملی قوم ہونے سے روک دیا ہے، وہ ہمارا طرزِ حکومت ہے۔ جس حکومت میں یہ اندھیر رَوا ہو کہ ایک انسان دوسرے انسان کی محنت سے بغیر استحقاق کے نفع اُٹھائے، وہاں نہ عقل ترقی پاسکتی ہے، نہ خوشحالی، عام ہوسکتی ہے۔ جس ملک میں بھی ظلم پھیل جاتا ہے، مخلوق، عمل سے کنارہ کش ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اُسے اپنی محنت سے متمتع ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

فرانس کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ یہ خوبصورت ملک، جس طرح اعلیٰ حضرت بھی ہیں، ۱۷۸۹ء سے پہلے سخت غفلت و ہلاکت میں پڑا تھا۔ لائق سے لائق وزیر برسرِ حکومت آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں کہ صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو رواج دیں، ملک میں حرکت و زندگی پیدا کریں، مگر ناکام رہے۔ ملک نے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ اُس وقت حالت یہ تھی کہ ظلم و استبداد ہر طرف چھایا ہوا تھا۔ رعایا اپنی محنت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ کسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے فقر و فاقہ نے اُنھیں حیوانوں کی سی مخلوق بنادیا تھا۔ کوئی بھی محنت و مشقت کی طرف رغبت ظاہر نہیں کرتا تھا۔

لیکن صرف تیس برس کی مدت کے بعد اب فرانس، فرانس ہوگیا ہے۔ تمدن و تہذیب کا مرکز ہے علوم و صنائع سے مالامال ہے۔ میرے آقا! یہ حیرت انگیز تبدیلی، صرف نظامِ حکومت کی تبدیلی کا نتیجہ تھی۔ مستبد حکومت نے ملک کو ویران کرڈالا تھا۔ آزاد حکومت نے آتے ہی اُس میں رُوح پھونک دی۔ ایسی روح جس نے اُسے زندہ، جوان، طاقتور، اور خوشحال بنادیا۔ درحقیقت فرانس پر آزادی کا بہت ہی عظیم احسان ہے۔

میرے آقا! آزادی، قوموں کو زندہ کردیتی ہے۔ صرف معنوی زندگی ہی نہیں، مادّی زندگی بھی بخشتی ہے۔ جب انسان اپنے حقوق سے محروم ہوجاتا ہے، تو ناکارہ ہوجاتا ہے۔ اُس کے تمام جسمانی و معنوی قویٰ معطل ہوجاتے ہیں۔

میرے آقا! جب قوم کی وہ حالت ہوجائے، جو اوپر عرض کرچکا ہوں۔ زمانہ، اُس کے اخلاق پر دست درازی کرے، غفلت، آہستہ آہستہ اُس کی عقل پر حاوی ہوتی جائے، فقر و فاقہ اُس کا خون چوسنے لگے، اور سلطنت کے خزانے خالی ہوجائیں، تو ایسی حالت میں ہر محبِ وطن اور مخلص قوم کا فرض ہوجاتا ہے کہ صرف اصلاح کے مطالبہ ہی پر قانع نہ ہوجائے بلکہ عمل کا فوری قدم بھی اُٹھائے۔ اصلاح ایک بے معنی لفظ ہے اگر اُس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ کتنے قوانین کا ہم سے وعدہ کیا گیا؟ کتنے نظام شائع کئے گئے؟ مگر کبھی عمل ہمارے سامنے نہیں آیا۔ لہٰذا اب ہم پر فرض ہوگیا ہے کہ ایک قدم آگے بڑھیں اور یہ اہم معروضہ، عرشِ معظم کے روبرو انتہائی تعظیم و احترام کے ساتھ پیش کردیں۔

میرے آقا! آپ اِس سلطنت کا ہاتھ پکڑلیجئے اور اُس کا شباب تازہ کردیجئے۔ دستور (یعنی دستوری نظامِ حکومت) کا ہاتھ بڑھائیے اور اُسے اختلال و بدنظمی سے نکال لیجئے۔ امت کو ایسا دستور بخشئے جس کا جسم تندرست ہو، سینہ کشادہ ہو، نیت نیک ہو۔ پھر اُسے اپنی امان میں لے لیجئے، ایسا انتظام قائم کیجئے کہ وہ اخلاص سے جاری ہو، امانت سے اُس پر عمل کیا جائے، اور ہمیشہ کے لئے دست درازیوں سے محفوظ ہوجائے۔ ایسا دستور جس کے سامنے مسلم اور غیر مسلم، دونوں اپنے حقوق و واجبات میں برابر ہوں، تاکہ قومی اتحاد پیدا ہو۔ سب کو سلامتی اپنے سایہ میں لے لے، اور مغربیوں کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے کہ "غالب اور مغلوب میں اتحاد، محال ہے"

آہ میرے آقا! میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے اہلِ حل و عقد میں منافق اور جاہل، لفظ دستور تک سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اعلیٰ حضرت سے کہتے ہیں کہ دستور بادشاہ کو ایک بے جان کٹھ پتلی بنادیتا ہے۔ اُس کا اختیار چھین لیتا ہے۔ اُس کی عظمت سلب کرلیتا ہے۔ دوسری طرف قوم سے کہتے ہیں: دستور تمھیں تمھاری عزیز ترین خصوصیتوں: دین، لباس، رسم و رواج سب سے محروم کردے گا۔ لیکن یہ لوگ یا تو دغاباز ہیں، یا جہالت نے اُن کی عقل پر پردے ڈال دئے ہیں۔

میرے آقا! ان لوگوں کے مشورے پر کان نہ دھرئیے۔ اے میری اُمت! ان کی گمراہی کی پروا نہ کر۔ دستور صرف خود غرضی کو روکتا ہے۔ بادشاہ کی صرف اتنی ہی آزادی سلب کرتا ہے کہ وہ رعیت کے معاملہ میں غلطی نہ کرے۔ اُتنا ہی اختیار چھینتا ہے، جتنے غیر معتدل اختیارات شر پیدا کرتے ہیں۔ وہ قوم پر کوئی ایسا حکم نہیں لگاتا جو اُس کی عزت کے منافی یا اُس کی سعادت کے منافی ہو۔ وہ دین کی حفاظت کرتا ہے۔ سلطنت کا نگہبان ہوتا ہے۔ حقوق کی ضمانت کرتا ہے۔ دلوں میں اطمینان اُتارتا ہے۔ ہر انسان کو آزاد اور شریف بنا دیتا ہے!

دستور ہمارے لئے یہ موقعہ بہم پہونچائے گا کہ تمام سلطنتوں سے اپنے تعلقات اور زیادہ بہتر بنادیں۔ یہاں، اس ملک میں، دیار یورپ میں، کون نہیں جانتا کہ ہمارے معاملات میں سفراء دول کی مداخلت نے کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ یہ لوگ برابر اصلاح، اصلاح چلاتے ہیں مگر سب کو معلوم ہے کہ اس مطالبہ سے اُن کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم پر ترجیح دینا ہے، یا اس سے اُن کی غرض بعض افراد کی خدمت ہے یہ اور بھی زیادہ بُرا اور نقصان دہ ہے۔ لیکن دستور، ہماری حکومت ایسی مستحکم بنیادوں پر قائم کردے گا کہ کسی اجنبی کو مداخلت کی جرأت باقی نہ رہے گی۔ تمام رعایا اپنی حکومت کے ظلِ حمایت میں ہوگی سب کو عدل و انصاف کے سایہ میں یکساں امن ملے گا۔ دستور کے سامنے سب آدمی برابر برابر ہوجائیں گے۔

میرے آقا! وقت آگیا ہے کہ اسلاف کی سلطنت کو آپ بچالیں۔ اس کی راہ میں ہمارے خون اور ہمارے آباؤ اجداد کی قربانیاں عظیم تھیں۔ اس کا ماضی، شاندار تھا، اُس کا حاضر، حسرتناک ہے۔ آہ! یہ حاضر خود اعلیٰ حضرت کے رحیم قلب کے لئے کیسا کس درجہ تکلیف دہ ہے؟ ہمارے گرد ہر چیز ہمیں ہمکا رہی ہے ہمارے ہاتھ کی ہر چیز گرتی اور ٹوٹتی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی دُوربین نظریں یہ سارے خطرے دیکھ رہی ہیں۔ معاملہ، سنجیدہ اور واقعی ہے۔ خیال تو کیجئے کی اسمیں گنجائش نہیں آپکے پاس اتنی فوج موجود ہے کہ اجنبی ایندھن سے بھڑکنے والی ہر بغاوت کی آگ، بجھادے سکتی ہے۔ لیکن اس فوج کے پاس نہ تو کھانا ہے کہ مفتوحہ کا پیٹ پال سکے، نہ حکمت ہے کہ مغلوبوں کے دلوں میں اُتار سکے، اور نہ ہی امان ہے کہ خوف زدوں کو اپنے دائرہ حفاظت میں لے لے اور ظالموں کا ظلم روک سکے۔ آپ طاعون کو اپنے ملک میں نئے نئے امتیازات دے کر فیصلہ کا دن دور کرسکتے ہیں، لیکن آپ کی اس بخشش میں ہمارا کیا ہے؟ بہت ممکن ہے فیصلہ کے ہولناک دن میں ہم اسی بخشش کی بدولت اور بھی زیادہ کمزور، بےکس، اور فقیر ثابت ہوں۔

میرے آقا! ہر سال جو گزرتا ہے، ہمارے بیرونی مددگاروں کی تعداد کم کرتا اور ہماری داخلی زندگی کا ایک چراغ بجھا دیتا ہے۔ یہ انگلستان ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب وہ ہماری امداد کا ویسا خواہشمند نہیں ہے جیسا بارہ برس پہلے تھا۔ یہ آسٹریا، جرمنی سے شکست کھانے کے بعد مغربی ہونے سے زیادہ مشرقی سلطنت بن گیا ہے۔ اب وہ سلاوی قوموں سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے جو ہماری سرزمین میں مقیم ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اندیشہ کی بات یہ ہے کہ یورپ کی عام رائے ہمارے برخلاف ہوگئی ہے۔ ۱۸۵۳ء میں وہ ہماری طرفدار تھی، مگر وہ بھی ہم سے منہ پھیر

سلطان محمود ثاني تک ترک اپني عظمت و سرگراني کي وجه سے علم و فن کي هر نئي بات کو نفرت کي نظر سے دیکھتے تھے - صرف توپ خانه اور طباعت کی چند اصلاحات منظور کي گئي تھیں - باقي تمام علمي و صناعي انکشافات سے غفلت و اعراض تھا - مشہور ترکي مورخ جودت پاشا نے اپني تاریخ میں ترکوں کا ذهني جمود دکھایا ھے - وہ لکھتا ھے کہ " رسمي احمد آفندي نے سلطان مصطفی ثالث کے زمانه میں یورپ کي سیاحت کي تھي - واپس آکر سلطان کے ایک مقرب خاص یوسف آفندي سے بیان کیا کہ دول یورپ اپنے ملکوں کے حفظان صحت پر بہت متوجه هیں - جا بجا قرنطینے قائم کیے گئے هیں - سلطنت عثمانیه کو بھي یہي کرنا چاهیے - لائق مصاحب نے یه سنکر پیشاني پر بل ڈال لیے اور کہا " میں تمہیں ایک عقلمند سمجھتا تھا ' مگر تم سخت احمق نکلے ' تم اتنا بھي نہیں سمجھه سکتے کہ یورپ کے لوگ همارے ملک میں صرف بیماریوں کے ڈر سے نہیں آتے - اگر هم حفظان صحت کا انتظام کر دینگے تو ظاهر ھے ' یه روک اٹھه جائیگي ' اور یورپین هماري سر زمین پر چیونٹي کي طرح پھیل جائینگے - پھر هم انھیں کیسے قابو میں رکھه سکینگے ؟ "

یه بات نہیں ھے کہ ترکي میں کسي کو بھي اصلاح کا خیال نه تھا - خود سلطان مصطفی ثالث اور سلیم ثالث اصلاح کے بڑے حامي تھے - مگر بالکل مجبور تھے - اصلاح کي سب سے بڑي مخالفت فوج اور عامة الناس کي طرف سے هوتي تھي - ینگ چري فوجوں کو حد سے زیادہ اقتدار حاصل هوگیا تھا ' سلطان انکے هاتھه میں کھلونا تھا - یه فوجیں سخت جاهل اور گنوار تھیں - کسي طرح کي اصلاح دیکھنا نہیں چاهتي تھیں - عام رعایا سرکاري علماء کے هاتھوں میں تھي ' اور معلوم ھے کہ علماء دولت هر زمانه میں اصلاح کے سب سے بڑے مخالف هوتے هیں - اصلاح کي هر صدا ان علماء سوء کے مذهب میں کفر و الحاد کي صدا تھي - وہ ایک لمحه کیلیے بھي گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ علم کي ایک شعاع بھي ترکي کے آسمان پر چمکے -

سب سے پہلے سلطان محمود ثاني کو اصلاح کي توفیق ملي - یه سلطان بڑا هي اولوالعزم تھا - اس نے ینگ چري فوجوں کا قتل عام کرکے خاتمه کردیا - اس کا اثر یه هوا کہ اس کي هیبت دلوں پر چھا گئي ' اور علماء دولت بھي باوجود اپني تمام سرکشیوں کے لرزنے لگے - اسو سلطان نے اصلاح کے لئے اپني سلطنت کے دروازے کھول دیے اور فوج کا نظام بالکل جدید کر دیا - عام ترکي لباس بھي ترک کر دیا گیا - اور خود سلطان نے نیا فوجي لباس پہنکر اس کي ابتدا کردي - مگر افسوس ھے کہ اب بہت دیر هوچکي تھي - یورپ ترو تازہ هوکر از سر نو ترکي کي تباهي پر تل گیا تھا ' اور هرگز نہیں چاهتا تھا کہ یه پرانا حریف از سر نو طاقت حاصل کرلے - چنانچه ترکي کي ماتحت عیسائي اقوام سے بغاوت کرائي گئي ' ان کي حمایت و حفاظت کے لیے مداخلت کا مطالبه کیا گیا ' اور بین الاقوامي سیاست میں " مسئلۂ مشرق " کے نام سے ایک جدید لفظ کا اضافه هوگیا ' جس سے مقصود صرف یه تھا کہ ترکي کا خاتمه کر دیا جائے -

یه تاریخي واقعه ھے کہ سلطان محمود اور ان کے بعد سلطان عبد المجید نے اصلاحات عام کرنے کي سر توڑ کوششیں کیں ' شیخ الاسلام احمد عارف آفندي نے تمام قلمرو میں دورہ کرکے مسلمانوں کو سمجھانا شروع کیا کہ اصلاحات شریعت کے خلاف نہیں هیں ' اور انھیں نفرت و وحشت کي نظر سے نہیں دیکھنا چاهئے / اس طرح تمدني اصلاحات کي راہ میں کوئي بھي اندروني رکاوٹ باقي نہیں رهي تھي - لیکن خود یورپ ' جو همیشه اصلاحات کے لیے غل مچایا کرتا تھا ' سد راہ هوا - لا متناهي جنگوں کا سلسله شروع کرادیا گیا ' اور ترکي کے مدبرین اور خزانه کو اصلاح کي ذرا بھي مہلت نہیں دي گئي - اس طرح ۶۸ سال کا زمانه نکل گیا -

زنجي تحریک حریت

کچھه عرصه سے افریقا کے زنجیوں میں آزادي کي تحریک پھیل رهي ھے - اس کا مرکز جمہوریه " لیبریا " میں ھے - مرقص گاروي صدر انجمن " آزادي جنس زنجي " نے اعلان کیا ھے کہ نصف صدي کے اندر اندر افریقا کے سیاہ آدمي اس قابل هو جائیں گے کہ اپنے اوپر خود حکومت کرنے لگیں اور پورے افریقا کي متحدہ جمہوریت قائم کرلیں - صدر نے کام کي موجودہ مشکلات کا اعتراف کرتے هوئے کہا ھے : هم في الحال تقریر و تحریر کے ذریعه پروپگنڈا نہیں کرسکتے - کیونکه باشندوں میں تعلیم مفقود ھے - لیکن همارے پاس ایک معقول ذریعه موجود ھے ' اور وہ " ڈھول " ھے - هم ڈھول پر اپني دعوت ایک قبیله سے دوسرے قبیله تک پہنچادیتے هیں اور باشندے اسے قبول کرتے جاتے هیں -

(پارلیمنٹري گالیاں)

پارلیمنٹوں میں همیشه تعلیم یافته آدمي بیٹھتے هیں - با ایں همه ان کي گالیوں کا ایک نمونه ملاحظه هو :

سروبا کي پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے ایک مقرر کو مخاطب کرکے کہا : " چرس پینے والے ! مردہ کھوپڑیوں کے سوداگر ! حریت کے قاتل ! " جرمن پارلیمنٹ میں ایک ممبر نے دوسرے سے کہا : " تو سڑا هوا سور ھے ! تو کیڑے پڑا هوا جسم ھے ! تو دیوانوں کا بادشاہ ھے ! "

" تو بوئر بھودي ھے ! تو قانون کا تاجر ھے ! تو آئرلینڈي شکاري کي رسي ھے ! تو کرامول کے زمانه کا سڑا هوا جیتھڑا ھے ! " یه انگریزي پارلیمنٹ میں ایک ممبر کا بیان تھا !

برید شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

قصر یلدیز کے ہوٹل کی بندش۔ مجلس کے انتخابات۔ ایک نئی سازش۔ ترک اور افغان۔ ٹرکی اور ایران

قصر یلدیز کے ملعب کی بندش

آپ کے قارئین، قصر یلدیز کے نام سے نا آشنا نہ ہونگے۔ یہی وہ محل بلکہ قلعہ ہے، جسمیں بیٹھ کر سلطان عبد الحمید ثانی نے کامل ۳۳ سال تک ایسے استبداد و قہر کی حکومت کی، جو موجودہ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری مثال نہیں رکھتی!

یلدیز، باسفورس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔ اُس کا پہلا ٹھیک بالکل لب سمندر ہے۔ یہاں سے صنوبر کے گھنے اور خوبصورت جنگل شروع ہو جاتے ہیں۔ انہیں طے کر کے محل تک پہنچنے کے لئے تیز موٹر کار میں بھی کم سے کم پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بہت بلندی پر محل، مستحکم قلعہ کی طرح کھڑا ہے۔ پہلے اُس کے گرد میلوں تک، مورچے اور قلعہ بندیاں تھیں۔

اُس زمانے میں یلدیز کا نام ترکوں کے دل لرزا دیتا تھا۔ یلدیز کا نام لینا، یلدیز کا ذکر کرنا، یلدیز کا لفظ تحریر میں لانا، یلدیز کی طرف نظر اُٹھانا، یہ سب باتیں انسان کو حکومت کی نظر میں مشتبہ کر دینے کے لئے کافی تھیں۔ اُسوقت بڑے بڑے حکّام کے سوا، کسی ترک کے وہم میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ اندر سے یلدیز کی کبھی جھلک دیکھ سکتا ہے!

۳۳ سال کے بعد یلدیز کا یہ طلسم ٹوٹا۔ سلطان محمد خامس کے زمانے میں اُس کی وہ ہیبت باقی نہیں رہی۔ لیکن عوام کے لئے اُس کا داخلہ اب بھی ناممکن تھا۔

وحید الدین محمد سادس، آخری عثمانی سلطان کے زمانے میں پھر یلدیز نے اپنا رعب واپس لینا شروع کر دیا تھا۔ یہ سلطان، اپنے بھائی عبد الحمید کی سی طبیعت رکھتا تھا، اور اُسی جبروت سے حکومت کرنی چاہتا تھا۔ مگر زمانے کے انقلابات نے اُسے مہلت نہ دی اُسے تخت سلطنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانا پڑا۔

آخری خلیفہ سلطان عبد المجید کے مختصر عہد میں یلدیز کی تمام ہیبت زائل ہو گئی۔ جمہوریت نے آتے ہی اُس کے دروازے عام مخلوق کے لئے کھول دئے۔

جمہوری حکومت نے یہ محل آستانہ کی بلدیہ (میونسپلٹی) کو دیدیا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ اس طرح استعمال میں لایا جائے کہ شہر کے باشندوں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ اور اُس کے قیام و مصارف کا بار خزینۂ حکومت پر نہ پڑے۔ اُسی زمانے میں ایک اٹالین سرمایہ دار ماکو سیرا نامی نے درخواست پیش کی کہ یہ محل اُسے کرایہ پر دیدیا جائے۔ وہ اس میں ہوٹل اور ملعب (تفریح کی جگہ) قائم کرے گا، اور ایک معقول رقم حکومت کو دیا کرے گا۔ ترکی حکومت نے یہ تجویز اس شرط پر منظور کرلی کہ ترک باشندوں کو اُس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور اُس کے قیام کا اعلان دنیا کے تمام بڑے بڑے شہروں میں کر دیا جائے۔ حکومت کا خیال تھا کہ اس طرح ترک، اسراف سے بچ جائیں گے اور دوسرے ملکوں کے دولت مند یہاں آکر اپنی دولت بہائیں گے۔ اور اس طرح شہر کو وہ عظیم مالی فوائد حاصل ہوں گے جو اسوقت تک صرف یورپ کے بڑے بڑے شہروں کو حاصل ہو رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ارکان حکومت کی بہت بڑی غلطی تھی۔ اُنھوں نے معاملہ کا صرف ایک ہی پہلو دیکھا، اور تمام پہلو نظر انداز کر دئے۔

بہرحال اٹالین نے شرائط منظور کرلیں، اور افسوس ہے کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ترکی سلاطین کے پایۂ تخت میں لہو و لعب کا یہ عظیم الشان مرکز قائم ہو گیا!

ٹھیکہ کی باقی شرطیں یہ تھیں کہ ماہوار کرایہ کے علاوہ بلدیہ کو ہوٹل کی آمدنی سے بھی فی صدی ایک معقول رقم دیجائے گی۔ چنانچہ بلدیہ نے پہلی قسط ۱،۳۵،۰۰۰ (ترکی پونڈ) کی ہوٹل کی آمدنی سے وصول کئے اس کے مقابلہ میں سرمایہ دار کو ۱۰ لاکھ ترکی پونڈ نفع ہوا۔

تقریباً ۱۷ مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر اس تمام مدت میں بلدیہ کو برابر شکایت رہی کہ کرایہ دار معاہدہ کی شرطیں پوری نہیں کر رہا ہے۔ ترکی اخبارات میں روز مضامین شایع ہوتے تھے اور اعداد و شمار سے دکھایا جاتا تھا کہ اس ملعب سے ترکی قوم کی کتنی دولت ضائع ہو رہی ہے؟ بجائے اس کے کہ یورپ کے سرمایہ دار یہاں آکر اپنی دولت صرف کریں، خود ترکوں کی دولت برباد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ ہوٹل میں علانیہ قمار کھیلا جاتا تھا، اور اس کا شوق ترکوں میں بھی پھیلنے لگا تھا۔ دنیا کی یہ شریف ترین قوم اب تک قمار کے مہلک مرض سے محفوظ تھی، لیکن اس اٹالین سرمایہ دار کی زر پرستی اور ارکان حکومت کی ناعاقبت اندیشی نے اس سے ترکوں کو بھی آشنا کر دیا!

ایک طرف یہ بربادی پھیلی ہوئی تھی، دوسری طرف یورپ کے دولتمندوں نے گویا اس کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ اول تو کرایہ دار نے اس مرکز کا یورپ کے مراکز تفریح میں اعلان ہی نہیں کیا، کیونکہ اُس نے دیکھا، مقامی آبادی ہی اُس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے پھر یہ بھی ہوا کہ قومی تعصب کی وجہ سے دوسری قوموں کے دولتمند، لندن، پیرس، برلن کو چھوڑ کر اپنی دولت ترکوں میں خرچ کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

الحمد للہ کہ ۱۷ ماہ کی غفلت کے بعد اب حکومت متنبہ ہوئی اور اُسنے فیصلہ کر لیا کہ اس عظیم خطرے کا سد باب کر دے۔ چنانچہ کل رات کو کمشنر نظیف بک پولیس کی ایک بڑی جمعیت لے کر محل یلدیز میں گھس پڑے۔ قمار خانے میں داخل ہوئے۔ وہاں بازیاں لگ رہی تھیں۔ حاضرین میں ایک اچھی تعداد ترکوں کی موجود تھی۔ ایک ترک طالب علم بھی موجود تھا۔ لوگ اسے آسمانی بلا سمجھ کر بھاگنے لگے۔ مگر کمشنر نے ڈپٹ کر کہا:

"کھیل ختم ہو گیا۔ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے!"

چنانچہ سب مبہوت کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ فوراً اُن کے نام لکھے گئے۔ بازی کی رقمیں جمع کی گئیں۔ کل ۳،۷۰۰ پونڈ تھے۔ پھر قمار خانے کا صندوق ضبط کیا گیا۔ اُس میں ۴،۰۰۰ پونڈ تھے۔ ایک شخص اتنی ہی رقم لئے بھاگ رہا تھا، اُسے بھی گرفتار کیا گیا۔ پھر محل کے تمام دروازے مقفل کر دئے گئے اور محافظ پھاٹکوں پر کھڑے ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد کمشنر نے حسب ذیل بیان شایع کیا:

"حکومت نے صرف اس بات کی اجازت دی تھی کہ اجنبی لوگ یلدیز میں ایک ملعب قائم کریں تاکہ اس سے شہر کو مالی منفعت حاصل ہو لیکن ماکو سیرا نے معاہدے کی پابندی نہیں کی اور اُسے شہر کے لئے ایک نہایت خطرناک قمار خانہ بنا دیا جسے کسی حال میں بھی حکومت گوارا نہیں کر سکتی۔ مجبوراً حکومت نے فیصلہ کر لیا کہ معاہدہ منسوخ کر دے اور قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائے"

اس طرح ترکوں کو یلدیز کی مصیبت سے دوبارہ نجات مل گئی۔

مجلس کے انتخابات

مجلس (پارلیمنٹ) کے انتخابات ختم ہو گئے۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی پوری جماعت انتخابات میں کامیاب ہو گئی۔ کسی دوسری جماعت کا ایک آدمی بھی نئی مجلس میں نہ ہوگا۔ تمام کرسیاں "خلق فرقہ سی" کے آدمیوں ہی کے قبضہ میں رہیں گی۔

اس کامیابی پر غازی ممدوح نے قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا ہے۔ اُس میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز برادران وطن نے اپنی متفقہ رائے سے ثابت کر دیا کہ وہ ہماری سیاسی جماعت پر اعتماد رکھتے ہیں، اُس کی گزشتہ خدمات بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں، اور اُس کے آئندہ مسلک کو مفید یقین کرتے ہیں۔ یقیناً اُن کا یہ اعتماد، ہمارے لئے بہت ہمت افزا ہے۔ اُسنے ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے پہلے سے بھی زیادہ قوت بخش دی ہے"

بلاشبہ یہ کامیابی ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا بھی موجود ہے جو ہر شخص کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے، جیسا کہ پچھلے مکتوب میں لکھ چکا ہوں کہ موجودہ انتخابات میں اسی جمہوری جماعت کے سوا کوئی دوسری جماعت شریک ہی نہیں ہوئی تھی۔ بظاہر حال میں یہی نتیجہ نکلتا تھا کہ اس جماعت کے امیدوار منتخب ہو جائیں۔ اسے کوئی ایسی کامیابی نہیں کہہ سکتے جو مقابلہ کے بعد حاصل ہوتی ہو۔

یہ اہم پہلو، خود انگورہ کے نیم سرکاری اخبار "حاکمیت ملت" کو بھی زیر بحث لانا پڑا۔ وہ اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے:

"دوسرے ملکوں میں انتخابات، مختلف مذہبی مذاہب (اسکول) یا مختلف طبقوں کے ذاتی منافع کی بنا پر ہوا کرتے ہیں۔ انہیں دونوں سببوں سے مختلف سیاسی جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر جماعت برسر اقتدار آنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن ٹرکی میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں اب تک ایسے طبقے موجود نہیں ہیں جن کے مفاد مختلف ہوں۔ ٹرکی میں سرمایہ داروں، مزدوروں، اور متوسط الحال لوگوں کی جماعتیں موجود نہیں ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی قوم ہے، اور تمام باشندے مشترک مفاد و اغراض رکھتے ہیں"

"بلاشبہ حالت امن میں یہاں بھی دو فکری رجحان پیدا ہو جاتے ہیں: ایک گروہ کا فکری رجحان یہ ہوتا ہے کہ ملک کی نجات و سلامتی ماضی میں، ماضی کی تقلید میں، اور قدیم رسم و رواج کی پابندی میں ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں کامیابی تمام تر اصلاح و تجدید میں ہے۔ پہلے گروہ میں عامۃ الناس اور غیر تعلیم یافتہ اشخاص داخل ہیں دوسرا

جاتی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت، مہربانی فرما کر پیرس، لندن، اور روم کے اخبارات پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ جو قومیں اپنی مصلحت سے ہماری مدد کیا کرتی تھیں، اب وہ ہماری تباہی کا یقین کرنے لگی ہیں۔ انگلستان، فرانس، اور اٹلی کے بہت سے مدبر ہمارے حکام کی حرکتیں دیکھ کر اور رعایا پر ظلم و ستم مشاہدہ کرکے اپنی تحریروں اور تقریروں میں اعلان کرنے لگے ہیں "یہ حکومت ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اس کا زوال یقینی ہے، ہم بھی اُسے چھوڑ دیں۔ اُس کی موت جلد واقع ہو جانے دیں!"

میرے آقا! ہمیں ان پیشین گوئیوں کی تکذیب کر دینی چاہئے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ اپنی حکومت میں تبدیلی کریں۔ یہ تبدیلی ضرور بہتر ہوگی، کیونکہ اعلیٰ حضرت کے ارادے اور حکم سے ہوگی۔ ہم فرانس، انگلستان اور اٹلی پر ثابت کر دیں کہ نہ ہماری قومیت نے ہمیں اس کمزوری اور فساد میں گرا رکھا ہے، نہ یہ ہمارے مقدس دین ہی کا اقتضا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مر چکے ہیں! ہم زندوں کی طرح عمل کرکے دکھا دیں کہ ہم مرے نہیں ہیں، زندہ ہیں!

میرے آقا! ہم پہلی قوم نہیں ہیں جس پر زمانے نے یورش کی ہے۔ اُسکی ہر خوبی بگاڑ ڈالی ہے، اور اُس کے تمام قویٰ کمزور کر ڈالے ہیں۔ ہم آخری قوم بھی نہیں ہونگے جس کی ایسی زبوں حالت ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی بہت سی ایسی قومیں ہیں جن پر زمانہ اپنی تمام مصیبتوں کے ساتھ ٹوٹ پڑا ہے، اور اُن کا حال بھی بالکل ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ میں اعلیٰحضرت کے روبرو عرض کر چکا ہوں کہ گزشتہ صدی میں فرانسیسی قوم کس قدر تباہ ہو گئی تھی۔ کس طرح اُس کی صنعت و حرفت برباد ہو گئی تھی۔ کس درجہ اُس کی ثروت کمزور ہو گئی تھی کہ ہر دس سال کے بعد دیوالیہ ہو جایا کرتی تھی۔ کس طرح اُس کے تمام طبقوں پر ظلم ہو رہا تھا، حتیٰ کہ اُس وقت کے ایک مدبر نے لوئی یازدہم سے کہدیا تھا "آپ کی سلطنت میں کوئی نہیں جو اپنی عزت پر فخر کرے اور وزیر کے انتقام سے بچ جائے۔ کوئی نہیں جو اپنی بدحالی پر صبر و شکر کرے اور ایک حقیر چپراسی کے غصے سے بھی بچ نکلے!" اُس ملک میں حکومت کا کوئی رعب داب باقی نہ رہا تھا۔ اُس کے سامنے عمل کی تمام راہیں بند ہو گئی تھیں۔ حواس گم ہو گئے تھے۔ روزانہ ایک نئی روش اختیار کرتی اور بدلتی تھی۔ جنگ ہفت سالہ کے بعد تو فرانس گر کر تیسرے درجے کی دُوَل کے زمرے میں شمار ہونے لگا تھا۔ لیکن اُسنے پھر بہت جلد اپنی اصلی جگہ حاصل کر لی۔ چند ہی سال میں اُس کی تمام برباد قوتیں واپس آ گئیں۔ حتیٰ کہ اُس کی فوجوں نے پورے یورپ کی متحدہ یلغار روک دی۔

یہ حیرت انگیز کامیابی فرانس نے کیونکر حاصل کی؟ صرف اسوجہ سے کہ اُسنے حکومت کے بوسیدہ نظام کی جگہ ایک نیا صحیح پر زور نظام قائم کر دیا تھا۔ بلاشبہ یہ شاندار تبدیلی مصائب سے خالی نہ تھی۔ بہت سا خون بہا، بہت سے آنسو گرے۔ مگر یہ مصائب کچھ اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ نہ تھیں۔ اِن مصائب کی اصلی وجہ یہ تھی کہ تبدیلی اُسوقت واقع ہوئی جب اُس کے لئے ذرا بھی وقت باقی نہ رہا تھا۔ بالکل آخری لمحہ تھا۔ وہ لمحہ جس میں اگر قومیں اُٹھ پڑتی ہیں، تو اُن کا اُٹھنا بڑا ہی ہولناک ہوتا ہے۔

"میرے آقا! ایک فرانسیسی قوم ہی ایسی نہیں ہے جو اپنے مصائب سے صحیح سالم نکل آئی ہو۔ فرانس کے علاوہ اور بھی ایسی قومیں موجود ہیں۔ ریاست پیمونٹی (اٹلی) کے نواب نے آرزو کی کہ عظیم الشان اطالین قوم کا بادشاہ ہو جائے۔ وہ بادشاہ ہو گیا! کیونکر؟ اُسنے کوئی فوج جمع نہیں کی، کوئی رسالہ طیار نہیں کیا۔ اُسنے صرف یہ کیا کہ قوم کو ایک آزاد دستوری حکومت بخش دی۔ اس بخشش کے ساتھ ہی اُس کی فتوحات شروع ہو گئیں۔ زمین کی فتوحات نہیں جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، دلوں کی فتوحات جو دنیا کی حقیقی فتوحات ہیں۔ وہ پورے اٹلی کے دلوں اور عقلوں پر قابض ہو گیا۔ مرتے وقت اُسنے تبسم لبوں سے پیشین گوئی کی تھی "میرے بیٹے وکٹر عمانوئیل کی سلطنت کا رقبہ میری ریاست کے رقبے سے تین گنا زیادہ ہوگا" دنیا نے دیکھ لیا کہ بوڑھے نواب کی پیشین گوئی بالکل حق تھی، یہ کیوں ہوا؟ صرف اسوجہ سے کہ دانشمند حکمران نے ٹھیک وقت پر آزادی کا لفظ اپنی زبان سے کہا تھا، وہ لفظ جو اپنے تین حرفوں میں دنیا کی تمام سعادتیں اور کامرانیاں پوشیدہ رکھتا ہے!

میرے پاس اس سے بھی زیادہ روشن اور صاف مثالیں موجود ہیں اور اس کی مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت اُن پر نظر غائر ڈالیں۔ لیکن میں اس عریضہ میں اُن سب کا ذکر نہیں کر سکتا۔ میں آسٹریا کا ذکر کروں جو اپنی دستوری آزادی کے سہارے وقت کے عظیم خطروں سے محفوظ گزر رہی ہے؟ پروشیا کا ذکر کروں جو ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی تہذیب کی بدولت میدانِ جنگ سے فتحمند نکلی ہے؟ لیکن مجھے زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ میں جس قدر عرض کر چکا ہوں، اعلیٰ حضرت کو مطمئن کر دینے کے لئے کافی ہے۔

اعلیٰ حضرت! قوموں کی آزادی اُن کا حق ہے۔ اُن کی امانت ہے۔ اُن کا ورثہ ہے۔ اور حکومتوں کا فرض ہے کہ اس امانت کے سپرد کر دینے میں تساہل نہ کریں۔ یہ سپردگی ان کی قوت بڑھاتی ہے اور انھیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ کر دیتی ہے۔ آج دنیا کی تمام حکومتیں اس امانت کی سپردگی پر مجبور ہو گئی ہیں۔ کونسی وجہ ہے کہ عثمانی حکومت اس عام اجتماعی حالت سے مستثنیٰ تصور کر لیا جائے؟ کیا ترکی قوم زمرۂ اقوام میں شامل نہیں ہے؟

پھر ایسا کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ہمارا دین ہمیں ترقی و سعادت سے محروم رکھنا اور تمدن و شائستگی سے دُور رکھنا چاہتا ہے؟ میرا جلیل القدر آقا مجھ سے زیادہ واقف ہے کہ ایک لمحہ کے لئے یہ گمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

میرے آقا! اس دنیا میں دو سیاستیں نہیں ہیں: اسلامی اور مسیحی۔ عدل ایک ہی ہے، اور سیاست اُس عدل کے سوا کچھ نہیں جو حاکم کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

یہ ہمارا دین نہیں ہے بلکہ ہمارا قدیم نظام ہے جو ہمیں فنا کر رہا ہے۔ اُس نے ہمارے مدبروں کی طبیعت بگاڑ دی اور اُن کی خودداری زائل کر دی پھر ان مدبروں نے سلطنت کی طبیعت بگاڑ دی اور اُس کی عزت تلف ہو گئی۔ پس ہمیں یہ نظام ترک کر دینا چاہئے اور اُس کی طرف کبھی لوٹنا نہیں چاہئے۔ اس نظام کے بوجھ کے نیچے اُمت پڑی سسک رہی ہے۔ یہ نظام حملہ آور دشمن سے ہمیں کبھی پناہ نہیں دے سکتا۔ ہمیں وہ نظام اختیار کرنا چاہئے جو عدل و مساوات اور حریت صادقہ کا نظام ہے، اور جسکا خاصہ یہ ہے کہ جہاں کہیں قائم ہو جاتا ہے وہاں قوموں کو ہاتھ پکڑ کر اُٹھا دیتا ہے اور عظمت کے محل طیار کر دیتا ہے۔

کیا ہمارے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ صوبے جو ابھی حال ہی میں ہم سے جدا ہوئے ہیں اور جنھیں اپنے خون یا دین کے لحاظ سے ہم پر کوئی ترجیح حاصل نہیں، آزاد نظام حکومت کا خیر مقدم کریں، اور ہم پس و پیش میں پڑے رہیں؟ کیا آپکی سلطنت میں ایسے سچے اور مخلص محب وطن موجود نہیں ہیں جیسے مصر، ٹیونس، مولڈاویا، رومانیہ، اور سرویہ میں ہیں؟ کیوں نہیں ضرور ہیں۔ انھیں بلائیے، وہ سر کے بل دوڑ کر آئیں گے۔ ہر شہر میں رعایا کی پسند سے ایک گروہ منتخب کیجئے، وہ آپکے سامنے رعیت کے معاملات بے نقاب کرے گا، اور پھر وہ راہ عمل باز ہو جائے گی جس کی جانب حضور کی ابوی شفقت کا رجحان ہے۔ اس کے بعد اپنے شاہانہ ارادے سے رعایا کے نمائندوں کو اپنی سلطنت کے مرکز میں جمع کیجئے۔ وہ عرش اعظم کے روبرو رعیت کی ضرورتیں پیش کرینگے اور عتبۂ عالیہ تک اُس کی آرزوئیں پہونچائیں گے۔

ایک طبیب کہا کرتا تھا "مجھے ایک گز کپڑا دو، میں تمھیں ایک شریف آدمی دے دوں گا" اے میرے آقا آپ بھی اپنی سرپرستی میں حقوق عطا کرکے اپنی رعایا کو محنتی، اولوالعزم، اور زندہ بنا دے سکتے ہیں۔ وہ آزادی کی بخشش پر حضور کی شکر گزار ہوگی، ظلم اُٹھ جانے پر دعائیں دے گی۔ آپ کی خدمت کے لئے اپنی جانیں قربان کرے گی۔ آپ کی، اپنی اور سلطنت کی بھلائی کے لئے کوشش کرے گی۔ اُس کی عقل درست ہو جائے گی۔ اُس کا نفس پاک ہو جائے گا، اور اس طرح وہ اسلاف کی فضیلتیں دوبارہ حاصل کر لے گی۔ جب خطرے کا بگل بجے گا، تو وہ ہتھیلیوں پر سر کے دوڑے گی، عرش معظم کے گرد جمع ہو جائے گی، اور اعلیٰ حضرت کی نصرت میں خوش و خرم موت کا خیر مقدم بجا لائے گی کیونکہ وہ سمجھے گی، اُس کی تمام سعادتوں کا ضامن و سرچشمہ یہی عرش مبارک ہے۔

میں یہاں اس دستوری نظام حکومت کی تشریح کرنی نہیں چاہتا جسے میں ملک کی قابلیت، اخلاق، اور روایات کے مطابق دیکھنے کا متمنی ہوں۔ میں عنقریب یہ دستور اعلیٰ حضرت کے حضور میں پیش کر دوں گا۔ اسے میں نے اور میرے رفقاء نے ترتیب دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے علم میں یہ حقیقت پہلے سے موجود ہے کہ میں صاحب غرض نہیں ہوں۔ مجھے نہ کسی منصب کی طلب ہے نہ کسی عطئے اور بخشش کی آرزو۔ میری غرض صرف اس قدر ہے، اور میں بلند آہنگی سے اُس کا اعلان کرتا ہوں، کہ اعلیٰ حضرت کے روبرو سلطنت کی عظیم اکثریت یعنی مسلمانوں اور مسیحیوں کی آرزو رکھ دوں۔ یقیناً جلاوطنی کی تمام تلخیاں مجھ پر آسان ہو جائیں گی اگر ذات شاہانہ کے سامنے حقیقت عریاں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت سلطان معظم! سب سے پہلے خود اپنے ضمیر طاہر کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اس زمانے میں آپ کا کیا فرض بتاتا ہے جبکہ آپ کی رعیت حیرت میں پڑ گئی ہے اور پورے معنی میں تباہ ہو رہی ہے؟ یہ ایک جلیل القدر عمل ہے۔ اسے وہی انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزم و شہامت کا وصف عطا فرمادیا ہے۔ جو کوئی بھی یہ عمل عظیم انجام دے گا، تاریخ اُس کا نام ہمیشہ یاد رکھے گی اور تمام مخلوق اُس کا نام عزت و شکر گزاری کے ساتھ لیتی رہے گی!

میرے آقا! اگر زمانے نے حضور والا کو وہ شرف نہیں بخشا جو کہ اجداد کے حصے میں آیا تھا، یعنی آپ کے ہاتھوں اس عظیم سلطنت کی بنیاد نہیں پڑی، تو زمانے نے یہ شرف آپکے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا کہ اس سلطنت کی عظمت رفتہ دوبارہ واپس لانے کا کام آپ ہی کے دست مبارک سے انجام پائے۔ تمام صادق محبان وطن بلکہ آپ کی کروڑوں مسلمان اور مسیحی رعایا کی آوازیں اس عرض میں میری شریک ہیں کہ حضور اس عمل عظیم و اشرف کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت ہی اُسکے اہل ہیں۔ یہ شرف حضور کے اسم گرامی کو اُن عظمائے تاریخ کے بلند پایوں کی صف میں لکھ دے گا جن کی تمام مخلوق تعظیم کرتی اور جن کی عظمت کے راگ تمام قومیں گا رہی ہیں"

مصطفےٰ فاضل ۱۸۶۶ء

خط و کتابت

میں

اپنا نمبر ضرور لکھا کیجئے جو ہر ہفتہ رسالہ کی چٹ پر آپکے نام کے ساتھ درج ہوتا ہے۔

منیجر

دلآزار مذہبی تحریریں اور مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اسلام اور سزائے قتل

ایک جویائے حق کے خطے کا جواب

—(۲)—

یہاں تک میں نے جو کچھ لکھا، وہ اس باب میں ایک اصولی بحث تھی۔ میں نے ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی ہو کہ جن باتوں کا آپنے ذکر کیا ہو اُن کی اصلیت کیا ہو اور وہ فی الحقیقت اسلام کے احکام ہیں یا نہیں؟ میں صرف یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ صورتِ حال کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن آپکا طریقِ نظر صحیح نہیں ہو۔ آپ اسلام کی حقیقی تعلیم معلوم کرنے کے بعد محض اسوجہ سے اپنے آپ کو "شک وشبہ" کے حوالے کر دیتے ہیں کہ "دوسر مسلمانوں" کا فہم وعمل اس کے خلاف نظر آتا ہو۔" دوسرے مسلمانوں" کا یہ بیان کردہ فہم وعمل فی الحقیقت خلاف ہو یا نہیں؟ اس سے بھی ابھی کوئی بحث نہیں۔ سوال یہ ہو کہ ایک جویائے حقیقت انسان جس کا مقصد جدل ونزاع نہیں بلکہ سچائی کی طلب وتحقیق ہو، کیوں راہ تحقیق میں اصل تعلیم چھوڑ کر لوگوں کے فہم وعمل سے متأثر ہو، اور اس کی وجہ سے "تشکوک وشبہات" میں مبتلا ہو جائے!

بہ حیثیت ایک طالب حق وصداقت کے یہ بات پیشتر سے آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ مذاہب کی تعلیم اور پیروانِ مذاہب کا فہم وعمل دو مختلف چیزیں ہوگئی ہیں۔ ایک چیز نہیں ہیں، اور اس لئے اگر اس طرح کا کوئی اختلاف آپکے علم میں آتا ہو، تو یہ کوئی نیا انکشاف نہیں ہو جس سے آپ حیران وسراسیمہ ہو جائیں، بلکہ پیشتر کی سمجھی بوجھی ہوئی بات کا ایک مزید معائنہ اور تجربہ ہو۔ تجربہ شک وشبہ کا باعث کیوں ہو؟ اس سے تو آپکے علم ویقین میں اور زیادہ اضافہ ہونا چاہیے؟

دعوتِ قرآنی کی بنیادی اصل

یہ موقعہ زیادہ تفصیل وبحث کا نہیں ہو ورنہ میں آپ کو بتلاتا کہ جستجوئے حقیقت اور معرفتِ صداقت کی یہی وہ بنیادی اصل ہو، جس کی اب سے تیرہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے نوعِ انسانی کو دعوت دی تھی۔ دراصل قرآن کی ساری تعلیم اسی اصل کی شرح ہو۔ قرآن جس وقت نازل ہوا، اُس وقت دُنیا میں مذاہب کے پیروؤں کی کمی نہ تھی، لیکن مذاہب کی حقیقت گُم ہو چکی تھی۔ اُسی طرح گم تھی جس طرح آج بھی گم ہو۔ مذاہب کے پیروؤں کی بے شمار جماعتیں قائم تھیں، اور ہر جماعت صرف اپنے ہی کو سچائی کی وارث اور ہر دوسری جماعت کو سچائی سے محروم یقین کرتی تھی۔

سچائی کی راہ ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قرآن کے لئے بہ ظاہر دو ہی طریقے ہو سکتے تھے: یا تو تمام پیروانِ مذہب کی تصدیق کرے یا سب کی تکذیب کرے۔ سب کی تصدیق کی نہیں جا سکتی تھی کیونکہ ہر ایک کا دعویٰ دوسرے سے متضاد تھا۔ ہر جماعت نہ صرف اپنی صداقت کی مدعی تھی، بلکہ دوسرے کے بطلان کی بھی مدعی تھی۔ اس لئے سب کی تصدیق کے معنی یہ تھے کہ سب کو بہ یک وقت حق اور باطل، دونوں تسلیم کر لیا جائے۔ اسی طرح سب کی تکذیب بھی صداقت کے خلاف تھی۔ کیونکہ اس صورت میں دُنیا کا مذہبی صداقت سے خالی ہونا لازم آتا تھا، اور انسان کی روحانی ہدایت وتربیت کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی تھیں۔ پس اُسنے ان دونوں طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہیں کیا۔ ایک تیسری راہ اختیار کی۔ اُسنے کہا، دُنیا کے تمام مذاہب حق ہیں، لیکن دنیا کے تمام پیروانِ مذاہب حق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جس قدر بھی گمراہی ہو، جس قدر بھی اختلاف ہو، جسقدر بھی دعوؤں کی لڑائی اور جماعت بندیوں کا تصادم ہو، پیروانِ مذہب کے فہم وعمل میں ہو۔ مذاہب کی تعلیم میں نہیں ہو۔ اگر پیروانِ مذہب کا یہ انحراف دُور ہو جائے جو حق نہیں ہو، تو ہر جماعت کے پاس وہ چیز باقی رہ جائے گی جو صرف حق ہو، اور چونکہ وہ حق ہو، اس لئے نہ تو اُس میں ایک راہ سے زیادہ کی گنجائش ہو۔ نہ کسی طرح کے اختلاف ونزاع کا امکان۔ یہی مذاہبِ عالم کا "مشترک حق" دنیا کی عالمگیر روحانی صداقت ہو، اور اسی کو قرآن نے اپنی زبان میں "اسلام" اور "صراطِ مستقیم" سے تعبیر کیا ہو:

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا، وما انزل الی ابراہیم واسماعیل ویعقوب والاسباط، وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ، وما اوتی النبیون من ربہم، لا نفرق بین احد منہم، ونحن لہ مسلمون! فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اہتدوا، وان تولوا فانما ہم فی شقاق فسیکفیکہم اللہ، وھو السمیع العلیم! (۲:۱۳۷)

سچائی کی راہ یہ ہو کہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اُس سچائی پر ایمان لے آئے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کی گئی ہو۔ نیز اُن تمام سچائیوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ابراہیم پر نازل ہوئیں، اور جن کی اسماعیل ویعقوب اور ان کی نسل کے رہنماؤں نے دعوت دی، اور پھر وہ تعلیم جو موسیٰ کو دی گئی، اور وہ تعلیم جو عیسیٰ کا پیغامِ حق تھا۔ غرضکہ دنیا کے سارے نبیوں اور مذہبی صداقت کے سارے معلموں کو خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو کچھ ملا ہو، اُس سب پر ہمارا ایمان ہو۔ ہم اُن سب کو ایک ہی طرح کے یقین اور احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ ہم اُن میں کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے کہ ایک کی تصدیق کریں اور دوسرے کو جھٹلائیں۔ ہم خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اُس کی سچائی جہاں کہیں اور جب کبھی آئی ہو، ہمارے لئے سچائی ہو اور ہم اُسے قبول کرتے ہیں!

اس طرح قرآن نے جو طریقہ اختیار کیا، وہ یہ تھا کہ تمام مذاہب کی تصدیق کی، مگر تمام پیروانِ مذاہب کی تکذیب کی، اور اس تصدیق وتکذیب کے اجتماع سے اُس بنیادی صداقت کی راہ نوعِ انسانی پر کھول دی، جس پر چلے بغیر کوئی انسان مذہبی حقیقت کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔ آج بھی ہر اُس انسان کے لئے جو مذہب کی روحانی صداقت کی طلب رکھتا ہو، اس راہ کے سوا دوسری کوئی راہ موجود نہیں ہو۔ وہ وقت اب دُور نہیں ہو جب عالمِ انسانیت مذاہبِ عالم کے اختلافات سے اُکتا کر مجبور ہو جائے گا کہ یا تو یک قلم مذہب ترک کر دے یا تمام مذہبی صداقتوں کو جمع کر دے۔ میرا یقین ہو کہ جمعیتِ انسانی مذہب ترک نہیں کر سکتی۔ اس لئے ناگزیر ہو کہ دوسرا طریقہ اختیار کرے اور جب وہ دوسرا طریقہ اختیار کرے گی، تو فی الحقیقت وہ یہی طریقہ ہوگا جس کی طرف تیرہ سو برس پہلے قرآن نے دعوت دی تھی: یعنی انسانوں کے فہم وعمل کی تکذیب اور اصل مذہب کی تصدیق۔ اُس وقت دُنیا کے تمام پیروانِ مذاہب یک زبان ہو کر اعلان کریں گے:

کان الناس امۃ واحدۃ، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین، وانزل معہم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فی ما اختلفوا فیہ، وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات بغیاً بینہم، فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ، واللہ یہدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم! (۲:۲۰۹)

دنیا میں انسانی جمعیت کی ابتدا اختلاف سے نہیں بلکہ وحدت ویگانگت سے ہوئی ہو۔ سب ایک ہی قوم تھے اور سب فطری صداقت کے ایک ہی طریق پر چلنے والے تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ ان میں پھوٹ پڑگئی اور گمراہی وفساد کی بے شمار راہوں میں بھٹک گئے۔ تب خدا نے اُن کی ہدایت کے لئے نبیوں کو مبعوث کیا جو نیک کرداری کے پھل کی بشارت دیتے تھے اور بدکرداری کے نتائج سے ڈراتے تھے۔ اُنکے ساتھ تعلیم حق کی کتابیں تھیں۔ یہ اس لئے نازل کی گئی تھیں تاکہ جن جن باتوں میں نادانی وگمراہی سے اختلاف اور جھگڑا پیدا کر دیا گیا ہو، اُن سب کا فیصلہ ہو جائے اور سب اُس حقیقی دین پر متفق ہو جائیں جس سے منحرف ہو کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے ہیں! افسوس ہو کہ نسل انسانی اسپر بھی اختلاف وفساد سے باز نہ آئی۔ جن جن باتوں کے فیصلہ کے لئے یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، اُنھی میں پھر اختلاف پیدا کر دیا گیا، اور دینِ حق کی حقیقت اور وحدت گم ہو گئی۔ جب ایسا ہوا تو ضروری تھا کہ ایک مرتبہ ان تمام اختلافوں اور گمراہیوں کے خلاف، دینِ حق کی حقیقت کا عام اعلان کر دیا جائے؟ اور تمام جماعتوں اور مدعیوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے اپنے فضل وتوفیق سے اس کا دروازہ اہلِ ایمان پر کھول دیا، اور وہ جسکو چاہتا ہو، ہدایت کی راہ دکھا دیتا ہو!

مسلمانوں کا پچھلا مظاہرہ

اب میں اُس خاص معاملہ پر متوجہ ہوتا ہوں جس کا آپنے ذکر کیا ہو۔ میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپنے جس قدر تأثرات قبول کئے ہیں، وہ زیادہ تر اسی اصولی غلطی کا نتیجہ ہیں۔

اس بارے میں آپنے جو کچھ لکھا ہو، اُس کا خلاصہ یہ ہو کہ آپ تسلیم کرتے ہیں، یہ رسالہ فی الحقیقت نہایت بے ہودہ اور دلآزار تھا اور اس پر اعتراض کرنے میں مسلمان حق بجانب تھے۔ لیکن آپ کہتے

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۶)

"لیکن حاشا وکلا، قوم اور اُس کے زعیم کا مقام اس سے بلند ہو۔ سعد نے مر کر لازوال زندگی حاصل کر لی۔ تمھاری آرزوئیں جو اُس کے وجود میں مجسّم تھیں، اب اُس کی غیر فانی روح کے ساتھ، ابدی وسرمدی ہو گئیں۔ اب فنا کا ہاتھ کسی طرح بھی اُن تک نہیں پہنچ سکتا"

"ابنائے وطن! وفد، جو تمھاری بیداری کا پہلا مظہر تھا، اب بھی باقی ہو، اور آئندہ بھی باقی رہے گا۔ وہ تمھاری قوت کی میزان، تمھارے جہاد کا عنوان، تمھاری وحدت کی بنیاد، تمھاری آرزوؤں کی زبان، اور تمھارے آلام کا ترجمان ہو!

"وہ اُس وقت تک میدان نہیں چھوڑے گا جبتک کامل خود مختاری اور صحیح آزادی کے ذریعہ وطن کی عزت بے داغ نہ کر دے"

گروہ، تعلیم یافتہ اشخاص کا ہے"

" یہ دونوں فکری رجحان، ٹرکی میں ۳۰ برس سے متصادم ہو رہے ہیں۔ سیاست، فوج، ادب، علم، کوئی میدان نہیں جس میں یہ دونوں نقطہ ہائے فکر باہم دست بگریباں نہ ہوں"

"لہذا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگر بہت سی جماعتیں نہیں تو کم سے کم دو جماعتیں ملک میں ضرور موجود ہیں اور برسر اقتدار آنے کے لئے متصادم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اسوقت عملاً صرف ایک ہی سیاسی جماعت موجود ہے، اور وہ حامیان اصلاح و تجدد کی ہے"

"اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ حامیان اصلاح اپنے مقاصد کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں اور مقرر و منضبط لائحہ عمل رکھتے ہیں۔ برخلاف انکے حامیان جمود و تقلید میں اپنے مقاصد کے اعلان کی جرات نہیں درحقیقت وہ کوئی معین راہ عمل رکھتے ہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان میں باہم کوئی فکری رابطہ بھی موجود نہیں ہے جو ایک باقاعدہ جماعتی شکل پیدا کر سکے۔ ہر کوئی اپنی ایک علحدہ مضطرب اور مبہم رائے رکھتا ہے اور دوسرے کے ساتھ ملنے پر آمادہ نہیں ہے"

"یہی سبب ہے کہ عملی طور پر یہ جماعت مر گئی ہے۔ کسی طرح بھی اپنے حریف کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اُس کی اس عملی موت نے اُس میں یہ خطرناک مرض بھی پیدا کر دیا ہے کہ وہ پس پردہ سازشوں اور خیانتوں کے جال بناتی اور ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتی ہے"

یہ کہنا ضروری نہیں کہ "حاکمیت ملیت" کی یہ رائے افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے۔

ایک نئی سازش

اس ہفتے ایک نئی سازش پر سے پردہ اٹھا ہے۔ آپکے قارئین کو یاد ہوگا کہ معاہدۂ لوزان کے بعد ہی ترکی حکومت نے اپنی سرحدوں سے ۱۵۰ آدمیوں کو ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا تھا۔ کیونکہ اُن کی پچھلی زندگی، سازشوں اور خیانتوں سے لبریز تھی۔

یہ لوگ ٹرکی سے نکلکر یونان، مصر، شام وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے اور ترکی حکومت سے انتقام لینے کی فکریں کرنے لگے۔ یونان میں پناہ گزین خائنوں کی روش بہت مشتبہ تھی۔ ترکی خفیہ پولیس برابر ان کی نگرانی کرتی رہتی تھی۔

انھوں نے کئی سال مطمئن زندگی بسر کرنے کے بعد خیال کیا کہ ترکی حکومت اُن سے بالکل غافل ہو گئی ہے۔ چنانچہ حکومت یونان کے بھروسے پر ایک سازش بنائی اور عمل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سازش کا سرغنہ، حاجی سامی ہے۔ یہ چرکسی قوم کا آدمی ہے اور اپنے وقت کا مشہور جرائم پیشہ اور خونریز رہ چکا ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی کی حکومت کے زمانے میں اسنے سیکڑوں خون کئے تھے۔ مرحوم انور پاشا جب ترکستان گئے تو یہ بھی وہاں پہونچا اور جنگ میں شریک ہو گیا۔ اُن کی شہادت کے بعد پھر ٹرکی واپس آیا اور اپنا پرانا مشغلہ جاری کر دیا۔ معاہدۂ لوزان کے بعد حکومت نے اسے بھی جلا وطن کر دیا تھا۔

پچھلے ہفتے ترکی پولیس کو معلوم ہوا کہ یہ یونان سے اپنا مسلح جرگہ جہاز سے لے کر سمرنا پہونچا ہے، اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی جان لینے کی فکر میں ہے۔ چنانچہ فوراً اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ مگر اُسنے مقابلہ کیا تھا میں وہ خود مارا گیا، مگر اُس کی پوری ٹولی قید ہو گئی۔

اس ٹولی میں تمام چرکسی لوگ شامل ہیں۔ بعض کے نام یہ ہیں: مجید کوچک، مجید کلاں، حقی قاتل، مکی برادر حاجی سامی۔ ان لوگوں نے اپنی سازش کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ انگورہ کے قریب مقام "تفللوخاں" میں جاکر قیام کرینگے۔ یہانتک کہ جب غازی موصوف اور اُن کے وزراء اس علاقے کے وسط میں انگورہ روانہ ہوں گے تو مذکورہ بالا گاؤں میں اُن کی ریل ڈائنامیٹ کے ذریعہ اڑا دیجائیگی!

تلاشی لینے پر ان لوگوں کے پاس ہی سادے کاغذ کی ایک کتاب دستیاب ہوئی۔ پولیس کو شبہ ہوا تو اُس کی کیمیاوی تحقیقات کرائی گئی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اس میں غیر مرئی روشنائی سے اُن کے باقی ہم خیالوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس طرح حکومت کو اس پورے جتھے کا علم ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ایک پنشن یافتہ فوجی افسر عاطف بک کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔

ترک اور افغان

حال میں حکومت افغانستان نے فوجی تربیت و تعلیم کے لئے اپنے متعدد افسر، ٹرکی بھیجے ہیں۔ انہیں باہر شادی کرنے کی سخت ممانعت تھی تاہم صوبہ دار محمد اکرم خاں نے ایک ترکی خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسنے اس بارے میں افغانی سفیر کو درخواست دی سفیر نے درخواست، کابل بھیجدی۔ کابل سے خود امیر امان اللہ خاں کا حکم آیا کہ شادی اجازت دیدی جائے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تمام افغانی افسروں کو بھی اب ترک خاتونوں سے شادی کی آزادی دیدی جائے۔ ساتھ ہی شاہ افغانستان نے یہ بھی لکھا کہ یہ شادی، ترکی قانون مدنی کے موافق عمل میں آئے۔ فرمان عالی میں یہ بھی تھا کہ "میں نہایت خوش ہوں گا اگر افغان افسر اپنی ترک بیویوں کے ساتھ کابل پہنچیں۔ ترکی اجتماعی زندگی کے اصول سیکھ کر آئیں اور اپنے ملک میں اُنھیں رائج کریں"

ٹرکی اور ایران

پچھلے دنوں بعض سرحدی حوادث کی وجہ سے ٹرکی اور ایران میں کشیدگی کے آثار پیدا ہو گئے تھے، جیسا کہ میں بروقت آپ کو مطلع کر چکا ہوں لیکن اب دونوں حکومتوں کے تدبر سے جملہ غلط فہمیاں دُور ہو گئی ہیں۔ اس کا تازہ ثبوت یہ ہے کہ اسی ہفتے ایرانی سفارتخانے میں ترکی وزیر خارجیہ توفیق رشدی بک اور ترکی سفیر متعینہ طہران ممدوح شوکت بک کو نہایت پرتکلف دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں ایرانی سفیر نے تقریر کرتے ہوئے بہت زور دار الفاظ میں کہا کہ دونوں حکومتوں کے تعلقات نہایت دوستانہ ہیں، اور ہمیشہ دوستانہ ہی رہیں گے۔

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

نئے رہنما کا انتخاب

سعد پاشا زغلول کی وفات کے بعد اُن کے جانشین کے انتخاب کا معاملہ بہت اہم اور مشکل تھا۔ ظاہر ہے اسوقت مصر کی توجہات کا مرکز، اس مسئلہ کے سوا، کوئی دوسرا مسئلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن انگلستان میں بھی اسکی وجہ سے بیچینی کچھ کم نہ تھی۔ مصر میں انگلستان کی تمام امیدیں اسی مسئلہ سے وابستہ تھیں اور وہ انتہائی اضطراب سے فیصلہ کا انتظار کر رہا تھا۔

حسب عادت انگریزی اخبارات نے مصر کی متفقہ صفوں میں پھوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی۔ ایک طرف احمد زیور پاشا کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کی کہ اب موقعہ ہے۔ ہمت کرو اور برسر اقتدار آجاؤ۔ دوسری طرف اعتدال پسندوں، یعنی عدلی پاشا اور ثروت پاشا کی جماعت کو اُکسایا کہ وفد کی جماعت، مصر کی پوری سیاست پر حاوی ہو رہی ہے۔ اب وقت ہے اُسے گرا دو!

تیسری طرف خود وفد کی جماعت میں بھی نا اتفاقی ڈالنی چاہی۔ اس غرض کے لئے فتح اللہ پاشا برکات سے بہتر کوئی شخص اُنھیں نہیں مل سکتا تھا۔ موصوف، مرحوم زغلول پاشا کے بھانجے ہیں اور اُنکے ساتھ جہاد وطنی میں بے شمار مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ ان اخبارات نے خیال کیا کہ تعریفیں کرکے انہیں وفد کی صدارت کے لئے کھڑا کر دینا چاہیے۔ وفد کی جماعت، بعض موانع کی بنا پر ان کی سرداری قبول نہیں کرنا چاہتی۔ اس طرح آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت درہم برہم ہو جائے گی۔

مگر مقام مسرت ہے کہ یہ تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ زیور پاشا نے کان ہلائے، مگر عام رائے سے مرعوب ہو کر خاموش ہو گئے۔ اعتدال پسندوں نے بھی قابل تعریف رویہ اختیار کیا، اور وفد کی جماعت سے لڑنا منظور نہ کیا۔

خود وفد نے بھی نہایت دانشمندی سے کام لیا اور مرحوم رہنما کی جانشینی کا مسئلہ بڑی ہی خوش اسلوبی سے حل کر دیا۔ فتح اللہ پاشا برکات نے جنھیں انگریزی اخبارات، برات کا دولھا بنانا چاہتے تھے، صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ مجھے سرداری کی طلب نہیں ہے۔ میں وفد کے فیصلے کے سامنے ہر وقت بلا کسی قید و شرط کے سر خم کرنے کو طیار ہوں۔

وفد نے اپنا فیصلہ ۲۶ ستمبر کو سنا دیا۔ یہ جلسہ نہایت عظیم الشان تھا تقریباً تمام ارکان جمع تھے۔ جلسہ کی کارروائی، محمد نجیب الغرابلی پاشا کی تقریر سے شروع ہوئی۔ یہ تقریر پورے وفد کی جانب سے تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"جو کوئی سعد کی ذات خاص کا مددگار تھا، تو سعد مر گئے۔ لیکن جو سعد کے اصول کا حامی تھا، تو سعد کے اصول باقی ہیں، کبھی مرنے والے نہیں۔

"بلاشبہ سعد مر گئے۔ بہت سے دل، جو اُن کی ہیبت سے خائف تھے مسرت سے اُچھلنے لگے۔ بہت سے سر جو اُنکے رعب سے خم تھے، بلند ہونے لگے فتنہ کا سر اپنی دونوں آنکھیں تم میں ہر طرف پھرانے لگا کہ کوئی شگاف دیکھ اور در آئے۔ لیکن قدیر و حکیم خدا نے تمھیں اُس کی نظر بد سے بچا لیا۔ تم نے خدا کی توفیق سے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اپنا اتحاد بچا کر شیطان کو مایوس کر دیا، وہ تمھارے متحدہ عَلم دیکھ کر اُلٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو گیا

"وفد نے اپنے قانون کے بموجب اپنی صدارت کے معاملے پر غور کیا۔ پورے غور و خوض کے بعد اُس کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ یہ جلیل القدر منصب ایک ایسے شخص کے سپرد کرے، جسے تم سب جانتے ہو اور حق کی حمایت میں اُس کا حصہ دیکھ چکے ہو۔ وہ مصائب میں ہمیشہ ثابت قدم رہا۔ تکلیفوں میں اُس کی پیشانی پر کبھی بل نہ آیا۔ ایمان میں اُسنے ہمیشہ سبقت کی۔ آزادی کے لئے اُسنے اپنی زندگی وقف کر دی۔

"وہ شخص کون ہے؟ وہ مصطفیٰ نحاس ہے!......"

اس تقریر کے بعد اور بہت سی تقریریں ہوئیں اور مصطفےٰ نحاس پاشا بالاتفاق، وفد کے صدر، اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں جماعت وفد کے رئیس منتخب ہو گئے۔

وفد کا پیغام

مصری وفد نے قوم کے نام حسب ذیل پیغام شائع کیا ہے:

"ابنا ء وطن! عظیم القدرت خدائے بزرگ و برتر کی مشیت پوری ہو گئی اور سعد زغلول کا انتقال ہو گیا۔ تم اُس کے فراق پر رنج سے روئے لیکن حکمت الٰہی نے اس کے سوا کچھ منظور نہ کیا کہ تمھارے سردار کو ویسی ہی شریف موت دے، جیسی شریف زندگی اُسے بخشی تھی۔ چنانچہ جس طرح وہ مجاہد زندہ رہا تھا، اُسی طرح مجاہد ہی مرا۔ دنیا و آخرت، دونوں میں اُس کے لئے مجاہدین کا ثواب جزیل موجود تھا!

"سعد مر گیا، اس سے تمھارے دل ٹوٹ گئے۔ بعض لوگوں نے تمھارا رنج و اَلم دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ اُس بڑے سینے میں جو بڑی بڑی آرزوئیں پنہاں تھیں، اُس کی موت ہی کے ساتھ مر گئیں۔

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

ابراہیم موصلی

اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر فن موسیقی، ابراہیم موصلی، قولنج کی بیماری میں مبتلا ہوا اور خلیفہ کے محل میں آنے جانے سے معذور ہو گیا۔ جب تکلیف بہت بڑھی تو یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گئے:

مل واللہ طبیبی عن مقاساۃ الذی بی

واللہ طبیب میرے مرض کی تشخیص سے اُکتا گیا ہے

سوف انعیٰ عن قریب لعدو و حبیب!

عنقریب دوست و دشمن سب کو میری موت کی خبر سنا دی جائے گی!

ایک دن خلیفہ ہارون الرشید عیادت کو گیا اور پوچھا:

"ابراہیم کیا حال ہے؟"

ابراہیم نے جواب میں یہ شعر پڑھ دیا:

سقیم مل منہ اقربوہ واسلمہ المداوی و الحمیم

بیمار، جس سے اُس کے رشتہ دار اُکتا گئے ہیں۔ طبیب اور دوست اُسے چھوڑ چکے ہیں۔

۱۸۸ھ (۸۰۴ء) میں انتقال کیا

عباس بن الاحنف

اصمعی نے بیان کیا ایک دن میں بصرہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک حسین نوجوان میرے پیچھے کھڑا ہے۔

"میرا آقا آپ کو یاد کرتا ہے" خوبصورت لڑکے نے کہا۔

میں اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ صحرا میں ایک خیمہ کھڑا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوگئی کہ عباس بن الاحنف اُس میں پڑے دم توڑ رہے ہیں اُس وقت اُن کی زبان پر یہ شعر تھے:

یا بعید الدار عن وطنہ مفرداً یبکی علی شجنہ

اے اپنے وطن سے بہت دُور! تنہا، جو اپنی حسرت پر رو رہا ہے!

کلما جدّ النحیب بہ زادت الاسقام فی بدنہ

جوں جوں اُس کا گریہ بڑھتا ہے، اُس کے جسم میں بیماریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں!

پھر وہ بیہوش ہوگئے۔ درخت پر ایک چڑیا چلائی۔ عباس نے اُس کی آواز پر آنکھ کھول دی اور یہ شعر پڑھنے لگے:

ولقد زاد الفؤاد شجیً ہاتف یبکی علی فننہ

دل کا رنج اور بھی زیادہ کر دیا، اپنی ڈالی پر سے پکارنے والے نے۔

شاقنی ما شاقہ فبکی کلنا یبکی علی سکنہ

جس کا شوق مجھے ہے، اُسی کا اُسے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے حبیب کے لئے روتا ہے۔

وہ پھر بیہوش ہوگئے۔ میں نے خیال کیا پہلی سی غشی ہے۔ مگر اُنھوں نے ایک لمبی سانس لی اور سرد ہو گئے تھے!

۱۹۲ھ (مطابق ۸۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

خلیفہ ہارون الرشید

جب بیماری بہت سخت ہوگئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون مایوس ہو گیا اور یہ شعر پڑھے:

ان الطبیب بطبہ و دوائہ لا یستطیع دفاع مکروہ اتیٰ

طبیب اپنی طب اور دوا سے کسی مصیبت کو اُس کے آجانے کے بعد دُور نہیں کر سکتا۔

ما للطبیب یموت بالداء الذی قد کان یبریٔ مثلہ فی ما مضیٰ؟

یہ کیا ہے کہ طبیب اُسی بیماری سے مرتا ہے جسے ہمیشہ اپنے علاج سے اچھا کیا کرتا تھا؟

ہلک المداوی و المداویٰ و الذی جلب الدواء و باعہ و من اشتریٰ

معالج، مریض، دوا لانے والا، دوا بیچنے والا، دوا خریدنے والا سب مر جائیں گے!

جب موت کا یقین ہو گیا تو بنی ہاشم کو طلب کیا، اور کہا:

"ہر مخلوق مر جانے والی ہے۔ آج میں بھی موت کے گھاٹ اُتر رہا ہوں میں تمھیں تین وصیتیں کرتا ہوں: اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ اپنے سرداروں کی خیر خواہی کرنا۔ اپنا اتحاد برقرار رکھنا۔ میرے دونوں لڑکوں محمد (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ ان میں سے جو بھی اپنے بھائی پر سرکشی کرے، اُسے گمراہی سے روک دینا اور اُس کا عہد توڑ دینا"

۱۹۳ھ (۸۰۹ء) میں وفات پائی۔

ابونواس

ہارون رشید کے مشہور مصاحب اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے رادی شعر اور شاعر، ابونواس نے مرتے وقت یہ شعر کہے:

دبّ فیّ الفناء سفلاً و علوا و ارانی اموت عضواً فعضوا

اوپر نیچے ہر طرف سے فنا مجھ میں دوڑ رہی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ جوڑ جوڑ سے مر رہا ہوں۔

ذہبت شرتی بجدۃ نفسی و تذکرت طاعۃ اللہ نضوا

میری تمام تیزی چلی گئی۔ اپنے سوکھ جانے پر مجھے طاعت الٰہی کا خیال آیا!

لیس من ساعۃ مضت لی الا نقصتنی بمرہا بی جزوا

ہر گھڑی جو مجھ پر گذر رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی حصہ کم کرتی جاتی ہے!

لہف نفسی علی لیال و ایام تملیتہن لعباً و لہوا

اُن دنوں اور راتوں پر میرا افسوس، جنھیں میں نے لہو و لعب میں گزار دیا!

قد اسأنا کل الاساءۃ فاللہم صفحاً عنا و غفراً و عفوا

ہم نے سراسر بُرائی ہی کی ہے لیکن خدایا! ہم تیری عفو و بخشش چاہتے ہیں!

محمد امین

ہارون رشید کے جانشین محمد امین کو گرفتار کرنے کے لئے جب مامون کے آدمی آدھی رات کے وقت محل میں گھسے، تو چلا اٹھا:

"انا للہ و انا الیہ راجعون! واللہ میری جان، خدا کی راہ میں چلی گئی۔ آہ، کوئی تدبیر نہیں کوئی حامی نہیں"

گرفتار ہو جانے پر اُسنے اپنی اولاد اور عزیزوں سے کہا:

"یہ تمھارا آخری دیدار ہے۔ خدا تمھارا نگہبان ہو!"

قتل کے وقت جلادوں سے کہا:

"تمھارا بُرا ہو! جانتے نہیں میں رسول اللہ کے چچا کا پوتا، ہارون الرشید کا بیٹا، اور مامون کا بھائی ہوں؟ میرا خون بہانے میں خدا سے ڈرو!"

۱۹۸ھ (۸۱۳ء) میں قتل ہوا

حضرت معروف الکرخی رح

مشہور صوفی و زاہد معروف کرخی سے حالت نزع میں کہا گیا "وصیت کیجئے"

کہنے لگے:

"جب میں مر جاؤں تو میرا یہ کُرتا بھی صدقہ کر دینا۔ میں چاہتا ہوں دُنیا سے اُسی طرح جاؤں، جیسا آیا تھا"

۲۰۰ھ (۸۱۶ء) میں وفات پائی۔

حضرت بشر بن المنصور رح

وفات کے وقت بہت خوش تھے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا

"آپ موت پر خوش ہوتے ہیں؟

کہنے لگے "کیا تمھارے خیال میں خالق کے حضور جانا، جس سے مجھے بڑی ہی اُمید ہے، مخلوق میں رہنے کے برابر ہے؟ وہ مخلوق جس سے میں ڈرتا ہوں؟" یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔

(۲۰۹ھ - ۸۲۵ء)

بقیہ مضمون صفحہ ۱

ہیں تو اس کی بالکل کوشش نہیں کرتے کہ احتیاط اور انصاف کے ساتھ قدم اٹھائیں۔ ہندوستان میں تقریباً ۵ برس سے ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشمکش شروع ہوئی ہے۔ اگر ان ۵ برسوں کے وہ تمام بیانات و مباحث جمع کر لئے جائیں جو ایک فریق نے دوسرے کے اقوال و اعمال کی نسبت بیان کئے ہیں، اور پھر اُن پر انصاف اور صداقت شعاری کے ساتھ نظر ڈالی جائے، تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نصف سے زیادہ مقدار اُن باتوں کی نکلے گی جو کبھی فتنہ و فساد کی صورت اختیار نہ کرتیں اگر واقعات کے مطالعہ و بیان میں انصاف و دیانت کا تھوڑا سا بھی لحاظ رکھا جاتا۔

کہ معاملہ اس حد تک پہنچکر ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ آپکے لفظوں مین:

"جو طریقہ مسلمانوں نے ملک کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اختیار کیا، اور جو باتیں کہی گئیں، وہ نہ صرف حق و انصاف کے خلاف تھیں بلکہ عجیب طرح کی مذہبی ذہنیت ظاہر کرتی تھیں جنھیں کسی طرح بھی ٹھیک راستہ پر نہیں لے جایا جاسکتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمام لیڈروں اور "مولنا صاحبان" نے اور جمعیت العلماء نے فتویٰ جاری کردیا کہ رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کرنا چاہیے۔ اور یہ کہ اسلام کا قانون یہی ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانیٔ اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً مار ڈالنا چاہیے"۔

میں آپ کی طبیعت کی صداقت اندیشی اور حق جوئی کا معترف تھا اور اس موقعہ پر بھی معترف ہوں۔ آپنے اس رسالہ کے متعلق جو رائے قائم کی، اور جس طرح بے لاگ اور قطعی لفظوں میں اپنا خیال ظاہر کردیا، فی الحقیقت ایک راستی پسند انسان کا یہی شیوہ ہونا چاہیے لیکن جن واقعات کا آپنے ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ نہ تو اُن کی تعبیر صحیح ہے، اور نہ وہ تاثر صحیح ہے جو آپ نے قبول کیا ہے۔ آخری چیز میں وہی اصولی غلطی کام کررہی ہے جسپر پچھلی سطور میں بحث کرچکا ہوں

تعبیر میں آپنے جو غلطی کی ہے، وہ غلطی عام ہے۔ اور اُس ناواقفیت کا نتیجہ ہے جو ایک ہزار سال کی یکجائی کے باوجود ہندؤں کو اسلام اور مسلمانوں کی نسبت ہے۔ میں نے بارہا خیال کیا ہے کہ اگر کسی ذریعہ سے ہم یہ باہمی ناآشنائی دُور کرسکیں، تو باہمی مخالفت اور توحش کی کتنی بڑی مقدار خود بخود دُور ہوجاسکتی ہے؟ مگر افسوس ہے کہ اس کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ آپنے غالباً بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ "مسلمان لیڈروں اور جمعیت العلماء نے فتویٰ دیدیا" لیکن اگر آپ کو مسلمانوں کی اصطلاح "فتویٰ" کی حقیقت معلوم ہوتی جو بہت ہی معمولی اور عام ہے تو کبھی یہ بات آپکے قلم سے نہیں نکلتی۔ آپ "لیڈروں" کے ساتھ "فتویٰ" [illegible] نہیں نکالتے۔ آپ سے یہ غلطی بھی نہیں ہوتی کہ اُن تمام باتوں کو جو کسی "لیڈر" یا عالم نے عام مجالس کے ایک مقرر ہونے کی حیثیت سے کہی ہیں، یا اپنے اپنے انداز طبیعت کے مطابق نرم و گرم خیالات ظاہر کئے ہیں، "فتویٰ" قرار دیدیتے۔ بلاشبہ آپ ان تمام باتوں پر اس حیثیت سے نظر ڈال سکتے تھے کہ کہاں تک موزوں ہیں یا غیر موزوں ہیں لیکن انھیں "فتویٰ" کے لفظ سے تعبیر نہ کرتے۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ "فتویٰ" نہیں ہیں۔

غالباً آپ کا خیال یہ ہے کہ جب کبھی کسی معاملہ پر ایک مسلمان، مذہبی قسم کی کوئی بات کہے، تو وہ "فتویٰ" ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس طرح تو وہ ساری باتیں جو مسلمان جلسوں میں کہتے ہیں یا اخباروں میں لکھتے ہیں، "فتویٰ" ہوجائیں گی۔ "فتویٰ" مسلمانوں کے دینی علوم کی ایک اصطلاح ہے، اور اس کا اطلاق صرف اُس بیان پر ہوتا ہے جو ایک مستند عالم دین اس حیثیت سے دیتا ہے کہ فلاں مسئلہ میں اُس کے نزدیک شریعت کا حکم یہ ہے۔ جب تک ایک عالم شرع اس حیثیت سے ایک بیان نہ دے، وہ فتویٰ نہیں ہے، اور کوئی مسلمان بھی اُسے فتویٰ نہیں سمجھیگا۔ اب آپ غور کیجیے کہ لیڈروں کی طرف "فتویٰ" منسوب کردینا کیسی افسوسناک غلطی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ علماء بھی "لیڈر" ہیں۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یقیناً یہاں لیڈر سے مقصود علماء نہیں ہیں۔ مسلمان جماعتوں کے عام سربرآوردہ اشخاص اور سیاسی رہنما ہیں، اور یقیناً نہ تو وہ "فتویٰ" دیتے ہیں، نہ مسلمانوں میں کوئی شخص اُنکے بیانات کو فتوی کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔

البتہ جمعیت العلماء مذہبی حیثیت سے "فتوی" دے سکتی ہے، لیکن یہ خیال صریح غلط ہے کہ جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" کے لکھنے والے یا چھاپنے والے کی نسبت کوئی "فتویٰ" جاری کیا۔ یہاں پھر وہی باہمی ناواقفیت اور ناآشنائی کی بلا آگئی ہے جو ہندو مسلمانوں کے تمام معاملات پر چھائی ہوئی ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اصطلاح "فتویٰ" کی حیثیت اور نوعیت پر آپ کی نظر نہیں، اس لئے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں۔ غور کیجیے، اس ایک معاملہ میں کیے بعد دیگرے کتنی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں:

اولاً، مسلمانوں میں شرعی حیثیت سے فتویٰ اسی وقت دیا جاتا ہے جب کسی خاص معاملہ میں شرعی حکم واضح کردینا ہوتا کہ مسلمانوں کا کوئی فرد یا جماعت اُسپر عمل کرے۔ موجودہ صورت میں "فتوی" کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ ہندوستان میں ایک شخص نے اسلام کے خلاف دلازار کتاب لکھی تھی اور شائع کی تھی۔ یہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے، نہ شرعی قوانین نافذ ہیں، نہ مسلمانوں کے مذہبی گروہ کو کسی طرح کا دخل سیاست و تعزیر میں ہے۔ جو کچھ بھی اس بارے میں کرسکتی ہے حکومت کرسکتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مداخلت کرے گا مجرم ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں مسلمانوں کے فتویٰ لینے یا دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ کوئی شخص اس درجہ مجنوں یا احمق ہوجائے کہ وہ خیال کرے، ہندوستان میں اُسے تعزیر و سیاست کے احکام جاری کرنے کی قدرت حاصل ہوگئی ہے اور اس لئے فتویٰ دینا شروع کردے کہ فلاں آدمی کو قتل کر ڈالنا چاہیے، اور فلاں آدمی کو قید میں ڈال دینا چاہیے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ثانیاً جمعیت العلماء کی نسبت یہ سمجھ لینا کہ چونکہ وہ علماء کی انجمن ہے اس لئے اُس کی جانب سے جو کچھ بھی کہا جاتا ہے "فتویٰ" ہے، کس درجہ ناواقفیت کی بات ہے؟ وہ ایک انجمن ہے، اور اس حیثیت سے وہ تمام طریقے اظہار رائے کے عمل میں لاتی ہے جو دُنیا کی تمام انجمنیں عمل میں لایا کرتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے جسپر وہ کارروائی کرنا ضروری سمجھتی ہے، تو تجویز کی شکل میں کوئی بات ترتیب دیتی ہے اور اُسے منظور کرکے شائع کردیتی ہے۔ اس معاملہ پر بھی اُسنے ایک تجویز منظور کی، اور غالباً لاہور میں اپنی جمعیتہ عاملہ (ورکینگ کمیٹی) کا ایک جلسہ کرکے اُس کا اعلان کردیا۔ وہ جمعیت العلماء کی ایک تجویز ہے۔ یقیناً لوگوں نے اُسے اُس درجہ اہمیت دی ہوگی، جس درجہ اہمیت وہ جمعیت العلماء کی تجاویز کو دیا کرتے ہیں، لیکن وہ "فتویٰ" نہیں ہے۔ کیونکہ "فتویٰ" دینے کی اس معاملہ میں گنجایش ہی نہ تھی۔ آپ جمعیت کی ایک تجویز کو "فتویٰ" کہہ رہے ہیں۔

ثالثاً، جمعیت العلماء کی اس تجویز کا مضمون بھی آپنے صحیح طور پر معلوم نہیں کیا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، وہ اصلیت سے اس درجہ ہٹا ہوا ہے کہ اگر میں آپ کو ملامت کروں تو آپ کو ناخوش نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم آپ جیسی طبیعت کے آدمی کو ایک واقعہ کے نقل کرنے میں اس درجہ بے احتیاط نہیں ہونا تھا۔ جمعیت العلماء کی تجویز تمام اخباروں میں شائع ہوگئی تھی۔ میری نظر سے بھی گزری تھی۔ اگر آپ چاہیں تو اُسوقت کا کوئی اُردو اخبار حاصل کرکے دیکھ لے سکتے ہیں۔ اُس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ "رنگیلا رسول لکھنے والے اور چھاپنے والے کو قتل کردینا چاہیے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے۔ کم سے کم اتنی بات تو ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی علانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جمعیت نے یا کسی انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔ دراصل وہ تجویز مسلمانوں کو مخاطب کرکے لکھی ہی نہیں گئی تھی کہ اس طرح کی قاتلانہ ترغیب کی اس میں گنجایش ہوتی۔ اُس کا تمام تر خطاب حکومت سے تھا۔ حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے دلازار حملوں کا سدِّباب کردے، اور اگر موجودہ قوانین اسکے لئے کافی نہیں ہیں تو نیا قانون نافذ کردے۔ البتہ اُس تجویز میں اس بات کا حوالہ ضرور تھا کہ اسلامی قوانین میں (یا بصورت اسلامی حکومت ہونے کے۔ مجھے اصلی الفاظ یاد نہیں ہیں) ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو پیغمبر اسلام کی عمداً توہین و تذلیل کرے۔ یہ حوالہ جس طریقہ سے دیا گیا تھا، اُس کا صاف منشا یہ تھا کہ معاملہ کی اہمیت حکومت پر واضح ہوجائے۔ یعنی یہ بات اُس کے علم میں آجائے کہ مسلمانوں کے دینی احساسات اس بارے میں کیا ہیں، اور اُن کے نقطۂ خیال سے یہ معاملہ کس درجہ اہم اور ضروری ہے؟ بلاشبہ اسپر بحث کی جاسکتی ہے کہ اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دینا یا ذکر کرنا کہاں تک صحیح تھا؟ اور فی الحقیقت اسلام کا قانون کیا ہے؟ اس بارے میں میری رائے اور اسلامی قوانین کی حقیقت کی بحث آگے آئے گی اور آپ معلوم کرلینگے کہ میرا خیال اور علم کیا ہے لیکن بہ حیثیت ایک صداقت اندیش انسان کے آپ کو اور اُن تمام لوگوں کو جو اس بارے میں طرح طرح کے تاثرات قبول کررہے ہیں، یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ واقعہ کی نوعیت وہ نہیں ہے جو اُنھوں نے سمجھ رکھی ہے۔ ہم ایک معاملہ کی نسبت موافق رائے رکھتے ہوں یا مخالف، ہر حال میں ہمارا فرض ہے کہ معاملہ کو اُس کی صحیح اور حقیقی صورت میں دیکھیں، اور جیسا کچھ بھی وہ ہے، اُسے تسلیم کرکے، رائے قائم کریں۔ انصاف کیجیے، کہاں یہ بات کہ جمعیت العلماء نے ایک تجویز منظور کرکے حکومت کو صورت حال پر توجہ دلائی اور اسمیں اس بات کا حوالہ دیا کہ اسلامی قانون اس بارے میں یہ تھا، اور کہاں اُس کی یہ تعبیر کہ "جمعیت نے فتویٰ دیدیا کہ قتل کردینا چاہیے"؟ اسوقت دُنیا کے کسی مذہب کے ماننے والے بھی ایسے نہیں ہیں جنھوں نے گذشتہ زمانے میں اپنے اپنے وقت کے مصالح کے مطابق قتل و تعزیر کے احکام نافذ نہ کئے ہوں اور وہ ان کی کتابوں میں ثبت نہ ہوں۔ مختلف موقعوں پر بے محل یا با محل اُن کا ذکر بھی کردیا جاتا ہے، لیکن کوئی شخص اُس کا مطلب یہ نہیں سمجھتا کہ بحالت موجودہ انھیں نافذ کرنا مقصود ہے۔

رابعاً آپنے جن لفظوں میں جمعیت کے بیان کردہ اسلامی قانون کی تعبیر کی ہے، وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ آپ لکھتے ہیں "اسلام کا یہ قانون ہے کہ جونہی کوئی غیر مسلمان حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف کوئی بدزبانی کرے، فوراً اُسے مار ڈالنا چاہیے" لیکن آپ یقین کیجیے کہ نہ تو جمعیت العلماء کی تجویز میں اس قانون کی یہ تعبیر تھی، اور نہ میری معلومات میں کسی مسلمان نے بھی یہ تعبیر کی ہے۔ جمعیت نے یا کسی دوسری جماعت نے اگر یہ کہا ہے کہ اسلامی حکومتوں کا یہ قانون تھا، تو اس کا صاف مطلب وہی ہوسکتا ہے جو حکومتوں کے قوانین کا عام طور پر ہوتا ہے۔ یعنے اُنکے قوانین کی رُو سے یہ ایک ایسا جرم تھا جو اگر عدالتی تحقیقات کے بعد ثابت ہوجائے، تو اس کے لئے قتل تک کی سزا دی جاسکتی تھی۔ اس کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ "جو مسلمان کسی کو بدزبانی کرتے دیکھے، اُسے فوراً قتل کر ڈالے"؟ اسلام کے شرعی نظم کی رُو سے تو کسی جرم کے لئے بھی ایسی آنارکی جائز نہیں ہوسکتی۔ تعزیر اور سیاست کے تمام احکام کا تعلق قضا سے ہے۔ یعنی آجکل کی بول چال میں عدالتی کارروائی سے۔ کسی فرد کو بھی اپنی جگہ اختیار نہیں کہ قانون اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور جس کسی کو اپنے نزدیک مجرم سمجھے سزا دے دے۔ یہ کام صرف حکومت اور عدالت کا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا، تو وہ اسلامی قوانین کی رُو سے اُسی طرح سزا کا مستحق ہوگا، جس طرح ایک قانون کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم ہوسکتا ہے۔

میں نے اس حصۂ بیان میں ضرورت سے زیادہ تفصیل اس لئے کی کہ میں چاہتا ہوں، یہ بات آپ پر واضح ہوجائے کہ واقعات کے مطالعہ و بیان میں وقت کی کوتاہیوں اور کج اندیشیوں کا کیا حال ہے؟ کس طرح ایک بات بغیر کسی اشتباہ اور پیچیدگی کے، محض اس لئے کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے اور بے لاگ طریقہ سے معاملات پر نظر ڈالنے کی استعداد کھو چکے ہیں اور جب کبھی کسی معاملہ پر بحث کرتے

"مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمھیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی۔ اور یہ زخم ......"

موریلا، انٹونیو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے چپ ہو گئی۔

"تم نے کچھ نہیں کیا" انٹونیو نے کہا "تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا بھی چاہئے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمھاری ذرا بھی خطا نہیں ہے۔ ہرگز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے۔ میں تمھارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا، اپنا رومال لیتی جاؤ"

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن موریلا خاموش تھی۔ اُس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا:

"میری غلطی سے تمھاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اُسی میں بندھی تھی! مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اِس وقت اُس کی تلافی نہیں کر سکتی ــــ ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے ــ لیکن یہ چاندی کی صلیب، میری ہے۔ مصوّر جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آجتک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے ــــ نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سُوت کات کات کر ادا کر دوں گی"

"نہیں نہیں، میں ہرگز نہیں لوں گا" یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب لَوٹا دی۔ "لیلو" موریلا نے کہا "تم نہیں جانتے، تمھارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب رکھ لی ہے"

"مجھے تکلیف نہ دو" انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

"میں کہتی ہوں لے لو" موریلا نے اصرار سے کہا۔

"سمندر میں پھینک دو" انٹونیو جھنجلا گیا۔

"میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں" موریلا نے پھر کہا۔

"تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے" انٹونیو نے جوش سے کہا "اگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کر لو۔ تم پورے بار سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اُٹھانا، تاکہ مجھے اپنی اِس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔ خدا حافظ! جاؤ۔ یہ ہماری آخری باتیں ہیں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اُس نے اپنا رومال اُٹھا کر ٹوکری میں ڈالا، صلیب بھی اسمیں گرا دی۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹونیو نے نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آنسو اُس کے نازک رخساروں پر بہ رہے تھے!

"الٰہی!" انٹونیو چلّایا "موریلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہو گئیں؟ یہ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے گھر لَوٹنا چاہئے"

یہ کہہ کر موریلا لڑکھڑاتے پاؤں سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کے رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی اب بے قابو ہو گئی۔ انٹونیو نے اُس کی سسکیاں سنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اُٹھ کر پاس پہنچے، وہ خود دَوڑ کر آئی اور اُس پر گر پڑی:

"اب میں برداشت نہیں کر سکتی" اُس نے آنسوؤں کے ساتھ ملّاح کو زور سے پکڑ کر کہا "میں برداشت نہیں کر سکتی! میں تمھیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مار دو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دُور نہ کرو......"

روتی ہوئی لڑکی کو انٹونیو نے فوراً اُٹھا لیا۔ وہ بھی چپ تھا۔ مگر آنسو اُس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے!

انٹونیو نے لمبی سانس لے کر کہا "خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خون زخم سے بہ گیا ہے تو میرا دل اِس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موریلا! اگر یہ تم صرف تسلّی دینے کے لئے کہتی ہو، تو اِس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمھارے پیچھے بہت دُکھ نہیں سہا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" موریلا مضبوط آواز میں کہا "کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے، اسی محبت کے ڈر سے بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

(۷)

موریلا، گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہو گئی۔ انٹونیو، کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اُس کے آگے پھیلا تھا۔ اُفق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے!

(۸)

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موریلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کرکے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کر سکتا تھا؟" پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کر سکتا تھا کہ خدا اِس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موریلا کو، انٹونیو کو، دونوں کی اولاد کو برکت دے!"

(۹)

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اِس دُنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے، اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی عصہ کی نفرت اور خودداری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی!

افسانہ

غضبناک محبوبہ

L'ARRABIATA

(پال ہیس کے قلم سے)

(۲)

انٹونیو، لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آگیا۔ وہ بُت بنا کھڑا تھا۔ اُس کے دماغ میں کوئی خیال بھی باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پہ نظر جمائے اس طرح کھڑا تھا، گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہے!

آخر کار اُس کے حواس درُست ہوئے۔ اُسنے ڈانڈ اُٹھائی اور پُوری قوت سے کشتی، لڑکی کی طرف لے چلا۔ اُس کی آنکھیں لڑکی پہ جمی تھیں۔ اُسے بالکل خیال نہ رہا کہ اُس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا ہے۔

موریلا بڑی تیزی سے پیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اُس کے قریب پہنچ ہی گئی۔

"خدا کے لئے کشتی پر آجاؤ!" انٹونیو چلایا "میں دیوانہ ہوگیا تھا۔ خدا جانے میری عقل پر کیسے پتھر پڑگئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر گئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اُٹھا تھا۔ موریلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کرسکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہے کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!"

موریلا برابر پیرتی رہی۔ گویا اُس نے سُنا ہی نہیں۔

"ساحل تک پہنچنا محال ہے" انٹونیو نے پھر کہا "ابھی پُورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اُس کا کیا حال ہوجائے گا؟ اگر تمھیں نقصان پہونچا تو میں بھی جان دے دوں گا"

موریلا نے سامنے نگاہ کرکے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دئے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو، سہارا دینے کے لئے اُٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔ لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھرتی سے اوپر آگئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

(۴)

انٹونیو نے اُسے مطمئن دیکھ کر پھر کشتی کھینا شروع کردی۔ موریلا اپنے بال ہاتھوں میں لے کر نچوڑنے لگی۔

یکایک موریلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی اُس نے معاً انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اُٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پُوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

"یہ لو" موریلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا انٹونیو نے موریلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کردیا۔ اور کشتی چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد موریلا اپنی جگہ سے اُٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی، اور اپنے رومال سے اُس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا مگر دوشیزہ نے اُس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی، لیکن ڈانڈ پر اُس کے ہاتھ کے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے، اُن پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چپ تھے۔ چہرے اُترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے۔ بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہم کچھ اشارات بھی کئے۔ لیکن وہ دونوں بالکل خاموش رہے۔ اُن میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

شعاع ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آگیا۔ موریلا نے اپنے کپڑے درست کئے اور اُتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

"انٹونیو!" ملاح کو دیکھ کر چلائی "تیرے ہاتھ میں کیا ہوا؟ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہے!"

"کچھ نہیں" انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا "کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اُس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہوجائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا"

"یہاں آؤ: میں پٹی باندھ دوں" نیک دل بڑھیا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں"

"شکریہ" انٹونیو نے کہا "زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہے۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہے۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا"

"خدا حافظ!" موریلا نے کہا، جو اب تک کھڑی بڑھیا کی باتیں سُن رہی تھی۔

"خدا حافظ!" انٹونیو نے اُس کی طرف نظر اُٹھائے بغیر جواب دیا۔

موریلا اپنے گھر روانہ ہوگئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اُٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

(۵)

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں آگیا ہے۔ بہت پریشان ہے۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اُٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آرہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہا السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کنواری کے سر پرستاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہا۔ وہ نماز کیوں پڑھے؟ ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہوچکا ہے!

اُس نے خیال کیا، آج دن ختم نہ ہوگا۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہورہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی سی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اُس نے ہاتھ دھویا۔ موریلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے!

"اُس کی کیا خطا ہے؟" اپنے آپ سے کہنے لگا "میں وحشی ہوگیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہئے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اُس کا رومال واپس کردوں گا۔ اور اب کبھی اُس کا سامنا نہ کروں گا!"

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہوگیا۔ اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا۔ لیکن اُسے چاندکی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہورہا تھا۔

(۶)

یکایک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

موریلا اُس کے سامنے کھڑی تھی!!

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر کا رومال کھولا، ہاتھ کی ٹوکری، سامنے چھوٹے سے میز پر رکھ دی۔

"اپنا رومال لینے آئی ہو؟" انٹونیو نے پوچھا "ناحق تکلیف اُٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیج دینے والا تھا"

"رومال نہیں" موریلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا "میں دیر سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو، یہ لائی ہوں"

"تم نے بڑی تکلیف کی" ملاح نے جوشِ مسرت کے احساس سے مضطرب ہوکر کہا "افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہے۔ لیکن اگر تکلیف بھی ہو، تو اس کا مستحق ہوں۔ تم اِس وقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انھیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہئے"

"میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی" موریلا نے غصہ اور ہمدردی کے ملے جلے لہجہ میں کہا "میں تمھارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوا نہیں لگا سکتے"

"میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں" انٹونیو نے تاثر کے ساتھ کہا۔

"اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہوگا تو دوا نہ لگاؤں گی"

یہ کہہ کر موریلا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اُسکی قدرت سے باہر تھا۔ پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی "آہ، مسیح!"

"نہیں معمولی سا ورم ہے۔ کل تک اُتر جائے گا" انٹونیو نے بے پروائی سے کہا۔

موریلا نے سر ہلایا:

"تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں نہیں جاسکتے"

"اوہو، ایک ہفتہ، دو ہفتے، دس ہفتے" ملاح نے رنج سے کہا۔

موریلا اُس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ موریلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہوگئی۔

"موریلا! شکریہ!" انٹونیو نے آرام پاکر کہا "اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو، تو وہ یہ ہے کہ میرا دن والا قصور معاف کردو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا؟ ہرگز نہیں تمھارا کوئی خطا نہیں تھی۔ اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنوگی....."

"نہیں نہیں، مجھے معافی مانگنی چاہئے" موریلا نے جلدی سے کہا

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اس وقت دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا میلا ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپکو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل پھولوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو شیفر کا "لائف ٹائم" لینا چاہیے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مُستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہے

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں

جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر

ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop Guide to Great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہے

ہندوستان

کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہے

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شایع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

قیمت ۱۲؍ (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے، تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے سب سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجیے

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسله میں هم نے امامین کی ان نادر و اعلیٰ درجه کی بلند پایه عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کی دماغی اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائی روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی هے - بلا جلد اڑھائی روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکی تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۂ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمی ' اسلامی ' سه ماهی رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ أئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - فی پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگی -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال هی وہ رساله هے جو اپنی تمام ظاهری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تھی -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اوراق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اُسکا هر باب اپنی مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کی ظاهری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه نہیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجه سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی ' مذهبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع [illegible] سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں [illegible] "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' هم نے کوشش کی که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی هیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی هو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل هوگئی هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخری موقعه دیتے هیں که اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکه جلدوں کی ایک بہت هی محدود تعداد مرتب هوسکی هے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل هوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس به ترتیب حروف تہجی لگادی گئی هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " " چہارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسری مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود هیں ' جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت فی پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن وصنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

با ایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

١٩٢٧

قیمت ۵ ـ آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۱ — کلکته : جمعه ۲۴ - ربیع الثانی ۱۳٤٦ هجری — نمبر ۱۸

Calcutta : Friday, 21, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای ۔
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکهیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱٤۹۲ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۱۷	اردو حروف کی حق مین	٤۱۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٤٦٤	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۵۰	نستعلیق هون	۱۵۱

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین ۔

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - مالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " مینیجر الہلال " کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں اُنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدي گئی هے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

صرف لوتھر اور میلان هي نے اِس علمي تحقیق کي مخالفت نہیں کي ' بلکه پروتستنت کنیسا کے اور بہت سے اقطاب بھي سخت مخالف رهے - چنانچه کالون نے اپني کتاب " حواشي بر سفر تکوین " میں کوپر نیکوس اور اس کے هم خیالوں پر بڑي سختي سے حمله کیا هے اور اُن سب کو کافر اور ملحد قرار دیا هے جو زمین کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم نہیں کرتے - وہ زبور کي آیتیں پیش کرنے کے بعد سوال کرتا هے " وہ کون هے جو کوپر نیکوس کو روح القدس کي سي عظمت رکھنے والا سمجھنے کي جرأت کر سکتا هے ؟ "

کالون کے جانشین ' تورٹن کي بھي یہي رائے تھي - کپلر اور نیوٹن نے جب کوپر نیکوس اور گلیلیو کے نظریے پوري طرح ثابت کر دیے ' اور ان کے لیے غیر متزلزل قواعد مقرر کر دیے ' تب بھي تریٹن اپني لاهوتي کتاب شایع کرنے سے باز نہیں رها ' اور کتاب مقدس کے نصوص سے ثابت کرنا چاها که آسمان ' سورج ' اور چاند زمین کے گرد گھومتے هیں ' اور خود زمین نظام کائنات کے مرکز میں قائم و ثابت هے !

تاریخ انگلستان میں بھي اِس لاهوتي جد و جہد کي بہت مثالیں ملتي هیں - هچنسن نے اپني کتاب " اصول موسوی " میں ' ڈاکٹر سموئیل بیک نے " مقدس فلسفه " میں ' هورن ' اسقف هورسلے ' اور وربس وعیرهم نے اپني اپني تفسیروں میں نیوٹن کے نظریے کي بڑي سرگرمي کے ساتھ مقاومت کي هے - کتاب مقدس کي آیتوں سے مسلح هوکر اُس پر ٹوٹ پڑے هیں - یہي حال ڈاکٹر جان اوین کا هے ' جو پیورٹیٹن مذهب کا ایک بڑا قطب مانا جاتا هے - اُس نے انتہائي دیدہ دلیري سے اعلان کر دیا که " کوپر نیکوس کا نظریه ' سراسر وهم و خیال هے - کیونکه نصوص وحي کے برخلاف هے " مشہور جان ویسلے بھي اِس گروہ سے باهر نہیں هے - اُس کا صاف اعلان تھا " جدید فلکي نظریے کفر و الحاد کي طرف لیجانے والے هیں "

سولھویں صدي کے وسط میں شہر وٹنبرگ میں (جو پروتستنت مذهب کا مرکز تھا) دو عالم رتّي کوس اور رینالڈ رهتے تھے - اُنھوں نے کوپرنیکوس کے مذهب کي تحقیقات کی تھي ' اور اُسے حق سمجھتے تھے - لیکن انھیں اجازت نہیں دي گئي که اپنے طالب علموں پر اپنا یه اعتقاد ظاهر کریں - رتّي کوس نے تو تنگ آکر یونیورسٹی سے استعفا دیدیا ' تاکه آزادي کے ساتھ اعلان حق کرسکے - لیکن رینالڈ یه نه کرسکا - اُسے مجبور هونا پڑا که قدیم مذهب کي حمایت کرتا رهے - اُسے حکم دیا گیا تھا که اپنے درس میں کوپرنیکوس کے مذهب کا کوئي ذکر نه کرے - اگر کبھي اِشارہ کرنا پڑے تو پھر اُس پر بطلیموسي نظام کو ترجیح دے - اُس نے اِس حکم پر عمل کیا - لیکن اِس پر بھي تکفیر سے محفوظ نه رہ سکا ' اور بالآخر ذلت کے ساتھ یونیورسٹي سے نکال دیا گیا - اُس کي جگه ایک نیا استاد مقرر هوا تھا - اِس معلم نے یہي پہلي تقریر اِس جملے سے شروع کي تھي : " کوپرنیکوس کا نظریه ' بدیہی طور پر غلط هے - خلاف عقل هے - هرگز علمي مرکزوں میں اُسکا ذکر نہیں کرنا چاهیے ! "

پروتستنت لاهوتیوں نے صرف اِتنے هي پر اکتفا نہیں کیا ' بلکه تعلیم گاهوں میں بھي ایسي کتابیں داخل کر دیں ' جو قدیم خرافات کا مجموعه تھیں - چنانچه کاهن هدسل نے مدارس کے لیے ایک مختصر کتاب " اصل کائنات اور نظام موسوي کا اتباع " لکھي تھي اور ثابت کیا تھا که کوپرنیکوس کے فلکي نظریے کتاب مقدس کے بالکل خلاف هیں " خواہ ریاضي کے قواعد اور دوربین کے مشاهدات کا کتناهي دعوی کیوں نه کیا جاے ' لیکن ایک ایماندار مسیحي کو کبھي تسلیم نہیں کرنا چاهیے " !

یه علم دشمني صرف رومن مطلمه هي کا خاصه نه تھي - جدید پروتستنٹیت کو بھي وراثت میں ملي تھي - چنانچه اُنیسویں صدي کے آخري برسوں میں مشن کالجوں کے بہت سے استاد اِس جرم پر خارج کر دیے گئے تھے ' که وہ جدید علم هیئت پر اعتقاد رکھتے تھے اور اسلیے ملحد تھے !

(کلیسائي علم و استدلال)

لاهوتي عدالت میں گلیلیو کي سزا یابي کے بعد رومن کیتھولک کلیسا کي هدایت سے کئي کتابیں لکھي گئي تھیں ' تاکه کوپر نیکوس کي " گمراهي " مسیحي دلوں سے دور کي جائے - چنانچه سیبیومونٹی اپني کتاب میں زمین کو ساکن ثابت کرتے هوئے لکھتا هے :

" جو حیوانات حرکت کرتے هیں ' اُن کے اعضاء اور عضلات هوتے هیں - لیکن چونکه زمین نه تو اعضاء رکھتي هے ' نه عضلات ' اسلیے وہ حرکت نہیں کرسکتي - وہ فرشتے هیں ' جو زحل ' مریخ ' آفتاب وغیرہ کو حرکت دیتے رهتے هیں - اگر بفرض محال تسلیم بھي کرلیا جائے که زمین متحرک هے ' تو اُسے حرکت میں لانے کے لیے ضروري هوگا که اُس کے مرکز میں ایک فرشته هو - حالانکه معلوم هے که فرشتے زمین کے اندر نہیں رهتے - وهاں تو صرف شیطان کا بسیرا هے - اگر کہا جاے که شیطان زمین کو متحرک رکھتا هے ' تو یه نا قابل تسلیم هے - کیونکه شیطان کے ایسے اعمال کتاب مقدس سے ثابت نہیں " !

کاش اس مسیحي علامه کو معلوم هوتا که اگر ستاروں کي حرکت کیلیے فرشتوں کي تلاش هے ' تو وہ فرشته موجود هے - اِس کا نام " قوت جذب و دفع " هے !

پولاک اپني کتاب " کوپر نیکوس کے رد " میں اِس طرح گہر افشاني کرتا هے :

" کتاب مقدس کي تصریح موجود هے که زمین ساکن هے اور سورج چاند گردش میں هیں - اگر کبھي هم دیکھیں که سورج چاند متحرک نہیں هیں ' تو کتاب مقدس کی رو سے همیں ماننا پڑیگا که یه تبدیلي کسي عظیم معجزے کي بنا پر پیدا هوئي هے - اُس کے خلاف جتنے خیالات هیں ' اُن کي اشاعت پوري سختي سے روک دیني چاهیے ' کیونکه اُنمیں زمین کے متعلق ایک ایسي رائے پیش کي جاتي هے جو کتاب مقدس کے صریح خلاف هے "

پھر عقلي دلائل اور مشاهدے سے بھي استدلال کرتا هے :

" اگر تسلیم کر لیا جائے که زمین حرکت کرتي هے تو پھر مشاهدات کي توجیه کیا کي جاسکتي هے ؟ اگر ایک تیر آسمان کي طرف پھینکا جاے ' تو وہ اپني جگه واپس آجایگا - حالانکه بہت دور جا کر گرنا چاهیے - کیونکه نئے نظریے کے بموجب زمین از حد سرعت سے مشرق کي طرف جا رهي هے - اگر في الواقع زمین متحرک هوتي تو زمین کا پورا کارخانه درهم برهم هو جاتا "

اسکے بعد لکھتا هے :

" کوپرنیکوس کے نظریے کے بموجب زمین کا متحرک هونا ' خود زمین کي طبیعت کے بھي خلاف هے - کیونکه زمین صرف ٹھوس

علم اور کلیسا کا معرکہ

کلیسائی جہل و جمود کے بعض تاریخی حقائق

گزشتہ تین صدیوں سے دین اور علم کی معرکہ آرائی کا غلغلہ بلند ہے - لیکن فی الحقیقت یہ معرکہ دین اور علم میں نہیں ہے - دینی جماعتوں اور علم کے مدعیوں میں ہے - اگر یہ دونوں صف آرا جماعتیں میدان سے ہٹ جائیں ' تو پھر صرف علم اور دین باقی رہجائینگے ' اور دنیا دیکھ لیگی کہ ان میں کوئی نزاع نہیں ہے !

یورپ میں جب نئی علمی ترقیات نے نشو و نما پائی ' تو دین ' مسیحی کلیسا کی شکل میں موجود تھا - علمی حلقوں کا تصادم کلیسا کے جمود ' و تعصب سے ہوا ' اور اس نے معرکۂ علم و دین کی صورت اختیار کرلی -

امریکا میں ڈریپر نے اور یورپ میں کیلی نے اس معرکہ آرائی کی داستانیں لکھیں ' اور " علم " کی فتح مندیوں اور " دین " کی ہزیمتوں کا غلغلہ ہر طرف بلند ہوگیا - حالانکہ اس فرضی معرکہ آرائی میں انہوں نے جس فریق کو " دین " کے نام سے پکارا ہے ' وہ دین نہ تھا ' دینی جماعتوں کا ایک خاص نظام تھا جو کلیسا کے نام سے قائم ہوگیا ہے - اگر وہ " دین " کی جگہ " کلیسا " کا لفظ اختیار کر لیتے ' تو یہ پورا رزم نامہ اپنی جگہ صحیح ہوجاتا ' اور ہمیں علم کی فتح مندیوں اور کلیسا کی ہزیمتوں کے اعتراف میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا - جان ڈکنسن ' اور پروفیسر وہائٹ نے ڈریپر اور کیلی کی یہ غلط اندیشی دور کرنی چاہی ' لیکن اُن کی صدائیں زیادہ بلند اور مقبول نہ ہوسکیں -

(پروٹسٹنٹ کلیسا اور علم)

انیسویں صدی کے آخر میں اکثر مصنفوں نے اِس نزاع کی ذمہ داری رومن کیتھولک کلیسے پر ڈالدی ہے اور اُسی کو علم کی دشمنی اور علماء کی تعذیب کا مجرم قرار دیا ہے - گویا اِس کلیسے کے سوا کسی دوسرے مسیحی کلیسے نے علم کی کوئی مقاومت نہیں کی - لیکن یہ صحیح نہیں ہے - یہ تاریخی حقیقت ہے کہ روشن خیالی اور تسامح علمی میں سب سے زیادہ مشہور کلیسا ' پروٹسٹنٹ بھی عقلی تنگ نظری اور علم دشمنی میں رومن کلیسے سے پیچھے نہیں رہا - لوتھر کے جانشینوں نے بھی علم دشمنی میں ویسی ہی متعصبانہ روح پیدا کرلی تھی ' جیسی صدیوں سے قدیم کلیسا میں موجود تھی -

گالیلیو نے جب کوپر نیکوس کے نظریے کی حقانیت ثابت کردی ' اور دور بین کے ذریعہ چاند میں پہاڑ ' سورج میں دھبے ' اور عطارد کے اقمار دکھا دیے ' تو رومن کنیسا غیظ و غضب سے مجنون ہوگیا -

دینی عدالت کو حکم دیا گیا کہ اِس " ملحد " کو گمراہی سے روکا جائے ' اور کنیسا کی اطاعت پر مجبور کیا جائے - دلیل و برہان سے نہیں ــ جس سے کنیسا تہی دست تھا ــ لوہے اور آگ سے ' جس کی کنیسے کے پاس کوئی کمی نہ تھی !

لیکن کیا لوتھر اور اُس کے پیرو اِس " الحاد " کے کم دشمن تھے ؟ کیا اُنہوں نے عقل کے قید کرنے اور گمراہی کے پھیلانے میں کوئی کمی کی ؟ اِس کا جواب ہم خود لوتھر کی زبان سے سن سکتے ہیں - کوپر نیکوس کا رد کرتے ہوئے وہ کہتا ہے :

" لوگ ایک مجنون نجومی کی بکواس پر کان دھرتے ہیں - حالانکہ وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ زمین گردش کرتی ہے ' نہ کہ آسمان - واقعہ یہ ہے کہ لیاقت اور دانائی میں شہرت حاصل کرنے کا ہر خواہشمند انسان کوئی نہ کوئی نیا نظریہ پھیلانے کی کوشش کرتا ہے - وہ مدعی ہوتا ہے کہ اُس کا نظریہ سب سے زیادہ صحیح اور سب سے زیادہ یقینی ہے - یہ آسیب زدہ انسان آج انہا ہے کہ علم ہئیت کے تمام قواعد و اصول تہہ و بالا کرڈالے - حالانکہ کتاب مقدس میں صاف لکھا ہے کہ یوشع نبی نے سورج سے کہا ' ٹھیر جا - لیکن زمین کو ایسا حکم نہیں دیا گیا ' کیونکہ وہ خود ہی ٹھیری ہوئی ہے "

ایک دوسرے پروٹسٹنٹ مصلح میلان کا لہجہ اِس " الحاد " کے مقابلے میں لوتھر سے نرم ہے - لیکن وہ بھی اپنی کتاب میں (جو کوپر نیکوس کی وفات کے چھہ برس بعد شایع ہوئی ہے) لکھتا ہے :

" ہماری آنکھیں مشاہدہ کرتی ہیں کہ آسمان ہر چوبیس گھنٹے میں گھوم جاتے ہیں - لیکن بعض جدت پسندوں نے مشہور کرنا شروع کردیا ہے کہ زمین حرکت کرتی ہے نہ کہ فلک ثانی اور آفتاب - اِس قسم کے خیالات کی علانیہ اشاعت اور اُن کے ذریعہ مخلوق کی تضلیل ' بلند ہمتی اور دیانت داری کے قطعی خلاف ہے - کیونکہ یہ لوگوں کے لیے مکروہ نتائج پیدا کرنے والا نمونہ بن جائیگا - جو کوئی بھی نیکی کا طالب ہے ' اُسے حق سے روگردانی نہیں کرنی چاہئے - وہ حق ' جو خداوند خدا نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے ' اور جسکے سوا سب کچھ باطل ہے "

اس کے بعد یہی مسیحی مصلح مزامیر داود اور دیگر مقدس صحیفوں کا حوالہ دے کر دعوی کرتا ہے " ان سے پوری وضاحت کے ساتھہ ثابت ہوجاتا ہے کہ زمین ٹھیری ہوئی ہے اور سورج اُس کے گرد گھومتا ہے " اتنا ہی نہیں بلکہ اپنے بیان کے اثبات میں وہ عقلی دلائل بھی پیش کرتا ہے ' اور پھر یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ " زمین اُسی حالت میں ایک جگہ قائم رہسکتی ہے جبکہ وہ اِس کائنات کے وسط میں ہو " پھر اُسے غصہ آجاتا ہے - وہ غضبناک ہوکر کہتا ہے " اُن لوگوں کو سخت عبرت انگیز سزائیں دینی چاہئیں جو کوپر نیکوس کی تعلیم کی اشاعت کرتے ہیں " !

سمجھتے - میں نے خیال کیا ' اپنے گاؤں کے لیے کوئی ایسی زبان ایجاد کرنی چاهئے ' جو سب کے لیے آسان اور قابل فہم هو - اسپرانٹو ' اِسی خیال کا نتیجه هے "

یه کام آسان نه تها - ڈاکٹر مذکور کو یورپ کی تقریباً تمام زبانیں سیکھنی پڑیں - سب کی صرف و نحو میں مہارت حاصل کی ' اور ایک بالکل نئی زبان اور نیا قاعدہ بنانا پڑا - سنه ۱۸۸۵ ع میں اُس نے اپنی تعلیم ختم کی تھی اور طبابت کا پیشه اختیار کرلیا تها - تاهم اُس کی تمام تر توجه اِس نئی زبان کی تکمیل و اشاعت هی پر صرف هوتی رهی - سنه ۱۸۸۷ ع میں اُس نے اِس زبان کی پہلی کتاب شائع کی - اُس کا نام " عالمگیر زبان " تها -

شروع شروع میں اُسے سخت ناکامیابی هوئی - سب لوگ اُسے مجنون قرار دیتے تھے - کوئی اُس کی مدد پر کھڑا نہیں هوتا تها - لیکن بتدریج یورپ میں اُس کا خیال مقبولیت حاصل کرنے لگا ' اور اِس زبان کی ترقی کے لیے پیرس میں ایک انجمن "Esperantistes Pacifiques De Paris" کے نام سے قائم هوگئی -

سب سے پہلے سنه ۱۸۷۸ میں دنیا نے یه نئی زبان سنی - ڈاکٹر موصوف نے ایک جلسه میں اس زبان کی ایک نظم سنائی - اس کے ابتدائی بند مع ترجمه حسب ذیل هیں :

En La mondo vanis nova sento

دنیا میں ایک نیا شعور آیا -

Fra La mondo iras ferta voko

دنیا میں ایک طاقتور دعوت پھیلانے لگا

Per de flugiloj de facila vento

هلکی هوا کے بازؤں پر

Nun de loko flugu gi al loko

اُسے ایک جگه سے دوسری جگه اڑنے دو !

اسپرانٹو ' اِس قدر آسان زبان هے که اُس کے تمام قواعد ایک گھنٹه کے اندر معلوم کر لیے جاسکتے هیں - اُس کے الفاظ کی تعداد صرف دو هزار هے - چند هفتے کی مزاولت کے بعد گفتگو اور تحریر بخوبی کی جا سکتی هے - اُس کے تمام الفاظ یونانی ' لاطینی ' جرمن ' روسی ' فرانسیسی ' اور انگریزی زبانوں سے ماخوذ هیں - اُس میں صرف ۲۳ حرف هیں - u, s, j, h, g, c دو حرفوں کے قائم مقام هوتے هیں - کوئی ساکن حرف نہیں هے - جو حرف لکھا جاتا هے ' تلفظ بهی کیا جاتا هے - شاذ افعال بهی نہیں هیں - معرفه کا صرف ایک حرف هے اور وہ La هے -

الفاظ کی قسمیں اُن کے اواخر سے پہچانی جاتی هیں - مثلاً Patro (باپ) میں o اسم کی علامت هے - Patra (ابوی) میں a نعت یا نسبت کی علامت هے - Patre میں e ظرف کی علامت هے - Palri میں i فعل کی علامت هے -

حروف علت ' a, e, u, o, جب اصل لفظ سے ملا دیے جاتے هیں ' تو وہ لفظ یا تو صفت هوجاتا هے یا ظرف ' فعل ' اور اسم -

فعل کی تصریف یوں هوتی هے :

(مصدر)	Ami (محبت)
میں محبت کرتا هوں	mi Amas
میں نے محبت کی	mi Amis
میں محبت کرونگا	mi Amos
شاید میں محبت کروں	mi Amus
محبت کرو	Amu
محبت کرنے والا	Aman ta
محبت کرتا تها	Amin to
عنقریب محبت کریگا	Amon te

اسپرانٹو زبان میں مسیحی نماز کی دعا کا ترجمه یه هے :

Patro nia Kiu estas en la cielo,

اے همارے باپ تو جو آسمان میں هے !

sankta estu Via nomo Venuregeco Via.

تیرا نام پاک مانا جائے ' تیری بادشاهی آئے !

Estu rolo Via Kiel en la cielotiel ankau. sur la tero.

تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری هوتی هے ' زمین پر بهی هو !

Panon mian ciu tagan donu almi hodiau.

هماری روز کی روٹی آج همیں دے !

Kaj pardona al ni suldojon niaju.

همارے قرض همیں بخش دے !

Kiel ni ankau pardonas al niajsuldantoj.

جس طرح هم نے اپنے قرضداروں کو بخش دیا هے !

Ni Konduku nin en tenton.

همیں آزمائش میں نه پڑنے دے '

Sed lilerigu nin de la mallona.

بلکه برائی سے بچا '

Amen !

آمین !

اور سرد ھي نہيں ھے ' بلکه اپنے عناصر ميں برودت کے خواص بھي رکھتي ھے - معلوم ھے که برودت حرکت کو روکتي ھے - بلکه اُسے فنا کر ڈالتي ھے - ھم حيوانات ميں ديکھتے ھيں که ٹھنڈے پڑ جانے کے ساتھه ھي اُن کي حرکت بھي موقوف ھو جاتي ھے - لہذا زمين کا متحرک ھونا قطعاً محال ھے "

" کتاب مقدس کي صريح نصوص سے ثابت ھے که آسمان زمين کے اوپر حرکت کر رھے ھيں' اور چونکه مدور حرکت کے ليے ضروري ھے که اُسکا کوئي مرکز قائم ھو' لہذا تسليم کر لينا پڑيگا که زمين نظامِ کائنات کے وسط ميں ثابت و قائم ھے "

يه کيتھولک کليسا کے خيالات تھے - مگر پروٹسٹنٹ کليسا بھي اس سے کچھه کم عقل مند نه تھا - لوتھر کے پيرو بھي کتاب مقدس کي تفسيروں اور لوتھر کے اقوال کے اندھے مقلد تھے - کالوينس باوجود اپنے وسيع علم و نظر کے' لوتھر کا اس درجه مقلد تھا که اُس نے بھي اِس علمي حقيقت کے تسليم کرنے سے صاف انکار کر ديا - زمين کي حرکت کے خلاف اُس کي سب سے بڑي دليل يه تھي :

" کتاب مقدس ميں لکھا ھے - خدا نے حزقيا نبي سے کہا " ديکھه ميں آفتاب کے ڈھلے ھوئے سايه کے درجوں ميں سے جو دھوپ گھڑي ميں معلوم کيے جاتے ھيں' دس درجے پھرا کے چڑھا لاؤنگا " چنانچه آفتاب جن درجوں ميں ڈھل گيا تھا ' اُن سے دس درجے پھر چڑھ گيا " (اشعياء - باب ۳۸) "

انگلستان کے مشہور لاھوتي عالم ڈاکٹر اسمتھه نے اعلان کر ديا تھا :

" شاھي علمي انجمن ' ملحدوں کي انجمن ھے اور دين کے خلاف کوشش کر رھي ھے "

" جان اوين کا اعلان ھے :

" نيوٹن کا نظريه کبھي صحيح علمي بنياد پر قائم نہيں ھوا - وہ سراسر اوھام و خرافات ھے - اور کتاب مقدس کي صريح نصوص کے مخالف ھونے کي وجه سے ناقابل اعتنا ھے "

- جان ويزلي کا مقوله مشہور ھے :

" اگر سحر و ساحري کے اصل چيز ھے ' تو انجيل کي کوئي بات بھي صحيح نہيں ھے "

يه تھي مسيحي کليسا کي ذھنيت جس نے علم کے مقابله کا اعلان کيا تھا ' اور يقيناً اُس کے ليے اس ميدان مبارزت ميں دائمي اور ھلاکت انگيز شکست کے سوا کچھه نه تھا - کسي انسان کو بھي جو حقيقت اور صداقت کا احساس رکھتا ھے ' اس شکست پر متاسف نہيں ھونا چاھئے -

دنيا کي مشترك اور عام زبان

کيا تمام دنيا ميں ايک مشترک زبان رائج ھو سکتي ھے ؟

اسپرنٹو

گذشته مہينے ميلان (اٹلي) ميں يورپ کي نئي مشترک زبان " اسپرنٹو " کے حاميوں کا سالانه اجتماع منعقد ھوا تھا جو کئي سال سے ھر سال منعقد ھوا کرتا ھے - تازہ ڈاک ميں اس اجتماع کي بعض دلچسپ تفصيلات آئي ھيں - چونکه ھندوستان ميں اس وقت تک اس نئي زبان کي نسبت بہت کم لکھا گيا ھے ' اس ليے ھم بعض مضامين کا خلاصه درج کر ديتے ھيں :

موجودہ علمي ترقيوں ' تمدني ضرورتوں ' ذرائع مواصلات کي سہولت نے دنيا کے تمام براعظموں کو باھم دگر ملا ديا ھے - اِس زمانے ميں کوئي قوم ' دوسري قوموں سے قطع تعلق کر کے زندہ نہيں رہ سکتي -

ليکن اِتنے قرب و مواصلت پر بھي دنيا کي قوميں اِس وقت تک ايک دوسرے سے دور ھي ھيں - اُن ميں باھمي تعارف کے ذرائع بہت کم پيدا ھوے ھيں - اِس صورت حال کي بڑي ذمه داري قوموں کي علحدہ علحدہ زبانوں پر ھے - ھر قوم اپني مخصوص زبان رکھتي ھے - دوسري قوم کي زبان سے نا واقف ھے - اگر واقف ھونا بھي چاھے تو بہت مشکل ھے که بہت سي زبانيں ھر شخص سيکھه سکے - اِس ليے عالمگير تعارف و اجتماع کي کوئي صورت نکل نہيں سکتي -

يه حالت ديکھکر مدت سے بعض عقلاء مغرب کا خيال ھے که دنيا بھر کے ليے کوئي سہل اور مختصر زبان پيدا کي جائے - " اسپرنٹو " ايک ايسي ھي نو ساختہ زبان کا نام ھے جو پچھلي صدي کے اواخر ميں ايجاد کي گئي ھے -

اسپرنٹو کا موجد ايک روسي ڈاکٹر زمينھوف نامي ھے - يه صوبۂ گروڈنو کے ايک چھوٹے سے گاؤں بيسلٹوک کا رھنے والا ھے -

اِس زبان کي ايجاد کا خيال اُسے اُس وقت پيدا ھوا ' جبکه اُس کي عمر صرف دس بارہ برس کي تھي - اُس نے يه سرگذشت خود اپني زبان سے اِس طرح بيان کي ھے :

" ميرے گاؤں ميں روسيوں ' يہوديوں ' پولنڈوں ' جرمنوں کي مخلوط آبادي تھي - ميں روز سڑکوں پر لڑائي جھگڑے کے واقعات ديکھا کرتا تھا - تحقيقات سے معلوم ھوا که يه جھگڑے زيادہ تر اِس ليے پيدا ھو جاتے ھيں که باشندے ايک دوسرے کي زبان نہيں

داعي بهیجے گئے - حجاز ریلوے
ي گئي - غرض که ایک ایسي فضا
اکردي گئي ' جس نے مسلمانان عالم
" خلیفۂ اسلام " کي شهرت عام
ي - اِس صورت حال نے سلطان کے
میں بظاهر ایک ایسي قوت
ي تهي ' جس سے وہ دول یورپ کو
عالمگیر اسلامي اثر کا یقین دلانا
تا تها -

اِس میں شک نهیں که سلطان
الحمید کي اِس حکمت عملي نے
سطحي شان و شوکت اور نام و نمود
پیدا کردي تهي - دنیا کي سطح
نگاهیں دیکهتي تهیں که سلطنت
اني کي بین الاسلامي مقبولیت کا
وسیع هو رها هے - لیکن فی الحقیقت
جو کچهه بهي تها ' محض ایک بالائي
یش تهي - ته میں کوئي صحیح اور حقیقي عملي روح نه تهي -
اں تک خلافت آل عثمان کي بین الاسلامي مقبولیت کا تعلق هے '
س برس کے پورے حمیدیتي دور میں کوئي کوشش ایسي نهیں
گئي جس کا منشا یه هو که دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے
حیح بنیاد پر روابط قائم کیے جائیں ' اور اُن میں اور مرکز خلافت
س معنوي اور اخلاقي معاونت کا رشته پیدا هو - ایسے دماغ قصر
طاني میں موجود هي نه تهے جو ان مهمات کے فهم و عمل کي
ستعداد رکهتے هوں - اس باب میں جو کچهه بهي هوا ' وہ اس سے
اده نه تها که دو چار خود غرض اور خداع عرب ' صوفیت اور تقدس
بهیس میں قصر سلطاني تک پهنچ گئے ' اور سلطان کي توهم
ستي سے فائدہ اٹها کر اُس پر
وي هو گئے - شیخ ابو الهدی
عي ' شیخ ظافر مدني ' فضل الله
لا باري وغیرهم ' اسي قسم کي
خصیتیں تهیں - وہ نه تو اسلامي
الک میں کوئي اثر و رسوخ رکهتي
ں ' نه اس طرح کے کاموں کے
و عمل کي اُن میں صلاحیت
ي - اگر انهوں نے اس قسم کا
ي کام انجام دیا بهي ' تو وہ صرف
تها که عراق اور شام میں ایسے لوگوں
ایک جماعت پیدا کردي ' جو
س قرار وظائف لیکر سلطان کي
ح و ثنا میں سرگرم رها کرتے تهے '
تهوڑے تهوڑے عرصه کے بعد سلطان
اطاعت و انقیاد کے وجوب پر
ي کتاب شائع هو جایا کرتي تهي -
ب سے بڑا کام اس جماعت کا
اس کے هم مشربوں کا یه تها '
جاسوسي اور مخفي خبر رساني کا
ب بالا تر محکمه بن گئے تهے -

سلطان عبد العزیز

شب و روز فرضي خطروں کے گڑهنے اور پهر
ان کے انسداد کے لیے بڑي بڑي رقموں
کے وصول کرنے میں سر گرم رهتے -
اسلامي خلافت ' بین الاسلامي مرکزیت '
دیني شوکت و جبروت ' اور روحاني
پیشوائي و سلطاني کا یه تمام طلسم '
صرف ان بنیادوں پر قائم تها ' که قصر
یلدز کي داخلي حکومت ترک افسروں
کي جگه حبشي اور حجازي خواجه
سراؤں کے هاتهه میں چلي گئي تهي '
سلطان کا خاص بادي گارڈ عرب سواروں
کا تها ' افریقه اور هندوستان کے بعض
سیاحوں کو جو گاہ گاہ قسطنطنیه آجاتے
تهے ' " نشان مجیدي " کے تمغے مل
جاتے تهے ' تعلیم و ترقي کي تمام راهیں
یه کهکر بند کردي گئي تهیں که
" اسلامي مقاصد " کے خلاف هیں '
اصلاح نظام حکومت کو الحاد اور زندقه سے تعبیر کیا جاتا تها '
تمام اصلاح طلب مسلمانوں کا شمار " مرتدین " میں تها ' اور سب
سے بڑهکر یه که هر هفته شیخ ابو الهدی وغیرہ مشائخ یلدز کے
خواب میں دنیا کے تمام پیغمبر اور اولیا آکر سلطان عبد الحمید
کے لیے الهي برکتوں اور غیبي نصرتوں کي بشارتیں پهنچا دیا
کرتے تهے !

سلطان عبد الحمید نے اگر صرف وہ قوت هي منظم کردي هوتي '
جو خلافت اسلامي کي بین الاسلامي مقبولیت سے پیدا هو رهي
تهي ' تو فی الحقیقت یه اُسکے تمام جبر و استبداد کا کفارہ
هوتا ' اور دولۃ عثمانیه کے لیے مغربي طاقتوں کے غلبۂ و تسلط کا
خطرہ همیشه کے لیے دور هو جاتا '
لیکن وہ تو اسلام اور اسلامي خلافت
کو محض اپنے شخصي استبداد کے
حفظ و بقا کا آله بنانا چاهتا تها -
اوهام و خرافات کے سوا کوئي حقیقي
عمل اُس کے سامنے نهیں تها -
چین کے پانچ کروڑ مسلمانوں نے باز
بار منتیں کیں اور وفود پر وفود
بهیجے که انکي دیني هدایت و تعلیم
کا انتظام کیا جائے ' لیکن کچهه
نهیں کیا گیا - افریقه کے مسلمانوں
کے وفود چار سال تک قسطنطنیه
میں پڑے رهے تا که انهیں مرکز
خلافت اپني اخلاقي سر پرستي
میں لیلے ' لیکن کوئي شنوائي
نهیں هوئي - مصر اور مراکش کي
سر پرستي خود اپنے هاتهوں ضائع
کر ڈالي - یمن اور نجد کے قبائل
محض اس لیے سرکش و مخالف
رهے ' که ترک والیوں کے مظالم سے
اُنهیں کبهي نجات نهیں ملتي تهي -

مصطفی فاضل پاشا
جس نے سلطان عبد العزیز کے نام لائحۂ اصلاحیه بهیجا تها -

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعی و سیاسی تغیرات

شروع سے ابتک

(۲)

(بین الا سلامی ترکی)

سنه ۱۲۳۹ ھ (۱۸۷۶ ع) سے سنه ۱۳۴۶ ھ (۱۹۰۸ ع) تک

صورت حال یه تهی که سلطان عبدالحمید ثانی ترک مصلحین کی سعی و تدبیر سے تخت نشین هوئے - مدحت پاشا اور اُس کے ساتهی اصلاح پسند وزراء نے سلطان مراد کی جگه

سلطان محمود مصلح
متوفی سنه ۱۸۳۹

عبد الحمید کو اس لیے تخت نشین کیا تها ' که وه محسوس کرتے تھے ' سلطنت اور قوم کی سب سے بڑی ضرورت اصلاح اور دستور هے ' اور اُس کے لیے اِس نوجوان شهزاده کا سلطان هونا مفید هوگا -

عبد الحمید تخت نشین هوا - اصلاحات کا مزید اعلان کیا گیا - عثمانی سلطنت "شخصی" کی جگه "دستوری" قرار پا گئی ' اور عثمانی پارلیمنٹ کے قیام کا فرمان نافذ هوگیا -

اگر یه صورت حال جاری رهتی ' تو با وجود دول یورپ کی پے هم مقاومتوں اور جنگ پلیونا کے شدید نقصانات کے ' دولۃ عثمانیه کی نئی نشو و نما شروع هو جاتی - لیکن افسوس هے که بهت جلد سلطان کے مزاج نے پلٹا کهایا ' اصلاح پسند عنصر کی جگه قدامت پرست اور خود غرض پاشاؤں کا اقتدار قائم هو گیا ' اور اصلاح و تغیر کی تمام امیدیں جو سلطان محمود مصلح کے زمانے سے نشو و نما پانے لگی تهیں ' سنه ۱۸۸۰ میں ختم هوگئیں !

جس سال سلطان عبد الحمید تخت نشین هوا اور عثمانی دستور کا اعلان کیا گیا ' اُسی سال جاپان کے نظام حکومت میں بهی

سلطان عبد المجید
جسنے اصلاحات کو مزید رونق اور ترقی دی

اصلاح هوئی تهی اور دستوری حکومت کا اعلان کیا گیا تها - جاپان تیس سال کے اندر مشرق کی سب سے بڑی طاقتور حکومت بن گیا ' لیکن عثمانی حکومت نے اُسی تیس سال کے اندر اپنی رهی سهی طاقت بهی فنا کردی - جاپان نے دستوری حکومت قائم رکهی تهی ' سلطان عبد الحمید نے چهه ماه کے بعد اس کا خاتمه کر دیا تها !

اصلاحات کا خاتمه کر دینے کے بعد سلطان نے ایک نئی حکمت عملی ایجاد کی - یه حکمت عملی ترکی اور ترکی سے باهر "بین الاسلامی حکمت عملی" یا "اتحاد اسلامی" کے نام سے پکاری جاتی تهی - اس کا منشا یه بیان کیا گیا تها که "یه تمام مسلمانان عالم کی معنوی اور اخلاقی اعانت مرکز خلافت کے ساتهه وابسته کر دیگی"

چنانچه مدتوں کا لپٹا هوا علم خلافت از سر نو بلند کیا گیا - علماء و مشائخ کا ایک بڑا گروه دارالخلافۃ میں جمع هوگیا - ابو الهدی رفاعی اور شیخ ظافر وغیره مشائخ نمایاں هوے ' عربی عنصر سے از سر نو رشتۂ ارتباط قائم کیا گیا - عزت پاشا عابد وغیره سر بر آورده عرب مقرب بنائے گئے - عرب سپاهی بڑی بڑی تنخواهوں پر باڈی گارڈ میں داخل کیے گئے ' عربی ممالک

قدیم ترکی فوج کا ایک منظر
ینگ چری سپاهی جو اصلاح کی راه میں سب سے بڑی روک تهے

عرض عبودیت !

سلطان عبد الحمید کے سامنے وزراء حکومت سجدہ کر رہے هیں !

اُنھوں نے تاریخ کا سبق بھلا دیا ' اور سادہ لوحي سے یقین کر لیا کہ اِن نئے اصول پر چلنے سے یورپ اور سلطنت کے مسیحي عناصر مطمئن ہو جائینگے ' اور اُنکا ملک خوشحال اور ترقي یافتہ ھوجائیگا - یہي حسن ظن ' اُنکي سب سے بڑي غلطي تھي - چنانچہ فوراً داخلي اور خارجي مشکلات نمودار ہوگئیں - آسٹریا نے بوسینیا ہرزي گونیا پر قبضہ کرلیا - یونان کریت پر قابض ھوگیا - اٹلي نے طرابلس الغرب پر ہاتھہ صاف کیا - البانیا کٹ کر الگ ھوگیا ' بلقاني ریاستوں نے یورپ کے اکثر ترکي مقبوضات هضم کر لیے - ملک کے اندر غیر ترکي عناصر نے سر کشي شروع کردي - صرف غیر مسلم جماعتوں هي میں نہیں ' بلکہ مسلمانوں میں بھي نئي نئي انجمنیں قائم ھوگئیں - خود دار الخلافۃ میں مسلمانوں کي متعدد مخالفانہ انجمنیں بن گئي تھیں - مثلاً انجمن " إخاء عربي " " عربي کلب " ' " چرکس انجمن " " کردي انجمن " " البانی انجمن " وغیرہ وغیرہ - اِن انجمنوں کے ظہور کا لازمي نتیجہ یہ تھا کہ اِن اسلامي عناصر اور ترکي عنصر میں نفرت و عداوت پیدا ھوگئي - یہ صورت حال دیکھکر خود ترکوں میں سلطنت کي حکمت عملي کے متعلق اختلاف رونما ھوگیا - ایک گروہ نے از سر نو حمیدي سیاست زندہ کرني چاھي - ایک گروہ نے " تورانیت " کا نعرہ بلند کیا - آخري گروہ کا تعصب یہانتک بڑھ گیا تھا کہ اُسکے ترجمان اخبار " اقدام " نے تجویز پیش کردي کہ ترکي زبان سے تمام عربي الفاظ خارج کر دینے چاهییں !

لیکن پیہم مصائب نے زمام حکومت معتدل گروہ کے ہاتھہ میں دیدي - " انجمن ائتلاف " نے حکومت سنبھال لي - سلطان عبد الحمید کا شاگرد کامل پاشا وزیر اعظم ھوا ' کامل پاشا ایک طرف یورپ کو مطمئن کرنے لگا ' دوسري طرف ترکي کے مختلف عناصر کے سر پر بھي ھاتھہ پھیرنے لگا - اب چونکہ " بلقاني مسئلہ " کے بعد " عربي مسئلہ " کے نام سے ایک نئي الجھن پیدا ھوگئي تھي ' اور فرانس اُس سے فائدہ اٹھانا چاھتا تھا ' اس لیے کامل پاشا نے

پیش بندي کرکے ۱۳۲۹ ع میں والي بیروت ادھم بک کو حکم دیدیا کہ صوبۂ شام کي کونسل سے مطلوبہ اصلاحات کے بارے میں گفتگو کرکے رپورٹ طیار کرے - اِس پیش بندي نے ترکي کو بہت فائدہ پہنچایا - کیونکہ جب فرانس نے سرکاري طور پر شام میں اصلاحات جاري کرنے کا مطالبہ کیا ' تو کامل پاشا نے اِس جواب سے اُسکا منہ بند کر دیا " ھم پہلے ھي سے اِس فکر میں هیں " .

اِدھر یہ سیاسي بازیچہ گرمي ھو رھي تھي ' اُدھر انجمن اتحاد و ترقي گھات لگائے بیٹھي تھي ' چنانچہ موقعہ پاتے ھي اُسنے وزارت الٹ دي ' اور محمود شوکت پاشا وزیر اعظم قرار پائے - انھوں نے آتے ھي شامي کونسل کو غیر قانوني قرار دیدیا ' اور والي کو خفیہ اشارہ کردیا کہ تحریک کو اُبھرنے نہ دے - والي نے پوري سختي ظاھر کي ' حتی کہ جنگي قانون بھي جاري کردیا ' مگر اِس پر بھي شامي انجمن نے اپنا سالانہ جلسہ کرھي دیا - اِس جلسہ میں ۸۲ نمائندے شریک ھوئے تھے - اُنھوں نے اصلاحات کا لائحہ منظور کر لیا - جب حکومت نے اور بھي زیادہ تشدد کیا ' تو شامیوں نے اپني مؤتمر پیرس میں منعقد کي - اب انجمن اتحاد و ترقي پریشان ھوئي - کیونکہ ایک طرف اُسکي حریف " انجمن ائتلاف و ترقي " بر سر مخالفت تھي ' دوسري طرف عربي مسئلہ بین الاقوامي شکل اختیار کرتا جاتا تھا - ایک عجیب اتفاق یہ ھوا کہ عربي مؤتمر ' محمود شوکت پاشا کے قتل کے تیسرے دن منعقد ھوئي ' جس سے حکومت اور بھي زیادہ متاثر ھوئي ' اور پرنس سعید حلیم پاشا وزیر اعظم صلح و آشتي کي حکمت عملي اختیار کرنے پر مجبور ھوگئے - چنانچہ اُنھوں نے اپنا ایک نمائندہ پیرس بھیجا ' اور عرب رھنماؤں سے گفت و شنید کے بعد مطلوبہ اصلاحي لائحہ کا بڑا حصہ منظور کر لیا -

شامیوں کي کامیابي دیکھکر عراقیوں کے خون میں بھي گرمي پیدا ھوئي ' اور طالب بک نقیب کي سر براھي میں عراق نے اصلاحات کا مطالبہ شروع کردیا - لیکن اب نوجوان ترک سنبھل گئے تھے - اُنھوں نے جاوید پاشا کو

سلطان عبد الحمید کے دورِ حکومت کا خاتمہ

یہ اُس موقعہ کا مرقع ھے جب قوم کا وفد پیام عزل پہنچا رھا ھے !

اصل یہ ہے کہ سلطان عبدالحمید مرحوم نے اتحاد اسلامی اور خلافت دینی کا مظاہرہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ فی الحقیقت اس باب میں کوئی روشنی اس کے سامنے موجود تھی ' اور وہ کسی تعمیری جذبہ سے اِس طرف قدم بڑھانا چاھتا تھا ' بلکہ یہ تمام باتیں محض ایک طرح کے منفی اور تخریبی جذبہ سے پیدا ہوئی تھیں - مقصود یہ تھا کہ اِس کے ذریعہ اصلاح طلب تحریک کی نشو و نما کا خاتمہ کردیا جائے ' اور اُس کی طرف سے عثمانی رعایا کے قلوب غافل ہوجائیں - یہی وجہ ہے کہ یہ باتیں صرف اِسی حد تک کام میں لائی جاتی تھیں ' جس حد تک ترکی مصلحین کی مخالفت میں سود مند ہوسکتی تھیں - حقیقت اور عملیت کی کوئی روح موجود نہ تھی - اگر سلطان عبد الحمید اتحاد اسلامی اور مرکزیت خلافت کی تقویت کا واقعی طلب گار ہوتا ' تو سید جمال الدین اسدآبادی اور شیخ محمد عبدہ سے بڑھکر اِس کے لیے کون داعی اور عامل ہو سکتے تھے ؟ ان دونوں نے بیس برس تک اپنی تمام طاقتیں عبدالحمید کے ھاتھوں میں دیدینی چاھیں ' لیکن ان کے ساتھ جو سلوک ہوا ' دنیا کو معلوم ہے - پہلے کو موت کا زھر آلودہ جام پینا پڑا - دوسرے کو قصر سلطانی کی چوکھٹ تک باریابی نصیب ھی نہ ہوئی !

بہرحال سلطان عبدالحمید کا دور' دولۃ عثمانیہ کے زوال طاقت کا آخری عہد تھا - سلطان کو مدحت پاشا کی جماعت نے اس لیے تخت نشین کیا تھا ' کہ وہ سلطان مصلح کی اصلاح کی تکمیل کریگا ' اور دولۃ عثمانیہ کو استبدادی حکومت کے مفاسد سے نجات مل جائیگی - سلطان نے ابتدا میں اصلاح پسند جماعت کا ساتھ دیا - ترکی پارلیمنٹ قائم کردی گئی - لیکن پھر بتدریج رجعت پسند عناصر برسر اقتدار آگئے - پارلیمنٹ معطل کردی گئی - مدحت پاشا اور اُس کے ساتھیوں کو فرضی الزامات عائد کرکے گرفتار کر لیا گیا ' اور قلعۂ طائف کے قید خانے میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا - اس کے بعد تمام نظم حکومت تہہ و بالا ہوگیا - وزراء اور دفاتر حکومت کی جگہ " مابین ھمایونی " یعنی قصر سلطانی کی براہ راست حکومت شروع ہوگئی - اس حکومت کا نہ تو کوئی اصول تھا ' نہ قاعدہ - نہ بجٹ بنتا تھا ' نہ مالیات کا کوئی تخمینہ تھا - خواجہ سراؤں کے افسر " بہرام آغا " کے ھاتھ میں سب کچھ تھا - وہ سلطان کے احکام باب عالی کے وزراء تک پہنچا دیا کرتا - بیس برس کے اندر جتنے انسان محض اِس بنا پر ہلاک کر دیے گئے ' کہ اُن پر اصلاح پسندی و انقلاب کا شبہ تھا ' کوئی ذریعہ نہیں کہ انکی صحیح تعداد معلوم کی جا سکے - یلدز کے بعض کاغذات سے معلوم ہوا تھا کہ صرف چھہ ماہ کے اندر یعنی مارچ سنہ ۱۸۹۸ سے ستمبر سنہ ۱۸۹۸ تک تین سو اسی آدمی گرفتار کئے گئے تھے !

مدحت پاشا

شہید راہ حریت و دستور !

لیکن نہ تو سلطان عبدالحمید دنیا کے پچھلے جبار و مستبد حکمرانوں سے زیادہ طاقتور تھا ' نہ اس کی خاطر خدا کے قوانین و عدالت معطل ہوسکتے تھے - بالاخر نوجوان ترکوں کی پنجاہ سالہ مساعی بار آور ہوئیں ' عین اُس وقت جب کہ سلطان کے وہم و گمان میں بھی کسی طرح کا خدشہ نہ تھا ' مناستر و سلانیک میں انقلاب کا نا ممکن التسخیر علم بلند کردیا گیا - سلطان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس ناگہانی طاقت کا مقابلہ کرے مگر نہ کرسکا - اور عثمانی دستور کے قیام کا اعلان کرنا پڑا -

یہ دستور سلطان کی ذات خاص کا مخالف نہ تھا - لیکن سلطـــان کی مستبد روح اُس سے موافـق نـہ ہو سکی - بالاخر نو ماہ کے بعد تصادم ہوا ' اور محمود شوکت پاشا مرحوم نے اپنی مشہور عالم تیس ہزار فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچکر قصر یلدز کا محاصرہ کر لیا - تین دن کے محاصرہ کے بعد عثمانی پارلیمنٹ کے نمایندے قصر یلدز میں داخل ہوے ' اور یہ پیغام پہنچا دیا کہ " آپ معزول کیے گئے ' اور شہزادہ محمد رشاد تخت نشین ہو رہے ہیں " قصر یلدز کے اس مشہور قہرمان نے اُسوقت لرزتے ہوے یہ التجا کی تھی " میں اپنی زندگی کیلیے تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں " ! یہ اب اپنی زندگی کیلیے انسانوں کو خدا کا واسطہ دیتا تھا - اُن انسانوں کو ' جنہوں نے اپنی مظلوم اور بیکس زندگی کیلیے سیکڑوں مرتبہ اُسے خدا کے واسطے دیے تھے ' لیکن ایک لمحہ کیلیے بھی اُسکے دل میں خدا کے خوف نے جگہ نہیں پائی تھی !

تاریخ مشرق کا یہ عبرت انگیز انقلاب جولائی سنہ ۱۹۰۸ ع میں واقع ہوا تھا -

سلطان عبد الحمید

چالیس سال کی عمر میں
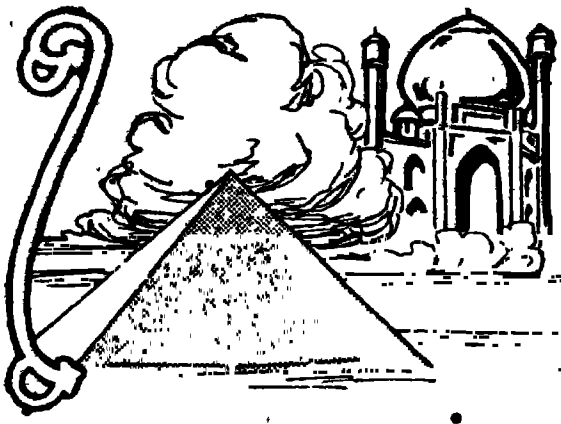
(اتحادی ترکی)

جمعیۃ اتحاد و ترقی کا دور

سنہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ع) سے سنہ ۱۳۳۲ (۱۹۱۴ع) تک

انجمن اتحاد و ترقی نے برسر اقتدار آتے ھی " وطنیت " " حریت ' " اخوت " اور " مساوات " کی بنیادوں پر عثمانی سلطنت کو استوار کرنا چاھا - نوجوان ترک بڑے ھی ذہین ' چست ' اور مخلص تھے ' لیکن مدبر اور تجربہ کار نہ تھے -

شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا منّ ایا تنا عجبا

(۱)

صدیوں کے خواب گراں کے بعد اب شہر رقیم یا پیٹرا پھر بیدار ہو رہا ہے - قدس اور لندن کی آمدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ حال میں اس قدیم شہر کے کھنڈروں میں قیمتی پتھروں اور پرانے طلائی زیورات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بدوی عربوں کے ہاتھہ لگا ہے -

پیٹرا عرب قدیم کا ایک گم شدہ شہر ہے - سالہا سال سے غیر آباد پڑا تھا - کبھی کبھی صحرا گرد بدوی جنکو شاداب نخلستانوں اور تر سبز چرا گاھوں کی تلاش اِدھر اُدھر آوارہ رکھتی ہے ' تمدن قدیم کی اس یادگار کو آدمی کی صورت دکھا دیتے تھے !

(الف لیلہ کا طلسم)

ایک مرتبہ ایک صحرا نشین عرب پیٹرا کے کھنڈروں میں گھوم رہا تھا - ناگاہ اوسکا پانوں ایک پتھر پر پڑ گیا - قبل اسکے کہ وہ اس بات کا اندازہ کر سکے کہ کیا ہونے والا ہے ' پتھر نیچے کو کھسکا ' زمین دھنسی ' اور اب عرب ایک عجیب و غریب غار میں پڑا تھا - پتھر بدستور اپنی جگہ پر آگیا ' اور راہ بند ہوگئی !

اب بدوی نے خود کو ایک زمین دوز محراب میں پایا ' لیکن باہر آنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا -

غریب عرب ایک عرصہ تک ادھر اُدھر ٹٹولتا رہا - تاریکی بلا کی تھی - محض اس خوف سے کہ کہیں کسی دوسری نامعلوم مصیبت سے دو چار نہ ہونا پڑے ' اوسنے ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگنا شروع کیا - اس جد و جہد میں ایک وسیع ایوان مل گیا - اس ایوان کی تاریکی کو ایک پہاڑی سوراخ سے نکلنی والی دھندلی روشنی ایک حد تک کم کر رہی تھی - روشنی کا سہارا پا کر اس محصور بلا نے ادھر اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا - کیا دیکھتا ہے کہ ایک گوشے میں قیمتی جواہرات اور طلائی اشیا کا ڈھیر پڑا ہے - یہ خزانہ غالباً طائر اور صیدان کے بحری قزاقوں نے ازمنہ مظلمہ میں جمع کیا ہوگا - عرب حیرت کے دریا میں ڈوبا ہوا ' اس تمام ماحول کو عالم رویا سمجھہ رہا تھا - بالاخر اوسنے چند جواہر ریزے اپنے عمامہ میں رکھہ لیے ' اور باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا - اس نے غور کیا کہ روشنی جس سوراخ سے آ رہی ہے ' اس سے باہر نکل سکتا ہے یا نہیں ؟ اس کا خیال ٹھیک تھا - روشنی کے نیچے ایک سنگی زینہ موجود تھا - بہ مشکل سوراخ تک پہنچ سکا - وہاں پتھر کے کئی ٹکرے ایک دوسرے پر پڑے تھے - زور کرنے سے ایک پتھر ہٹ گیا اور یہ باہر نکل آیا -

یہ جواہرات بیت المقدس کے بازاروں میں بکے - ماہرین آثار انہیں تورات سے بھی زیادہ پرانا بتاتے ہیں -

بیان کیا جاتا ہے کہ پیٹرا کا یہ کنز مخفی لارڈ کارنارون کے دریافت کردہ وادی الملوک (مصر) کے خزائن سے بھی کہیں زیادہ بیش قیمت ہے - عجائب خانہ لندن کا ایک وفد اس گم شدہ شہر کی تحقیقات کیلیے جا رہا ہے -

(جغرافیائی محل)

یہ مقام ساحل بحر قلزم سے زیادہ فاصلہ پر نہیں ہے - نقشہ کے دیکھنے سے بحر قلزم کا بالائی حصہ دو ٹکڑوں میں منقسم معلوم ہوگا - اس کے شمال میں جزیرہ نماء سینا ہے جسکی شکل مثلث نما ہے - سینا کا جنوبی نوکدار کنارہ بحر قلزم کو دو شاخوں میں جدا کر دیتا ہے - سینا کے غرب میں بحر قلزم کی وہ شاخ ہے جو خلیج سوئز کے نام سے موسوم ہے - آج کل یہ تجارت عالم کی شاہراہ عظیم ہے - سینا کے شرق میں بحر قلزم کا وہ حصہ ہے جو خلیج عقبہ کے نام سے پکارا جاتا ہے - یہ جگہ اب متروک ہوگئی ہے - جہاز بہت کم آتے جاتے ہیں - ایک طرف سینا کی ننگی پہاڑیاں ہیں - دوسری طرف خلیج عقبہ کے پہاڑوں اور صحراء عرب کا نا پیدا کنار سلسلہ ہے - اس خلیج کے ساحل پر کوئی بندر گاہ نہیں ہے - قصبہ عقبہ کے چند بے ترتیب مکانات کے سوا باقی تمام حصہ غیر آباد اور پتھریلا ہے - بحر شمالی و بحر جنوبی کے دور دراز سواحل کو چھوڑ کر جہاں بمشکل ذی روح وجود کا پتہ چلتا ہے ' دنیا کا کوئی ساحل اس قدر ساکت اور سنسان نہیں ہے !

لیکن پرانے زمانہ میں خلیج عقبہ کی اہمیت ہمارے زمانہ کے خلیج سوئز سے کہیں زیادہ تھی - تین ہزار سال قبل یہاں حضرت سلیمان کے بحری مراکب ہندوستان کی اشیاء تجارت بار کیے ہوئے ہر وقت لنگر انداز رہتے تھے - جب تک ہندی و ایرانی تجارتی قافلے اس راستے سے آمد و رفت کرتے رہے ' یہ ملک تمدن عالم کا مرکز رہا - جب شاہراہ تجارت یہاں سے دوسری جانب منتقل ہوگئی اور بحر روم اور خلیج سوئز کا راستہ دریافت کر لیا گیا ' تو یہ ساحل رفتہ رفتہ غیر آباد ہوگیا - صلیبی لڑائیوں کے زمانہ میں مسیحی مجاہدین نے اس نواح میں کچھہ بیداری پیدا کردی تھی ' مگر سلطان صلاح الدین کی تیغ جہاد نے یہ حصۂ عالم بھی صلیبیوں پر تنگ کردیا ' اور اس کے بعد سے پیٹرا کے اطراف انسانی آبادی سے ہمیشہ خالی رہے -

جنگ عظیم کے زمانہ میں شریف حسین اور اس کے بیٹے امیر فیصل نے اس نواح کو اپنی افواج کا عقبی مستقر بنایا تھا - ہر ہفتہ انگریزی جنگی جہاز اور دخانی کشتیاں سامان حرب سے لدی ہوئی ساحل پر آتی تھیں - سنہ ۱۹۱۷ ع اور سنہ ۱۹۱۸ ع میں اس آمد و رفت کا تسلسل نہایت پابندی سے قائم رہا ' اور ایک

بہرام آغا خواجہ سرا
جو تمام وزرا پر حکومت کرتا تها

عراق کا گورنر بنا کر بهیج دیا - اس نے آتے هي عراقي تحریک کا خاتمہ کردیا - ساتهہ هي بکرسامي بک کو بیروت کي گورنري پر مقرر کیا ' جو اپنے تدبر اور سخت گیري میں بہت شہرت رکهتا تها ' اس نے کچهہ ایسے پینترے بدلے ' کہ شامي تحریک بهي سرد پڑگئي ' اور پیرس کي موٴتمر میں جو کچهہ طے پایا تها ' اُسکا اکثر حصہ کالعدم هوگیا !

اب جنگ عمومي کي خوفناک گهٹائیں فضا میں پهیل رهي تهیں - وہ مصیبت سر پر آگئي تهي جسکا تصور بهي کبهي انساني دماغ نے نہیں کیا تها -

جنگ عمومي کے بعد

سنہ ۱۳۳۲ ھ (۱۹۱۴) ء سے سنہ ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵) تک

دستوري نظام حکومت کے کامیاب بنانے اور سلطنت کے مختلف عناصر کو مشترک وطنیت و قومیت کے نام پر متحد کرنے میں انجمن اتحاد و ترقي کو ناکامي هوئي - اس تلخ تجربہ کے بعد اس انجمن کے ارکان میں آیندہ طرز عمل کے متعلق اختلاف پیدا هوا - اکثریت " تورانی تحریک " پهیلانے کے حق میں تهي ' اور اقلیت "اتحاد اسلامي" کے فکر کو عملي جامہ پہنانا چاهتي تهي - یہ اختلاف ابهي ختم نہیں هوا تها کہ عالم گیر جنگ کا طبل بج گیا ' اور اکثریت کو اقلیت کي رائے کے سامنے جهک جانا پڑا - اب بجز اس کے کوئي چارہ کار نہ تها کہ تمام اسلامي عناصر ' خصوصاً عربوں کي تائید اسلام کے نام پر حاصل کي جائے -

چنانچہ انور پاشا نے عبد الرحمن بک الیوسف اور شیخ اسعد شقیر وغیرہ کو شام بهیجا کہ عربوں کے اسلامي جذبات بیدار کریں - پهر جمال پاشا نے جو شام کے جنگي حاکم تهے ' عربوں کي مدارات شروع کي اور عربي تحریک سے اپني گہري دل چسپي اور همدردي کا اظہار کیا - فرانسیسي قنصل خانہ سے جو کاغذات دستیاب هوئے تهے ' اُن سے اُنہیں صاف معلوم هوگیا

غازي مصطفی کمال پاشا

حسین رامي پاشا
محکمۂ جاسوسي کا سرغنہ

تها کہ بہت سے سر بر آوردہ شامي ' ترکي کے خلاف فرانس سے ساز باز کرچکے هیں - مگر اُنهوں نے خیانت کے تمام مجرموں سے چشم پوشي کي - البتہ عیسائیوں سے پوري باز پرس کي گئي -

جمال پاشا نے صرف شام هي میں نہیں بلکہ تمام جزیرۃ العرب میں دیني جہاد کا غلغلہ بلند کر دیا - کربلا ' نجف ' بغداد کے علماء کي دیني حمیت جوش میں آگئي - شریف مکہ ' سلطان ابن سعود ' ابن رشید ' امام یمن ' تمام امراء عرب کو جہاد کي دعوت دي گئي -

لیکن نوجوان ترکوں نے بہت جلد دیکهہ لیا کہ مسلمانوں اور عربوں میں اُن کي دعوت کوئي گرم جوشي پیدا نہ کر سکي - بلکہ جنسي و نسلي اور مقامي مصالح کا تعصب اس کڑے وقت میں بهي اُن پر غالب رہا - وہ سلطنت عثمانیہ اور خلافۃ اسلامیہ کي حمایت و نصرت پر آمادہ نہ هو سکے - هندوستان اور مراکش کے مسلمان انگریزي اور فرانسیسي جهنڈے کے تلے جمع هوکر آئے ' اور ان کے سینوں پر بے دریغ گولیاں چلائیں !

اس نامرادي کا نتیجہ یہ هوا کہ تورانی تحریک کے حمایتیوں کو پهر زور حاصل هوگیا - ناچار انجمن اتحاد و ترقي کو ان کے نظام عمل پر چلنا پڑا -

عربوں کي ناعاقبت اندیشي نے اور زیادہ ترکوں کو مایوس کردیا تها - شام کے چند خود غرض اور برخود غلط افراد طیار هوگئے کہ اس نازک وقت سے فائدہ اٹهائیں اور دول متحدہ کا ساتهہ دیکر " عربي امارت " کي بنیادیں قائم کردیں - بہت ممکن تها کہ ان لوگوں کے انقلابي افکار عامۃ الناس میں مقبول نہ هوتے ' لیکن اُسي موقعہ پر حجاز میں برطاني سازشیں کامیاب هوگئیں اور شریف نے علم بغاوت بلند کردیا - جس وقت جمال پاشا مصر پر حملہ کي طیاریاں کررها تها ' اور تمام ساز و سامان مکمل هو چکا تها ' اچانک اُس نے دیکها کہ شریف حسین اور اُس کے لڑکوں کي بغاوت نے اس کي تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا ہے !

افسانہ

روحانیات کی مجلس

ہولناک رات

(مترجم)

ایوان پطروویچ نے اپنے دوستوں کو مضطرب آواز اور زرد چہرے کے ساتھ ذیل کا واقعہ سُنایا:

۱۸۸۳ء کے کرسمس کی رات، بہت ہی اندھیری تھی۔ میں اپنے ایک دوست کے یہاں دیر تک ایک روحانی جلسے میں بیٹھا رہا۔ مجھے تاریکی میں اپنے گھر لوٹنا تھا۔

اُس زمانے میں ماسکو کی ایک ایسی گلی میں میرا قیام تھا، جو شہر میں سب سے زیادہ دہشت ناک اور تاریک گلی تھی۔ جب جب میں اُس سے گزرتا، ڈراؤنے خیالات میرا دماغ پریشان کر دیا کرتے تھے۔

روحانی جلسے میں آخری جملہ جو میں نے سُنا تھا، وہ خاص میری ذات کے متعلق تھا۔ مشہور فیلسوف سپینوزا کی روح کی نسبت ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ جلسہ میں شریک ہے۔ اُسنے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

"تیری موت قریب آگئی، جلد خدا کے سامنے توبہ کر!"

میں ڈر گیا۔ پھر سوال کیا۔ مزید تشریح چاہی۔

"تیری زندگی ختم ہو گئی۔ آج ہی توبہ کر لے!" یہ میرے سوال کا دوبارہ جواب تھا۔

میں علم الارواح (اسپریچولیزم) کا قائل نہیں ہوں۔ تاہم موت کا خیال ہمیشہ مجھے خوفزدہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک عجیب طرح کی اُداسی مجھ پر چھا جاتی تھی۔

میں بدحواس جلسہ گاہ سے بھاگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اوپر کی منزل پر پہنچ کے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اُسوقت بھی میرا خوف سے بُرا حال تھا۔ معلوم ہوتا تھا گر پڑتا ہوں۔

(۲)

کمرہ تاریک تھا۔ باہر تیز ہوا چل رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے جھونکے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عناصر بھی خوف و دہشت کی حالت میں مضطرب ہو رہے ہیں!

"اگر سپینوزا کی پیشین گوئی ٹھیک ہے" میں نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں آہستہ آہستہ کہا "اگر اس سنگدل فیلسوف کی روح نے سچ کہا ہے تو لیں آج ہی رات میرا خاتمہ ہے! یہ واویلا کرنے والی ہوائیں میرا نوحہ کریں گی، یہ کالی بدلیاں ماتم کی صفیں بچھائیں گی! افسوس میری زندگی....."

میں نے دیا سلائی جلائی۔

"یہ کیا!" میں چلا اٹھا [illegible] اندر داخل [illegible]

[illegible]

گردش میں پہنچ کر میں نے خوف سے آنکھیں بند کر لی تھیں!

میں نے کمرہ میں کیا دیکھا؟ دیکھو! اسوقت بھی میرے بدن کے روئیں کھڑے ہو گئے ہیں۔ دل دھڑک رہا ہے۔

عین کمرے کے وسط میں مُردے کا تابوت رکھا تھا! اُس پر ارغوانی غلاف چڑھا تھا۔ سنہری صلیب کھچی تھی۔ میں نے صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اُس کا ہر حصہ نظر آگیا۔ آجتک اُس کا پورا نقشہ میرے ذہن میں محفوظ ہے!

یہ ایک لڑکی کا تابوت تھا۔ کیونکہ بہت چھوٹا تھا۔ اور رنگ اور آرائش ویسی ہی تھی، جیسی لڑکیوں کے تابوتوں پر کی جاتی ہے۔

(۳)

میں تیر کی طرح زینے پر پہونچا اور سیلاب کی تیزی سے اُترنے لگا۔ بلکہ کہنا چاہئے گرنے لگا۔ ایک نہایت ہی خوفناک رعب اپنی پوری قوت سے مجھے دھکیل رہا تھا!

سڑک پر میں نے جلدی سے روشنی کا ایک کھمبا دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ لیا۔ کھمبا، مینہ سے بھیگا ہوا تھا۔ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جسم نے سردی محسوس کی تو میرے ہوش و حواس واپس آنے لگے۔

"اگر کمرے میں آگ لگی ہوتی" میں خیال کرنے لگا "بلکہ اُس میں چور کھڑا ہوتا، شیر ٹہلتا ہوتا، دیوانہ کتا بیٹھا ہوتا، اگر اُس کی چھت بھی اچانک گر پڑتی، تو بھی مجھے تعجب نہ ہوتا۔ میں اسے ایک معمولی بات سمجھتا۔ مگر لاش! ایک مکمل تابوت! اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے مکان میں تابوت کیونکر آیا؟ کون لایا؟ ایک امیر لڑکی کا کامدار تابوت! سونے چاندی کے کام سے آراستہ! ایک معمولی نوکر کے حقیر کمرے میں اُسے کون لایا؟ کیوں لایا؟ معلوم نہیں، وہ خالی ہے یا اندر لاش رکھی ہے؟ ...."

اچانک مجھے خیال آیا "اگر یہ معجزہ نہیں تو کوئی ہولناک جرم ہے" لاکھ لاکھ سوچا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔

"دروازے پر تو قفل چڑھا تھا" میں پھر سوچنے لگا "کنجی ایسی مخفی جگہ رکھی تھی کہ میرے خاص دوستوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ناممکن ہے کہ کسی دوست نے یہ مذاق کیا ہو [illegible] کوئی مزدور غلطی سے لے آیا۔ لیکن مزدور لاتا تو مزدوری لئے بغیر چلا کیسے جاتا؟ اور میرے یہاں مردہ تابوت کیوں لائے؟......"

[illegible] ایک اور خیال آیا۔

[illegible]

موت کی خبر دی ہے۔ شاید یہ تابوت میری لاش کے لئے لایا گیا ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ تابوت میرے قد سے بہت چھوٹا ہے"

(۴)

اب بارش پھر شروع ہو گئی۔ گویا میرے قتل کے لئے آسمان سے یورش ہو رہی ہے۔ ہوا اتنی تیز تھی کہ میرا اوورکوٹ اُڑا جاتا تھا۔ میں بھیگ کر شرابور ہو گیا۔

"مجھے کہیں پناہ لینی چاہئی" میں نے دل سے کہا "لیکن کہاں؟ کمرے میں، جہاں تابوت رکھا ہے؟ ناممکن! اگر میں وہاں گیا تو یقیناً دیوانہ ہو جاؤں گا"

مگر اس پانی اور سردی میں سڑک پر کھڑا رہنا بھی مشکل تھا۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست ردسٹوف نامی کے گھر کی راہ لی۔ وہ بھی ایک تنگ تاریک گلی میں ایک کمرہ کے اندر رہتا تھا۔

دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک طاق میں ہاتھ مارا تو کنجی مل گئی۔ قفل کھولکر اندر چلا گیا۔

میرا کوٹ بھیگ گیا تھا۔ میں نے اُسے اُتار کر کمرے کی زمین پہ ڈال دیا۔ اندھیرے میں پاؤں نے ایک کرسی سے ٹھوکر کھائی۔ میں اُسی پر بیٹھ گیا۔ تاریکی سخت تھی۔ کچھ سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ کھڑکیاں ہل رہی تھیں۔ باہر کنیسوں کے گھنٹے کرسمس کی خوشی میں بج رہے تھے۔

میں نے جیب سے ڈبیا نکالکر دیا سلائی جلائی۔

"اُف، یہاں بھی!" بے اختیار میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کے باہر گرا۔

یہاں بھی تابوت رکھا تھا! لیکن میرے کمرے کے تابوت سے بڑا تھا۔ اور سیاہ غلاف سے ڈھکا تھا۔ سیاہ غلاف نے اُسے اور بھی زیادہ ہیبت ناک بنا دیا تھا!

"یہاں بھی وہی تابوت!" میں سوچنے لگا "معلوم ہوتا ہے یہ میرا وہم و خیال ہے۔ میری نگاہ دھوکا کھا رہی ہے۔ ناممکن ہے کہ میں جہاں جاؤں، میرے استقبال کے لئے ایک خوفناک تابوت پہلے سے مہیا ہو جائے۔ ضرور آج میرے اعصاب میں خلل آگیا ہے۔ جہاں جاتا ہوں تابوت ہی نظر آتا ہے... میں ضرور پاگل ہو گیا ہوں۔ جنون کا سبب صاف ظاہر ہے۔ اسی منحوس روحانی جلسے اور سپینوزا کی شیطانی روح نے میرا دماغ خراب کر ڈالا!"

میں تھک کر زمین پر بیٹھ گیا۔ دونوں کنپٹیاں زور سے ہاتھوں میں دبا لیں۔

"الٰہی! کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ آہ میں پاگل ہو گیا!" یہ کہتے ہوئے بے اختیار میرے آنسو نکل آئے۔

قریب تھا میرا سر پھٹ جائے۔ میرے کپڑوں میں سے پانی بہہ رہی تھی۔ مینہ کا وہ زور تھا کہ خدا کی پناہ۔ میرا تمام بدن سردی سے کانپنے لگا۔ نہ سر پر ٹوپی تھی نہ جسم پر کوٹ۔ میں اُنھیں لینے کمرے میں جا بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہاں........ آہ، بہت ہی ہولناک منظر، ناقابل برداشت ہولناکی موجود تھی!

(۵)

میرے سر کے تیر کی طرح سیدھے بال کھڑے ہو گئے۔ ٹھنڈا پسینہ پیشانی سے بہنے لگا۔ حالانکہ اب مجھے کامل یقین ہو چکا تھا کہ جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا ہے، وہ محض ایک طرح کے اعصابی مرض کا نتیجہ اور وہم و خیال ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔

اب کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟ [illegible] تھا۔

یکایک مجھے ایک دوسرا دوست [illegible]

عارضي چہل پہل پیدا ہوگئي - لیکن جنگ کے خاتمہ کے بعد یہ سرگرمي بھي ختم ہوگئي ' اور یہ حصہ پھر شہر خموشاں بن گیا -

خلیج عقبہ کے دہانہ سے ایک پہاڑي اور ریگستاني سلسلہ شروع ہوتا ہے جو اندرون ملک میں دور تک چلا جاتا ہے - پیٹرا کے کہنڈر عقبہ سے ۹۰ - میل کي مسافت پر واقع ہیں - پہاڑوں کے درمیان اس شہر کا محل وقوع ہے - بدو رھنما کے بغیر ان آثار تک سیاح کي پہونچ مشکل ہے - پیٹرا سے شمال کو ۲۰ میل کے فاصلہ پر وادي بحر میت ہے - سیدھے ھاتھہ یعني شرق کي طرف شمالي عرب کا عریض ریگستان ہے - سامنے ارض ادوم یا ادومیا کے پہاڑونکا وہ سلسلہ ہے ' جو باب الرقیم یا پیٹرا کا پہاٹک کہلاتا ہے - اس سلسلہ کو قطع کیے بغیر پیٹرا تک پہونچنا محال ہے - دوسري جانب پہاڑي مگر ڈھالو راستہ ہے - اس پر سے ہوکر نیچے اُترتے ہیں - چند گھنٹے کے پہاڑي اور پیچ در پیچ راستہ کے بعد وادي ادوم کا خاتمہ ہو جاتا ہے - سفید ریت کے تیلونکے ختم ہونیکے بعد ایک تنگ درہ ملتا ہے - یہ بلند پہاڑي دیوار کا دروازہ ہے - یہاں پر وادي کي وسعت ۱۲ - میل سے کم ہوکر صرف ' ۱۲ - فیٹ رھجاتي ہے - درہ کي دیواریں ھزارھا فیٹ اونچي ہیں - عرب اس راستہ کو " شق " کے نام سے پکارتے ہیں - اس شق کي راہ سے سیاحوں کے گہوڑے اور بار برداري کے اونٹ اُفتاں و خیزاں راہ طے کیا کرتے ہیں - پتھرونپر چاروں طرف چھپکلیاں لپٹي ہوئي ہیں - ہر ہر قدم پر تنگناے زیادہ وحشتناک ہوتي جاتي ہے - راستہ میں ایک پہاڑي شگاف ملتا ہے جس سے شفاف پاني کا چشمہ موجزن ہے - عرب کہتے ہیں ' یہي وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسی علیہ السلام نے عصا مار کر اپنے پیاسے ہمراہیونکے لئے پاني کے چشمے جاري کر دیے تھے - یہ وادي وادي موسی کے نام سے موسوم ہے - وادي اسقدر تنگ ہے کہ اونٹ پر سے دونوں طرف کي دیواریں بخوبي چھوي جاسکتي ہیں - اکثر جگہ ارد گرد کي پہاڑیاں بلند ہوکر چھت کا کام دیتي ہیں - اس جگہ آسمان بالکل دکہائي نہیں دیتا - سورج کي شعاع بھي یہانتک نہیں پہونچتي -

(یوناني مندر)

ایک گھنٹہ کي مسافت کے بعد سیاح ایک تیز گھماؤ سے گذرتا ہے - آپ نظر کے سامنے ایسا دلفریب اور حیرت خیز منظر آجاتا ہے جو ایک عرصہ تک کیلیے از خود رفتگي کي کیفیت طاري کر دیتا ہے - یوناني طرز کا ایک نفیس اور خوشرنگ مندر سامنے نظر آتا ہے - اوسکا دلفریب حسن اور دلکشا طرز' حد درجہ متاثر کرنیوالا ہے - عہد کہن کے صناعوں نے پہاڑوں سے کاٹ کاٹ کر یہ خوبصورت عمارت تعمیر کي تھي -

ادومي پہاڑونسے یہ عمارت تراشتے ہوے ' دندانہ دار آلات سے کام لیا گیا ہوگا - اس مندر کي بالائي سطح مختلف رنگونسے مزین ہے ' اور ریشمي کپڑے کي طرح جھلک رکھتي ہے -

دنیا کا کوئي اور پھاٹک ' دنیاء قدیم کے اس خاموش شہر کے دروازے سے زیادہ اثر ڈالنے والا نہیں ہے - ھندوستان کا سرخ شہر ' فتح پور سیکري بھي اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا - روماني و یوناني مخلوط فن تعمیر کے طرز پر یہ مندر کم از کم دو ہزار سال قبل اس پہاڑي سے طیار کیا گیا تھا - اسکا عہد تعمیر روماني شہنشاہ ھڈرین کي فوج کشي کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے - اھل عرب میں اس مندر کا نام الخزینہ مشہور ہے - لمبے لمبے ستونوں کے اوپر ایک دیو پیکر صراحي نما ظرف ہے - عرب کہتے ہیں کہ یہ ظرف فراعنہ کے جواھرات اور طلائي سرمایہ کا مخزن ہے - شروع سے اِسے توڑنے کي کوششیں کي گئیں مگر کامیابي نہیں ہوي - کرنیل لارنس کے ساتھیوں نے بھي ہزاروں گولیاں چلائیں - بعض بعض دفعہ پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ٹوٹ کر گر پڑے - مگر کچھہ زیادہ اثر نہ ہوا - نہیں معلوم کس دیوي یا دیوتا کي یہاں پوجا ہوتي تھي ؟ کرنیل لارنس کي راے میں مصري دیوي " ایسیس " کي پرستش ہوتي ہوگي - کیونکہ ھیڈرین کي فوج کشي کے وقت تمام سواحل بحر روم اِسي دیوي کے سامنے سر بسجود تھے -

یہانسے چند گز کے فاصلہ پر اصل شہر بیضاوي نشیب میں واقع ہے - سطح سمندر سے ۹- ہزار فیٹ اونچے محدب حصہ سے شروع ہوتا ہے - وادي کي بلندي صرف ایک ہزار فیٹ رھجاتي ہے - اِس نشیب میں اسوقت تک شہر کي سڑکوں اور عمارتوں کے آثار باقي ہیں - یہ تمام عمارتیں پہاڑ کاٹ کر بنائي گئي تھیں !

پیٹرا کے رنگ برنگ آثار ہر اُس سیاح کو جو مشرقي دیوار عبور کرنیکي جرأت کرتا ہے ' اپني جانب مائل کرلیتي ہیں - سورج کي کرنیں ارد گرد کي پہاڑیوں کو قوس قزح بنا دیتي ہیں - اُنکي چمک بلوچستان کي ارغواني پہاڑیوں سے بھي کہیں زیادہ دلکش ہے - پہاڑیونکي سطح سے زعفراني ' نارنجي ' ارغواني ' بنفشي رنگ کي لہریں نکلتي رھتي ہیں - غروب آفتاب کے وقت رات کي تاریکي چھا جانے سے پہلے ' ایسا معلوم ہوتا ہے ' گویا طرح طرح کے رنگوں کے کي موجیں اُمنڈ رھي ہیں !

محمد یحیی - ایم - اے - ایل - ایل - بي
وکیل بدایوں

لئے ہز مجسٹی برطانیہ نے سر گلبرٹ ولنگھم کلیٹن کو اپنا مختار قرار دے کر روانہ کیا، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا نے ہز رائل ہائی نس امیر فیصل اپنے فرزند اور نائب کو اپنا مختار قرار دیا۔

"مذکورۂ بالا تمہید کی بنا پر، دونوں نمائندوں کی مختاریت کا غذات کی صحت سے مطمئن ہو کر، ہز رائل ہائی نس امیر فیصل بن عبدالعزیز اور سر گلبرٹ ولنگھم کلیٹن نے حسب ذیل شرطوں پر اتفاق کیا ہے:

شرط اول۔ ہز مجسٹی برطانیہ، ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کی کامل اور بے قید خود مختاری کا اعتراف کرتے ہیں۔

شرط دوم۔ ہز مجسٹی برطانیہ اور ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے مابین امن و امان اور دوستی برقرار رہے گی۔ طرفین عہد کرتے ہیں کہ باہم عمدہ تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے، اور اپنے جملہ وسائل سے سعی کرتے رہینگے کہ اپنے ملک کو ایسے غیر قانونی اعمال کے لئے مستعمل ہونے نہ دینگے جو دوسرے فریق کے ملک میں امن و امان اور سکون کے مخالف ہوں۔

شرط سوم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ برطانیہ کی جملہ مسلمان رعایا یا اُس کے زیر حمایت مسلمان باشندوں کے لئے فرض حج کی ادائیگی میں سہولت پیدا کریں گے، جیسا کہ باقی تمام حجاج کے لئے کرتے ہیں۔ نیز ہز مجسٹی وعدہ کرتے ہیں کہ اِن لوگوں کی جان و مال کو اُن کے قیام حجاز کے دوران میں ہر طرح امنیت حاصل ہوگی۔

شرط چہارم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا وعدہ کرتے ہیں کہ مذکورۂ بالا حاجیوں میں سے جو لوگ اُن کی سرحدوں میں فوت ہو جائینگے اور جن کے شرعی وارث ہز مجسٹی کے ملک میں موجود نہ ہونگے، اُن کا ترکہ جدہ میں برطانوی نمائندے یا اُس کے نائب کے حوالہ کر دیا جائے گا، تاکہ متوفی کے مستحق وارثوں تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ حوالگی اس شرط کے ساتھ عمل میں آئے گی کہ پہلے ہز مجسٹی سلطان کی خاص عدالتوں کے سامنے یہ معاملہ پیش ہو جائے اور حجازی قوانین کے مطابق لازمی محصول وصول کر لیا جائے۔

شرط پنجم۔ ہز مجسٹی شہنشاہ برطانیہ، ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کی جملہ رعایا کے لئے حجازی اور نجدی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ ہز مجسٹی برطانیہ کے مقبوضات اور زیر حمایت ملکوں میں پائے جائیں اسی طرح ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا بھی برطانیہ کی رعایا یا اُس کے زیر حمایت باشندوں کے لئے برطانوی جنسیت کا اعتراف کرتے ہیں جبکہ وہ حجاز و نجد و ملحقاتہا کے ممالک میں پائے جائیں گے۔ اس امر میں اُن بین الاقوامی قوانین کا لحاظ کیا جائے گا جو خود مختار حکومتوں کے مابین نافذ ہیں۔

شرط ششم۔ ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ کویت، بحرین، اور ساحل عمان کے مشائخ کے حسن جوار کو ملحوظ رکھیں گے جن سے برطانیہ کے خاص معاہدات ہو چکے ہیں۔

شرط ہفتم۔ ہز مجسٹی شاہ حجاز و نجد و ملحقاتہا عہد کرتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل سے غلامی کے سدباب میں برطانیہ کی مدد کرینگے۔

شرط ہشتم۔ معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ جلد سے جلد یہ معاہدہ نافذ کریں اور منظوری کے کاغذات ایک دوسرے کے حوالہ کر دیں۔ معاہدہ اُس دن سے نافذ ہوگا، جب منظوری کے کاغذات کا باہم مبادلہ عمل میں آ جائے گا۔ معاہدہ اس تاریخ سے ۷ برس تک نافذ رہے گا۔ لیکن اگر طرفین میں سے کوئی فریق بھی ۷ سال گزرنے کے بعد ۶ مہینے پہلے سے اعلان نہ کر دے گا کہ وہ معاہدہ باطل کر دینا چاہتا ہے، تو اس صورت میں معاہدہ برابر نافذ رہے گا۔ معاہدہ اُسی وقت باطل ہوگا، جبکہ ۶ مہینے پہلے اُس کے ابطال کا کوئی فریق باضابطہ اعلان کر دے۔

شرط نہم۔ ہز مجسٹی شاہ برطانیہ اور ہز مجسٹی سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا کے درمیان جو معاہدہ ۲۶؍ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ہوا تھا، جبکہ ہز مجسٹی صرف نجد کے حاکم تھے، اب وہ اس نئے معاہدے کے بعد کالعدم ہو گیا۔

شرط دہم۔ یہ معاہدہ دو زبانوں: عربی اور انگریزی میں قلمبند کیا گیا ہے۔ دونوں دستاویزوں کا درجہ بالکل مساوی ہے لیکن اگر کسی عبارت کی تفسیر میں اختلاف پیدا ہو تو انگریزی دستاویز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شرط یازدہم۔ یہ معاہدہ، معاہدۂ جدہ کے نام سے موسوم ہوگا۔

یہ معاہدہ جدہ میں بروز جمعہ تاریخ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۴۵ ہجری مطابق ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء میں طے پایا۔"

معاہدہ جدہ پر بحث غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ آپکے قارئین خود دیکھ سکتے ہیں کہ یہ معاہدہ بالکل ویسا ہے جیسے معاہدے دنیا کی تمام ہم رتبہ خود مختار سلطنتوں کے درمیان ہوا کرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ سلطنت نجد و حجاز کامل طور پر خود مختار تسلیم کر لی گئی، بلکہ شرط پنجم کی رُو سے اُسے تمام بین الاقوامی حقوق بھی حاصل ہو گئے۔ نجد و حجاز کی جدید تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُن کے باشندوں کی مستقل جنسیت تسلیم کر لی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں ملکوں کے تعلقات برطانیہ سے بین الاقوامی قوانین کی بنیاد پر قائم ہو گئے، جیسا کہ اسی شرط کے آخر میں بالتصریح مذکور ہے۔ اب برطانیہ کے وہ امتیازات بھی باقی نہیں رہے جو مرحوم سلطنت عثمانیہ نے اپنے ملکوں میں اُسے بخش رکھے تھے، اور جو اب تک حجاز میں اور کسی حد تک نجد میں بھی برقرار تھے۔

اس معاہدے میں جا بجا "سلطان حجاز و نجد و ملحقاتہا" کے لفظ آئے ہیں۔ ملحقاتہا سے مقصود وہ تمام علاقے ہیں جن پر سلطان ابن سعود کا قبضہ یا حمایت ہے۔ مثلاً ملک عسیر جو حال ہی میں اپنی رضا و رغبت سے حضرت شیخ سنوسی کے مشورہ پر، اُن کی حمایت میں آ گیا ہے۔

مسئلہ اسلحہ

معاہدے کے ساتھ چند ضمیمے بھی ہیں۔ یہ بھی شائع ہو گئے ہیں۔ ایک ضمیمہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا ہے کہ بحر احمر کو اُس بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش کرے گا، جو ہتھیاروں کی فروخت کے متعلق ہے۔ آپکے قارئین واقف ہونگے کہ یورپ کی دول عظمیٰ نے مشرقی قوموں کو کمزور رکھنے کے لئے ایک قانون بنا رکھا ہے، جس کی رُو سے بہت سے مشرقی ممالک، جن میں ایران اور ممالک عرب بھی داخل ہیں، سمندر کی راہ سے اسلحہ خریدنے کے حق سے محروم کر دئے گئے ہیں۔ یقیناً سلطان ابن سعود کا تمام مشرقی دنیا خصوصاً عربی ممالک پر بہت بڑا احسان ہوگا اگر ان کی کوشش سے بحر احمر اس جابرانہ قانون سے مستثنیٰ ہو جائے۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہو گئی تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ عربی ممالک کی جنگی قوت بہت بہتر ہو جائے گی۔ ایک قریبی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ یمن، اٹلی کی حرص و طمع سے محفوظ ہو جائے گا جو اُس پر بہت جلد ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔

عقبہ و معان

ایک دوسرے ضمیمہ میں عقبہ و معان کے مسئلہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں علاقے شریف علی نے اپنی مختصر حکومت کے زمانے میں برطانیہ کے حوالے کر دئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو اس کارروائی پر اعتراض تھا۔ اُن کا اعتراض یہ تھا کہ یہ فعل ایک مفرور حاکم کا ہے، جس کی حکومت کی بنیادیں ایک دن کے لئے بھی استوار نہیں ہوئیں، اور جسے عملاً ایک شہر (جدہ) سے زیادہ حصے پر اقتدار حاصل نہیں تھا۔ عرصہ تک برطانیہ کو اس اعتراض کی حقیقت سے انکار رہا، مگر اب اُس نے اصل اعتراض تسلیم کر لیا ہے۔ اور بحث کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کر دی ہے۔ بلاشبہ اس وقت عقبہ و معان کا مسئلہ حل نہیں ہوا لیکن اُس کے حل کے لئے راستہ کھل گیا ہے۔ امید ہے کہ سلطان ابن سعود بہت جلد یہ دونوں علاقے برطانیہ سے واپس لے لیں گے، کیونکہ یہ حجاز کی حفاظت کے لئے از حد ضروری ہیں۔ اور حدود حجاز میں داخل ہیں۔

معاہدہ کی کامیابی کے اسباب

قلم روکنے سے پہلے چند الفاظ اُن اسباب کے بیان میں بھی ضروری ہیں جو اس معاہدہ کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ حقیقت تمام دنیا پر روشن ہے کہ برطانیہ مدت سے کوشاں ہے کہ کسی طرح پورے عرب خصوصاً حجاز پر قابو حاصل کر لے۔ شریف حسین کے ساتھ اُس کے معاہدے اور اٹلی کے ساتھ سمجھوتہ اس حقیقت کا تازہ ثبوت ہے۔ تاہم وہ ایک مرتبہ پھر مجبور ہو گیا کہ ایسا ایک معاہدہ منظور کر لے جو اُس کی پرانی آرزوں کے صریح خلاف ہے۔

اس کے تین اہم سبب ہیں:

(۱) سلطان ابن سعود نے پچھلے چند سالوں کے اندر غیر معمولی قوت حاصل کر لی ہے۔ فتح حجاز کے بعد عسیر کی حمایت نے انھیں عرب کا ایسا طاقتور حکمراں بنا دیا ہے کہ برطانیہ آسانی سے مغلوب نہیں کر سکتا۔ عرب کی سرزمین پر اچانک اتنی بڑی قوت کے ظہور نے برطانیہ کو مجبور کر دیا کہ یا تو عرب کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے، یا مدت تک کے لئے عرب میں اپنے تجارتی و سیاسی مفاد سے ہاتھ دھو لے۔ سلطان ابن سعود کو ناخوش کرنے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک طرف وہ عراق کی طرف بڑھیں، دوسری طرف شرق اردن پر تسلط کر لیں اور تیسری طرف خلیج فارس کے نیم برطانوی علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں عرب کے حالات سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عراق، شرق اردن، اور خلیج فارس کے اکثر عرب علاقوں میں تمام بدوی آبادیاں سلطان ابن سعود کے زیر اثر ہیں، اور قریب قریب نجدی دعوت قبول کر چکی ہیں۔ سلطان کا ایک اشارہ ان ممالک میں قیامت برپا کر دے سکتا ہے۔ برطانیہ کی قوت کتنی ہی عظیم ہو، مگر وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ بیٹھے بٹھلائے یہ تمام بلائیں اپنے سر پر نازل کر لے لہذا اُس کی مصلحت یہی تھی کہ سلطان ابن سعود سے تعلقات خوشگوار رکھے اور ان کی کامل خود مختاری کے خلاف کوئی جذبہ ظاہر نہ ہونے دے۔

(۲) شام کی حکمبرداری نے عربی ممالک میں فرانس کو برطانیہ کا رقیب بنا دیا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یورپ میں برطانوی سیاست نے فرانس کو سخت شکست دی ہے۔ اور اُسے اُس کے تمام دوستوں سے محروم کر کے لاچار کر دیا ہے۔ فرانس اس سبب سے برطانیہ پر دانت پیس رہا ہے اور مشرق میں اُس سے انتقام لینے پر تل گیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف چین میں برطانیہ کی مخالفت کر رہا ہے، دوسری طرف عرب میں سلطان ابن سعود سے راہ و رسم پیدا کر رہا ہے۔ برطانیہ نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر اُس نے اس موقعہ پر ذراسی بھی غفلت کی تو بہت ممکن ہے فرانس اُس پر بازی لے جائے۔

(۳) بالشویک روس نے پچھلے دنوں عرب سے بہت دلچسپی ظاہر کی تھی۔ اِن کا خیال تھا کہ بالشویک دعوت کا ایک مرکز حجاز میں بھی قائم کر دیں، تاکہ یہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اُس کی اشاعت ہو سکے۔ برطانیہ، اسوقت روس سے از حد خائف ہے۔ اُسکا ایلہ معلوم کر کے بالکل بدحواس ہو گیا، اور بے تحاشا کوشش شروع کر دی کہ دوستانہ معاہدہ منعقد ہو جائے۔ معاہدہ کی دوسری شرط کا تعلق غالباً اسی چیز سے ہے۔

غالباً اس تفصیل کے بعد معاہدہ جدہ پوری روشنی میں آ جائے گا اور اس کے فہم میں کسی کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ آئندہ مکتوب میں اُن اصلاحات پر بحث کروں گا جن کا اسوقت حجاز میں اجرا پیش نظر ہے۔

حال ہی میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی تھی، اور میرے قریب رہتا تھا وہ بھی میرے ساتھ روحانی جلسے میں شریک تھا۔

میں بے تحاشا اُس کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کا کمرہ مکان کی سب سے اونچی منزل پر واقع تھا۔

لیکن میں ابھی زینے ہی پر تھا کہ اوپر سے خوفناک شور سنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوا، جیسے کوئی آدمی بدحواسی سے ادہر اُدہر دوڑ رہا ہو۔ اور زور زور سے پاؤں زمین پر مار رہا ہو۔

فوراً ہی ایک دہشت ناک آواز میرے کانوں میں آئی:

"مدد! مدد! دَوڑو! دَوڑو!"

اور اس کے ساتھ ہی ایک شخص اوپر سے بے تحاشا گرتا ہوا مجھ سے ٹکرایا۔

"ساروف! ساروف! دوست، تم ہو؟ کیا ہوا؟" میں بے اختیار چلا اُٹھا۔ کیونکہ یہ شخص میرا دوست ساروف ہی تھا۔

زینے پر دھندلی روشنی تھی۔ ساروف نے آتے ہی دیوانہ وار میرے مونڈھے پکڑ لئے۔ وہ تمام بدن سے کانپ رہا تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں عجیب قسم کی دحشت ظاہر کر رہی تھیں!

"ساروف!" میں پھر چلایا۔

"ریکیوف!" اُس کی لرزتی ہوئی آواز بلند ہوئی "ریکیوف تم ہو تم؟ کیا واقعی تم ہی ہو؟"

اُسنے مجھے بغور دیکھا اور لمبی سانس لی۔

"یہ تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ مُردے کی طرح پیلے پڑ گئے ہو۔ اُف، تمھاری صورت کیسی ڈراؤنی ہو رہی ہو؟ خدارا بتلاؤ کیا ہوا؟" اُسنے مجھے بغور دیکھ کر کہا۔

"اور یہ تمھاری حالت کیا ہو رہی ہو؟ بالکل مُردہ معلوم ہوتے ہو!" میرا جواب تھا۔

"ٹھہرو" اُسنے جلدی سے کہا "ذرا دم لینے دو۔ آہ میں اس وقت تم سے ملکر کتنا خوش ہوا ہوں؟ جان جاتے جاتے بچی۔ محاضرات ارواح کے جلسوں پر خدا کی لعنت! علم الارواح پر ہزار لعنت! اس جلسے نے نہیں معلوم میرے لئے کیسی کیسی ہولناک چیزیں پیدا کردی ہیں؟ کیا تم یقین کروگے کہ جونہی میں اپنے کمرے میں داخل ہوا.. اُف کیسا ڈراؤنا منظر! میں نے دیکھا، کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا ہو"!

مجھے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ یہ تو بعینہٖ خود میری سرگزشت تھی۔ میں نے چیخ کر پوچھا:

"تابوت! کیا کہتے ہو؟ تابوت!"

اُسنے صاف لفظوں میں کہا "تابوت! ایک حقیقی تابوت! میں بزدل نہیں ہوں۔ لیکن اس منظر سے تو شیطان بھی بے ہوش ہوجائیگا"

میں پھر خوف سے کانپنے لگا۔ میں نے بمشکل اپنے دونوں مشاہدے اُس سے بیان کردئیے۔ میں نے کہا "خدایا! عجیب طرح کی ہولناکی! میں نے اپنے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اپنے دوست کے کمرے میں تابوت دیکھا۔ اور اب تم کہتے ہو کہ تم نے بھی اپنے کمرے میں تابوت دیکھا ہو...؟..."

(۶)

ہم دونوں مکان کی چوکھٹ پر کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں مبہوت تھے۔ ہمیں خیال ہوا، شاید ہم سو رہے ہیں۔ یہ شبہ بیک وقت دونوں کے دماغ میں گزرا، اس لئے ایک دوسرے کو چٹکی لینے لگے تاکہ معلوم کرلیں، ہم واقعی جاگ رہے ہیں یا عالم خواب میں ہیں؟

"نہیں، ہم خواب میں نہیں ہیں" ساروف نے کہا "ہم چٹکی کی چوٹ محسوس کرتے ہیں۔ ضرور جاگ رہے ہیں۔ ہم نے جو تابوت دیکھے ہیں یقیناً وہ تابوت ہی ہیں۔ ہمارا وہم وخیال نہیں ہو۔ اب بتلاؤ، کیا کریں؟"

ہم اب مکان کی سیڑھی پر آکے کھڑے ہوگئے، اور دیر تک سوچتے رہے، کیا کرنا چاہیے؟ آخر طے ہوا کہ ہمت کرکے اوپر چلیں، اور نوکر کو جگاکر کمرے میں جائیں۔

(۷)

نوکر ہاتھ میں شمع لئے اندر گیا۔ ہم پیچھے پیچھے چلے۔ واقعی کمرے کے عین وسط میں ایک تابوت رکھا تھا۔ اُس پر سفید ریشمین چادر پڑی تھی کناروں پر سونے کے تاروں کا کام تھا۔ جا بجا چاندی کے پھول کڑھے تھے!

تابوت دیکھ کر نوکر نے اپنے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔

"اب ہم حقیقت معلوم کرلے سکتے ہیں" میرے دوست نے رُک رُک کر کہا، کیونکہ وہ پورے جسم سے کانپ رہا تھا۔ "دیکھنا چاہیے معاملہ کیا ہو؟ تابوت خالی ہو، یا اُس میں کوئی لاش بھی ہو؟"

بڑے پیش وپس کے بعد ساروف نے ہمت کی۔ چند قدم آگے بڑھا، اور تابوت کا ڈھکنا اُلٹ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ہم نے جھک کر دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ نعش کی جگہ ایک لفافہ پڑا تھا!

(۸)

میرے دوست نے لفافہ اُٹھا لیا، اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا۔ اُس کے اندر حسب ذیل سطریں مرقوم تھیں:

"میرے پیارے دوست ساروف!

"تمھیں معلوم ہو ہماری مالی حالت کس درجہ بگڑ چکی ہو مختصر لفظوں میں واقعہ یہ ہو کہ میرا بھائی دیوالیہ ہوگیا ہو۔ کل اُس کا تمام سامان نیلام ہوجائے گا۔ تم جانتے ہو، اُس کی دکان میں تابوتوں کے سوا کچھ نہیں ہو (کیونکہ شہر بھر کے لئے وہی تابوت مہیا کرتا ہو) اب ہمارے لئے فقر وفاقہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ ہمارے خاندان نے مشورے کے بعد طے کیا ہو کہ جتنے تابوت بھی راتوں رات نکالے جا سکتے ہیں، نکال دئیے جائیں تاکہ وہ نیلام سے بچ جائیں۔ چنانچہ اپنے تمام دوستوں کے یہاں ایک ایک تابوت بھیجدیا ہو۔ ایک تابوت تمھارے یہاں بھی رکھوا دیتے ہیں۔ تم مطمئن رہو، ایک ہفتے سے زیادہ تمھیں اسکی حفاظت نہیں کرنی پڑے گی، اور ہم اسکے لئے تمھارے اور تمام دوستوں کے نہایت شکرگزار ہوں گے۔" تمھارا مخلص "ژیواں گودین"

(۹)

اس واقعہ کے بعد تین مہینے تک میں اپنے اعصاب کا علاج کرتا رہا۔ اب تک یہ حالت ہو کہ جب کبھی شام کو گھر لوٹتا ہوں، تو دروازے پر خوف سے ٹھٹک جاتا ہوں۔ کمرے میں تابوت کا منظر یاد آجاتا ہو۔

برید شرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم جدّہ کے قلم سے)

معاہدہ جدّہ

قارئین الہلال واقف ہوں گے کہ نجد اور برطانیہ کے مابین ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے میں بعض دفعات ایسی تھیں جن سے نجد کی خود مختاری پر پابندیاں عائد ہوتی تھیں۔ مثلاً اسمیں ایک شرط یہ تھی کہ حکومت نجد، برطانیہ کے سوا کسی دوسری سلطنت سے سیاسی گفت وشنید نہیں کرے گی اور نہ تجارتی واقتصادی تعلقات قائم کرے گی۔ یا یہ کہ سلطان نجد، حجاز کی طرف پیشقدمی نہیں کرینگے اس کے معاوضہ میں برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ خارجی حملوں سے انکے مقبوضات کی حفاظت کرے گا۔

اگرچہ سلطان ابن سعود نے کبھی برطانیہ کو اپنے ملک میں مداخلت کا موقع نہیں دیا، تاہم بیرونی دنیا میں حالات سے بے خبر لوگوں کو معاہدے کی شرطیں دیکھکر شبہ ہوتا تھا کہ نجد، برطانیہ کی حمایت اور سرپرستی میں ہو۔

دراصل ۱۹۱۵ء کا معاہدہ جنگ عظیم کے خاص حالات کا نتیجہ تھا سلطان کو برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں، خصوصاً شریف حسین کی طرف سے سخت خطرے درپیش تھے۔ جرمنی اور ٹرکی سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے مجبور ہوکر اُنھوں نے یہ معاہدہ منظور کرلیا تھا لیکن جنگ کے چند ہی سال بعد وہ اس سے بے پروا ہوگئے، اور فرانس سے تجارتی تعلقات قائم کرلئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ حجاز پر بھی یورش کردی، اور برطانیہ کے پروردۂ اقتدار شریف حسین اور اس کے خاندان کو خارج کردیا!

اب گویا عملاً کوئی معاہدہ بھی نجد اور برطانیہ کے درمیان موجود نہ تھا۔ حالات میں انقلاب عظیم واقع ہوچکا تھا، اور اس لئے جدید معاہدے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کے لئے گذشتہ ماہ مئی ۱۹۲۷ء سے گفت وشنید شروع ہوگئی اور اب ۲۲ر ستمبر سنہ رواں کو تکمیل کے بعد اعلان ہوگیا ہو۔

اصلی معاہدے کا لفظی ترجمہ حسب ذیل ہو:

"ہز مجسٹی شاہ برطانیہ، آیرلینڈ، برطانی مقبوضات ماوراء البحر اور شہنشاہ ہندوستان نے ایک جانب سے، اور ہز مجسٹی شاہ حجاز ونجد وملحقاتہا نے دوسری جانب سے، اپنے باہمی دوستانہ تعلقات کے استحکام اور اپنے مصالح کی حفاظت کے خیال سے عزم کیا ہو کہ باہم دوستی اور حسن تفاہم کا ایک معاہدہ منعقد کریں۔ چنانچہ اس غرض کے

سینہ میں چھپالے، اور وقتِ مناسب کی منتظر ہے۔ علی حیدر بے کو خود نوشتہ سوانح عمری کا جو مسودہ اپنی والدہ سے ملا تھا، وہ ناتمام تھا، اور کچھ پتہ نہیں چلا تھا کہ اصل میں ناتمام تھا، یا اس کے بقیہ اوراق ضائع ہو گئے تھے۔ اعلانِ دستور کے بعد یکایک یہ خبر ترکی اخبارات میں چھپی کہ "وصفی آفندی مدیر اوراق (ریکارڈ کیپر) طائف نے ۳۰ برس کے بعد، طائف کے ایک باغ بیرونِ شہر سے وہ آہنی صندوق نکالا ہے، جسمیں مدحت پاشا کی خود نوشتہ کتاب محفوظ تھی۔ وصفی آفندی نے مدحت پاشا کے قتل کے بعد ۱۵۔ ذی قعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ کو زمین میں دفن کر دیا تھا"۔

وصفی آفندی نے یہ صندوق علی حیدر بے کے حوالہ کر دیا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مدحت پاشا نے اپنی کتاب مکمل کر لی تھی، اور احتیاطاً اس کی دو نقلیں بھی، اپنے رفیق حبس شیخ خیر اللہ آفندی (سابق شیخ الاسلام) سے کرالی تھیں تاکہ اگر اصل نسخہ محفوظ نہ رہ سکے تو اس کی نقل موجود رہے۔ اصل نسخہ کا ابتدائی حصہ بدفعات سمرنا بھیج دیا گیا، بقیہ اجزاء ابھی نہیں بھیجے گئے تھے کہ ۱۲ رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کی وہ ہولناک رات آگئی جو مرحوم اور اس کے ساتھی محمود پاشا داماد کے قتل کی رات تھی۔ اس طرح مرحوم کو بقیہ اوراق بھیجنے کا موقعہ نہیں ملا۔ یہ اوراق قتل کے بعد قید خانہ کے حکام کو مل گئے تھے اور قسطنطنیہ بھیج دیئے گئے تھے لیکن اُن کی دو نقلیں خیر اللہ آفندی کے پاس رہ گئی تھیں۔ خیر اللہ آفندی نے کوشش کی کہ کسی طرح یہ دونوں نسخے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ اُسنے ایک نسخہ ~~بعض معتمد~~ دوست کمال آفندی شیخ تکیہ آستانہ تک پہنچا دینے کے لئے ایک شخص مصطفےٰ آفندی نامی کے سپرد کیا، اور دوسرا طائف کے ڈاکٹر فخری بے کو دے دیا۔ پہلا نسخہ کمال آفندی تک نہ پہنچ سکا اور مصطفےٰ آفندی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن دوسرا نسخہ ڈاکٹر فخری نے وصفی آفندی مدیر اوراق طائف کے سپرد کر دیا۔ وصفی آفندی مدحت پاشا کی جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا اور دل سے اصلاح پسند تھا۔ اُسنے اس امانت کی قدر کی، اور ایک آہنی صندوق میں بند کر کے شہر کے باہر دفن کر دیا۔

مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری

علی حیدر بے انقلاب کے بعد قسطنطنیہ آگیا تھا۔ اُسنے اس مسودہ کا پچھلے مسودہ سے مقابلہ کیا، اور ترکی میں ایک نئی کتاب مرتب کر کے سنہ ۱۹۰۸ء میں شائع کر دی۔ یہ مدحت پاشا کی سرگزشتِ حیات کا مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں اس کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے، قید خانۂ طائف کے تمام خطوط ہیں، اصلاح نظام حکومت کی تمام یادداشتیں ہیں، اور آخر میں چند ضمیمے ہیں جن سے کتاب کے بعض تفصیل طلب مقامات کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔

علی حیدر بک اس مجموعہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:

"ایک ایسے موقعہ پر جبکہ میری قوم قیامِ دستور کی یادگار منا رہی ہے (جولائی ۱۹۰۸ء) میں اپنے والد مرحوم کی خود نوشتہ سوانح حیات کا ہدیہ اُس کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ یہ عبرت و موعظت کا ذریعہ ہوگا!

"جب ہمارا وطن عزیز اپنی صدہا سالہ عظمت و شوکت کی بلندیوں سے تنزل کے قعرِ ذلت میں گر رہا تھا، اور عدل و نظام کے فقدان نے امید و مراد کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے، تو اُسوقت ان اوراق کا مصنف ملک و ملت کی خدمت کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کے کامل ۴۵ سال اس راہ میں بسر کر دئے۔ یہاں تک کہ اسی کی راہ میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر ڈالی!

"میرے والد نے یہ اوراق قلعۂ طائف کے قید خانہ میں اُسوقت لکھے تھے جبکہ وہ خونی مجرموں کی طرح ایک تنگ کوٹھری میں مقید تھا اور شقی و جاہل پاسبانوں کی نگاہیں ہر وقت اُسپر لگی رہتی تھیں۔ مسودہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا اکثر حصہ ایک ایک دو دو سطر کر کے، مختلف اوقات میں لکھا گیا ہے، اور بہت سے مقامات میں ناتمام جملوں اور لفظوں پر قلم کی کشش رُک گئی ہے۔ وہ قلم اور کاغذ فرش کے نیچے چھپا کر رکھ دیا کرتے تھے، اور جب کبھی پاسبانوں کی نگاہوں سے مہلت ملتی تھی، لکھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ پوری دو سطریں بھی نہیں لکھنے پاتے تھے کہ کسی آدمی کی آہٹ سنائی دیتی، یا باہر سے باتوں کی آواز آنے لگتی، اور وہ قلم کاغذ چھپا دینے پر مجبور ہو جاتے!

"عین اُس حالت میں بھی جبکہ موت سامنے تھی، زندگی اور راحت کے تمام وسائل مفقود ہو چکے تھے، ضعف پیری اور امراض کے آلام سے قویٰ معطل ہو رہے تھے، اور ایک جابر و مستبد پادشاہ اور اس کے رذیل اور جرائم پیشہ حکام ہر آن اُس کے انفاسِ حیات کم کرنے کے درپے ہو رہے تھے، وہ اپنی قوم اور ملت کی خدمت سے بے فکر نہیں ہوا، اور محض اس امید موہوم سے کہ شاید اُس کے لکھے ہوئے اوراق کسی وقت قوم کی نظروں تک پہنچ جائیں، اُسنے اپنی زندگی کے تمام تجارب و افکار قلمبند کر دئیے۔ عین اُسوقت جبکہ عبد الحمید اُس کی موت کے وسائل پر غور کر رہا تھا، وہ قید خانہ کی کوٹھری کے اندر اُن وسائل کے قلمبند کرنے میں مشغول تھا جن کے ذریعہ عبد الحمید کا عرشِ مملکت موت کے خطرات سے نجات پا سکتا تھا!

"میرے والد نے یہ کتاب قید خانہ میں لکھی، اور اس کا ایک حصہ سمرنا میں اپنے اہل و عیال کے پاس بھجوا دیا۔ یہ ابتدائی حصہ اور بعض خطوط مجھے اپنی والدہ مرحومہ سے ملے تھے، اور میں نے انھیں ایک مقدس تذکار سمجھ کر محفوظ رکھا تھا۔ چند سال پیشتر میں نے یورپ میں جو کتاب مرحوم کے وقائع حیات پر شائع کی تھی، وہ انھی اوراق سے مرتب کی گئی تھی۔

"یہ اُس شخص کا اثر ہے جسے ۱۲۔ رجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو رات کے ۸ بجے (یعنے انگریزی گھڑی کے حساب سے بارہ بجے) عبد الحمید کے حکم سے قید خانۂ طائف میں گلا گھونٹ کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اس لئے ہلاک کر ڈالا گیا، کہ وہ ظلم و استبداد کا مخالف تھا، اور عدل و دستور کا داعی تھا۔ آج جبکہ تمام مملکت عثمانیہ قیامِ دستور کے یادگار کی خوشیاں منا رہی ہے، بیجا نہیں اگر میں یہ اُمید کروں کہ دستور عثمانی کے اس شہید کی یاد ہر فرد قوم کے دل میں تازہ ہو جائے!"

سوانح حیات

مدحت پاشا کی اسی خود نوشتہ سوانح عمری سے ہم مختصراً اس کے حالات نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن خطوط کا ترجمہ درج کرینگے جو قلعۂ طائف سے بھیجے گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم

مدحت پاشا ابن قاضی حاجی حافظ محمد اشرف

صفر سنہ ۱۲۳۸ھ میں بمقام قسطنطنیہ پیدا ہوا۔ والدین نے احمد شفیق نام رکھا تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور حافظ شفیق کہلانے لگا۔

سنہ ۱۲۴۹ھ میں اس کے والد علاقۂ ودین کے قاضی مقرر ہو گئے۔ یہاں اسنے لکھنا سیکھا، اور ایک برس بعد جب وہ واپس ہوا، تو عاکف پاشا وزیر خارجیہ کے حکم سے دیوان ہمایونی میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں اُسنے وہ رسم الخط کی مشق کی جو اس محکمہ کے لئے خاص ہے۔ اس محکمہ کی تعلیمگاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے تمام فارغ التحصیل طلباء کو ایک علحدہ نام یا لقب دے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اُسنے حافظ شفیق کے لئے بھی ایک نیا نام تجویز کیا۔ یہ "مدحت" تھا، اُسی دن سے شفیق کی جگہ مدحت کے نام سے پکارا جانے لگا۔

سنہ ۱۲۵۱ھ میں اس کے والد علاقۂ لوفجہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ مدحت بھی ساتھ گیا اور تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اُس کے والد چونکہ فارغ التحصیل عالم تھے، اس لئے شروع ہی سے اسے فارسی، عربی، اور دینی علوم کی تعلیم دی گئی۔ لوفجہ سے واپس آنے کے بعد اُس نے آستانہ کی تاریخی مسجد "جامع فاتح" میں دینی علوم کی تکمیل کی اور فارسی زبان میں بھی کامل مہارت حاصل کر لی۔

جب سنہ ۱۲۵۴ھ میں حکومت نے "مدرسۂ عرفانیہ" جاری کیا اور منتخب ہونہار طالب علم اُس میں داخل کئے گئے، تو اُن میں ایک مدحت آفندی بھی تھا۔ لیکن اُس نے جلد دیکھ لیا کہ اس مدرسہ کے طالب علم اُس کے برابر قابلیت نہیں رکھتے، اور تعلیم بھی بہت معمولی درجہ کی ہے، اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر چھوڑ دیا۔

عملی زندگی

سنہ ۱۲۵۷ھ میں اُسنے اپنی تعلیم ختم کر لی۔ مگر اُس کی عملی زندگی اس سے بہت پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ وہ کم عمری ہی سے سرکاری دفاتر میں ملازم ہو گیا تھا۔ دفتر کا کام بھی انجام دیتا اور تعلیم بھی جاری رکھتا۔

لیکن سنہ ۱۲۵۸ھ میں اُسنے خالص عملی زندگی میں قدم رکھا۔ ۲۵۰۰ قرش تنخواہ پر اُسے ایک مستقل جگہ مل گئی۔ یہ ولایت شام میں سرکاری کاغذات کی تحریر کی جگہ تھی۔ دو تین برس تک اسی جگہ پر مامور رہا۔ پھر سنہ ۱۲۶۱ھ میں سامی پاشا والی قونیہ کے دفتر میں لے لیا گیا۔ سنہ ۱۲۶۳ھ میں اسی والی کے ساتھ صوبۂ قسطمونی میں گیا۔ سنہ ۱۲۶۴ھ میں قسطنطنیہ واپس آیا اور اسی زمانہ میں اُس کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اُسے وزیر اعظم کے دفتر میں انشاء و کتابت کی معزز جگہ مل گئی۔ اس جگہ کے ملجانے سے اُسپر اعلیٰ مناصب کا دروازہ کھل گیا۔ اور وہ حکومت کے ممتاز اور ذمہ دارانہ مناصب پر مامور ہونے لگا۔

تفتیش (انسپکشن)

سنہ ۱۲۶۷ھ میں حلب شام کے جنگی خانے میں سخت بدنظمی پیدا ہوئی۔ حتیٰ کہ خزانۂ حکومت کے ۱۰ تھیلے غائب ہو گئے۔ اس معاملہ کی تفتیش کے لئے مدحت آفندی بھیجا گیا۔ اُسے خفیہ طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ عربی ممالک کے سپہ سالار اعظم محمد پاشا قبرصلی کے طرزِ عمل کی بھی تحقیقات کرے۔ ۶ مہینے کی محنت کے بعد اُسنے ثابت کر دیا کہ نقدی کے ۱۰ تھیلے نہیں، بلکہ ۵ ہزار تھیلے چوری ہو گئے ہیں۔ چور کا بھی پتہ چلا لیا، اور اُس سے ایک ہزار ۴۰۰ تھیلے وصول کر لئے۔ نیز ناقابلِ رد دلائل سے ثابت کر دیا کہ سپہ سالار نے قوم دروز کے معاملے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔

مجلس والا کی صدارت

وزیر اعظم رشید پاشا نے مدحت آفندی کی اس خدمت کی بہت تعریف کی۔ عرب کا سپہ سالار معزول کر دیا گیا۔ اور مدحت کو سنہ ۱۲۶۹ھ میں مجلس والا کا صدر مقرر کیا گیا۔ یہ منصب اُس کی فطری اور غیر معمولی انتظامی قابلیت کے ظہور کے لئے ہر طرح موزوں تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اس کی قابلیتوں کے ایسے نمایاں ثبوت ملے کہ وہ رشید پاشا، عالی پاشا، رشدی پاشا وغیرہ ارکانِ سلطنت کا معتمد علیہ بن گیا۔ چنانچہ جب مسئلۂ کریمیا کے حل کرنے کے لئے روسی پرنس منچیکوف قسطنطنیہ آیا، تو معاہدہ کی تحریر اسی کے سپرد کر دی گئی جو بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا۔

ارکان حکومت سے مخالفت

اب ترقی کرتے کرتے، مدحت آفندی مجلس عالی میں کاتب ثانی کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں محمد پاشا قبرصلی، وزیر اعظم مقرر

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۱)

ترکی اصلاح و تجدد کی تحریک سلطان محمود مصلح کے زمانے میں شروع ہوئی، اور سلطان عبد العزیز کے عہد میں مصطفےٰ فاضل پاشا کے ہاتھوں اُس کی پہلی جماعت کی بنیاد پڑی۔ تاہم یہ محض ابتدا تھی۔ تحریک کے قیام و ترقی کے لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسی اولوالعزم شخصیت نمودار ہو جو اپنی قربانی کے خون سے اس نئی تخم ریزی کی آبیاری کر سکے۔ اصلاح و تغیر کی تحریک، اس آبیاری کے بغیر کبھی نشو و نما نہیں پا سکتی۔

ترکی اصلاح کا پہلا فکری عنصر مصطفےٰ رشید کی شخصیت میں نمایاں ہوا تھا، لیکن چونکہ سلطان محمود اور سلطان عبد المجید جیسے اصلاح پسند فرمانروا ملے، اور اس لئے اُس کی اصلاح پسندی آزمائش کی جگہ مزید قبولیت کا باعث ہوئی۔ فواد پاشا اور عالی پاشا بھی مصلحانہ افکار رکھتے تھے، لیکن وہ کوئی عملی قدم نہ اُٹھا سکے۔ اس لئے اُنکے لئے کوئی آزمائش پیدا نہ ہوئی۔ مصطفےٰ فاضل پاشا نے بلاشبہ نیا قدم اُٹھایا، اور "تنظیمہٗ اصلاحیہ" پیش کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر دئے تاہم معاملہ اس سے آگے نہ بڑھا کہ جلا وطن ہو گیا۔ یا مصر کی حکومت و خدیویت سے محروم ہو جانا پڑا۔ پس جہاں تک تحریک کی ابتدائی نشو و نما کا تعلق ہے، اب تک کوئی شخصیت ایسی نمایاں نہیں ہوئی تھی جسے اس راہ میں جانفروشی و قربانی کی منزل سے گزرنا پڑا ہو۔ یہ منزل ایک اولوالعزم شخصیت کے ظہور کی منتظر تھی۔ یہ اولوالعزمی مدحت پاشا کی شخصیت میں ظاہر ہو گئی۔ مدحت پاشا اس راہ کا پہلا قتیل و شہید ہے۔ اُس کے خون نے وہ آبیاری بہم پہنچا دی، جس کے بغیر یہ تخم انقلاب بارآور نہیں ہو سکتا تھا!

مدحت پاشا اور عبد الحمید

سلطان عبد الحمید کی پُر فریب حکمت عملیوں نے واقعات و حقائق پر ایسے پردے ڈال دئے تھے کہ مدتوں تک دُنیا کی نگاہیں دھوکا کھاتی رہیں۔ اور مدحت پاشا کی شخصیت نمایاں نہ ہو سکی۔ مدحت پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے خلاف جب مقدمہ قائم کیا گیا، اور اُسے سلطان عبد العزیز کے قتل کی سازش کے انکشاف سے تعبیر کیا گیا، تو دُنیا نے بغیر کسی شک کے قبول کر لیا۔ کیونکہ نہ تو مدحت پاشا کی مصلحانہ حیثیت اور اعمال کی دنیا کو خبر تھی اور نہ ٹرکی میں کوئی ایسی قومی طاقت پیدا ہوئی تھی جو اصلیت کا اظہار کر سکتی۔ سر ہنری الیٹ (انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ) نے ۱۸۸۸ء میں جب اپنی یادداشت شائع کی، اور مدحت پاشا کو بے قصور ظاہر کیا، تو خود انگلستان میں بہت کم لوگوں نے اسے باور کیا۔ عام طور پر خیال کیا گیا کہ سر ہنری اپنی ذاتی دوستی کا جو اُس میں اور مدحت پاشا میں تھی، حق ادا کر رہا ہے، جہاں تک مشرقی اور اسلامی ممالک کا تعلق ہے، اُسوقت نہ تو لوگوں میں اس قسم کے معاملات سمجھنے کی استعداد پیدا ہوئی تھی اور نہ عام طور پر دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں اُس وقت جس قدر اُردو اخبار نکلتے تھے، سب نے مدحت پاشا کے مقدمہ کو "باغیوں" کے مقدمہ سے تعبیر کیا تھا۔ اُس زمانے کے بعض اخبارات کے فائل ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ کلکتہ کے "اُردو گائیڈ" اور لاہور کے "انجمن پنجاب" نے "باغی مدحت پاشا" کی سزایابی کی خبریں شائع کی تھیں!

مقدمہ کے بعد مدحت پاشا طائف کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ اور کچھ دنوں بعد گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اُسوقت دُنیا اس مظلوم کو بالکل بھلا چکی تھی۔ اصلاح پسند ترکوں کے سوا جو یورپ میں منتشر ہو چکے تھے، کوئی جماعت ایسی تھی جسے حقیقتِ حال کا علم ہو، یا اس کی شخصیت میں دلچسپی رکھتی ہو۔

یلدز کی دعایتہ

برسوں پر برس گزر گئے، اور اس قتیل ظلم و استبداد کی ہولناک موت کی حقیقت دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہی۔ قسطنطنیہ میں عہد حمیدی کے تمام مستبدانہ اعمال اپنی پوری سرگرمی کے ساتھ شروع ہو چکے تھے مدحت پاشا اور اسکے رفقا کا نام لینا ایسا ہی ناقابل معافی جرم تھا، جیسا "اصلاح" اور "دستور" یا "پارلیمنٹ" کا نام لینا۔ کئی کتابوں کی اشاعت محض اس بنا پر صیغۂ احتساب نے (جو "نظارۂ معارف" کے نام سے قائم کیا گیا تھا) روک دی کہ اُنکے مصنفین کا نام بھی مدحت تھا۔

مدحت پاشا کے اعمالِ حیات کو دُنیا کی نظروں میں مذموم ثابت کرنے کے لئے ٹرکی اور ٹرکی سے باہر بے شمار اہل قلم کی خدمات خریدی گئی تھیں اور وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع کرتے رہتے تھے جس کے ذریعہ مدحت اور اس کی جماعت کو ملک و سلطنت کا دشمن ثابت کیا جاتا تھا، اور سلطان عبد الحمید کے قاتلانہ اعمال کی مدحت سرائی کی جاتی تھی۔ قسطنطنیہ میں احمد فارس شدیاق کا عربی اخبار "الجوائب" اس کام میں سب سے زیادہ پرجوش اور سرگرم تھا۔ اُسنے بار بار اپنے قارئین کو یقین دلانا چاہا کہ "مدحت اور اسکی جماعت کا اصلی مقصود دین مقدس اسلام کی بیخ کنی کرنی تھی!" یورپ اور انگلستان میں بھی قصر یلدز کے ایجنٹ بے دریغ روپیہ خرچ کر رہے تھے۔ بہت سے اخبار اور اخبار نویس تھے، جنہوں نے اپنی خدمات یلدز کے حوالہ کر دی تھیں۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک انگریزی کتاب "دوازدہ سالہ عہد حکومت سلطان عبد الحمید" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوئی تھی۔ اُس کے دیباچہ میں ظاہر کیا گیا تھا کہ "یہ انگلستان کی ایک شہزادی کی ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہے" یہ کتاب بھی حمیدی دعایتہ (پروپیگنڈا) کا نتیجہ تھی، اور اس لئے شائع کرائی گئی تھی تاکہ سر ہنری الیٹ کے اُن مضامین کا جواب دیدیا جائے جو اُسنے مدحت پاشا اور اُس کی مصلحانہ مساعی کی حمایت میں لکھے تھے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

انکشافِ حقیقت

ایک عرصہ کے بعد جب مدحت پاشا کا لڑکا علی حیدر بے جوان ہوا، تو اُس کی ماں نعیمہ خانم نے اُس کے باپ کی آخری امانت اُس کے سپرد کر دی۔ یہ امانت کیا تھی؟ یہ ایک نامکمل خود نوشتہ سوانح حیات تھی، جو اس شہید حریت نے طائف کے قید خانہ میں لکھی تھی۔ اور چند خطوط تھے، جو اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے طائف سے بھیجے تھے۔ ان خطوط میں اُن تمام ہولناک واقعات کی تفصیل درج تھی جو طائف کے محبس میں پیش آئے تھے۔

یہ خطوط طائف کے قید خانے سے کیونکر بھیجے گئے اور کس ذریعہ سے مرحوم کے خاندان تک پہنچے؟ اس کی تفصیل ان اوراق میں درج تھی۔ اُس زمانے میں مصر کے خاندان خدیوی کی ایک امیرزادی، بیگم صفوت پاشا نے مکہ معظمہ میں قیام اختیار کر لیا تھا، اور اپنی دولت و ریاست کی وجہ سے شریف اور گورنر حجاز پر بہت رسوخ رکھتی تھی۔ یہ بیگم مدحت پاشا اور اس کے مصلحانہ اعمال سے واقف تھی۔ اسے جب معلوم ہوا کہ وہ مع اپنے رفیقوں کے طائف میں قید کیا گیا ہے، تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی موجودگی سے ان کی مصیبت کم کرنے کی کوشش کرے۔ اور تو کچھ نہ کر سکی، لیکن اس کی وجہ سے خط و کتابت کا ایک محفوظ ذریعہ پیدا ہو گیا۔ طائف کا ایک فوجی ڈاکٹر فخری بے اُس کے زیر اثر تھا اُسے قیدیوں کے دیکھنے کی اجازت تھی۔ وہ ان سے پوشیدہ خطوط لے لیتا اور مکہ معظمہ پہنچا دیتا۔ مکہ سے خطوط مصر بھیج دئے جاتے۔ مصر سے سمرنا کی ایک فرانسیسی کمپنی کے دفتر میں پہنچ جاتے جہاں مدحت پاشا کا خاندان مقیم تھا۔ کمپنی کے دفتر کا منتظم مدحت پاشا کی بیوی اور بہن تک پہونچا دیتا۔

البتہ مدحت پاشا کی خود نوشتہ سوانح عمری نا تمام تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو تکمیل کا موقعہ نہیں ملا، یا بقیہ مسودہ ضائع ہو گیا علی حیدر بے نے ان اوراق کی مدد سے مدحت پاشا کے اعمال حیات پر ایک کتاب مرتب کی، اور ۱۹۰۶ء میں پیرس سے شائع کی پہلے فرانسیسی زبان میں شائع ہوئی تھی۔ پھر اُس کا انگریزی ایڈیشن بھی شائع ہو گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ دُنیا کو حقیقتِ حال سے واقف ہونے کا موقعہ ملا، اور کذب و افترا کے وہ تمام پردے چاک ہو گئے جو عبد الحمید اور اُس کے حامیوں نے اس راست باز مصلح کی زندگی پر ڈال دئے تھے۔ قصر یلدز کے کارپردازوں نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح اس کتاب کی قطعی شہادتیں کمزور ثابت کر دیں لیکن اب ۲۰ سال کی مستور حقیقت عالم آشکارا ہو چکی تھی، اور حقیقت جب ایک مرتبہ آشکارا ہو جائے، تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت اُسے مستور نہیں کر سکتی!

طائف کا مدفون صندوق

۱۹۰۸ء کے انقلاب دستور کے بعد اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ معلوم ہوتا ہے، اس شہید ظلم کی مقدس امانت صرف اُس کے خاندان ہی میں محفوظ نہ تھی، بلکہ طائف کی زمین نے بھی اپنا آغوشِ صیانت کھول دیا تھا، تاکہ اُس کی آخری امانت اپنے

برید فرنگ

مکتوب جرمنی

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم برلن کے قلم سے)

قیصر کی جرمنی میں واپسی۔ قیصر کے موجودہ خیالات۔

قیصر کی واپسی

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں قیصر ولہلم کی جرمنی میں واپسی پر مفصل بحث کرچکا ہوں۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر ضرور واپس آجائے گا۔ لیکن جولائی پر دوماہ اور گزر گئے، اور قیصر کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔ حکومت جرمنی نے قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت میں دو سال کا مزید اضافہ کردیا ہے۔ لوگ حیرت و تعجب سے اس کا سبب دریافت کررہے ہیں؟

یہ واقعہ ہے کہ گزشتہ ماہ جولائی میں قیصر واپس آنے والا تھا جولائی کی قید اس لئے تھی کہ قیصر کی جلاوطنی والے قانون کی مدت اسی مہینے میں ختم ہوجاتی تھی۔ لیکن مدت ختم ہونے سے تین چار دن پہلے حکومت نے اس میں دو سال کی مزید توسیع کردی۔ یہ کارروائی خود قیصر کے اشارے سے ہوئی تھی۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ اب تک فرانسیسی فوجوں نے جرمنی کی سرزمین خالی نہیں کی ہے۔ اسوقت وہ دریائے رین پر قلعے بنا رہی ہیں جب تک یہ قلعے طیار نہیں ہوجائیں گے، وہ جرمنی خالی نہیں کریں گی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۹۲۹ء کے موسم سرما میں تعمیر مکمل ہوجائے گی اور پورا جرمنی آزاد ہوجائے گا۔

دراصل قیصر ولہلم نے اسوقت تک کے لئے جرمنی میں قدم رکھنے سے انکار کردیا جب تک اُس کی سرزمین پر ایک اجنبی سپاہی بھی موجود ہے۔ یہی سبب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے قیصر کی واپسی پھر ملتوی ہوگئی۔

قیصر نے انکار کیوں کیا؟ کیا سرحد پر فرانس کی مختصر فوجوں کی موجودگی اُس کے لئے خطرناک تھی؟

یہاں خطرے کا سوال نہ تھا۔ خودداری کا سوال تھا قیصر کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا کہ اپنے وطن اس حال میں واپس ہو جبکہ اس کی سرزمین پر اجنبی سپاہی موجود ہیں۔

اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اُس نزاع پر روشنی ڈال چکا ہوں جو قیصر کی نئی بیوی اور سابق ولی عہد کی بیوی میں جاری ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ قیصر کی بیوی جرمنی میں آکر مقیم ہوگئی ہے تاکہ اپنے شوہر کی تخت نشینی کے لئے میدان صاف کرے۔ دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اپنے بڑے لڑکے کو جرمنی کا بادشاہ بنانے کی کوشش کررہی ہے۔ لیکن اب یہ نزاع کلیتہ دور ہوچکی ہے۔ تمام شاہ پسند متحد و متفق ہوگئے ہیں اور صرف قیصر کی حمایت کررہے ہیں۔

چند اہم تبدیلیاں

پچھلے چند ماہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ پہلے شاہ پسندوں کا زعیم مارشل لوڈنڈارف تھا۔ اب قیصر نے اُسے معزول کردیا ہے۔ اب ہنڈنبرگ جمہوری حکومت کی صدارت کے ساتھ، شاہ پسندوں کا بھی سرگروہ بن گیا ہے۔ مارشل لوڈنڈارف نے کئی سال بے کار گزار دئے اور شاہی تحریک کو کوئی ترقی نہیں دی۔ لیکن مارشل ہنڈنبرگ نے غیر معمولی تدبر سے کام لے کر پوری کامیابی حاصل کرلی ہے۔ قیصر کے مخالفوں کا سب بڑا اعتراض یہ تھا کہ ایک نہایت نازک زمانے میں قیصر اپنا ملک چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ لیکن ہنڈنبرگ نے اب یہ اعتراض دور کردیا ہے: اُسنے قیصر کی اس حرکت کی تمام ذمہ داری خود اپنے سر لے لی ہے۔ اُسنے صاف لفظوں میں اعلان کردیا:

"میں نے ہی قیصر کو اس فعل پر مجبور کیا تھا۔ حالانکہ وہ راضی نہ تھا درحقیقت قیصر نے ملک چھوڑ کر ملک کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اُس نے خود ذلت اُٹھانا گوارا کرلیا تاکہ ملک کی عزت برقرار رہے۔ اگر قیصر فوراً ہالینڈ چلا نہ جاتا تو ایک طرف جرمنی کی تمام فوجیں تباہ ہوجاتیں کیونکہ اُس کی غیرت ہرگز ہتھیار رکھ دینا قبول نہ کرتی۔ دوسری طرف اتحادی سلطنتیں ملک کے شہنشاہ کو گرفتار کرکے مجرموں کی طرح سزا دینے کی کوشش کرتیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر میں نے قیصر کو جلاوطنی پر مجبور کردیا تھا۔"

ہنڈنبرگ کے اس اعلان نے جرمنی کے اکثر باشندوں کو مطمئن کردیا ہے۔ اب وہ قیصر کے بھاگنے کو اُس کا عیب و نقص نہیں، بلکہ ایک ملکی خدمت اور عظیم قربانی سمجھنے لگے ہیں۔

قیصر پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اُسنے اپنی ملکہ کے فوت ہوتے ہی نہایت بے وفائی کے ساتھ دوسری شادی کرنے میں جلدی کی۔ ہنڈنبرگ نے یہ اعتراض بھی دور کردیا اور اس کی ذمہ داری بھی خود اوڑھ لی ہے اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا کہ اُسنے ایک طرف سابق ولی عہد کو راضی کرلیا کہ اپنے باپ کے خلاف کوئی کوشش نہ کرے، دوسری طرف ولی عہد کی بیوی اور قیصر کی نئی بیوی میں بھی صلح کرادی۔ غرضکہ اُسنے تمام شاہ پسندوں کو ایک خیال پر جمع کردیا۔ اب سب صرف قیصر کی تخت نشینی چاہتے ہیں۔

ہنڈنبرگ نے یہ صورت حال صرف پروشیا ہی میں پیدا نہیں کردی بلکہ جرمنی کے تمام صوبوں اور ریاستوں کو بھی قیصر کی حمایت پر آمادہ کردیا ہے۔ اب جب قیصر واپس ہوگا تو یقین کیا جاتا ہے کہ صرف پروشیا ہی کا نہیں بلکہ ریاست سکسونی کو چھوڑ کر تمام جرمنی کا شہنشاہ ہوگا۔ سکسونی میں بالشویک خیالات مقبول ہوگئے ہیں اور وہاں عنقریب سویٹ حکومت قائم ہوجانے والی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُمید کی جاتی ہے کہ آسٹریا بھی اُس کے زیر نگیں آجائے گا۔ کیونکہ اس وقت وہاں جرمنی سے الحاق کا خیال بہت عام ہورہا ہے۔

شاہ پسندوں کی انجمنیں

اسوقت جرمنی میں شاہ پسندوں کی بارہ انجمنیں قائم ہیں۔ یہ انجمنیں نہایت سرگرمی سے مصروف عمل ہیں۔ تقسیم عمل کے اصول پر ہر انجمن نے تحریک کے مختلف کام بانٹ لئے ہیں۔

مثلاً ایک انجمن کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا بھر میں قیصر کو مقبول بنانے کی دعوت پھیلا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ جنگ عمومی کی ذمہ داری سے قیصر کو بری ثابت کرے اور سفاکی و خونریزی کے وہ تمام الزام دور کردے جو اتحادی سلطنتوں نے قیصر پر لگا رکھے ہیں۔ اس انجمن نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ دنیا کی عام رائے اب قیصر کی اتنی مخالف نہیں رہی جتنی پہلے تھی۔

ایک دوسری انجمن کا نام "شعبۂ خارجیہ" ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تمام سلطنتوں اور قوموں کے خیالات قیصر کے متعلق معلوم کرتی رہتی ہے۔ اس کی تازہ روداد سے ثابت ہوتا ہے کہ دول یورپ میں صرف ایک فرانس ہی ایسی دولت ہے جو اب تک قیصر کی دشمنی پر قائم ہے۔ باقی سلطنتوں کو زیادہ پرخاش باقی نہیں رہی۔ روداد میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اٹلی اور امریکہ، قیصر کی واپسی کی کوئی مخالفت نہیں کریں گے۔ انگلستان کی مخالفت کا بھی اندیشہ نہیں ہے، اِلّا یہ کہ مسٹر رامزے میکڈانلڈ پھر برسر حکومت آجائے اور اس کی اب کوئی اُمید نہیں۔

تیسری انجمن کا نام "انجمن مظاہرات" ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ پورے جرمنی میں قیصر کی حمایت کے مظاہرے کیا کرتی ہے۔ چنانچہ کوئی مہینہ خالی نہیں جاتا جس میں بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر عام مظاہرے نہ نکلتے ہوں۔ یہ انجمن قیصر کی تصویریں اور مورتیں مفت تقسیم کرتی ہے نیز ایسے عام جلسوں کا اہتمام کرتی ہے جن میں تمام شاہی رسمیں برتی جاتی ہیں۔

چوتھی انجمن کا کام یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ قیصر کی حمایت کے افکار پھیلاتی رہے۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں بکثرت اخبار نکل رہے ہیں اور سیکڑوں لائق انشا پرداز [illegible] اور کتابیں لکھ رہے ہیں۔

پانچویں انجمن بحری و بری فوجوں اور پولیس میں اپنے مقاصد کی اشاعت کررہی ہے اور پوری کامیابی حاصل کرچکی ہے۔ اسوقت جرمن فوج اور پولیس میں مشکل سے کوئی آدمی ایسا نکلے گا جو قیصر کا حامی نہ ہو۔ حتیٰ کہ خفیہ پولیس کے آدمی بھی اس تحریک میں شامل ہوچکے ہیں۔

مختصر یہ کہ پورا جرمنی قیصر کے لئے چشم براہ ہے۔ عام باشندے ہی نہیں بلکہ جمہوری حکومت اور اُس کے اکثر ارکان بھی اسی خیال کے ہوگئے ہیں۔ ہنڈنبرگ تو اپنی شاہ پسندی میں پوری طرح مشہور ہوچکا ہے لیکن موجودہ وزیر اعظم ہر سٹریسمان بھی کچھ کم شاہ پسند نہیں ہے۔ کوشش ہورہی ہے کہ کسی طرح فرانسیسی فوجیں جلد سے جلد جرمنی کی سرحد خالی کردیں تاکہ قیصر مرنے سے پہلے واپس آجائے۔

قیصر کے خیالات

[illegible]

(بقیہ مضمون صفحہ [illegible])

وطن کردیں۔ یہ روسی اثرات کا مخالف اور ایک دیانت دار شخص تھا سلطان نے اُسے صوبہ بروسہ کا حاکم مقرر کرکے حکم دیا کہ پایۂ تخت سے روانہ ہوجائے [illegible] سلطان نے اُسے جبراً بھجوا دیا۔ اسی قسم کا برتاؤ اور بہت سے [illegible] کے ساتھ بھی کیا گیا۔

کچھ مدت بعد [illegible] انشا بروسہ سے [illegible] اور دیکھا کہ علماء سلطان کو معزول کردینے پر متحد [illegible] سربرآوردہ آدمیوں سے مشورہ کیا [illegible] بالاتفاق اس تجویز کی حمایت کی۔

یہ مدحت آفندی کا سخت دشمن تھا۔ کیونکہ اسی نے اُسے عرب کی سپہ سالاری سے معزول کرایا تھا۔ اب اُسنے انتقام لینا اور سرکاری ملازمت سے خارج کرا دینا چاہا۔ اُسنے بہت کوشش کی مگر کوئی بات قابل گرفت نہیں ملی۔ آخر اُس نے خیال کیا، اسے صوبہ جات روتیلی کا حاکم بناکر بھیج دیا جائے، اور چونکہ سخت ہنگامے برپا تھے، اور بہت سے والی امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہ چکے تھے، اس لئے مدحت آفندی بھی ناکام رہے گا، اور اس طرح اُسے نالائق قرار دینے کا بہتر موقعہ نکل آئے گا۔ چنانچہ اُسنے احکام صادر کردیئے۔

اب مدحت آفندی کے لئے سخت مشکل پیش آئی۔ وہ وزیر اعظم کی بدنیتی سے واقف ہوچکا تھا، اگر نہیں جاتا تھا تو مدول حکمی ہوتی تھی۔ جاتا تھا، تو ناکامی کا اندیشہ تھا۔ بہرحال اُسنے جانے کا فیصلہ کر لیا، اور ۱۲۷۱ھ میں ایک فوجی مہم ساتھ لےکر روانہ ہوگیا۔

یہاں مدحت آفندی نے حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔ صرف ۲ مہینے کی قلیل مدت میں ۲۰۰ باغی سرغناؤں کو گرفتار کرلیا۔ ۱۲ کو حکومت کی بلا اجازت پھانسی دے دی۔ ۸۰ کو آستانہ کے قیدخانے میں بھیجدیا۔ باقی کو قانون کے مطابق سخت سخت سزائیں دیں۔

باغی صوبوں نے نئے حاکم کی یہ غیر معمولی مستعدی دیکھی تو اطاعت کے لئے فوراً سر جھکا دیئے۔ یورپ کی زبان بالکل بند ہوگئی جو بلقان کی اس بےچینی کو اپنی مداخلت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے آب محمد پاشا بھی معزول ہوچکا تھا۔ رشید پاشا اُن کی جگہ وزیر اعظم تھا۔ اُسنے مدحت آفندی کی شاندار خدمات کا اعتراف کیا اور آستانہ واپس بلا لیا۔ مدحت آفندی نے روتیلی کے حالات کی مفصل روداد پیش کی اور اصلاحات کا ایک مسودہ بھی طیار کیا، حکومت نے اسے شکریے کے ساتھ قبول کیا۔ مگر بعض حالات اور تبدیلیاں ایسی پیش آگئیں کہ حالات اصلاحات کی تجاویز پر کوئی عملی کارروائی نہ ہوسکی۔ دراصل حکومت کا مزاج صدیوں سے ایسا ہوگیا تھا کہ بغیر کسی بنیادی تغیر کے اصلاحات کی تجاویز سود مند نہیں ہوسکتی تھیں۔

وزیر اعظم نے مدحت آفندی کو مجلس والا میں دوبارہ داخل کیا۔ [illegible] ابھی اس صورت حال پر نہیں گزرے تھے کہ رشید پاشا پھر معزول ہوگیا اور مصر چلا گیا۔ اسکی جگہ عالی پاشا کو ملی، مگر اُسے بھی یورپ کا سفر پیش آگیا اور دارالحکومت سے غیر حاضر ہوگیا۔ اسکی نیابت محمد پاشا قبرصلی کو مل گئی۔ اسی محمد پاشا کو جو مدحت کا جانی دشمن تھا اپنے برسر اقتدار آتے ہی پھر انتقامی تدابیر کا عمل میں لانا شروع کردیا۔

اس مرتبہ مدحت پر یہ تہمت لگائی گئی کہ اُسنے حکومت کے بعض محاصل پر قبضہ کرلیا ہے۔ چنانچہ باضابطہ مقدمہ قائم ہوگیا۔ مگر پہلی ہی پیشی میں ثابت ہوگیا کہ الزام کی کوئی اصلیت نہیں۔ محض اتہام ہے۔ ایک گواہ نے تو علانیہ عدالت کے سامنے اقرار کرلیا کہ "مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کیا گیا ہے، اور مدحت کے خلاف اُسنے جو کچھ کہا ہے، سراسر باطل ہے۔"

مدحت آفندی عزت کے ساتھ بری ہوگیا، اور نائب وزیر اعظم کو سخت شرمندگی اُٹھانی پڑی۔

بلغاریہ اور سرویہ میں

اُس زمانے میں بلغاریہ کی حالت خراب ہونے لگی۔ حکام کے ظلم نے باشندوں کو پریشان کرڈالا۔ مدحت آفندی تحقیقات کے لئے بھیجا گیا۔ اُسنے اپنی روداد باب عالی میں پیش کردی اور ثابت کیا، کہ باشندوں کی شکایتیں صحیح ہیں۔ گورنر سعید پاشا اور اُس کے [illegible] نے سخت فساد برپا کر رکھا ہے۔ باب عالی نے اس کی روداد تسلیم کرلی، اور گورنر اور اسکے عہدہ داروں کو معزول کردیا۔

بلغاریہ سے فارغ ہوکر مدحت آفندی سرویہ گیا۔ وہاں بھی سخت ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بعض علاقوں کے باشندوں نے ترکی حکام کو بالکل خارج کردیا تھا۔ اور طوائف الملوکی قائم ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اس صوبے کی بھی اصلاح کی اور باغی علاقوں میں از سر نو حکومت قائم کردی۔

یورپ کا سفر

مدحت آفندی، قسطنطنیہ واپس آگیا۔ اُسے یقین تھا کہ حکومت اُس کی خدمات کا اعتراف کرے گی۔ مگر یہاں سلطان عبدالمجید پر معزول گورنر سعید پاشا اور اُس کے دوستوں کا جادو چل چکا تھا۔ انھوں نے سلطان کو مدحت آفندی سے ناراض کرادیا۔

اسی اثنا میں رشید پاشا کا بھی انتقال ہوگیا۔ جو مدحت کا سرپرست تھا۔ مدحت آفندی، سلطان کی ناراضی سے افسردہ خاطر ہوچکا تھا۔ اپنے مربی کی وفات سے اور بھی زیادہ بےدل ہوا، اور سرکاری مناصب ترک کردینے کا ارادہ کرلیا۔ ساتھ ہی اُسے خیال ہوا کہ ممالک یورپ کی سیر و سیاحت کرے جن کی علمی و تمدنی ترقیات کے افسانے اس کے گوش گزار ہوچکے تھے۔ چنانچہ ۱۲۷۴ھ میں یورپ روانہ ہوگیا۔ ۶ مہینے وہاں قیام کیا۔ پیرس، لندن، وائنا، بلجیم وغیرہ کی سیر کی اور یورپ کی ترقی کے اسباب و وسائل معلوم کئے۔

فرانسیسی زبان

مدحت آفندی کی طالب علمی کے زمانے میں فرانسیسی زبان کو ٹرکی میں کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اس لئے اُسنے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن اب حالات میں عظیم تبدیلی واقع ہوچکی تھی، اور ہر سیاسی مدبر کے لئے اس زبان سے واقفیت لازمی ہوگئی تھی۔ مدحت آفندی نے اپنے اندر یہ کمی محسوس کی، اور اس زبان کی تحصیل پر کمر بستہ ہوگیا۔ وہ اپنی فرصت کے اوقات میں بطور خود مطالعہ کرتا رہتا یہاں تک کہ یورپ کا سفر پیش آیا اور اس زبان میں اُسنے پوری مہارت حاصل کرلی۔

رتبۂ وزارت اور صوبہ کی ولایت

۱۲۷۸ھ میں مدحت آفندی یورپ سے واپس آیا اور دوبارہ مجلس والا کی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی اثنا میں محمد پاشا قبرصلی پرانا دشمن وزیر اعظم ہوچکا تھا۔ مدحت آفندی کو خوف تھا کہ پھر اُسکی عداوت کا نشانہ بنے گا، مگر یہ دیکھکر اُسے تعجب ہوا کہ اب مخالفت کی جگہ اس کی طرف سے موافقت کے اظہارات شروع ہوگئے تھے۔ اُسنے مدحت آفندی کو طلب کیا۔ گزشتہ معاملات کی معافی چاہی اور سلطان عبدالمجید سے بھی سفارش کی کہ اس کی پچھلی خدمات کے اعتراف میں وزارت کا اعزازی رتبہ بخشا جائے، اور صوبۂ نیش کی حکومت سپرد کردی جائے۔ چنانچہ ۱۲۷۸ھ میں مدحت آفندی اس صوبہ کا والی مقرر ہوگیا۔ اور سلطان عبدالمجید کی وفات تک اسی منصب پر مامور رہا۔

سلطان عبدالعزیز

سلطان عبدالعزیز کے آخری عہد میں سلطنت عثمانیہ کی حالت ازحد زبوں ہوگئی۔ ہر طرف داخلی شورشیں برپا ہوگئیں، اور یورپ نے متحد ہوکر از سر نو دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔

بدقسمتی سے سلطان، اپنے وزیر اعظم محمود ندیم پاشا کے قبضہ میں تھے۔ اور ندیم پاشا، روسی سفیر جنرل اگناٹیف کے اشاروں پر حرکت کررہا تھا۔ ترکی قوم اس حقیقت سے واقف ہوگئی تھی اور ندیم پاشا کی معزولی کا مطالبہ کررہی تھی۔ مگر سلطان نے کانوں میں تیل ڈال لیا تھا۔ کسی کی نصیحت سنتا تھا نہ کسی فریاد پر توجہ دیتا۔

اُسی زمانے میں یہ مشہور ہوئی کہ سلطان، ۴۰ ملین پونڈ کا ایک نیا قرضہ لینے والے ہیں۔ عام رائے اس خبر سے نہایت برہم ہوئی۔ کیونکہ سلطان کے اسراف نے سلطنت کا تمام خزانہ خالی کردیا تھا اور قرضوں کا ناقابل برداشت بوجھ پہلے ہی سے ملک کی گردن توڑ رہا تھا۔

اسی اثناء میں صوبۂ ہرزی گوینا کا مسئلہ پیش آیا۔ یہ محض حکومت کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ عام رائے اب اور بھی زیادہ برہم ہوگئی۔ چند دن بعد خبریں آنا شروع ہوئیں کہ بلقان میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے اور اُسکے شعلے، ادرنہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آستانہ میں بلقان کے مسلمان طالب علموں کے پاس خطوط پہنچے کہ باغیوں نے تمہارے گھر لوٹ لئے۔ اور عزیز و اقارب قتل کرڈالے۔ طالب علموں نے یہ وحشت ناک خبریں سنیں تو جوش میں آگئے۔ اُن کے جوش نے شہر کی تمام مسلمان آبادی میں بھی ہیجان پیدا کردیا۔ لوگوں کو پہلے سے یقین تھا کہ حکومت، بلقان کے معاملات سے غفلت برت رہی ہے، اور ندیم پاشا روس کے اشارے سے یہ سب کچھ کررہا ہے۔ روس کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانے سے اُسے مداخلت کا موقعہ ملے۔

بلقانی طالب علموں کے ساتھ ہزاروں مخلوق باب عالی کی طرف روانہ ہوئی اور وزیر اعظم سے ملاقات کا مطالبہ کیا۔ وزیر اعظم نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا، اور سلطان کو مشورہ دیا کہ نئی وزارت کا اعلان کرکے عوام الناس کا جوش ٹھنڈا کردیں۔ چنانچہ محمود ندیم پاشا اور حسن آفندی شیخ الاسلام، دونوں معزول کردیئے گئے۔ رشدی پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام بنائے گئے۔ نیز مدحت پاشا بھی رتبۂ وزارت کے ساتھ مجلس اعلیٰ کا رکن مقرر ہوگیا۔

لیکن وزارت کی تبدیلی سے حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی۔ ندیم پاشا اگرچہ معزول کردیا گیا تھا، لیکن محض ایک سطحی تبدیلی تھی۔ سلطان بدستور ندیم پاشا کے ہاتھوں میں تھا۔ ندیم پاشا روسی سفارت خانہ سے احکام حاصل کرتا، اور انکے مطابق سلطان کو مخفی مشورے دیتا رہتا۔

عام رائے نے جلد معلوم کرلیا کہ ندیم پاشا امروز فردا ہی میں پھر برسر حکومت آجائے گا۔ اُس کی معزولی محض ایک دکھاوے کی کارروائی ہے۔ اسی اثنا میں روسی سفیر جنرل اگناٹیف نے ہر طرف مشہور کردیا کہ دارالسلطنت میں عنقریب بغاوت ہونے والی ہے۔ مسلمان عیسائیوں کے قتل کی عام طیاریاں کررہے ہیں۔ ساتھ ہی اُسنے یہ بھی کیا کہ مانٹی نگرو سے سو مسلح نوجوان بلائے اور اپنی سفارت کی حفاظت کے لئے مقرر کردیئے۔ اس کارروائی نے تمام شہر میں تشویش پیدا کردی۔ قسطنطنیہ کی مسیحی آبادی نے کاروبار بند کردیا، اور شہر چھوڑ دینا چاہا۔ ان کارروائیوں سے روسی سفیر کا مدعا یہ تھا کہ محمود پاشا کی دوبارہ وزارت کے لئے میدان صاف کرے۔ وہ یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ نئی وزارت امن و امان قائم نہیں رکھ سکتی، اور مسیحی رعایا کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

ترکوں نے یہ حالت دیکھی، تو وہ مرعوب نہیں ہوئے، اُنھوں نے خود سلطان کے معزول کردینے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ اب وہ سمجھ گئے تھے کہ اس شخص کی موجودگی میں کسی قسم کی اصلاح ممکن نہیں۔

یہ خبر ہوا کی طرح بازاروں میں پھیل گئی۔ وہاں سے قصر شاہی میں پہنچی۔ سلطان بہت پریشان ہوئے۔ والدہ سلطان نے مدحت پاشا کے پاس اپنا معتمد علیہ خواجہ سرا جوہر آغا بھیجا اور دریافت کیا کہ قوم کی ناراضی دور کرنے کے لئے کونسا طریقہ مفید ہوسکتا ہے؟

مدحت پاشا نے فوراً اصلاحات کا ایک مسودہ طیار کیا اور سلطان کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کیا کہ اسے جاری کردینے سے عام رائے مطمئن ہوجائے گی۔ مگر سلطان کی نخوت نے اُسے منظور نہ کیا۔

اس تمام مدت میں سلطان، محمود ندیم پاشا کے مشوروں پر عمل کرتا رہا اور محمود ندیم، جیسا کہ بیان ہوچکا ہے، روسی سفیر کی انگلیوں پر ناچ رہا تھا۔ محمود ندیم نے سلطان کو ترغیب دی کہ حسین عونی پاشا کو [illegible]

بصائر و حکم

عالم انسانیت موت کے دروازہ پر!

مشاہیر عالم اپنے اوقات وفات میں

اکابر تاریخ اسلام کی مختصر وفیات

حضرت امام شافعیؒ

امام مزنی کہتے ہیں، جس دن حضرت امام شافعی رحمہ نے انتقال کیا اُس کی صبح کو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔

"مزاج کیسا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

انھوں نے ٹھنڈی سانس لی:

"دُنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، موت کا پیالہ منہ سے لگا ہے۔ نہیں معلوم میری روح جنت میں جائے گی کہ اُسے مبارک باد دوں، یا دوزخ میں جائے گی کہ اُسے تعزیت پیش کروں؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

ولما قسا قلبی وضاقت مذاہبی — جعلت الرجا منی لعفوک سلما

اپنے دل کی سختی اور اپنی بیچارگی کے بعد میں نے تیری عفو پر اپنی امید کو سہارا بنالیا ہے۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ — بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ میری نظر میں بہت ہی بڑا تھا، مگر جب تیرے عفو کے مقابلے میں اُسے رکھا، تو اے رب، تیرا عفو زیادہ بڑا نکلا۔

۲۰۴ھ (۸۱۹ء) میں وفات پائی۔

مامون الرشید

نزع کے وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی، اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا۔ یہ الفاظ زبان پر تھے:

"اے وہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہوگی، اُس پر رحم فرما جس کی بادشاہی جارہی ہے! اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا، اُس پر رحم کر جو مر رہا ہے!"

جاحظ نے کہا "خدا امیر المومنین کا ثواب زیادہ کرے اور تندرستی بخشے!"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو"

پھر کہا "خدایا! تو نے ہمیں حکم دئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا [illegible] ہے" اسی پر روح پرواز کر گئی

۲۱۸ھ (۸۳۳ء) میں وفات پائی۔

حکیم ابو العتاہیہ

مشہور زاہد و حکیم شاعر ابو العتاہیہ سے موت کے وقت پوچھا گیا۔

"کوئی خواہش باقی ہے؟"

کہا "ہاں، میری خواہش یہ ہے کہ مغنی "مخارق" آئے اور میرے سرہانے میرے یہ شعر گائے:

اذا ما انقضت منی من الدہر مدتی — فان عزاء الباکیات قلیل!

جبکہ دنیا میں میری زندگی کی مدت ختم ہو چکی ہے تو رونے والیوں کی تعزیت بھی بہت کم ہے۔

سیعرض عن ذکری وتنسی مودتی — ویحدث بعدی للخلیل خلیل!

سب میرے خیال سے منہ پھیر لیں گے، میری محبت بھول جائیں گے۔ میرے بعد بھی دوست اپنے دوستوں سے باتیں کرینگے۔

۲۲۱ھ (۸۳۵ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ واثق باللہ

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ شعر پڑھے:

الموت فیہ جمیع الناس تشترک — لا سوقۃ منہم یبقی ولا ملک

موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔

ما ضر اہل قلیل فی مفاقرہم — ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

غریبوں کو اُن کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو اُن کی امیری بھی کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

پھر حکم دیا، فرش اُٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا:

"اے وہ جس کی بادشاہی لازوال ہے، اُس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہو گئی!"

یہ کہتے ہی انتقال ہو گیا (۲۳۲ھ ۔ ۸۴۶ء)

خلیفہ منتصر باللہ

خلیفہ محمد منتصر باللہ ایک دن دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اُس کی نظر ایک فارسی عبارت پر پڑ گئی جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اُسے پڑھوایا تو لکھا تھا:

"میں شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا لیکن اُس کے بعد بادشاہی سے کوئی نفع حاصل نہ کر سکا"

خلیفہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ [illegible] مجلس سے اُٹھ گیا چند ہی روز بعد بیمار پڑا اور زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی تو خلیفہ نے کہا "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی، لہذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی"

پھر یہ شعر پڑھا:

فما فرحت نفسی بدنیا اصبتہا — ولکن الی اللہ الکریم اصیر

دنیا کے حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب ہوئی اب میں خدا کی طرف جا رہا ہوں۔

۲۴۸ھ ۔ ۸۶۲ء میں وفات ہوئی۔

امام جاحظ

ادب عربی کا مشہور امام، جاحظ کا جب وقت آخر ہوا تو ابو العباس المبرّد عیادت کو گیا۔

مزاج پرسی کے جواب میں جاحظ نے کہا:

"وہ شخص کیسا ہوگا جس کا آدھا دھڑ سُن ہو گیا ہے حتیٰ کہ اگر آرے سے بھی چیر دیا جائے تو اُسے پتہ نہ چلے؟ اور آدھا دھڑ اتنا حساس ہو گیا ہو کہ اگر مکھی بھی اُس کے قریب اُڑے تو درد محسوس کرنے لگے؟"

پھر یہ شعر پڑھے:

أترجو ان تکون، وانت شیخ — کما قد کنت ایام الشباب؟

کیا تو آرزو کرتا ہے کہ اب بڑھاپے میں بھی ویسا ہی ہو جائے جیسا جوانی کے دنوں میں تھا؟

لقد کذبت، نفسک لیس ثوب — دریس کالجدید من الثیاب؟

تیرا نفس جھوٹا ہے۔ پرانا کپڑا نئے کپڑے کی طرح کیونکر ہو سکتا ہے؟

۲۵۵ھ (۸۶۹ء) میں انتقال کیا۔

خلیفہ معتضد باللہ

سولھواں عباسی خلیفہ، معتضد باللہ سخت ظالم و ستمگر تھا۔ وفات کے وقت اپنا مرثیہ اُس نے یوں پڑھا:

تمتع من الدنیا فانک لا تبقی — وخذ صفوہا ان صفت ودع الرنقا

دنیا سے لطف اُٹھالے کیونکہ تو باقی نہیں رہے گا۔ اُس کی بھلائی لے لے اور بُرائی چھوڑ دے!

ولا تأمنن الدہر انی أمنتہ — فلم یبق لی حالا ولم یرع لی حقا

اُس دُنیا پر ہرگز بھروسہ نہ کرنا جس پر میں نے بھروسہ کیا تھا۔ کیونکہ اُس نے مجھ سے بیوفائی کی اور کسی حق کا بھی خیال نہ کیا۔

قتلت صنادید الرجال ولم ادع — عدواً، ولم امہل علی طغیہ خلقا

میں نے بڑے بڑے بہادر مارے۔ کوئی دشمن نہ چھوڑا۔ کسی کو بھی اُس کی سرکشی پر باقی نہ رہنے دیا۔

واخلیت دار الملک من کل نازع — فشردتہم غربا، ومزقتہم شرقا!

میں نے پایۂ تخت تمام مخالفوں سے خالی کر دیا، اُنھیں پراگندہ کر کے مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

فلما بلغت النجم عزاً ورفعۃ — وصارت رقاب الخلق اجمع لی رقا،

لیکن جب میں اپنی عزت و رفعت میں ستاروں تک پہنچ گیا اور تمام مخلوق کی گردنوں میں، میری غلامی کا طوق پڑ گیا،

رمانی الردی سہما، فاخمد جمرتی — فہا انا ذا فی حفرتی عاجلا ملقی!

تو ایسا ہوا کہ موت نے مجھ پر ایک تیر چلایا اور میری آگ بجھا دی۔ دیکھو، اب میں عنقریب ہی اپنے گڑھے میں ڈالا جانے والا ہوں۔

ولم یغن عنی ما جمعت، ولم اجد — لذی الملک منہا، ولا راغب رفقا

میرے جمع کئے ہوئے خزانے میرے کام نہ آئے۔ دولت سے بیزار ہونے والے اور دولت کے لالچی، کسی نے بھی ہمدردی نہ کی!

فیالیت شعری بعد موتی ما القیٰ — الی نعم الرحمٰن ام نارہ القیٰ؟

آہ کاش! میں جانوں، موت کے بعد اللہ کی نعمتیں پاؤں گا، یا دوزخ میں جھونک دیا جاؤں گا؟ ۲۸۹ھ (۹۰۲ء) میں انتقال کیا۔

واپسی کے لئے جرمنی میں میدان طیار ہو چکا ہو، خود قیصر کی ذہنیت کیا ہو؟ یہاں کے اخباروں نے حال ہی میں قیصر کی ایک گفتگو شایع کی ہو۔ اُسنے یہ گفتگو ایک انگریز ممبر پارلیمنٹ سے کی تھی۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہو:

دُنیا کی آیندہ جنگ

"دس برس گزرنے سے پہلے" قیصر نے کہا "دنیا کو ایک اور عظیم جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں یورپ کی تمام سلطنتیں شریک ہوں گی۔ کوئی بھی اُس سے علیحدہ نہ رہ سکے گی۔ میں یہاں اپنی جلاوطنی کی جگہ سے بیٹھا دیکھ رہا ہوں کہ مغرب کے افق سے ایک ہولناک جنگ کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہ ایسی سخت جنگ ہوگی جس کے سامنے پچھلی جنگ ہیچ ہو جائے گی۔ تمام دنیا خون میں غرق ہو جائے گی۔ بہت سے ملک ویران ہو جائینگے۔ بہت سی سلطنتیں ناپید ہو جائیں گی۔ دُنیا کی تمام قومیں اُس کی مصیبت سے چیخ اُٹھیں گی۔ ایسی مصیبتیں جن سے عالم انسانیت اب تک ناواقف ہو۔ یقیناً یہ جنگ نہایت ہیبت ناک ہوگی کیونکہ اُس کے ظہور کے وقت دُنیا کی تمام قومیں پُورے طور پر نئے اسلحہ سے آراستہ ہوں گی"

"ہاں، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام قومیں جنگ کی طیاریاں کر رہی ہیں۔ مجلس اقوام کی بھی کوئی پروا نہیں کرتا۔ وہ محض سیاسی تفریح کا ایک نیا سامان ہو۔ اُس کے امن کے وعظوں پر قومیں ہنستی ہیں... تمام سلطنتیں جنگی جہاز، آبدوز کشتیاں، اور ہوائی بیڑے طیار کر رہی ہیں۔ مختلف قسم کے جدید گیس ایجاد کئے گئے ہیں جو اب تک غیر معلوم تھے۔ قومیں نہایت اخفا کے ساتھ اِن جہنمی مواد کے تجربے کر رہی ہیں۔ ہر سلطنت نے ہلاک ہتیاروں اور گیسوں کے بکثرت ذخیرے جمع کر لئے ہیں تاکہ جب جنگ کا بگل بجے تو پُوری طرح طیار ثابت ہوں"

یہ تمام طیاریاں کیوں ہیں؟ جواب دیا جاتا ہو مدافعت کے لئے! مگر جنگ کا کس طرف سے اندیشہ ہو جبکہ ہر سلطنت مدافعت ہی کی طیاری کر رہی ہو؟"

"تھوڑے دن ہوئے، ایک معزز انگریز میری ملاقات کے لئے یہاں آیا۔ دوران گفتگو میں نے پُوچھا، آخر یہ ہر طرف جنگی طیاریاں کیوں ہو رہی ہیں؟ اُس نے جواب دیا "اصلی خطرہ مشرق میں ہو۔ جنگ عمومی کے بعد مشرقی قومیں بیدار ہو گئی ہیں اور مغربی حکومتوں کے خلاف طیار ہو رہی ہیں۔ اُن کی ہولناک بغاوت کے خوف سے یورپ جنگی طیاری پر مجبور ہو گیا ہو!"

"میں اس جواب پر ہنس پڑا۔ میں نے کہا مغربی قومیں، مشرقی فوجوں سے ہرگز خائف نہیں ہیں۔ دراصل وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے ڈرتی ہیں۔ مغربی قوموں میں باہم سخت حسد اور منافست ہو۔ سیاسی [illegible] دوسرے سے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں۔ مگر حکومتوں کے وزیر اور فوجوں کے سپہ سالار آیندہ جنگی میدانوں کے نقشے بنانے میں مصروف ہیں۔ ایک طرف سفرا اور دول کھڑے زیتون کی شاخ ہلا رہے ہیں (یعنی امن پسندی کا اظہار کر رہے ہیں) دوسری طرف بحری سپہ سالار جدید ترین آبدوزوں اور جہنمی مادوں کے تجربے کر رہے ہیں۔ اُن کی کوشش ہو کہ کسی طرح زہریلی گیس سمندر کی موجوں پر پھیلانے میں بھی کامیابی حاصل کرلیں!"

"ہوابازوں نے محیط اٹلانٹک کے عبور کی کوشش شروع کی ہو۔ ہر ہفتے ہم ایک نئی کوشش کی خبر سنتے ہیں۔ کرنل لنڈبرگ نے اپنی حیرت انگیز جرأت سے ثابت کر دیا ہو کہ محیط اٹلانٹک، پیسیفک، محیط ہندی کا ہوائی جہاز سے عبور کرنا، ممکن نہیں ہو۔ آیندہ جنگ ایسے ہوا باز پیدا کرے گی جو سمندر کی موجوں پر رہیں گے اور اپنے عمل ہوا سے [illegible] کر دیں گے کہ سمندر پر بھی کوئی قوم جنگ کی ہولناکیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی"

"میرے عہد حکومت میں کونٹ زیپلن نے ایک دن مجھ سے کہا اگر جرمنی کے پاس زیپلن وضع کے ۵۰۰ ہوائی جہازوں کا بیڑا ہو جائے، تو تمام دُنیا پر جرمنی کی برتری قائم ہو سکتی ہو۔ اگر اعلیٰحضرت کی حکومت ضروری مصارف مہیا کر دے تو میں ایک سال کی مدت میں پانسو جہاز طیار کر دے سکتا ہوں۔ ایک سال اور ایک ہفتہ کے بعد جرمنی تمام دُنیا پر حکومت کرے گا!" لیکن مجلس حکومت نے یہ تجویز منظور نہیں کی"

"اگر میرے لئے پیشین گوئی کرنا جائز ہو، تو میں تمھیں اُن قوموں کے نام بھی بتلا دے سکتا ہوں جو آیندہ جنگ میں حملہ آورانہ یا مدافعانہ شرکت کریں گی۔ لیکن ایک جلا وطن بادشاہ کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اُنگلی اُٹھا کر اُن قوموں کی طرف اشارہ کرے جو جنگ کا تنور سلگا رہی ہیں!"

"آیندہ جنگ کئی سال تک جاری نہیں رہے گی جیسی کہ پچھلی جنگ تھی۔ آیندہ جنگ میں ہر کام بجلی کی سی تیزی سے ہوگا۔ جنگ کا صُور پھُونکتے ہی تار برقی اور بے تار برقی کے آلات میں حرکت ہوگی، اور چشم زدن میں تمام جنگجو قومیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ غیر مرئی آبدوزیں اپنی جگہوں سے نکل پڑیں گی۔ ہولناک ہوائی بیڑے آسمان کی سطح پر چھا جائیں گے۔ قتل و ہلاکت کے سامان حیرت انگیز سرعت سے منتقل ہونے لگیں گے، اور چند گھنٹوں کے اندر خشکی اور تری کی تمام زندگیاں موت سے بدل جائیں گی۔ پچھلی جنگ میں ایک جہاز کے غرق ہونے میں جتنی دیر لگتی تھی، اُس سے سوگنا جلد غرقابی عمل میں آئے گی۔ اس جنگ میں وہی قوم کامیاب ہوگی، جو سب سے پہلے اپنی آبدوزیں اور ہوائی بیڑے میدان میں پہنچا سکے گی، تاکہ سب سے پہلے اپنی جہنمی فرائض ادا کر دے!"

"مستقبل کی جنگ میں فوجیں، عقابوں کی طرح اچانک ٹوٹ پڑیں گی۔ اگر تمام سلطنتیں سرعت عمل میں برابر نہ ہوں گی، تو کامیابی پیشقدمی کرنے والی سلطنت کو حاصل ہوگی۔ بہت ممکن ہو، اُس جنگ میں بڑی بڑی سلطنتوں کی پُوری قوت صرف ۴۸ گھنٹے میں برباد ہو جائے!"

"یہ اس لئے کہ مستقبل جنگ کے طریقے بہت ہی سریع اور ہولناک ہونگے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ ضروری اور مفید عنصر جاسوسوں کا ہوگا۔ یہ عنصر اس وقت بھی ہر سلطنت کے یہاں بہت بڑی وسعت کے ساتھ موجود ہو۔ ہر سلطنت دوسری سلطنت کی طیاریاں اپنے جاسوسوں کے ذریعے معلوم کر رہی ہو۔ جس سلطنت کی اطلاع زیادہ وسیع اور صحیح ہوگی، وہی اُس جنگ میں فتحیاب ہوگی۔ جنگ عمومی سے پہلے اور اُس کے دوران میں جرمنی کا محکمۂ جاسوسی بہت مکمل تھا۔ ہمارے جاسوس دُنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس محکمہ کی نگرانی خود میں نے اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ میں تمام بڑے بڑے جاسوسوں سے براہ راست ملتا اور نہایت غور اور محنت سے اُن کی خفیہ رُوداد یں مطالعہ کیا کرتا۔ دُنیا میں ہر لمحے جو کچھ بھی ہوتا تھا، اُس کا علم مجھے حیرت انگیز سرعت سے ہو جایا کرتا تھا"

"میں خوب جانتا ہوں کہ اسوقت دُنیا میں جاسوسی، پہلے سے کہیں زیادہ موجود ہو۔ خاص طور پر روس کا محکمۂ جاسوسی سب سے زیادہ منتظم ہو۔ میں اُن تمام سلطنتوں کے نام گنا سکتا ہوں جن کے جاسوس دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں حتیٰ کہ یہاں خود میرے گرد بھی اُن کے جاسوسوں کا ہجوم ہو۔ وہ خیال کرتی ہیں، میرا وجود اُن کی سلامتی کے لئے خطرہ ہو۔ حالانکہ اگر اِن سلطنتوں کو عقل ہوتی تو وہ جان لیتی کہ اس بڑھاپے میں میری سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ اپنی حکومت پر واپس جاؤں اور دُنیا کو ایک نیا سبق دوں۔ حرب و ضرب کا نہیں، صلح و آشتی کا!"

"جنگ، دنیا میں ہمیشہ باقی رہیگی کیونکہ انسان کی فطرت میں طمع و حرص کے جذبات راسخ ہیں۔ جنگ کو معدوم کرنے کی کوششیں بالکل بے کار ہیں۔ ہاں جنگ کو کم کرنے کی کوششیں مفید ہو سکتی ہیں۔ اگر میں اپنے قدیم تخت پر ہوتا، تو دنیا کو امن و سلامتی کا ایک نیا راستہ دکھا سکتا تھا۔ لیکن میں دُنیا سے الگ کر دیا گیا ہوں۔ سلطنتیں میری ہلاکت کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ اس سے اُنھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اگر وہ مجھ سے مشورہ کریں اور مجھے جرمنی واپس جانے دیں، تو میں اُنھیں بہت کچھ نفع پہونچا سکتا ہوں"

برلن ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء

معاہدۂ حجاز و برطانیہ

"برید شرق" میں ہم ایک مراسلت درج کر چکے ہیں جس میں معاہدۂ حجاز و برطانیہ کی تمام تفصیلات درج ہیں۔ مراسلہ نگار نے لکھا ہو کہ بعض مسائل جو اس معاہدہ میں طے نہ ہو سکے، ضمیمہ میں اُنکے بحث طلب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہو، اور کسی آیندہ مناسب موقعہ کے لئے ملتوی کر دئے گئے ہیں۔

اب تازہ ڈاک سے حجاز کا سرکاری جریدہ "ام القریٰ" مورخہ ۲۳ ستمبر ۲۷ء موصول ہوا ہو۔ [illegible] "عربی نقل بجنسہ موجود ہو جو مراسلہ نگار نے ہمارے پاس بھیجی تھی۔ ساتھ ہی وہ خط و کتابت بھی شایع کر دی ہو جو بعض مختلف فیہ مسائل کی نسبت فریقین میں ہوئی تھی۔ اس خط و کتابت کا تعلق انہی مسائل سے ہو جنھیں مراسلہ نگار نے "بحث طلب" اور "ملتوی شدہ" قرار دیا ہو۔

پہلا خط سر گلبرٹ کلیٹن کا (مورخہ ۱۹ ر مئی ۱۹۲۷ء) ہو جسمیں وہ لکھتا ہو: "آپکی تجویز ہو کہ معاہدہ میں ایک دفعہ اس مضمون کی بڑھا دی جائے کہ حکومت برطانیہ کی جانب سے وہ تمام رکاوٹیں دُور کر دی جائیں گی جو اسلحہ اور جنگی مواد کے خریدنے اور منگوانے میں حائل ہو سکتی ہیں۔ میں آپکو حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ اس بارے میں کسی دفعہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور مجھے اجازت دی گئی ہو کہ میں آپ کو اطمینان دلا دوں کہ جزیرۃ العرب کو جنگی مواد بھیجنے کی ممانعت اب اُٹھا دی گئی ہو، اور اگر آپکی حکومت چاہے تو وہ انگلستان کے کارخانوں سے ہر طرح کا سامان جنگ منگوا سکتی ہو۔ برطانی حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ اسمیں ڈالی جائے گی"

اس کے جواب میں حکومت حجاز کی جانب سے ۱۹ ر مئی کو لکھا گیا:

"آپکے اس اطلاع کے جواب میں کہ "جزیرۃ العرب میں اسلحہ جنگ کی خرید اور انکا ورود آپکی حکومت کی جانب سے ممنوع نہیں ہو" شکریہ ادا کیا جاتا ہو"

دوسرے خط میں حجاز کے حدود کا ذکر ہو۔ حکومت حجاز سمجھتی ہو کہ عقبہ اور معان حجاز کے حدود میں داخل ہیں۔ برطانیہ، حجاز اور شرق الاردن کی حدود طول بلد ۳۸ شرقی اور عرض بلد ۳۵، ۲۹ شمالی قرار دیتا تھا جس سے یہ مقامات نکل جاتے تھے۔ اسپر ۱۸ ذی قعدہ کو حکومت حجاز کی جانب سے لکھا گیا:

"آپکے خط سے معلوم ہوا کہ حکومت [illegible] سمجھتی ہو کہ بحالت موجودہ اس نزاع کا [illegible] ہو اس لئے ہم اسکے لئے طیار ہیں کہ یہ مسئلہ بالفعل ملتوی کر دیا جائے، اور آیندہ کسی مناسب موقع پر اس کا آخری فیصلہ عمل میں آئے"

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ جہاں تک مسئلہ اسلحہ کا تعلق ہو

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواھر ریزي

اس سلسله میں ھم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي نصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا ھے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ھے۔ امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑھائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ھے - بلا جلد اڑھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ھیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا ھے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے ھیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله ھے جس کے خریدار کو ھم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اھم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا ھے۔ اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانۂ ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ھوے حالات درج کیے جاتے ھیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله ھے جو اپني تمام ظاھري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفرین دعوت تھي -

الهـلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاھتا تھا ' اِس لئے اُس کا ھر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا - اُس کے ھر نمبر میں مختلف ابواب ' مذھب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے ھوتے تھے - اور اُسکا ھر باب اپني مجتہدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ھوتا تھا - پھر اس کي ظاھري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ھوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذھبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه ھیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ھوسکتا ھے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست ساٹھ سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي ھے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ھیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البـلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاف نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ تھا ' ھم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ھیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ھو انھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور ھوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ھوگئي ھیں - ھم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے ھیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت ھي محدود تعداد مرتب ھوسکي ھے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل ھوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - ھر جلد مجلد ھے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ھے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه ' الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چہارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع ھوا)، قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے ھر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ھیں جن میں سے ھر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب ھے - قیمت في پرچه ۸ آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ھے -

منیجر "البـلاغ پریس"

۱۹۲۷

قیمت ۵ - آنہ

Printed and Published by

MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA

EDITOR : MAULANA ABU AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

نمبر ۱۹ — کلکته : جمعه ۱ - جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 28, October 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیے موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافته طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین که حروف کی چھپائی اختیار کی جاے .
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الهلال چھپتا هی - اور عربی کا بهترین خط نسخ وہ هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین - آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین - لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی راي سی همین اطلاع دیجیی - یاد رکھیی - طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئله هی - ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین . الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس بارى مین اس وقت تك ۱۵۸۰ مراسلات وصول هوی هین - تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۲۵	اردو حروف کی حق مین	۴۲۰
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۵۱۴	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۶۱	نستعلیق هون	۱۵۱۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی ذاتی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی - اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی - آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

(جدید ترکي)

سنه ۱۳۴۲ ھ (۱۹۲۳ع) سے ابتک

مصطفی کمال پاشا نے نئي قومي حرکت کا علم بلند کیا ' اور عثماني شہنشاهي کے کهنڈروں پر جدید ترکي سلطنت کي بنیادیں تعمیر کردیں !

ترکوں کو خاص اپنے آبائي وطن پر یونان کي غاصبانه حکومت سے سخت اذیت هوئي تهي - وہ کسي طرح بهي یه ذلت برداشت نہیں کرسکتے تھے - وہ منتظر تهے که کوئي مرد میدان آتے ' اور یه اسکے زیر علم قومي جہاد شروع کر دیں - ضرورت نے مصطفی کمال پاشا کو پیدا کر دیا ' اور ترکي قوم نے پوري خود فروشي کے ساتهه اس کا ساتهه دیا -

اس وقت قسطنطنیه پر دول اتحاد کا قبضه تها - سلطان انکے هاتهه میں کٹهه پتلي سے زیادہ وقعت نہیں رکهتا تها - جوں هي دول متحدہ نے اناطولیه میں بیچیني دیکهي ' سلطان سے ایک فرمان شائع کرا دیا جس میں مصطفی کمال اور اسکے تمام ساتهي باغي اور مستحق قتل قرار دیے گئے تهے - یه پہلا موقعه تها که ترکوں کو آل عثمان کے خلاف بغاوت کا خیال پیدا هوا ' اور انهوں نے اس خاندان سے همیشه کیلیے پیچها چهڑا لینے کا عزم کرلیا -

سنه ۱۹۲۰ - میں اناطولیه کي مجلس قومي نے منظم فوج طیار کرنے کا فیصله کیا - اس وقت تک لوگ کمالیوں کي مجاهدانه جرأت پر هنستے تهے - یہانتک که سنه ۱۹۲۱ - میں " آرین نو " کے معرکه میں عصمت پاشا نے عظیم الشان فتح حاصل کي - اب دنیا کي نظریں مجلس قومي کي طرف اٹهه گئیں - اسے عزت کي نگاهوں سے دیکها جانے لگا - وہ ترکي قوم کي نمائندہ تسلیم کرلي گئي !

شروع میں مصطفی کمال پاشا شخصي ترفع و ظہور سے تنفر

سنه ۱۹۰۸ سے ۱۹۳۴ تک !

(۱) محمود شوکت پاشا مرحوم جو اتحاد و ترقي کي دستوري حرکت کے فوجي مظہر تهے - جنهوں نے سنه ۱۹۰۸ میں بغیر کسي کشت و خون کے سلطان عبد الحمید مرحوم کو معزول کردیا -

(۲) غازي مصطفی کمال پاشا جو ترکوں کي جمهوري تحریک کے باني و زعیم هیں - انهوں نے سنه ۲۴ - میں نه صرف عثماني خلیفه بلکه عثماني خلافت کا منصب هي ختم کردیا -

ظاهر کرتے رهے - وہ کها کرتے تهے : میں یه مهم ختم کرکے کسي دیہات میں چلا جاؤنگا اور خاموش زندگي بسر کرونگا - لیکن جوں جوں کامیابي یقیني هوتي گئي ' ان کے خیالات میں بهي نمایاں تغیرات هوتے گئے - یہانتک که صاف کہنا شروع کردیا " [illegible]س قومي کي حکومت ' سلطنت آل عثمان کے کهنڈروں پر قائم کي گئي هے " اس تصریح سے انهوں نے اپني نیت کا صاف اظهار کر دیا تها که اب وہ آل عثمان کي حکومت نہیں چاهتے - پهر فروري سنه ۱۹۲۳ع میں سمرنا کي اقتصادي مؤتمر میں اس سے بهي زیادہ صاف الفاظ اختیار کیے گئے " ان سلاطین نے ملک کي تمام دولت اپني عیاشیوں میں برباد کر ڈالي - قوم کو فقیر اور قلاش کرکے چهوڑ دیا ! "

انهوں نے یهي نہیں کیا که انگورہ کو حکومت کا مرکز قرار دیا اور خود مجلس کے صدر منتخب هو گئے ' بلکه مجلس میں اپني هي جماعت کو اکثریت بهي دلائي - اب انکے اختیارات بے روک تهے - انهوں نے فوراً آل عثمان کي حکومت ختم کرکے جمهوریت کا آخري اعلان کر دیا ' اور خود جمهوریت کے پہلے صدر منتخب هوگئے !

کمالي اصلاح کي راہ میں " خلافت " ایک روک سمجهي جاتي تهي - چنانچه اسے بهي انهوں نے هٹا دیا - پهر قوانین سلطنت کي بهي ترمیم و تنسیخ کي - ملک کي اجتماعي زندگي کي هر شاخ میں بهي انقلاب عظیم پیدا کردیا - اب وہ ایک ایسے راسته پر چل رهے هیں جو انکے نزدیک بہترین راسته هے - مستقبل فیصله کریگا که یه راسته صحیح هے یا غلط ؟ لیکن اس میں شک نہیں که جہانتک ملک کے اجتماعي اور معاشرتي انقلاب اور یورپ کي مقلدانه روح کا تعلق هے ' ان کي راہ اعتدال و صواب کي راہ نہیں

حکومت ترکیه

اور اُس کے اجتماعي و سیاسي تغیرات

شروع سے ابتک

(۳)

توراني دور

سنه ۱۳۳۳ ھ (۱۹۱۵ء) سے سنه ۱۳۳۷ ھ (۱۹۱۸) تک

" تورانیت " کا برق پھونکا گیا - ترکي قوم نے اُسے سنا - مگر زیادہ مانوس نہ هوئي - کیونکہ اِس برق کے پھونکنے والے اگرچہ

طلعت بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن

نسلاً ترک تھے ' مگر تمام تر بیروني ممالک کے باشندے تھے ' اور اُن پر ترکوں کو پورا بھروسہ نہ تھا - وہ بارھا دھوکے کھا چکے تھے - تورانیت کے اولین علم بردار روسي تاتاري نو جوان تھے جو عهد حمیدي کے بعد ترکي میں آ بسے تھے ' اور تمام ترکي اقوام کو توراني قومیت کے نام پر جمع کرنے کے خواب دیکھہ رہے تھے - اِن میں سب سے زیادہ سر بر آوردہ شخص اوغلي یوسف اور احمد اغایوف بک تھے -

لیکن چونکہ یہ نئي دعوت دنیا کي موجودہ قوم پرست ذهنیت کے بالکل موافق تھي ' اس لیے بہت جلد توحش دور هوگیا ' اور جوق جوق ترک اُسکے جھنڈے تلے جمع هونے لگے - وزارت داخلیه ' مشیخۃ اسلامیه ' اور وزارت اوقاف نے اپنے اپنے خزانوں کے منھ اُسکي تقویت و تبلیغ کیلیے کھول دیے - یہي نہیں بلکہ تمام سر بر آوردہ اخبارات مثلاً " اقدام " " ترجمان حقیقت " اور " جون ترک " وغیرہ کے صفحات اُسکے لیے وقف هوگئے - بڑي بڑي انجمنیں مثلاً " ترک یوردو " اور " ترک اُجاغي " وغیرہ قائم کي گئیں -

جاوید بے

اتحاد و ترقي کا سر بر آوردہ رکن جسے گذشتہ سال انگورہ میں پھانسي دي گئی -

اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترکي قوموں کو جگانے کیلیے مبلغین اور دعاۃ بھیجے گئے - غرضکہ ایک نئي حرکت پیدا هوگئي - جرمني نے بھي جو اُس وقت تک جنگ میں فتحمند تھي ' اِس تحریک کا خیر مقدم کیا ' اور اُسکے خوشنما اور موثر بنانے میں ساعي هوگئي -

تھوڑي هي مدت بعد بظاهر کامیابي کے آثار نظر آنے لگے - اُسي زمانہ میں روس کا انقلاب ظهور میں آیا اور بالشویک حکومت قائم هوگئي - روس کي تمام ترکي اقوام نے بھي اِس توراني دعوت کو بڑي گرم جوشي سے لبیک کہا - چنانچہ سنہ ۱۹۱۷ کي توراني موتمر میں ۸۰۰ - نمائندے مختلف ترکي منگولي اقوام کے یکجا هوئے ' اور بڑے جوش و خروش سے " اتحاد توراني " کے راگ گائے گئے -

مگر بدقسمتي سے ترکي کو جنگ میں شکست اُٹھاني پڑي - ایسي شکست ' کہ قریب تھا ' ترکي حکومت کا همیشہ کیلیے خاتمہ هو جائے - سنہ ۱۹۱۹ - میں دول اتحاد دارالخلافہ پر قابض هوگئیں ' اور وہ وقت آگیا کہ یا تو کوئي عجیب اور غیر معمولي قوت پیدا هوکر ترکي حکومت کیلیے نیا سامان حیات بہم پہنچا دے ؛ یا چھہ سو برس کي یہ تاریخ عظمت و جلال همیشہ کیلیے ختم هو جاے !

جمال پاشا

جو ایام جنگ میں والي شام تھا

کچھہ عرصہ کے بعد بنو اسرائیل کا زوال شروع ہوگیا - اہل اسیریا نے رفتہ رفتہ ان کے ممالک - چھین لیے - ادومیا بھی باجگزار بن گیا - اہل اسیریا کو جب میڈیا والوں کے ہاتھوں شکست ملی ' تو ان کے ضعف نے نبطیوں کو پیٹرا پر قابض کرادیا - حضرت اسماعیل کے ۲۲ - لڑکے تھے - " ثابت " سب سے بڑے تھے - ان سب بھائیوں کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں - بنو ثابت کو نبطی یا بنو نیابوط بھی کہتے ہیں - نبطیوں نے نہایت ترقی کی - ابتداء ان کا پیشہ بحری قزاقی تھا - بعد کو ایک طاقتور اور متمدن قوم بن گئے - ان کے مکانات عالیشان اور سنگیں تھے - تجارت ' صناعت ' سنگ تراشی ' شیشہ سازی ' ظروف سازی ' پارچہ بافی ' میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا -

انباط کی سلطنت بہت وسیع تھی - اس کے حدود شمال میں دمشق تک ' غرب میں فلسطین تک ' اور جنوب میں وسط عرب تک پھیلے ہوئے تھے - پیٹرا یا رقیم اُن کا دارالسلطنت تھا - ادومی و نبطی عہد میں پیٹرا تجارت عالم کا مرکز بن گیا تھا - پیٹرا کے عروج کے وقت وادی موسی دنیا کی مشہور ترین شاہراہ تھی - کاروانوں کے گھنٹوں کی غیر منقطع جھنکار اور پے در پے قافلوں کے شور و ہنگاموں نے اہل روما کو بھی متحیر کردیا تھا - انباط کا آخری بادشاہ حارث رابع تھا - یہ بادشاہ حضرت یحیی اور حضرت عیسی (علیہما السلام) کا ہم عصر تھا - اس نے یہودیوں کے بادشاہ ہیرودتس قاتل حضرت یحیی پر فوج کشی کی ' اور میدان جنگ میں ہزیمت دی - پولوس حواری اسی حارث کے یہاں قید تھا ' اور جیل خانہ سے کسی نہ کسی طرح فرار ہوگیا تھا - حارث کے بعد کوئی طاقتور حکمران پیدا نہیں ہوا - دولت انباط اہل روما کی نا قابل تسخیر قوت کی تاب مقاومت نہ لا سکی ' اور ہمیشہ کے لیے اپنی آزادی کھو بیٹھی -

عہد نامہ عتیق میں " سلاع " کے نام سے اس شہر کا تذکرہ ہے - عبرانی زبان میں سلاع کے معنی پہاڑی کے ہیں - جب فراعنۂ مصر کے مظالم نے بنو اسرائیل پر سر زمین مصر تنگ کردی تھی ' تو یہ شہر بہت زمانہ سے آباد تھا ' اور پرانا شہر کہلاتا تھا - بعض روایات میں آیا ہے کہ بنو اسرائیل نے صحرا نوردی سے تنگ آکر اہل پیٹرا سے پناہ کی درخواست کی تھی ' لیکن اُنھوں نے اپنے دروازہ ان بد نصیبوں پر بند کردیے - اسی لیے انبیاء بنی اسرائیل نے اہل پیٹرا کے حق میں سخت بد دعائیں کی تھیں -

پیٹرا عرصۂ دراز تک مصری تمدن کے زیر نگیں رہا - مصریوں سے اہل پیٹرا کے تجارتی تعلقات جاری رہتے تھے - ادوم کے بادشاہان قدیم کی شادیاں فراعنۂ مصر کے خاندانوں میں ہوتی تھیں - فن سنگ تراشی میں پیٹرا نے مصر سے بہت کچھہ سیکھا تھا - پیٹرا کے نوجوان اور متمول طلباء علم و فن کی تکمیل کے لیے مصر کا سفر کرتے تھے - دنیا کے شہروں میں پیٹرا مضبوط ترین شہر سمجھا جاتا تھا - سکندر اعظم نے بھی اُس کے فتح کے لیے ایک جرار فوج بھیجی تھی ' لیکن پہاڑی دیوار عبور نہ کرسکی - اگرچہ یونانی تلوار پیٹرا کو فتح نہ کرسکی ' لیکن یونانی تمدن نے اُسے مفتوح کرلیا - یونانی علوم و فنون یہاں رواج پاگئے - پیٹرا کے وسیع تماشہ گاہوں ' عریض محلوں ' دلکش باغوں ' اور تجارت سے حاصل کی ہوئی عیش و عشرت نے ' اُسے سیاحان وقت کا کعبہ سفر بنا دیا تھا - یورپ کے لیے روما اور ایشیائے کوچک کے لیے پیٹرا ' یکساں منزلت رکھتے تھے - تجارتی لحاظ سے یہ نبطی شہر دنیاء قدیم کا قرطاجنہ تھا - یا وسطی یورپ کا برلن -

حریص اہل روما پر پیٹرا کی شہرت نہایت شاق گزرتی تھی - بالاخر انھوں نے ایک طاقتور بحری بیڑے کی مدد سے سنہ ۱۰۵ ع میں پیٹرا اور اس کے حوالی فتح کرلیے - اب یہ حصۂ ملک " اریبیا پیٹرا " کے نام سے رومانی سلاطین کا ایک صوبہ بن گیا تھا - رومانی عہد حکومت میں بھی پیٹرا عرصہ دراز تک عرب ' فارس ' ہند ' فلسطین ' مصر ' اور شام کی کاروانی تجارت کا مرکز رہا - لیکن بعد کو شاہراہ تجارت کی تبدیلی اور روما کے زوال نے پیٹرا کے انحطاط کے دور کا آغاز کر دیا -

" الدير "

(استدراک)

مندرجۂ صدر مقالہ مولوی محمد یحیی صاحب وکیل بدایوں نے بعض انگریزی رسائل سے اخذ کر کے لکھا ہے ' جو بعض جزئی ترمیمات کے بعد درج کر دیا گیا - اس سلسلہ میں چند امور کی وضاحت ضروری ہے :

(۱) پیٹرا کے یہ آثار مقامی عربوں میں " رقیم " کے نام سے مشہور ہیں - گذشتہ صدی کے اواخر کے اور حال کے تمام سیاحوں نے اسی نام سے اسکی تحقیقات کی ہے - سنہ ۱۹۰۶ - میں جب مقام " طابہ " کی نسبت حکومت مصر اور دولۃ عثمانیہ میں نزاع ہوئی تھی ' اور ایک مشترک ترکی مصری کمشن تحقیقات کے لیے متعین ہوا تھا ' تو اُسوقت بھی " الرقیم " کے ذکر سے دنیا کے کان آشنا ہوے تھے -

(۲) تورات میں بھی " رقیم " کا ذکر موجود ہے -

(۳) قران حکیم نے سورۂ کہف میں جہاں " اصحاب کہف " کا ذکر کیا ہے ' وہاں " الرقیم " کا لفظ بھی آیا ہے : ام حسبتم ان اصحاب الکھف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ؟ (۸ : ۱۸) کہف کے لفظ کے معنی واضح تھے کہ غار کے ہیں ' مگر " الرقیم " کے مفہوم کے تعین میں اختلاف ہوا - عربی میں رقیم کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو لکھی ہوئی ہو - اس لیے بعض مفسرین نے خیال کیا کہ رقیم سے مقصود یہ ہے کہ اصحاب کہف کے حالات قلمبند کرلیے گئے تھے - یا اُس غار پر جس میں اصحاب کہف کی نعشیں تھیں ' کوئی کتبہ لکھکر لگا دیا ہوگا - چنانچہ امام بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کا ایک قول بہ روایت سعید بن جبیر نقل کیا ہے کہ اصحاب کہف کا حال ایک پتھرے پر کھود کر نصب کر دیا گیا تھا - اسی لیے " رقیم " کے لقب سے مشہور ہوگئے -

(۴) عجب نہیں اس خیال کا باعث وہ عام شہرت ہو جو ایشیائے کوچک اور شام کے عیسائیوں میں ایک ایسے ہی واقعہ کی نسبت موجود تھی - قدیم لاطینی تحریرات میں ایک ایسی تحریر

شهر رقیم کا انکشاف

ام حسبتم ان اصحاب الکهف و الرقیم کانوا من ایا تنا عجبا

(۲)

(قربان گاه)

" پهاڑیوں سے تراشی هوئی سیڑھیاں جن میں سے بعض بعض کا طول ایک میل ہے ' پیٹرا کی چوٹیوں تک پهونچا دیتی هیں - انمیں سے اکثر سیڑھیاں عهد عتیق کی ان مرتفع قربانگاهوں سے گزرتی هیں جهاں هزارها سال پہلے اهل پیٹرا اپنے مراسم مذهبی بجا لاتے تھے - ان میں سے بعض آثار تقریباً ایک هزار فیٹ کی بلندی پر واقع هیں -

ایک زینه اوس مندر تک پهنچتا ہے جو اسوقت تک " الدیر " کے نام سے موسوم ہے - اسکی ڈیڑھ سو فیٹ اونچی سنگلی رُکاوٹ ایک پهاڑ سے تراش کر بنائی گئی ہے - اسکی چوٹی پر بهی ایک صراحی نما ظرف ہے - عرب اسے بهی جواهرات کا مخزن کهتے هیں - دوسرا زینه جبل قربانی کا راسته ہے - یه پهاڑی بالکل علحده ہے - اس پر سے پوری وادی کا منظر نظر آجاتا ہے - اسکے بالائی حصه میں دو قربان گاهیں هیں - ایک آگ جمع کرنے کیلیے تهی - دوسری میں ان جانورونکا خون جمع هوتا تها جو قربان کیے جاتے تھے - قربان گاه کے قریب قدیم وضع کے دو طویل مربع مینار هیں - پهاڑ کے عقب میں ایک دوسری مرتفع چوٹی ہے جسپر ایک صلیبی نائٹ کے قلعه کے بعض آثار نظر آتے هیں - مگر اس نائٹ کا نام معلوم نهیں -

(مدفن حضرت هارون)

یهاں سے کچھه فاصله پر ایک سیاه پهاڑ کا عکس سا معلوم هوتا ہے - اسکی چوٹی پر ایک سفید گنبد تعمیر ہے - ریگستانی سورج کی کرنیں اسے اور زیاده چمکدار بنادیتی هیں - اهل عرب کا قول ہے که یهی جگه حضرت هارون (علیه السلام) کا مولد و مدفن ہے - اس سفید گنبد میں ایک چهوٹی سی مسجد اور چهوٹا سا مقبره بهی ہے - یه پهاڑی جبل حور کے نام سے پکاری جاتی ہے - اس وادی خاموش میں هر جگه مندروں اور محلوں کی کثرت ہے -

(اثری تحقیقات)

ایک صدی کا عرصه هوا ' اسکات لینڈ کے مشهور سیاح عرب ' جان برکات نے اس شهر کا معائنه کیا تها - سنه ۱۸۴۶ میں هلینا مارتینا نامی ایک سیاح عورت نے بهی یه کهنڈر دیکھے تھے - دو یا تین سال هوئے ' دو جرمن ماهرین آثار نے بهی چند مساحت دانوں کی معیت میں اس وادی کی تحقیقات کی تهی ' اور متعدد نقشے اور خاکے طیار کیے تھے -

(تاریخی حالات)

اگر توراۃ کے موجوده نسخے پر اعتماد کیا جاے ' تو " رقیم " کی ابتدائی تاریخ حسب ذیل ہے :

قطورا حضرت ابراهیم کی تیسری بیوی تهیں - ان کے بطن سے مدین پیدا هوا - مدین کی اولاد پهلی پهولی ' اور اتنی بڑهی ' که بالاخر ایک قوم بن گئی - بنو مدین ' سنه ۱۷۰۰ قبل مسیح میں پانچ قبائلی شیوخ یا ملوک کے زیر نگیں تھے - ایک بادشاه کا نام رقیم تها - پهلی صدی قبل مسیح کا اسرائیلی مورخ یوسیفس لکهتا ہے که اسی مدیانی بادشاه نے رقیم آباد کیا تها - اسکا دوسرا نام پیٹرا یونانیوں نے رکها تها - یونانی زبان میں پیٹرا پتهر کو کهتے هیں - غالباً اس شهر کا سنگستانی ماحول اس نام کیلیے محرک هوا هوگا -

قربان گاه

مدیانی قوت کے اضمحلال کے بعد بنو ادوم مسلط هوگئے - حضرت ابراهیم کی زوجه اولی ساره کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا هوئے تھے - حضرت اسحاق کے دو لڑکے هوئے - یعقوب اور عیص یا ادوم - بنو ادوم انهیں ادوم کی نسل سے تھے -

سلاطین ادوم نے ایک عرصه تک رقیم پر حکمرانی کی - آخری ادومی پادشاه هدار کے زمانه میں ادومیوں اور اسرائیلیوں میں سخت معرکه آرائیاں هوئیں - شاول (طالوت) اور حضرت داؤد نے بنو ادوم کو پے در پے هزیمتیں دیں - بالاخر نویں صدی قبل مسیح میں اموصیا پادشاه یهود نے رقیم فتح کرلیا -

میں زور سے چلا اٹھی "نہیں، نہیں، میں مرد ہونا نہیں چاہتی!"

"اب یہ زنانہ کپڑے اتار دو" ایک ڈاکٹر نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا "اب ہمارا جیسا کوٹ پتلون پہن لو۔ آج کے بعد یہ ریشمین جرابیں اور اونچی ایڑی کا جوتا نہ پہننا! اب تم ہماری طرح مرد ہوگئی ہو"!

میری مصیبت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ مجھے اپنے منگیتر کو یہ ہولناک خبر سنانا ابھی باقی تھا!

"خدایا! میں کیا کروں؟" راستے میں میں خیال کرنے لگی "اپنے منگیتر سے کیونکر کہوں — ؟ اُف! یہ منحوس خبر اُسے کیسے سناؤں؟"

"میرے دوست" میں نے انتہائی حسرت و یاس سے لڑکھڑاتی آواز میں اپنے عاشق کو مخاطب کیا "اب میں عورت نہیں رہی — ہماری شادی ناممکن ہے! —"

اُس نے قہقہہ مارا اور مجھے ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن میں نے سنجیدگی سے تمام واقعہ سنا دیا۔

"کیا؟" وہ غصہ سے چلایا "کس شیطان نے تم سے یہ کہہ دیا ہے؟" میں نے جیب سے طبی سندیں نکال کر اُسکے سامنے ڈالدیں۔ وہ حیرت زدہ رہگیا۔ ہم دیر تک حسرت و یاس سے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ بار بار اُس پر ایک غشی کی سی حالت طاری ہوجاتی تھی۔ ہم دونوں اپنی پچھلی محبت پر غور کرتے تھے، اپنے وعدے یاد کرتے تھے، مستقبل کا خیال کرتے تھے، اور یہ سب کچھ ایک خواب سا معلوم ہوتا تھا۔ ایسی غمناکی (ٹریجڈی) دنیا میں کبھی واقع نہیں ہوئی ہوگی!

میں اگرچہ اب مرد ہو چکی تھی، لیکن اپنے منگیتر کی محبت میرے دل میں بالکل اُتنی ہی اور ویسی ہی تھی، جتنی اور جیسی عورت ہونے کی حالت میں ہوسکتی ہے۔ میری حسرت بے [illegible]۔ میں خیال کر رہی تھی کہ میرا عاشق اگر چاہے تو کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی بنا لے سکتا ہے، لیکن میں کتنا ہی چاہوں، اب کسی مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی!

"کچھ پروا نہیں!" میرا عاشق جوش سے چلا کر کھڑا ہوگیا۔ "اگر تم مرد ہوگئی ہو تو کوئی پروا نہیں۔ میں تم سے اب بھی محبت کرونگا۔ اگر تم میری بیوی نہیں بن سکتی، تو دوست تو بن سکتی ہو؟ میں تم سے ایسی محبت کرونگا، جیسی محبت اِس آسمان کے نیچے کسی نے بھی اپنے دوست سے نہیں کی ہوگی! میں زندگی بھر تمہارے نام پر کنوارا رہونگا!"

پھر ہم دونوں نے نہایت جوش سے مصافحہ کیا۔ لیکن کیسا مصافحہ؟ مردانہ مصافحہ!

جب میں نے پہلی مرتبہ خوبصورت زنانے کپڑے اتار کر مردانے کپڑے پہنے، تو بے اختیار دل بھر آیا، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آئینہ میں جب میں نے اپنی صورت دیکھی، تو رنج و غم کی شدت سے میرا دل قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ آج میں بازاروں میں اپنی سہیلیوں کو زنانہ لباس میں چلتے دیکھکر رشک و حسد سے جل جاتی ہوں۔ ہر عورت کے نسوانی وجود کا منظر میری آنکھوں کے لیے غم ناک ہے۔ میرا دل بے اختیار رونے لگتا ہے!

یہ عجیب بات ہے کہ نوجوان مرد جو پہلے مجھ سے اظہار محبت کرتے تھے اور مجھے اپنے ساتھ فخر و مباہات سے تھیٹر لیجاتے تھے، اب مجھ سے کہتے ہیں، آؤ ہمارے ساتھ مل کر نوجوان لڑکیوں سے ملاقاتیں کرو۔ کیونکہ تم بھی ہماری ہی طرح مرد ہوگئے ہو! مگر وہ بالکل نہیں جانتے کہ اگرچہ میں مرد ہوچکی ہوں، مگر اب تک میرے جذبات نسوانی ہی ہیں۔ میں ہر خوبصورت لڑکی کو دیکھکر آتش رشک میں جلنے لگتی ہوں۔ وہ مجھے اپنی رقیب معلوم ہوتی ہے!

میں اب مرد ہونے کے بعد زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو پہلے سے مختلف پاتی ہوں۔ اب زندگی میرے لیے ویسی رحم و شفیق نہیں رہی جیسی پہلے تھی۔ اب خود مجھے دوسروں کی حمایت کرنے کے فرائض ادا کرنا پڑتے ہیں۔ حالانکہ پہلے دوسرے لوگ میری حمایت کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ مجھے اپنی ٹوپیوں و آرائش کے سوا کوئی فکر نہ تھی۔ اب مجھے اپنے ساتھ تھیٹر جانے والی عورتوں کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتے ہیں، حالانکہ پہلے میرے مصارف دوسروں کے ذمے ہوا کرتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ اب میری آزادی پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ اب میں اپنی زندگی کی مالک ہوں۔ آزادی سے جہاں چاہوں جاسکتی ہوں، اور جتنی دیر چاہوں، گھر سے باہر رہ سکتی ہوں۔

شروع میں خیال تھا کہ نوجوان مرد اور نوجوان عورتیں، دونوں مجھ سے نفرت کرینگے۔ میری یہ جنسی تبدیلی کسی کو بھی پسند نہیں آئے گی۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا۔ دونوں گروہ مجھے پسند کرتے ہیں۔ مرد اس لیے کہ مرد ہوگئی ہوں، اور اُن کی صحبتوں اور گفتگوؤں میں مرد کی طرح حصہ لینے لگی ہوں۔ عورتیں اس لیے کہ پہلے میں اُنہی کی طرح عورت تھی۔ میری طرف زیادہ رغبت کا اظہار کرنے لگی ہیں اور مجھ سے محبت کی طالب ہیں۔ لیکن عورتوں کی یہ حرکت مجھے بالکل نہیں بھاتی۔ کیونکہ اگرچہ طبیبوں نے میرے مرد ہو جانے کا فیصلہ کردیا ہے۔ مگر میرا احساس ہنوز یہی ہے کہ میں عورت ہوں!

جونہی اخبارات نے میری اِس "بد نصیبی" کی خبر شائع کی، یورپ کے مختلف شہروں سے تقریباً پچاس درخواستیں عورتوں نے میرے پاس بھیج دیں۔ جن میں لکھا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کرنے کے لیے طیار ہیں۔ مجھے بہت تعجب ہوا کہ وہ مجھ سے شادی کیوں چاہتی ہیں؟ سب نے بالاتفاق لکھا تھا "ہم تم سے اس لیے شادی پسند کرتے ہیں کہ تم پہلے عورت تھیں، اس لیے عورتوں کے احساسات و جذبات سے بخوبی واقف ہو۔ تم دنیا کے تمام مردوں سے زیادہ بہتر شوہر بن سکتی ہو"

لیکن میں کسی عورت سے بھی شادی کرنا نہیں چاہتی۔ میں نے قسم کھا لی ہے کہ اپنے منگیتر سے محروم ہو جانے کے بعد اُسی کی طرح میں بھی عمر بھر بغیر شادی کے رہوں گی!

تمام طبیبوں کا بیان ہے کہ میری یہ تبدیلی نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ جرمنی کی ایک یونیورسٹی مجھے ایک ہزار پونڈ اِس شرط پر دے رہی ہے کہ موت کے بعد اپنی نعش اُس کے حوالہ کر دوں اور وہ میری جسمانی ساخت کا معائنہ کرسکے۔ ہر طرف سے لوگ مجھے لکھ رہے ہیں کہ اگر میں دنیا کا دورہ کروں تو بڑی دولت جمع کرلونگی۔ ایک سینما کمپنی کی بھی درخواست آئی ہے۔ وہ میری تصویریں لیکر تماشا گاہوں میں دکھانا چاہتی ہے۔ لیکن میں اِس قسم کی کوئی بات بھی منظور نہیں کرونگی۔ میں اپنے جسم کو مال جمع کرنے کا آلہ بنانا نہیں چاہتی!"

برید فرنگ

اِس وقت تک موجود هے - خیال کیا جاتا هے که پانچویں صدي مسیحي میں انطاکیه کے ایک بطریق نے یه تحریر لکھي تھي - اس میں سات آدمیوں اور اُن کے ایک وفادار کتے کراتیمري نامي کا (جسے عربي میں قطمیر کرلیا گیا هے) قصه بیان کیا گیا هے -

(۴) لیکن اگر " رقیم " سے مقصود وهي شهر هے ' جس کا ذکر عهد عتیق اور یوسیفس کي تاریخ میں هے ' تو " رقیم " عبراني لفظ هے نه که عربي ' اور اس لیے عربي ماده کي اس کے لیے جستجو سود مند نهیں - عبراني میں یه لفظ " راقیم " تھا - عربي میں " رقیم " هوگیا -

(۵) عرب شعراء جاهلیة کے کلام میں جس طرح کهف کا ذکر پایا جاتا هے ' رقیم کا بھي ذکر موجود هے - امیه بن ابي الصلت کهتا هے :

و لیس بها الا الرقیم مجاوراً
وصیدهم ' والقوم في الکهف همد

اس سے معلوم هوتا هے که اسلام سے پہلے عرب جاهلیت کے لوگ " الرقیم " سے واقف تھے ' اور اصحاب کهف کے قصه کي بھي شهرت تھي - البته تمام پرانے واقعات کي طرح یه واقعه بھي بہت کچھه محرف هوگیا تھا ' اور طرح طرح کي کہانیاں مشهور هوگئي تھیں - قران حکیم نے اصلي واقعه آشکارا کردیا -

(۶) بلاشبه اغلب یهي هے که " الرقیم " سے مقصود یهي شهر هو - الرقیم عرب میں یا عرب سے بالکل متصل واقع تھا - قرب کي وجه سے وهاں کے حالات قدرتي طور پر اهل عرب کے علم میں آتے رهتے تھے - اگر عام مفسرین اور مورخین کا یه خیال تسلیم کرلیا جائے ' که اس واقعه کا تعلق ایشیائے کوچک کے رومي شهر ایفي سس (افسوس) سے تھا ' تو قدرتي طور پر یه اعتراض وارد هوتا هے که عرب جاهلیت میں ایک رومي شهر کا واقعه جو یوناني زبان میں لکھا گیا تھا ' کیونکر مشهور هوگیا ؟

(۷) مفسرین میں بھي ایک جماعت اسي طرف گئي هے - چنانچه امام ابن جَریر اور ابوالفداء نے ان کے اقوال نقل کیے هیں -

(۸) مضمون میں ایک پہاڑي چشمه کا ذکر هے جسکي نسبت عربوں میں مشهور هے که حضرت موسی علیه السلام والا چشمه هے - یه شهرت بے اصل نهیں معلوم هوتي -

حضرت موسی علیه السلام جب بنو اسرائیل کے قبائل ساتھه لیکر مصر سے نکلے ' تو فلسطین تک پہنچتے پہنچتے دو واقعات پہاڑي چشموں کے بهنے کے پیش آئے - پہلا واقعه وادي سینا میں پیش آیا تھا ' جس کا ذکر سفر خروج کي فصل ۱۷ - میں هے - دوسرا واقعه وه هے جو ادومیوں کے ملک کے قریب ایک ایسے موقعه پر پیش آیا تھا ' جہاں سے " جبل هور " قریب تھا - اِس کا ذکر سفر اعداد کے اصحاح ۲۰ - میں هے - یقیناً یه دوسرا واقعه شهر رقیم هي سے تعلق رکھتا هے ' اور اسي لیے اسکا نام وادي موسي مشهور هوگیا هے ۰۰

(۹) تورات میں جس پہاڑ کا ذکر " جبل هور " کے نام سے کیا گیا هے (جو عبراني لفظ هے) وهي آج کل " جبل حرر " کے نام سے عربوں میں مشهور هوگیا هے - یه خیال که یہاں حضرت هارون علیه السلام دفن هوے تھے ' غلط نهیں هے - تورات سے پوري طرح اِس کي تصدیق هوتي هے - سفر اعداد اصحاح ۲۰ - میں حضرت هارون کي وفات کا ذکر موجود هے - اُس سے معلوم هوتا هے که ٹھیک اسي جغرافیائي محل میں ' جبل هور کي بلندیوں پر ' حضرت هارون نے وفات پائي تھي - اسلامي عهد میں بھي یه مقام اس حیثیت سے مشهور تھا - چنانچه غالباً عبد الملک بن مروان کے زمانه میں وهاں ایک مسجد تعمیر کي گئي تھي - مسجد اسوقت تک موجود هے -

اب مین مرد هون !

ایک عورت کے خیالات مرد هو جانے کے بعد !

اِٹلي میں رینا ٹیگرا زیانا نامي ایک اٹھاره سال کي دوشیزه لڑکي تھي - اچانک اُس کے اعضاء میں تبدیلي شروع هوئي - اب وه پورے معني میں مرد هوگئي هے - چنانچه ڈاکٹروں نے اُسے مرد هونے کي سند دیدي هے !

پچھلے دنوں ریوٹر ایجنسي نے یه خبر تمام دنیا میں مشتهر کردي تھي - اب اسکي مزید تفصیلات اِنگلستان کے اخبارات میں آ گئي هیں :

یه حیرت انگیز واقعه گزشته ماه اگست میں پیش آیا - اِس سابق دوشیزه اور حال کے نوجوان مرد نے اخبارات میں ایک مضمون شایع کیا هے - اِس مضمون میں وه مرد هو جانے کے بعد اپنے تأثرات بیان کرتا هے - چونکه وه ابتک اپنے جذبات میں نسوانیت کا تاثر ظاهر کرتا هے ' اسلیے بهتر هے که هم بھي اُس کا ذکر ضمیر مونث کے ساتھه کریں - وه لکھتي هے :

" بچپن هي سے میرے دل میں یه تمنا موجود تھي که کاش میں مرد هوتي ' تاکه مردوں کي سي آزاد زندگي بسر کرسکتي - لیکن اب جبکه قدرت نے میرے لڑکپن کي یه طفلانه آرزو پوري کر کے دنیا کا سب سے بڑا عجیب واقعه دکھا دیا هے ' میري خواهش بالکل برعکس هوگئي هے - کاش میں دوباره عورت هو جاتي !

مسلسل تین هفتے اطباء کي ایک بڑي مجلس ' میرا طبي معائنه کرتي رهي - بالاخر متفقه طور پر اُس نے فیصله صادر کر دیا که میں عورت نهیں رهي - مرد هوگئي هوں - قارئین اندازه کر سکتے هیں که یه عجیب فتوی سن کر میري حیرت کا کیا حال هوا هوگا ؟ میں مبهوت هوکر ره گئي - پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگي - میں نے اپنا منهه دونوں هاتھوں سے چھپا لیا - میري هچکي بنده گئي -

کے بالائی حصہ پر پہنچتا اور اُس ایوان میں داخل ہوتا جس میں بادشاہ' ولی عہد' اور ارکان سلطنت بڑے جاہ و جلال سے بیٹھے ہوئے تھے - شاہی استقبال کے بعد سفیر اپنی تحریر اسناد سناتا تھا اسکے بعد اپنے کاغذات پیش کرتا - پھر بادشاہ کے حضور اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں کو ایک ایک کرکے پیش کرتا - استقبال کا یہ جلسہ بہت دیر تک رہتا تھا - پھر سب کھانے کے کمرے میں جاتے تھے اور دعوت شروع ہو جاتی تھی - بعض سفیر اِس قدر بھڑکیلی اور بھاری وردیاں پہنے ہوتے تھے کہ اُنکے بوجھہ سے کھانا نہیں کھا سکتے تھے - مجبور ہوتے تھے کہ دستر خوان پر بیٹھنے سے پہلے دوسرے کمرے میں جاکر اپنا لباس بدل آئیں - دعوت کے بعد سفیر پھر اپنی سرکاری وردی پہن لیتا اور ولی عہد اور وزراء وغیرہ سے ملاقات کرتا - یہ ملاقاتیں بھی اتنی لنبی ہوتی تھیں کہ سفیر تھک جاتا تھا' اور کھانے کے کمرے میں دوبارہ جاکر کچھہ کھا پی لیتا تھا -

لیکن اب یہ طریقے موقوف ہوگئے ہیں - آج کل یورپ میں یہ دستور ہے کہ نئے سفیر کے پہنچنے کے بعد دو بجے حاجب سفارت خانہ جاتا ہے - سفیر اور اُس کا عملہ سرکاری وردیاں پہنے اُس کا استقبال کرتے ہیں - چند منٹ بعد سرکاری گاڑیاں اور باڈی گارڈ پہنچ جاتا ہے' اور سفیر صدر جمہوریت یا پادشاہ کی ملاقات کے لیے محل کو روانہ ہو جاتا ہے - سفیر کے پہنچنے پر جنگی موسیقی کے ذریعہ اُسے سلامی دی جاتی ہے - جس ملک کا سفیر ہوتا ہے' پہلے اُسی ملک کا گانا گایا جاتا ہے - پھر قومی گیت بجایا جاتا ہے - موسیقی سے فارغ ہوکر سفیر اور اُس کے ساتھی گاڑیوں پر سے اترتے ہیں - زیریں سیڑھی پر دو فوجی افسر استقبال کرتے ہیں اور سفیر کو مع اُس کے ہمراہیوں کے استقبال کے کمرے میں لیجاتے ہیں -

استقبال کے کمرے میں ایک طرف صدر جمہوریت یا پادشاہ اور ارکان حکومت ہوتے ہیں' دوسری طرف سفیر اور اُس کے ساتھی - دونوں کے بیچ میں حاجب اور مترجم کھڑے ہو جاتے ہیں - حاجب سفیر کا نام اور لقب بیان کرکے اُس کا تعارف کراتا ہے - پھر سفیر اپنے کاغذات پیش کرتا اور لکھی ہوئی تقریر پڑھ کر سنادیتا ہے - صدر جمہوریت یا پادشاہ جوابی تقریر کرتا ہے - پھر رسمی گفتگو ہوتی ہے - طرفین کے آدمیوں کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جاتا ہے اور مصافحہ پر تقریب ختم ہوجاتی ہے -

علوم مادیہ کی ترقی

اور

علماء کے حوصلے

عقل انسانی کس حد تک ترقی کرتی چلی جائیگی؟ مادی علم کی تگ و دو کہاں پر جاکے رکے گی؟ علماء کے حوصلے کیا ہیں؟

علم کی موجودہ حیرت انگیز ترقیاں دیکھکر یہ سوال ہر شخص کے ذہن میں پیدا ہوجاتا ہے - لیکن جواب بہت مشکل ہے - اجمالی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم' کائنات فطرت کے جملہ مادی و روحانی راز معلوم کرلینا چاہتا ہے - اگرچہ وہ اِس وقت تک صرف چند گوشوں ہی پر سے پردہ اُٹھا سکا ہے - فی الحال علماء کے سامنے اہم ترین مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) شباب کی تجدید
(۲) زندگی کی زیادہ سے زیادہ تطویل'
(۳) حسب مرضی نسل کی تولید
(۴) زندگی کی تخلیق
(۵) موت کے بعد زندگی کا اعادہ

علم اور علماء کے یہ حوصلے' کچھہ نئے نہیں ہیں - قدیم ترین زمانوں سے یہ مسائل زیر بحث ہیں - البتہ پہلے دنیا اِن مسائل کے اشتغال کو جنون سمجھتی تھی اور اُن پر ہنستی تھی - لیکن اب نہ کوئی ہنستا ہے' نہ جنون سمجھتا ہے - بلکہ سب حیرت کے ساتھہ زیادہ سے زیادہ حیرت انگیز علمی انکشاف دیکھنے کے منتظر رہتے ہیں - کیونکہ گزشتہ ۱۵ برس میں علم نے زیادہ سے زیادہ ناممکن باتیں ممکن کر دکھائی ہیں -

ڈاکٹر وورو نوف نے اب بکثرت عملی تجارب سے ثابت کردیا ہے کہ شباب کی کامل تجدید' وہم و خیال نہیں ہے جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا' بلکہ واقعہ و مشاہدہ ہے - اِس ڈاکٹر نے از کار رفتہ بوڑھوں کو بالکل جوان بنا دیا ہے - وہ اب تک زندہ ہیں اور صحیح معنوں میں جوان ہوگئے ہیں -

حال ہی میں یہ علمی انکشاف بھی ہوا ہے کہ ایک مرے ہوئے کچھوے کا دل اطباء نے کاٹ لیا اور نمک پوٹاس' اور سوڈے کے اجزاء سے ممزوج عرق میں ڈال دیا - چند ہی لمحے بعد' دل میں زندگی کے آثار ظاہر ہوگئے - وہ زندہ دل کی طرح حرکت کرنے لگا - کئی گھنٹے تک زندہ رہا - حالانکہ کچھوا دیر سے مرا پڑا تھا!

قلب کو زندہ کردینے کا یہ پہلا تجربہ نہیں ہے - اس قسم کے بے شمار تجربے ہوچکے ہیں - یہ عمل مدت سے جاری ہے کہ موت

مطبوعات جدیدہ

سفیرون کا استقبال

حال میں ایک دلچسپ کتاب جرمنی میں شایع ہوئی ہے : " ازمنۂ وسطی کے شاہی مراسم " اسکے بعض حصوں کا ترجمہ مصری معاصر المقتطف نے شائع کیا ہے - ذیل کا ٹکرا اُسی سے ماخوذ ہے :

قدیم زمانہ میں سفراء کے استقبال و ملاقات کے لئے دربار بڑی شان و شوکت سے سجائے جاتے تھے - بادشا اِس بارے میں بہت زیادہ اہتمام کا اظہار کرتے تھے - موجودہ زمانہ میں اگرچہ وہ پرانی شان و شوکت باقی نہیں رہی ' تاہم سفراء کی ملاقات و استقبال کے معین اصول و قواعد موجود ہیں ' جن کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے - اِن اصول و قواعد کو بین الاقوامی زبان میں " پروٹوکول " کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(عربی سفرا)

عربی عہد حکومت میں سفراء کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی - موجودہ زمانہ کی طرح اُس وقت بھی سفیر دو قسم کے ہوتے تھے : عارضی اور دائمی - عارضی سفیروں کا کام کسی خاص پیغام کا پہنچانا یا کوئی خاص مہم انجام دینا ہوتا تھا - دائمی سفیروں کو دوسری سلطنتوں میں ہمیشہ حاضر رہنا پڑتا تھا -

صاحب نہایۃ الارب کی تصریح کے مطابق عربوں نے سفیر کے لیے یہ شرطیں قرار دی تھیں : " خوبصورت ہو - اُس کا نام خوشگوار ہو - متدین اور پارسا ہو - مخلص ' امین ' اور نیک طینت ہو - حاضر جواب ہو - معاملہ فہم ہو - خوشامد کا عادی نہ ہو - رشوت قبول نہ کرے - ڈرپوک نہ ہو ... "

عرب خلفاء بیرونی سفیروں کی بڑی خاطر مدارات کرتے تھے - فاطمی عہد حکومت میں سفیروں کے قیام کے لیے ایک نہایت ہی شاندار محل مخصوص تھا ' اور خلفاء کا حکم تھا کہ اُن کی زیادہ سے زیادہ عزت کی جائے -

استقبال کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سفیر سپہ سالار کی قسم سے ہوتا ' تو اُس کے پہنچتے ہی خلیفہ ملاقات کرتا اور پیغام سنتا تھا ... اگر فوجی آدمی نہ ہوتا ' تو ملاقات سے پہلے تین دن تک مہمان خانہ میں رکھا جاتا تھا - اِس اثنا میں کوئی شخص بھی اُس سے نہیں مل سکتا تھا - چوتھے دن خلیفہ کا دربار آراستہ کیا جاتا - جنگی افسر رعب و داب سے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے - بادشاہ اپنی پوری شان و شوکت سے تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوتا - ارکان حکومت اپنے اپنے رتبہ کے مطابق بیٹھتے - جب سب انتظام مکمل ہو جاتا ' تو صاحب اعظم ' سفیر کو لیے دربار میں داخل ہوتا - جوں ہی خلیفہ کا چہرہ دکھائی دیتا ' سفیر فرش زمین کو بوسہ دیتا - پھر ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ وسط دربار میں پہنچتا ' اور وہاں سے مجرا ادا کرنے کے بعد اُس مقام پر پہنچایا جاتا ' جہاں خلیفہ سے ہم کلامی کر سکتا تھا - اُس مقام پر پہنچکر سفیر کھڑا رہتا - اس کے گرد شاہی حاجب اور مترجم دست بستہ کھڑے ہوتے - خلیفہ جب گفتگو کی اجازت دیتا ' تو سفیر مجرا ادا کرکے اپنے بادشاہ کا سلام پہنچاتا - خلیفہ اُس بادشاہ کے درجہ کے مطابق سلام کا جواب دیتا - پھر سفیر اپنی جیب سے پادشاہ کا خط نکال کر اپنی آنکھوں اور سر پر رکھتا اور خلیفہ کے حضور پیش کردیتا - اگر خلیفہ کو اُس بادشاہ کی عزت افزائی منظور ہوتی ' تو کھڑے ہو کر اُس کا خط اٹھاتا تھا - پھر وزیروں کو خط کے کھولنے اور پڑھنے کا حکم دیتا تھا - تھوڑی دیر معمولی سلام کلام کے بعد سفیر کو بیٹھنے کی اجازت ملتی - وہ آداب بجا لاکر اپنی جگہ بیٹھ جاتا - دربار کے بعد سفیر مہمان خانہ بھیج دیا جاتا تھا - نجی ملاقاتیں بعد میں ہوتی تھیں -

(فرانس کے شاہی رسوم)

فرانس میں جب شاہی قائم تھی ' تو سفیروں سے ملاقات کا طریقہ یہ تھا کہ پیرس میں چند روز قیام کرنے کے بعد وہ وزیر تشریفات سے ملاقات کرتا تھا - وزیر اُسے بتاتا تھا کہ بادشاہ کس دن ملاقات کریگا - ملاقات سے تین دن پہلے شاندار شاہی گاڑیاں سفیر کی قیام گاہ پر پہنچتی تھیں ' اور اُسے مع اُس کے مصاحبوں کے سفیروں کی مہمانی کے خاص محل میں لیجاتی تھیں - یہاں وہ بادشاہ کا مہمان ہوتا تھا - یہ محل نہایت آراستہ ہوتا تھا اور مہمان کی تواضع میں غیر معمولی فیاضی سے کام لیا جاتا تھا - روزانہ دعوتیں ہوتی تھیں ' اور سفیر کے خوش کرنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی -

سفیر جتنے زیادہ دور ملک کا ہوتا تھا ' اُتنی ہی زیادہ اُس کی خاطر مدارات کی جاتی تھی - مورخین کا بیان ہے کہ ترکی سفیر کے صرف کھانے پر شاہ فرانس روزانہ ۵۰۰ اشرفی خرچ کرتا تھا - سنہ ۱۶۹۹ع میں جب سلطنت مراکش کا سفیر آیا ' تو بریست کے قیام کے دوران میں ۹۰۰۰ پونڈ ' اور پیرس کے قیام میں ۳۱۷۰۰ پونڈ صرف کیے گیے - شہر بریست سے پایۂ تخت تک سفر میں ۳۸۰۰ پونڈ صرف ہوے تھے - یعنی کل ۴۴۵۰۰ پونڈ یا ۶۶۷۵۰۰ روپیہ خرچ کیے گیے تھے !

اُس زمانہ میں دستور تھا کہ سفیر کے دستر خوان کے تماشہ کیلیے پیرس کے عمائدین بلائے جاتے تھے - اُنکی موجودگی میں سفیر کو کھانا کھلایا جاتا تھا - بادشاہ سے ملاقات کے دن سفیر ایک دوسرے محل میں منتقل کیا جاتا - یہاں کچھہ دیر ٹھہرنے کے بعد شاہی سواریاں اُسے لینے آتی تھیں ' اور اُسکا جلوس دیکھنے کیلیے پیرس کی سڑکوں پر تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا -

ورسلز کے شاہی محل تک پہنچنے میں کامل تین گھنٹے لگتے تھے - محل کے پھاٹک اور بیرونی میدان میں سفیر کو صف بستہ فوجیں نظر آتی تھیں - اِنکے گزر کر وہ سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا محل

اُس وقت سردي نا قابل برداشت هوگي - سردي کا تعلق سورج سے زیادہ هواؤں سے هوجائے گا - جب قطبي هوائیں چلینگي تو سردي بڑہ جائیگي - جب خط اسٹوا کي هوائیں چلینگي تو گرمي هو جائیگي -

ظاهر هے که فضا کي حرارت هي آبي بخار پیدا کرتي هے - یه بخار پاني برساتا هے اور انسان پینے کے لیے پاني پاتا هے - لیکن جب سورج کي حرارت کم هوجائیگي ' تو بخار بننا بهي موقوف هو جائیگا - یعني بارش بهي نهیں هوگي - جتنا پاني پہلے کا جمع هوگا ' وہ بهي بگڑ جائے گا ' اور بے شمار نئے نئے امراض پیدا هو جائینگے -

غرضکه اُس وقت زمین پر زندہ رهنا مشکل هوجائے گا - یہانتک که جب سورج کي آخري شعاعیں بهي ختم هوجائینگي تو زندگي بالکل ختم هوجائیگي -

(قلب کے متعلق ایک نیا نظریه)

ڈاکٹر منڈلسن جرمني کا مشهور محقق هے اور برلن کي یونیورسٹي میں قلبي امراض کا اُستاذ هے - اِس نے حال میں قلب کے متعلق ایک نیا نظریه پیش کیا هے -

وہ کہتا هے که قلب ' زندگي بر قرار رکهنے کا اصلي آله نهیں هے بلکه دوسرے درجه کي چیز هے - زندگي کي اصلی بنیاد ' قلب پر نهیں ' بلکه جسم کي اُن خلایا پر هے جو خون جذب کرتي هیں - اِس کا ثبوت یه هے که بہت سے کمزور دل کے آدمي مدتوں تک زندہ رهتے هیں - حالانکه اُن کا قلب ' جسم کے مختلف اجزاء میں پوري طرح خون پہنچا نهیں سکتا - نیز ایک ثبوت یه بهي هے که بہت سے آدمي قلب کي حرکت بند هوتے هي ' مردہ سمجهه کر دفن کردیے جاتے هیں ' حالانکه وہ در اصل زندہ هوتے هیں - ایسے واقعات بکثرت پیش آتے رهتے هیں - اگر قلب هي پر زندگي کا مدار هوتا ' تو اُس کي حرکت بند هونے کے بعد هي زندگي بهي ختم هوجاتي ' حالانکه ایسا نهیں هوتا -

(ایک عجیب مخلوق)

آسٹرین اخباروں نے یه عجب خبر شایع کي هے که ایواني نام ایک گاؤں میں اب سے ۱۹ - برس پہلے ایک عورت کے لڑکا پیدا هوا - یه بندر سے بہت مشابه تها - والدین نے اُس کا نام الکزنڈر رکها - لیکن جوں جوں اُس کي عمر بڑهتي گئي ' بندر سے مشابهت بهي بڑهتي گئي - حتی که اب جوان هونے پر وہ بالکل بندر هوگیا هے - صرف صورت و شکل هي میں نهیں ' حرکات و سکنات و طبیعت میں بهي بندر هے - وہ آدمیوں کي طرح رهنا پسند نهیں کرتا - بول بهي نهیں سکتا - بندر کي طرح چلاتا اور اچهلتا کودتا هے - پچهلے دنوں اُس کے والدین نے اُسے ایک آهني قفس میں قید کر دیا تها - کیونکه آدمیوں کو تکلیف پہنچانے لگا تها - ایک دن اتفاق سے چهوٹ گیا اور سڑک پر پہنچ گیا - لوگ اُسے گوریلا سمجهه کر ڈرگئے اور بهاگے - بڑي مشکل سے اُسے قید کیا گیا - اب ایک هنگرین عورت اُسے اپنے ساتهه برداپست لے گئي هے - ڈاکٹر متعجب هیں که کیا رائے قائم کریں ؟ وہ آدمي نهیں هے - مگر آدمي کے پیٹ سے بندر کیسے پیدا هوسکتا هے ؟ یہاں قانون وراثت سے بهي کوئي بحث نهیں کي جاسکتي - کیونکه ڈارون کے متبعین بهي یه نهیں کہتے که انسان بندر سے پیدا هوا هے - بلکه یه کہتے هیں که بندر اور انسان ایک هي صورت اعلیٰ کي اولاد هیں -

(کیا کهانے کي ضرورت باقي نهیں رهے گي ؟)

علماء کي رائے هے که ویٹامین Vitamine هي دراصل هماري تمام غذا کا حقیقي جوهر هے - اِسي پر زندگي کا دار و مدار هے - ویٹامین کي بہت سي قسمیں قرار دي گئي هیں ' اور هر قسم کا حروف ابجد پر الگ الگ نام رکهدیا گیا هے - بعض جرمن علمي رسائل کا بیان هے که ایک جرمن کیمیائي کو ویٹامین (الف) کي ایجاد میں کامیابي حاصل هوگئي هے -

سر الفرید مونڈ نے حال میں اِس جرمن عالم کي تحقیقات کا معاینه کیا ' اور اپنے خیالات اِس بارے میں شائع کیے هیں - وہ لکهتا هے :

" اگر اِس جرمن عالم کا دعوی صحیح هے که اُس نے ویٹامین کیمیاوي طریق پر طیار کر لي هے ' تو اس کے معني یه هیں ' که هم عنقریب جمله میوؤں ' سبزیوں ' ترکاریوں ' اور مچهلي کے تیل وغیرہ غذاؤں سے مستغني هو جائینگے - هماري اقتصادي زندگي میں عظیم انقلاب هو جائیگا - کوئي ملک اپني غذا میں دوسرے ملک کا محتاج نهیں رهے گا - انسان کي غذا ' ویٹامین کي ٹکیاں هونگي ' اور بہتر سے بہتر خوراک کا کام دینگي - "

" اِتنا هي نهیں بلکه پورے عالم تمدن پر اِس کا اثر پڑے گا - جسم انساني کي موجودہ ترکیب میں بهي تبدیلي هو جائیگي - اِس جدید غذا کے لیے معدے کي ضرورت باقي نهیں رهیگي - ایک زمانه ایسا آجائیگا جب انسان کے جسم سے معدہ بالکل غائب هو جائیگا "

اطلاع

مولانا ابو الکلام کي علالت

۲۴ ستمبر سے مولانا ابو الکلام کي طبیعت برابر علیل هے - پہلے بیري بیري مرض کے اشتداد سے دوران سر کي تکلیف شروع هوئي - پهر سرخ بخار (ڈینگو فیور) لاحق هوگیا - جس کي آج کل کلکته میں عام شکایت هے - اب اگرچه بخار اُتر چکا هے ' مگر اُس کي وجه سے بیحد طبیعت کمزور هوگئي هے - یهي وجه هے که آل انڈیا کانگرس کمیٹي کے جلسوں میں بهي وہ حصه نه لے سکے ' بجز ورکنگ کمیٹي کے جلسوں کے جو اُن کي علالت کے خیال سے اُنهي کے مکان میں منعقد هورهے هیں -

جن حضرات کے خطوط اس دو هفته کے اندر ان کے نام آچکے هیں ' وہ جواب نه ملنے کي وجه سے پریشان خاطر هونگے - براہ عنایت چند دن اور انتظار کریں تاکه مولانا کي طبیعت بحال هوجائے ' اور وہ به اطمینان خطوط کا جواب لکهه سکیں -

منیجر

طاري هونے کے بعد سینه چیر ڈالتے هیں اور خاص طریقوں سے دل کو ملنا شروع کر دیتے هیں - تھوڑي دیر میں دوران خون شروع هوجاتا هے - دل هلنے لگتا هے ' اور دل کي حرکت کے ساتھه هي تمام جسم میں زندگي واپس آجاتي هے - حال هي کا واقعه هے که لندن کے شفاخانۂ سینٹ تھامس میں ایک عورت مسز اڈیلڈ ایک خطرناک عمل جراحي میں فوت هوگئي - ڈاکٹر نے فوراً اُس کا سینه چاک کر ڈالا اور دل کي مالش شروع کردي - پندرہ منٹ بعد عورت بالکل زندہ هوگئي تھي - البته وہ بیہوش رهي ' اور تیس گھنٹے بعد ضعف قلب کي وجه سے پھر مر گئي -

اِس سے بھي زیادہ عجیب تجربه علماء نے یه کر دکھایا هے که جانداروں کے سر کاٹ کر ایک دوسرے کے جسم میں لگا دیے هیں اور وہ زندہ رهے هیں ! چنانچه پچھلے دنوں لندن میں علماء کے ایک جم غفیر کے سامنے ایک ڈاکٹر نے بہت سے جھینگروں کے سر کاٹ دیے - پھر ایک کا سر دوسرے میں جوڑ دیا - حاضرین یه دیکھه کر حیرت زدہ رہ گئے که چند لمحے بعد تمام جھینگر اپنے نئے سروں کے ساتھه کودنے لگے تھے ! تجربه یہیں پر ختم نہیں هوگیا بلکه کچھه مدت بعد جھینگروں میں جنسي تبدیلي بھي ظاهر هوئي - یعني جن میں مادہ کے سر لگائے گئے تھے ' وہ مادہ هوگئے ' اور نر سر والے نر بن گئے !

یه شعبدہ نه تھا - ایک علمي تجربه تھا - علماء کي نظر میں اِس تجربے کی بہت اهمیت هے - کیونکه اُن کے خیال میں یه تجربه حسب مرضي نسل پیدا کرنے کا دروازہ کھول دے گا - انسان اپني پسند کے مطابق نر یا مادہ اولاد پیدا کر سکے گا -

اِسي سلسله میں یه علمي تحقیق بھي قابل ذکر هے که علماء نے تجربے سے معلوم کر لیا هے که اگر مچھر کي پرورش سرد مقام میں کي جائے اور غذا کم دي جائے ' تو اُس کي نسل عموماً نر پیدا هوتي هے - برخلاف اس کے گرم جگه میں رکھنے اور زیادہ خوراک دینے سے اولاد زیادہ تر مادہ پیدا هوتي هے - اِس تجربے کي بنا پر انساني مردم شماري کي تحقیقات کي گئي ' تو معلوم هوا عام مصائب خصوصاً جنگ کے زمانوں میں مرد زیادہ پیدا هوتے هیں ' اور امن و راحت کے دوران میں عورتیں زیادہ هو جاتي هیں -

آج کل علم وراثت کے ماهر نہایت کوشش کر رهے هیں که مادي و دماغي هر اعتبار سے انسان کي آئندہ نسلیں زیادہ ترقي یافته پیدا کریں - ڈاکٹر شٹناخ اور وورونوف وغیرہ علماء کي کوششوں سے یه امید پیدا هوگئي هے که اِس مقصد میں ضرور کامیاب هو جائینگے - اِن ڈاکٹروں کا دعوی هے که اِس صدي کے ختم هونے سے پہلے هي انساني عمر کا اوسط ' سو برس هوجائیگا - اور پھر بہت جلد یه صورت پیدا هوجائیگي که انسان ڈیڑھ سو بلکه دو سو برس تک کي عمر حاصل کر سکے گا -

لیکن اِن تمام حیرت انگیز کامیابیوں کے باوجود علم معترف هے که وہ ابھي تک اپنے عهد طفولیت هي میں هے ' اور قدرت الہي انسان کو جسقدر دولت علم بخشنا چاهتي هے ' ابھي اُس کا سوواں حصه بھي انسان نے حاصل نہیں کیا هے !

(جب سورج بجھه جائیگا ؟)

بالاتفاق تمام علماء فلک کا فیصله هے که سورج کا حجم کم هو رها هے ' کیونکه اُس کي حرارت میں لگاتار کمي واقع هورهي هے - ایک دن ایسا آنے والا هے جب اُس کي حرارت بالکل ختم هوجائیگي - وہ بجھه جائیگا - بالکل ٹھنڈا پڑجائیگا - اُس وقت همارا یه کرۂ زمین اور نظام شمسي کے جمله کواکب ' بالکل تاریک هوجائینگے - غذائي مادے کم هوکر بالکل ناپید هوجائینگے - مہلک وبائیں پھیل جائینگي - انسان ' حیوان ' نباتات ' کوئي ذی روح ' بھي باقي نہیں رهیگا - کیونکه زمین ' زندگي پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی صلاحیت سے قطعي طور پر محروم هو جائیگي !

علماء کے خیال میں یه نتیجه لازمي هے - دنیا کي بربادي اِسي طور پر واقع هوگي - لیکن یه بربادي کب هوگي ؟ کیا هم یا هماري قریبي نسلیں یه هولناک نتیجه دیکھه سکیں گی ؟

نہیں - علماء نے آفتاب کي حرارت اور روشني کا حساب لگا کر بتایا هے که ابھي آفتاب میں اِتني قوت موجود هے ' که وہ کم سے کم ۱۰٬۰۰۰٬۰۰۰٬۰۰۰ سال تک نظام شمسي کو زندہ رکھه سکتي هے !

لیکن آفتاب اچانک نہیں بجھه جائیگا - بتدریج بجھے گا - کیونکه وہ بتدریج اپني قوت و حرارت کھو رها هے - اِس وقت آفتاب کي حرارت ' دھرنہیت کے مقیاس کے حساب سے دس هزار درجه هے - علماء کا خیال هے که جب یه حرارت نو هزار درجے پر آ جائے گي ' تو کرۂ ارضی کے خط استوا پر حرارت ' صفر کے نیچے گر جائیگي - ظاهر هے که اِس صورت میں کوئي انسان بھي خط عرضي کے درجه ۶۰ سے اوپر زندہ نہیں رہ سکے گا ' (بجز سکنڈےنیویا کے جہاں سمندر کا وہ دھارا موجود هے جسے " خلیج کا دھارا " کہتے هیں اور جو اِتني حرارت باقي رکھے گا که زندگي برقرار رهے) الا یه که جنوب سے غذا مہیا کرنے کا اُس کے پاس سامان موجود هو -

علماء کا خیال هے که جب آفتاب کي حرارت نو هزار درجے پر آجائیگي ' تو تمام انسان سمٹ کر خط استواء کے گرد جمع هو جائینگے -

اُنہیں سب سے بڑي فکر غذا حاصل کرنے کي هوگي - اُس وقت سخت جنگیں برپا هونگي - کیونکه آدمي زیادہ هونگے ' اور غذا کم هوگي - طاقتور ' کمزوروں کو هلاک کر ڈالینگے - تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون پوري بے دردي سے نافذ رهے گا - طاقتوروں کو بھي اطمینان نصیب نه هوگا - کیونکه سورج برابر ٹھنڈا هوتا رهے گا - غذا کم هوتي جائیگي ' اور زندگي کے لیے انسانوں میں برابر جنگ جاري رهے گي !

حرارت کے ساتھه آفتاب کي روشني بھي لازمي طور کم هوتي جائے گي - بتدریج آسمان کا نیلا رنگ بدل کر تیز زرد هوجائے گا - ابر کا رنگ بھي زرد هو جائے گا - آفتاب کي شعاعیں حسب ذیل ترتیب سے زائل هو جائینگي :

(۱) ماوراء بنفشي شعاعیں
(۲) بنفشي شعاعیں
(۳) نیلي شعاعیں
(۴) اودي شعاعیں
(۵) سبز شعاعیں
(۶) زرد شعاعیں
(۷) نارنجي شعاعیں
(۸) سرخ شعاعیں

جب آفتاب کا نور بہت کم هوجائے گا ' تو اُس کی شعاعیں سراسر سرخ هوجائینگي - پہاڑوں پر جمي هوئي تمام برف اُس وقت سرخ یا زرد دکھائي دے گی !

عالم مطبوعات و صحائف

روح

ساٹھ اطباء عصر کے مباحث

حال میں امریکہ کے ایک علمی رسالے نے دو سوال شایع کئے تھے:

(۱) کیا روح کے وجود پر کوئی علمی دلیل موجود ہے؟

(۲) کیا علمی دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے؟

"مشہور طبیبوں نے ان دونوں سوالوں کے جوابات دئے ہیں جنہیں بالاتفاق تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں اُن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ڈاکٹر فرانک والک نے دعوی کیا ہے کہ بعض مرنے والوں میں اُسنے ایسی علامتیں دیکھی ہیں، جن سے موت کے بعد روح کے بقار کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن رسالے نے وہ علامتیں شایع نہیں کیں۔ البتہ اُتنا لکھا ہے کہ بعض علامتیں، مادی ہیں، بعض اثیری (یعنی ایتھر کی قسم کی)

ڈاکٹر ہنٹ اور اُنکے رفقار علم کا فیصلہ ہے

"کوئی علمی دلیل موت کے بعد روح کے بقار پر موجود نہیں روح کے بقار کا عقیدہ ایک خالص دینی عقیدہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عقیدہ، نفس انسانی کی اِس آرزو کا مظہر ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہنا چاہتا ہے اور فنا ہو جانے سے ڈر رہا ہے۔ اِس مسئلہ پر ہمیشہ دینی پہلو ہی سے گفتگو کرنی چاہیے نہ کہ علمی پہلو سے، کیونکہ علم میں اُس کا کوئی ثبوت موجود نہیں"

ڈاکٹر ہنٹ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے

"لیکن اِس کے یہ معنی نہیں کہ میں روح کے وجود یا اُسکے بقار کا منکر ہوں۔ بلکہ میں اِن سب باتوں پر پختہ ایمان رکھتا ہوں مگر میرا یہ ایمان، علمی حقائق و براہین پر مبنی نہیں ہے، بلکہ سراسر ضمیر و وجدان کے رجحان پر قائم ہے"

ڈاکٹر کین لکھتا ہے

"اگر ہم موت سے پہلے اور موت کے بعد انسانی جسم ناپیں، یا تولیں، تو دونوں حالتوں میں ہرگز کوئی فرق نہیں پائیں گے تاہم یہ واقعہ ہے کہ موت کے بعد جسم انسانی میں کوئی چیز کم ضرور ہو جاتی ہے اِس کمی کو ہم روح کا نکل جانا کہتے ہیں۔ کسی انسان نے بھی روح نکلتے نہیں دیکھی، مگر کسی کو بھی اُس کے نکلنے میں شک و شبہ نہیں ہوتا۔ درحقیقت روح، اِس کائنات میں سب سے بڑا راز بلکہ سب سے زیادہ پیچیدہ طلسم ہے۔ علم اُس کے ثابت کرنے سے قطعاً عاجز ہے لیکن دین اُسے ثابت کرتا ہے بلکہ اسی پر اپنی تعلیم کی بنیاد رکھتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہر وہ چیز جو ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے، فانی ہے۔ روح، ہمارے حواس سے پَرے ہے۔ اِس لئے ہم اُس کے فانی ہونے کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ رومی مقرر سیسرو کا یہ قول مجھے ازحد پسند ہے کہ ایک بار اُسنے کہا تھا "اگر میں گمراہ ہوں تو بھی افلاطون کے ساتھ ہونے کو ترجیح دوں گا، بجائے اِس کے کہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں جو بقار روح کے منکر ہیں" صدیوں سے علمار کوشش کر رہے ہیں کہ عالم غیب اور قبر کے بعد کی دنیا کو معلوم کریں، مگر اُن کی تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ یہ اِس لئے کہ علم، انسان کا ساتھ صرف اُس کی زندگی بھر دیتا ہے۔ موت کے طاری ہوتے ہی علم کی رفاقت چھوٹ جاتی ہے۔ البتہ اُس وقت دین، ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اگر نظریۂ نشو و ارتقار، علم ہیئت، اور دوسرے غامض علوم و فنون پر ہم یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ روح اور اُس کے بقار پر بھی ایمان نہ رکھیں۔ کائنات کے بے شمار راز اب تک ہماری عقل سے باہر ہیں، مگر اُن کی حقیقت سے جاہل ہونے پر بھی ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں نہ روح کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے؟"

ایک اور مضمون نگار جسنے اپنا نام ظاہر نہیں کیا، لکھتا ہے:

"موت کے بعد روح کے بقار کا عقیدہ، سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اُس میں بحث کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ مرنے کے بعد کوئی آدمی بھی اِس دنیا میں واپس نہیں آیا کہ ہمیں اصلی حقیقت سے آگاہ کرتا۔ علم اس کے ثبوت سے قاصر ہے۔ ہماری عقل یہ تصور نہیں کر سکتی کہ جسم کے فنا ہو جانے کے بعد روح باقی رہے۔ لیکن ہماری عقل نے ابتک کتنے حقائق سمجھ لئے ہیں؟"

ڈاکٹر رچرڈ کاپٹ نے لکھا ہے:

"میں بقار روح پر کامل ایمان رکھتا ہوں، اِس لئے نہیں کہ علمی دلائل اُسے ثابت کرتے ہیں، بلکہ اِس لئے کہ میرا وجدان مجھے اِس یقین پر مجبور کرتا ہے۔ میرا یہ عقیدہ سراسر دینی عقیدہ ہے۔ اگر علم بقار روح ثابت نہیں کر سکتا، تو یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ اُسے باطل بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ بہرحال میں بقار روح کا قائل ہوں میرا پختہ ایمان ہے کہ موت کے بعد ہم دائمی زندگی حاصل کر لیتے ہیں"

ایک اور ڈاکٹر نے (جسے علمی رسالہ نے امریکہ کا مشہور ترین محقق قرار دیا ہے) کہا ہے:

"جن قرائن کی بنا پر بقار روح ثابت کی جاتی ہے، وہ ہم اعتبار سے لائق غور ہیں۔ میرے ذہن میں ڈاروِن کا یہ قول برابر موجود رہتا ہے "عقل کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ یہ کائنات محض اتفاق سے ظاہر ہو پڑی ہے۔ وہ حیرت انگیز دقیق نظام جس پر کائنات قائم ہے، ناممکن ہے کہ اُس بے معنی لفظ کا نتیجہ ہو جسے عوام "اتفاق" کہتے ہیں" نظریۂ نشو و ارتقار، جو جملہ زندہ کائنات پر منطبق ہوتا ہے، صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اِس مرئی و مادی عالم سے پَرے ایک ایسی غیر مرئی قوت موجود ہے جو ناموس طبیعت پر کامل سلطنت و نفوذ رکھتی ہے۔ وہی کائنات کی مالک ہے اور وہی اُسے انتہائی دانش مندی سے چلا رہی ہے۔ یہ غیر مرئی قوت، لازمی طور پر ازلی و ابدی ہی ہو سکتی ہے"

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ بقار روح کا عقیدہ محض وہم و خیال نہیں ہے۔ بلکہ ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان نے بلاسبب یہ عقیدہ پیدا نہیں کیا۔ درحقیقت یہ عقیدہ، قدرت کے ایک الہام سے پیدا ہوا ہے۔ انسانی عقل ہرگز تسلیم نہیں کر سکتی کہ موت کے ساتھ ہی فنا طاری ہو جاتا ہے۔ عقل انسانی کا یہ رجحان مادی نہیں ہے۔ روحانی ہے۔ اور ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ میں یہ اعلان کسی دینی جذبہ کی بنا پر نہیں کر رہا ہوں، بلکہ ایک عالم ہونے کی حیثیت سے بھی میرا یہی اعتقاد ہے"

ڈاکٹر ٹائزنڈ نے یوں اظہار رائے کیا ہے:

"انسانی زندگی میں کوئی ثبوت بھی روح کے وجود کا موجود نہیں۔ نیز کسی علمی دلیل سے موت کے بعد بقار روح کا نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے، علم ہرگز اِس طرح کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمارا کسی بات کے ثابت کرنے سے قاصر رہ جانا اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے"

ڈاکٹر کالوج لکھتا ہے:

"طویل تجربوں کے بعد بھی مجھے کوئی مادی ثبوت، موت کے بعد بقار روح کا نہیں مل سکا۔ میرا علم زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ جب دماغ کا عمل رُک جاتا ہے تو عقل غائب ہو جاتی ہے تاہم مجھے حق الیقین ہے کہ اِس مادی عالم کے پَرے ایک غیر مرئی لامتناہی عقل موجود ہے"

ڈاکٹر آگسٹ کاٹل کا خیال ہے:

"میں نے آجتک باوجود کوشش کے کوئی ثبوت اِس امر کا نہیں پایا کہ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے۔ دراصل ہماری مادی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ لیکن اُس کا امتیاز کمیت میں نہیں ہے کیفیت میں ہے۔ میرے خیال میں انسان کی تربیت اِس طرح ہونی چاہئے کہ وہ علم اور دین کو علحدہ علحدہ رکھے اور سمجھے۔ روح کا علمی دلائل سے ثابت نہ ہونا، اُس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ دین نے انسانیت کو بہت نفع پہونچایا ہے۔ انسانیت کو ہمیشہ دین کی ضرورت باقی رہیگی"

ڈاکٹر کولینڈ لکھتا ہے:

"میرے شخصی تجربے نے مجھے پورے طور پر مطمئن کر دیا ہے کہ ہماری زندگی کا تعلق ایک ایسی چیز سے قائم ہے جو کبھی فنا ہونے والی نہیں کاش میں اتنی فصاحت رکھتا کہ دوسروں میں بھی یہ اعتقاد پیدا کر سکتا۔ وہ چیز وہی ہے جسے "روح" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں اگرچہ اُسے ثابت نہیں کر سکتا مگر مجھے اُس پر کامل یقین ہے روح، مادی و کیمیاوی قوانین کے تابع نہیں ہے، لہذا اُسے مادیات پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ ابھی علم نے اتنی ترقی نہیں کی کہ یہ طلسم کھول سکے"

ایک فراموش شدہ عظمت

جو تذکرہ و یاد آوری کی مستحق ہے

امیر محمد بن عبد الکریم

جنکی نسبت یورپ کی تازہ ڈاک میں بعض نئی تفصیلات آئی ہیں - معلوم ہوا ہے کہ فرانس کے ایک دارالاشاعت نے انسے یہ فرمایش کی تھی کہ وہ خود اپنے قلم سے اپنی سوانح عمری قلمبند کردیں - شیخ نے یہ درخواست منظور کرلی اور اب وہ بہ یک وقت فرانسیسی اور عربی ' دونوں زبانوں میں اپنے حالات قلمبند کر رہے ہیں -

پیرس کی مسجد اور عربی چمنستان کا مصور نمونہ ' جسکی تکمیل کیلیے اس هفتہ سلطان مصر نے ایک لاکھہ فرانک دیا ہے

ناگزیر تھی۔ اب قانون کے بموجب عبدالحمید آفندی ولی عہد تھے، اسلئے وہی تخت نشین ہوسکتے تھے۔ دستور اساسی کا جو مسودہ میں نے طیار کیا تھا، ولی عہد نے ملاحظہ کرلیا تھا اور اس سے بالکل متفق تھا۔ اُسنے بڑے ہی جوش سے کہا تھا کہ سلطنت کی نجات صرف ایسے ہی نظام حکومت سے ممکن ہے۔ اُسنے پُورے یقین کے ساتھ اپنے اس عزم کا بھی یقین دلایا تھا کہ تخت نشین ہوتے ہی اُس کا اعلان کردے گا۔ ہم خدام سلطنت کی مسرت بے حساب تھی۔ ہم برسوں سے احیاء دولت کا جو خواب خرگوش دیکھ رہے تھے، اب اُس کی تعبیر ہمارے سامنے تھی۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ نوجوان شہزادہ سلطنت اور اُمت کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ ۱۱۔ شعبان ۱۲۹۳ھ کو عبدالحمید کی تخت نشینی کا باقاعدہ اعلان کردیا گیا۔

سفراء دول کی مؤتمر

بلقان کا مسئلہ، درحقیقت روس کا اُٹھایا ہوا تھا لیکن جب ہماری فوجوں نے بلقانی باغیوں کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دئیے، تو روس نے چند نئے حیلے تراشنا شروع کئے، اور دول یورپ کو ایک مؤتمر منعقد کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آستانہ میں دول عظمٰی کے ۶ سفیروں کا اجتماع ہوا اُنھوں نے پہلی تجویز یہ طے کی کہ بلغاریہ کو اندرونی خودمختاری دیدی جائے۔

مدحت پاشا کی وزارت

ظاہر ہے، ہم اس قسم کی تجویزیں منظور نہیں کرسکتے تھے۔ ان تجویزوں کا مان لینا، بلقان سے ہاتھ دھونا تھا۔ مگر دول یورپ نے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ رشدی پاشا وزیر اعظم بہت خائف تھے۔ اس صورت حال نے مجھے مجبور کردیا کہ وزیر اعظم کی کرسی پر بیٹھ جاؤں۔ میں حالات کی ابتری سے بخوبی واقف تھا۔ تاہم میں نے اصلاح کی کوشش شروع کردی۔

ہماری مصیبت صرف یورپ ہی کی جانب سے نہ تھی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ ہمارا خزانہ بالکل خالی تھا۔ سلطان عبدالعزیز کے مہلک اسراف نے ایک کوڑی باقی نہیں رکھی تھی۔ میں نے غیر معمولی محنت کرکے نئے بنک نوٹ جاری کردئیے۔

دستور اساسی کا اعلان

سلطان عبدالحمید نے تخت نشین ہوتے ہی دستور اساسی کا مسودہ ایک مجلس کے سپرد کردیا تھا کہ اُس کی جانچ پڑتال کرے۔ مجلس نے اُس پر پُوری بحث کی، اور منظور کرکے سلطان کی خدمت میں بھیجدیا۔ سلطان نے بھی اُس پر پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ۷ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اُس کا اعلان ہوگیا۔ تمام ملک نے اس اعلان کا پُرجوش استقبال کیا۔ پُوری سلطنت میں جشن منایا جانے لگا۔

اس اثناء میں ہم نے دول یورپ کی مؤتمر کو صاف اور قطعی لفظوں میں اطلاع دیدی کہ ہم اُس کی کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرینگے۔ ہماری یہ جرأت نہایت خطرناک تھی۔ ہم نے گویا پُورے یورپ کو دعوت جنگ دے دی تھی۔ مگر ہم مجبور تھے۔ ہماری مجلس وزراء نے طے کرلیا تھا کہ خاموشی سے تباہ نہیں ہونگے۔ اگر مٹنا ہی ہو تو عزت کے ساتھ مٹیں گے۔ دول یورپ ہمارا [illegible] سُنکر بہت برہم ہوگئیں، اور اپنے اپنے سفراء واپس بلالئے۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ہمارے باہمی سیاسی تعلقات منقطع ہوگئے۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔

[illegible] نے ایک بلقانی ریاستوں سے براہ راست گفت و شنید [illegible] انھیں نرم گرم شرطوں پر صلح کے لئے راضی کرلیا۔ ساتھ ہی دستور اساسی کے اعلان کے بموجب ہم نے پہلی عثمانی مجلس و پارلیمنٹ کے لئے انتخابات شروع کردئیے۔

ہم یہ سب کچھ کررہے تھے، مگر چونکہ روس کی طرف سے اعلان جنگ کا قوی احتمال تھا اس لئے جنگی تیاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ فوجوں کی ترتیب اور نقل و حرکت تمام مملکت میں شروع ہوگئی تھی۔

مدحت پاشا کی جلاوطنی

سلطنت ان داخلی اور خارجی مشکلات میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں اصلاح حال کی شب و روز کوشش کررہا تھا، کہ اچانک ایک دن قصر طولمہ باغچہ میں سلطان نے مجھے طلب کیا۔ جوں ہی میں پہونچا، مجھ سے قلمدان وزارت لے لیا گیا، اور کہا گیا کہ میں جہاز عزالدین میں فوراً سوار ہوجاؤں۔ کیونکہ میں سلطان کے حکم سے جلاوطن کردیا گیا ہوں مجھے یورپ چلا جانا چاہئے!

سلطان مراد کی تخت نشینی کے دن سے میں نے اس قدر محنت کی تھی کہ مجھے یقین ہے کوئی دوسرا انسان نہیں کرسکتا۔ میں نے لگاتار جدوجہد سے اب ایسی صورت حال پیدا کردی تھی کہ سلطنت تمام خطر سے صحیح و سالم نکل جاتی۔ لیکن اب اچانک یہ معاملہ پیش آگیا۔ پہلے مجھے خوشی ہوئی کہ اب آرام کرسکوں گا۔ مگر فوراً اس خیال سے دل و جگر مجروح ہوگیا کہ میری زندگی، میری نہیں بلکہ قوم و ملک کی ہے، اور اس کے لئے سخت خطرات درپیش ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ سلطان کی یہ حرکت، سلطنت کے لئے نہایت مہلک ثابت ہوگی۔ اور اصلاح کی تمام اُمیدیں ضائع ہوجائیں گی۔

میں نے اپنا قصور دریافت کیا۔ سعید پاشا، سلطان کے پاس گئے، اور واپس آکر کہا کہ دستور اساسی کی دفعہ ۱۱۳ کی رُو سے سلطان کو حق پہنچتا ہے کہ ہر اُس شخص کو جلاوطن کردیں، جسے پولیس کا افسر اعلیٰ سلطنت کے لئے خطرناک ظاہر کرے۔ ساتھ ہی اُنھوں نے دو سرکاری کاغذ بھی دکھلائے۔ ایک میں لکھا تھا کہ پولیس نے ایک فوجی افسر کو بازار میں کہتے سُنا "مدحت پاشا عنقریب ترکی جمہوریت کا صدر منتخب ہوگا"

میں جلاوطنی کی اس وجہ پر اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہ کرسکا۔ سعید پاشا نے کہا "سلطان معظم، سلام کے بعد فرماتے ہیں کہ عنقریب تمھیں واپس بلالیا جائے گا"

میں نے کہا "سلطان کے سلام کا شکریہ۔ اگر سلطان کو میرا یہ پیغام پہونچا دو کہ اپنی واپسی پر میں اِن محلوں میں سلطان کو نہیں پاؤں گا اور نہ سلطنت کی یہ عظمت و شان نظر آئے گی۔ اُسوقت میں تباہی روک نہ سکوں گا!" میں نے یہ کہا اور روانہ ہوگیا۔

میری ناگہانی جلاوطنی سے پایۂ تخت اور صوبوں میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ لوگ ڈرے کہ اب دستور اساسی بھی باطل ہوجائے گا۔ کیونکہ میں نے ہی اُسے مرتب کیا تھا، اور سب سے زیادہ میں ہی اُس پر زور دے رہا تھا۔ یہ بے چینی دیکھ کر سلطان مجبور ہوئے کہ نئی نئی تہمتیں تراشی جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے اخبارات میں شائع کیا گیا کہ میرے کاغذات میں ایسی چیزیں ملی ہیں جن سے میری خیانت ثابت ہوتی ہے اسی لئے سلطان نے مجھے معزول کرکے جلاوطن کردیا ہے!

اُس وقت تک ترک اس قدر نیک دل تھے کہ سرکاری افتراپردازیاں سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے اکثر لوگ میرے مخالف ہوگئے۔ مگر یورپ کے اخبارات حقیقت حال سے واقف تھے۔ اُنھوں نے صحیح خبر شائع کردی کہ چونکہ مدحت پاشا نے سلطان کی غلامی منظور نہیں کی، اس لئے اُن پر عتاب شاہی نازل ہوا ہے۔ ترکوں نے یہ سُنا تو سلطان پر نہایت برہم ہوئے۔ اب قصر شاہی مجبور ہوا کہ میرے خلاف ایک پُوری سازش طیار کرے۔ چنانچہ آستانہ کے بعض اخبارات اور ساقط مقرروں اور شاعروں کو رشوت دیکر آمادہ کیا گیا کہ مجھ پر حملے شروع کردیں۔ میں نے ترکی اخبارات دیکھے تو ہنسنے لگا۔ کل تک یہ میرے تدبر و دیانت کے راگ گاتے تھے۔ آج مجھ کو شیطان قرار دینے لگے۔ اُسوقت بے اختیار میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی: "واذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال"

روس کا اعلان جنگ

میری جلاوطنی کی خبر پیٹرزبرگ (دارالحکومت روس) پہنچی تو حکومت روس کا مسرت سے اُچھل پڑی۔ اب اُسنے باب عالی پر زور دینا شروع کیا کہ بلقان کے متعلق اُس کے مطالبات منظور کرلے۔ لیکن ترکی حکومت نے انکار کیا۔ اسپر روس نے اعلان جنگ کردیا، اور دریائے طونہ کی طرف سے روسی فوج حملہ آور ہوگئی۔

اب سخت پریشانی پیدا ہوگئی۔ ہمارا خزانہ بالکل خالی پڑا تھا۔ میرے جاری کئے ہوئے بنک نوٹ، سلطان نے بے پروائی سے خرچ کرڈالے تھے۔ نئے نوٹوں کا شائع کرنا سردست ناممکن تھا۔ اعلان جنگ نے سابق نوٹوں کی قیمت بھی کم کردی تھی۔ حکومت کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ رعایا سے زبردستی روپیہ وصول کیا جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا۔

اس سے بھی بڑی مصیبت، سلطان کی ناتجربہ کاری تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی سلطان نے عبدی پاشا اور رؤف پاشا کو معزول کردیا۔ یہ دونوں سپہ سالار روسی سرحدوں سے واقف تھے اور اس جنگ کے لئے پہلے ہی سے نقشے مرتب کرچکے تھے۔ ان کی معزولی نے میدان جنگ میں سخت ابتری پیدا کردی۔ اُسوقت ہماری جنگی قوت کافی تھی۔ ۵ لاکھ نظامی فوج نہایت عمدہ طور پر مسلح موجود تھی۔ رضاکاروں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ مگر سلطان کی بیجا مداخلت نے معاملہ خراب کردیا۔ رضاکار فوجیں منتشر کردی گئیں، نظامی فوجوں میں بدنظمی پیدا ہوگئی۔ اسپر بھی سلیمان پاشا اور عثمان پاشا نے دشمن کی یلغار روک دی، اور امید بندھی کہ یہ دونوں سپہ سالار سلطنت کو خطرہ سے بچالیں گے۔ مگر کوئی جنگی مرکز موجود نہ تھا۔ مختلف مقامات سے احکام صادر ہو رہے تھے۔ ہر مقام پر سلطان کی ضد موجود تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیمان پاشا کی فوجیں بھاگنے لگیں اور عثمان پاشا، پلونہ میں قید ہوگئے۔ پلونہ میں روس کی پوری قوت موجود تھی۔ خود زار روس فوج کی قیادت کررہا تھا۔

روس کو کامل فتح حاصل ہوگئی اور اُس کی مظفر و منصور فوجیں سین اسٹفانو (مضافات قسطنطنیہ) تک پہنچ گئیں۔ دوسری طرف سے انگریزی حکومت کا جنگی بیڑہ، باسفورس میں آگیا اور قصر شاہی کے سامنے توپیں سیدھی کرکے کھڑا ہوگیا۔

میں اُسوقت یورپ میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھ کو سلطنت کے معاملات میں مداخلت یا دول یورپ سے گفت و شنید کا کوئی حق نہ تھا۔ تاہم میرا دل یہ تباہی دیکھ کر بے چین ہوگیا اور میں نے جد و جہد شروع کردی۔ لندن، پیرس، وائنا، برلن، تمام مراکز میں پھرا۔ اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سین اسٹفانو کا ذلیل معاہدہ منسوخ ہوگیا اور سلطنت ایک مرتبہ پھر بچ گئی۔ مجھے وزراء سلطنت اور خود سلطان کی غفلت پر از حد افسوس ہے۔ میں اُسوقت جبکہ روس پلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا، جرمنی و آسٹریا کو راضی کرلیا تھا کہ روس پر حملہ آور ہوجائے۔ آسٹریا کے حملے کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ روسی فوجوں پر واپسی کا راستہ مسدود ہوجاتا اور سب کی سب یا تو قید ہوجاتیں، یا برباد ہوجاتیں۔ میں نے فوراً سلطان کو مفصل تار دیا۔ مگر بیس دن گزر گئے اور کوئی جواب نہ آیا۔ اس اثنا میں روس کو کامل فتح حاصل ہوچکی تھی!

میری [illegible] کا اثر سلطان پر پڑا۔ اُنھوں نے مجھ [illegible] انتہائی رحم و کرم سے معاف کردیا۔ [illegible]

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

(۲)

سلطان کی معزولی

"حسین عونی پاشا، رشدی پاشا، مدحت پاشا، اور خیر اللہ آفندی شیخ الاسلام نے مل کر طے کیا کہ ۹ جمادی الاولیٰ کو ولی عہد مراد آفندی کو تخت نشین کر دیا جائے۔ لیکن اس تاریخ سے دو دن پہلے ہی سلطان عبد العزیز کو کسی طرح اس معاملہ کی خبر پہنچ گئی اور انھوں نے عونی پاشا کو ملاقات کے لئے اپنے محل میں طلب کیا۔ مگر عونی پاشا نہیں گئے۔ کیونکہ انھیں افشاء راز کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ چونکہ اب مزید تاخیر میں خطرہ تھا، اس لئے یہی طے پایا کہ فوراً نئی تخت نشینی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حسین عونی پاشا نے اسی رات اپنے شرکا کی مجلس منعقد کی، اور سلطان کی معزولی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھی جمع کر لی گئی۔

مدحت پاشا اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں لکھتے ہیں:

"ہم نے مناسب سمجھا کہ ولی عہد مراد آفندی کی تخت نشینی کا اعلان، وزارت جنگ کی عمارت میں ہو۔ چنانچہ میں (مدحت پاشا) اور رشدی پاشا صبح تڑکے وزارت جنگ کی طرف روانہ ہوئے حسین پاشا، احمد پاشا، ردیف پاشا، حسن پاشا، طولمہ باغچہ (قصر شاہی) میں گئے تاکہ وہاں فوج کو ضروری احکام دیں۔

"یہ تمام کارروائی پوری طرح مخفی رکھی گئی تھی۔ ہمیں یقین تھا کہ ہمارے رفقاء کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب ہم وزارت جنگ میں پہنچے، تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں لاکھوں آدمی جمع ہیں اور نئے سلطان کے ورود کا انتظار کر رہے ہیں۔ آج تک مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خبر تمام شہر میں راتوں رات کس طرح مشہور ہو گئی؟"

"مجمع، از حد جوش و خروش میں تھا۔ بڑی ہی بےچینی سے مراد آفندی کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ولی عہد کی سواری نمودار ہوئی حسین عونی پاشا اُن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ تمام مجمع نے نئے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کی تخت نشینی کا اعلان ہو گیا۔ اُسی وقت سلطنت کے تمام صوبوں اور یورپ کی تمام حکومتوں کو تار کے ذریعہ اس عزل و تخت نشینی کی اطلاع بھیج دی گئی۔ دار الخلافہ میں جشن شروع ہو گیا۔ ہر طرف جھنڈے بلند ہو گئے۔ اجنبی جہازوں نے بھی اپنے علم اونچے کر دئے لیکن روسی سفارت خانہ نے مظاہر جشن میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور دو دن تک عالم تذبذب میں رہا۔

"روس کو محمود ندیم پاشا کی معزولی سے سخت رنج ہوا تھا۔ اب خود سلطان کی معزولی نے اُسے اور بھی برہم کر دیا۔ چنانچہ نادر روس نے ترکی وزارت خارجیہ کے نام تار بھیجا کہ "انھیں اس بات پر سخت افسوس ہے کہ ایک معمولی سپہ سالار کی جرأت نے سلطان کو اُس کے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہے!"

"سلطان عبد العزیز معزول کر دئے گئے، لیکن اُن کی ذات اور عزت کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا گیا۔ پہلے دستور تھا کہ معزول سلاطین قید کر دئے جاتے تھے، ہم بھی سلطنت کے مصالح کے لئے ایسا کر سکتے تھے، مگر ہم نے نہیں کیا۔ ہم جانتے تھے کہ ملک میں کوئی جماعت بھی سلطان کی طرفدار نہیں ہے۔ لہذا انھیں قید کرنا قطعاً غیر ضروری تھا۔ علاوہ بریں ہم دستوری نظام حکومت قائم کرنا چاہتے تھے، اور دستوری حکومت میں کسی شخص کو بھی بغیر جرم کے قید کرنا جائز نہیں ہوتا، اگرچہ وہ معزول بادشاہ ہی کیوں نہ ہو"

"معزول ہونے کے بعد سلطان عبد العزیز نے سلطان مراد کو دست خاص سے مبارکباد کا خط لکھا، اور محل طوب قپوسے "فرعیہ" میں منتقل کر دئے جانے کی درخواست کی۔ درخواست منظور کر لی گئی اور معزول سلطان نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنی تین سو بیویوں اور کنیزوں کے ساتھ نئے محل میں منتقل ہو گئے۔

عبد العزیز کی خودکشی

ہم ابھی نئے سلطان کی تاج پوشی کے جلسوں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ سلطان عبد العزیز نے اپنی نخوت و غرور کے جنون سے بےخود ہو کر خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ معزولی سے ۶ دن بعد پیش آیا۔ اتوار کے دن انھوں نے اپنے ایک ملازم سے قینچی طلب کی اور اپنے بازو کی رگیں کاٹ ڈالیں۔ اُن کی موت خودکشی سے ہوئی۔ یہ بالکل یقینی بات تھی۔ تاہم مزید احتیاط کے خیال سے ہم نے اس کی باقاعدہ تحقیقات بھی کرائی۔ تمام شاہی طبیبوں اور اجنبی سفارت خانوں کے ڈاکٹروں کو بلا کر معائنہ کرا لیا گیا۔ ان ڈاکٹروں کی تعداد ۱۹ کے قریب تھی۔ انھوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ سلطان نے خودکشی کی ہے۔

سلطان مراد کی بیماری

سلطان مراد کی تخت نشینی ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے عمل میں آئی تھی۔ اتنا بڑا مجمع انھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مجمع از حد جوش و خروش میں تھا اور پوری قوت سے نعرے بلند کر رہا تھا مگر سلطان کے اعصاب پر اس منظر نے بہت برا اثر کیا، اور وہ عصبی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ اس واقعہ کے چھٹے دن جب انھوں نے معزول سلطان عبد العزیز کی خودکشی کا حال سُنا، تو مرض نے اور بھی زیادہ شدت اختیار کی۔ دوسرے ہی دن اُن میں جنون کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔ ہم نے یہ واقعہ احتیاطاً مخفی رکھا اور علاج کرتے رہے، لیکن ۲۵ دن کے بعد ایک روز سلطان، باغ کے حوض میں پھاند پڑے اور محل کے خدام کو اُن کے جنون کا حال معلوم ہو گیا۔ اب اخفا ناممکن تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام شہر حقیقت حال سے واقف ہو گیا تھا!

سلطان کی بیماری نے سلطنت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہم نے دستور اساسی طیار کر لیا تھا، مگر اسی بیماری کی وجہ سے اعلان ملتوی کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ حکومت کے تمام کام معطل ہو گئے۔ حتیٰ کہ سفراء دول کے کاغذات تک کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وزارت و حکومت موجود تھی، مگر قانون کے مطابق ہر حکم کے لئے سلطان کی منظوری لازمی تھی۔ اور سلطان اس قابل نہ تھے کہ معاملات سلطنت کی سماعت کر سکتے۔

ایک نئی مصیبت

اس صورت حال نے ہمیں سخت پریشان کر دیا تھا۔ ہم سلطنت کے معاملات پر غور کرنے کے لئے رات رات بھر بیٹھے رہتے۔ ایک رات میرے مکان پر شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی اور وزراء سلطنت جمع تھے کہ ایک شخص حسن جرکسی نامی آیا۔ یہ فوج میں افسر تھا، اور سلطان عبد العزیز کے لڑکے شہزادہ یوسف عز الدین کا ایڈی کانگ رہ چکا تھا۔ اسنے وزیر جنگ سے ایک بہت ضروری معاملہ کے لئے ملاقات کی درخواست کی۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا حسین عونی پاشا پر پستول نکال کر حملہ کر دیا۔ حسین عونی کے سینہ پر گولی لگی اور اُن کا کام تمام ہو گیا۔ چونکہ ہمارے پاس ہتیار نہیں تھے، بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر قیصرلی احمد پاشا وزیر بحر نے قاتل کو گرفتار کرنا چاہا۔ قاتل نے انھیں بھی سخت زخمی کیا۔ وہ بھاگے۔ اُسنے تعاقب کیا۔ خیر الخادم احمد آغا اُس سے لپٹ گیا۔ مگر قاتل نے اُسے بھی قتل کر ڈالا۔ وزراء کے محافظ سپاہی دوڑے مگر قاتل کی جیب میں ۵ پستول تھے۔ اُسنے ۵ آدمی اور قتل کر دئے۔ اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اُس کے قریب جائے۔ قاتل اب ایک دوسرے کمرے میں گھسا، وہاں راشد پاشا بیہوش پڑے تھے۔ اُسنے انھیں بھی قتل کر دیا۔ بالآخر جب کافی تعداد میں مسلح پولیس کے سپاہی پہنچے تو وہ گرفتار کیا گیا۔

اس حادثہ نے سلطنت کو بہت نقصان پہونچایا۔ حسین عونی پاشا، فنون جنگ میں بےنظیر تھے۔ راشد پاشا، خارجی معاملات فہمی میں مشہور تھے۔ ہمارے دشمن ان دونوں کی موت سے بہت خوش ہوئے۔

بلقان اور جزیرہ کریٹ کی شورش

ہم ان مصائب میں گرفتار تھے کہ اتنے میں بوسنیا، ہرزیگووینا، بلغاریا، اور کریٹ میں شورشیں برپا ہو گئیں۔ ہمارے نظم و استقلال کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ بایں ہمہ ہم نے بروقت کارروائی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کی۔ فوراً ہر طرف فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ہماری فوجوں نے غیر معمولی شجاعت و ہمت دکھائی، اور تمام شورشوں کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی

لیکن سلطنت کی حفاظت کے لئے جدید سلطان کی ضرورت [illegible]

(۵) مکہ، مدینہ، طائف، جدہ، ینبوع کے مابین سڑکیں بنائی جائیں۔

(۶) حرم کعبہ میں نیا اضافہ کیا جائے۔ اُس کے انتظام میں خرابیاں ہیں۔ اصلاح کی جائے۔

(۷) چاہ زمزم سے پانی نکالنے کا موجودہ طریقہ اچھا نہیں۔ اصول حفظان صحت کے خلاف ہے۔

(۸) نہر زبیدہ کی موجودہ صورت حال خراب ہے۔ جا بجا سے کھلی ہوئی ہے۔ قسم قسم کی گندگیاں اُس میں گر جاتی ہیں۔ لوگ کپڑے بھی اُس میں دھو لیتے ہیں۔ حاجی اور باشندے یہی پانی پیتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

(۹) نہر زبیدہ ناکافی ہے۔ جدید کنوئیں کھودنے چاہئیں۔

(۱۰) منیٰ، عرفات، اور بحرہ میں پانی اور سایہ کا انتظام نہیں ہے۔

یہ مجلس تفتیش و اصلاح کے مسودۂ اصلاحات کی چند سفارشیں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے ان پر کہاں تک عمل ہوا ہے؟

تعلیم

نئے مدرسے جاری کئے جا رہے ہیں۔ مدارس کے لئے نصاب تعلیم اور دستور العمل بنایا جا رہا ہے۔ مصر و شام سے لائق مدرس طلب کئے جا رہے ہیں۔ صرف حجاز کے بڑے بڑے شہروں ہی میں نہیں بلکہ بدوی قبائل میں بھی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بدوی باشندے باضابطہ مدارس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ لہذا اُن کے لئے نجد سے خاص معلم بلائے گئے ہیں جو خود بھی بدوی ہیں اور بدوی عادات و طبائع سے واقف ہیں۔ اب تک ۴۰ قبیلوں میں تعلیم کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ مگر ظاہر ہے تعلیمی اصلاحات کا نتیجہ ایک مدت کے بعد ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی لائحہ ایک فرمان کی صورت میں شایع کیا گیا ہے اور وہ بالاختصار یہ ہے:

دفعہ اول۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ مجلس معارف کے لائحہ سے ہٹ کر بطور خود تعلیم دے۔

دفعہ دوم۔ جن علوم کی تعلیم دی جائے گی، وہ وہی ہونگے جنھیں مجلس معارف نے مقرر کر دیا ہے۔

دفعہ سوم۔ حجاز کی تعلیم گاہیں، مجلس معارف کے ماتحت ہونگی۔

دفعہ چہارم۔ گھروں میں تعلیم نہیں دی جا سکے گی الا یہ کہ مجلس معارف سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

دفعہ پنجم۔ تعلیمی نصاب اور دستور العمل عنقریب مرتب کیا جائے گا۔ سلطان نے اس کے لئے ایک مجلس کی تشکیل کا حکم دیدیا ہے۔

دفعہ ششم۔ تعلیمی لائحہ اور دستور العمل حسب ذیل اصول پر مبنی ہوگا۔

(۱) تعلیم کی غرض ایک ہو۔

(۲) حجاز میں تعلیمی بدنظمی دُور کر دی جائے۔ تمام تعلیم ایک ہی نظام کے ماتحت رہے۔ ابتدائی تعلیم، بتدریج اجباری کر دی جائے اور غریبوں کے لئے مفت ہو۔

(۳) حجاز میں تعلیم کے چار درجے قرار دئے جائیں: مکتبی، ابتدائی، ثانوی، اعلیٰ۔

(۴) مسجد حرام میں جو تعلیم جاری ہے، اُس کے لئے ایک ضابطہ مقرر ہو۔

(۵) مدرسوں کی قابلیت کے لئے معیار مقرر کر دیا جائے۔

دفعہ ہفتم۔ مدارس اور تعلیم کی جانچ کے لئے مفتش مقرر کئے جائینگے وہ پوری تعلیم کی نگرانی کرینگے اور اپنی روداد مجلس معارف کے سامنے پیش کیا کرینگے۔

عدالتی نظام

عدالتوں کے لئے ایک نیا دستور العمل سلطان نے شایع کیا ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دفعہ اول: مکہ معظمہ میں حسب ذیل عدالتیں قائم ہوں:

(۱) عدالت خفیفہ۔ اس کا مرکز قلعۂ جیدیہ میں ہوگا۔ یہ اُن تمام دیوانی و فوجداری مقدمات کا فوراً فیصلہ کرے گی جن میں ۲۰ گنی سے کم کا دعویٰ پیش ہوگا۔ اور جن میں مجرم کے لئے سنگین سزا نہیں ہے۔ اس کے فیصلے کی اپیل نہیں ہو سکتی۔ الا یہ کہ ظواہر شرع کے صریح خلاف ہو۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور عدالت بھی قائم ہوگی۔ یہ صرف بدوی قبائل کے مقدمات کا فیصلہ کرے گی۔

(۳) شرعی عدالت عالیہ۔ یہ اُن تمام مقدموں پر غور کرے گی جو عدالت خفیفہ کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ اس کے فیصلے اُس کے قاضیوں کے اتفاق ارا یا اکثریت سے صادر ہونگے۔

دفعہ دوم۔ جدہ اور مدینہ میں بھی اسی قسم کی تینوں عدالتیں قائم کی جائیں۔

دفعہ سوم۔ مکہ کی عدالتوں میں قاضیوں کی تعداد حسب ذیل ہوگی:

(۱) عدالتہائے خفیفہ میں ایک ایک قاضی۔

(۲) عدالت عالیہ میں تین۔

دفعہ چہارم۔ عدالتی نگرانی کے لئے ایک مجلس قائم ہو۔ اس کا فرض یہ ہوگا کہ وقتاً فوقتاً مقدمات کی رفتار اور فیصلوں کی جانچ کرتی رہے۔ اگر کبھی غلطی دیکھے، تو فوراً باز پرس کرے۔

دفعہ پنجم۔ یہ مجلس ایک صدر، ایک کاتب (سکریٹری) اور تین ارکان سے مرکب ہوگی۔ خود سلطان ان لوگوں کو منتخب کرینگے۔

دفعہ ششم۔ اس مجلس کے وظائف حسب ذیل ہونگے:

(۱) تمام حدود شرعیہ پر نظر رکھنی۔

(۲) مالی مقدمات پر نظر ثانی کرنی بشرطیکہ کوئی فریق اس کی درخواست کرے۔

(۳) کم عمر بچوں کے حقوق اور اوقاف کے اموال کی حفاظت۔

(۴) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

(۵) اُن مسائل میں فتویٰ صادر کرنا جن کا تعلق شرعی عدالتوں سے نہیں ہے۔

(۶) اگر عدالتوں کے قاضی کسی معاملے میں مختلف ہوں اور فیصلہ نہ کر سکیں، تو انھیں مشورہ دینا۔

دفعہ ہفتم۔ فیصلہ کے صادر ہونے کے بعد اُس کے نفاذ میں ۵ دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

دفعہ ہشتم۔ قاضیوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ عدالت کے اوقات میں لوگوں سے نجی ملاقاتیں کریں۔

دفعہ نہم۔ اپیل کی انتہائی مدت بیس دن ہے۔

یہ عدالتی نظام نامے کے چند دفعات کا خلاصہ ہے۔ اس نظام نامے کے ساتھ ہی دو شاہی فرمان بھی شایع ہوئے ہیں۔ ایک میں مکہ معظمہ کی تینوں عدالتوں کے لئے قاضیوں (ججوں) کی تقرری منظور ہوئی دوسرے میں عدالتی نگرانی کی مجلس کے ارکان کے نام بتلائے گئے ہیں۔

عدالت عالیہ کے لئے تین قاضی مقرر ہوئے ہیں: شیخ محمد المرزوقی ابو حسین (صدر) بہجت البیطار (رکن) امین فودہ (رکن) باقی دونوں عدالتوں کے لئے بالترتیب شیخ محمد التویجری اور شیخ حسین عبد الغنی مقرر کئے گئے ہیں۔

عدالتی نگرانی والی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد اللہ بن حسن (صدر)
(۲) شیخ محمد العلی الترکی (کاتب)
(۳) شیخ علی المالکی (رکن)
(۴) شیخ محمد الباقر (〃)
(۵) شیخ سعید ابو الخیر (〃)

مجلس امر بالمعروف

عدالتی نظام نامے کے ساتھ ایک فرمان میں مجلس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قیام کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس مجلس کا مرکز، مکہ میں ہوگا۔ شاخیں، جدہ، مدینہ، طائف ینبوع وغیرہ ملحقات میں ہونگی۔

(۲) ہر مقام کی مجلس میں حسب ضرورت ارکان کی تعداد رہیگی۔

(۳) ارکان کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ شریعت کے عالم، خوش اخلاق اور خوش اطوار ہوں۔

(۴) ہر مجلس کے ماتحت، مسلح فوج ہوگی اور اُس کے احکام نافذ کرے گی۔

(۵) ہر ہفتہ دو مرتبہ یہ مجلسیں جمع ہونگی۔

(۶) ان مجلسوں کے فرائض حسب ذیل ہیں:

(۱) باشندوں کو اوقات نماز میں متنبہ کرنا اور بے نمازیوں کو خوش اسلوبی سے نماز کی طرف راغب کرنا۔

(۲) جن مقامات میں خلاف شرع کام ہونے کا شبہ ہو، اُن کی نگرانی۔

(۳) باشندوں کو نرمی کے ساتھ معاصی و منکرات کے ترک کی ترغیب دینا۔

(۴) شادی و غمی میں خلاف شرع رسموں میں باز رکھنا۔

(۵) عوام کو فحش کلامی سے روکنا۔

(۶) کمزوروں کی مدد، بیواؤں سے حسن سلوک، لاچاروں کی دستگیری۔

(۷) حیوانات پر رحم۔

(۸) یہ مجلسیں ہر اُس بات کا حکم دیں گی اور ہر اُس بات سے منع کریں گی جس پر امت کا اجماع ہے۔ مختلف فیہ امور میں عدالتی نگرانی والی مجلس سے رجوع کریں گی۔ کیونکہ امر بالمعروف، معروف میں ہے۔ نہ کہ امور اجتہادیہ میں۔

تنبیہ۔ ان مجالس کے ماتحت فوجوں کو سختی سے ممانعت کی گئی ہے کہ احکام کے نفاذ میں ہرگز تشدد سے کام نہ لیں۔

مکہ معظمہ کی مرکزی مجلس کے ارکان حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد الرحمن قشناق (صدر)
(۲) 〃 عمر فقیہ (رکن)
(۳) 〃 محمد لوز کبتی (〃)
(۴) 〃 محمد شیروانی (〃)
(۵) 〃 اسعد شفیع (〃)
(۶) 〃 عبد اللہ بن عمار (〃)
(۷) 〃 عبید اللہ بن طلق (〃)
(۸) 〃 سلیمان الصنیع (〃)
(۹) 〃 محمد الخضری (〃)
(۱۰) 〃 محمد عبد الرحمن المعقل (〃)

مجلۃ الاحکام الشرعیہ

عدالتی اصلاحات کے سلسلہ میں سب سے بڑی اصلاح، جو سلطان ابن سعود کے پیش نظر ہے، وہ "مجلۂ احکام شرعیہ" ہے۔ آپکے قارئین سے مخفی نہیں کہ فقہ اسلامی کے مذاہب اربعہ کی تفریق سے شریعت کے قیام میں کس درجہ دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں خصوصاً اُن ممالک میں جہاں چاروں مذاہب کے متبعین موجود ہیں۔ بلکہ خود مذہب کی کتب میں اس قدر اختلاف ہے کہ شرعی عدالتوں کا کام نہایت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب سے پہلے ترکی میں جب شرعی عدالتیں قائم

مقرر کیا۔ ایک ہزار پونڈ "انعام" دیا۔ ۵۰۰ پونڈ میرے بیوی بچوں کو مرحمت کئے۔ اور مجھے اجازت دی کہ اپنے خاندان کے ساتھ جزیرۂ کریٹ میں رہوں۔ چنانچہ یکم شوال ۱۲۹۵ھ میں میرا خاندان کریٹ پہنچ گیا۔

شام کی گورنری

لیکن دو ہی مہینے بعد مجھے فرمان شاہی ملا کہ تم شام کے گورنر مقرر کئے گئے۔ میں معاملہ کی تہ تک پہنچا ہوا تھا۔ در اصل سلطان مجھے پایۂ تخت سے دُور رکھنا چاہتے تھے۔ میں نے معذرت کی۔ بڑھاپے کا عذر پیش کیا مگر مسموع نہ ہوا اور شام جانا پڑا۔ مجھے اس منصب سے خوشی ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ مناصب کی طلب تھی۔ اب میں مناصب سے اُکتا سا گیا تھا اس لئے کہ شام میں میں اپنا جنون اصلاح پورا کر سکوں گا۔ میرا جنون، میری اصلاح پسندی ہے۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

شام میں آتے ہی میں نے محسوس کیا کہ مسلمان باشندوں میں تعلیم بالکل مفقود ہے۔ چنانچہ میں نے تعلیم کی اشاعت، تمام اصلاحات پر مقدم رکھی، اور سیکڑوں مدرسے جاری کر دیئے۔ میں نے ایک قانون بنایا کہ ۷ برس کی عمر کے بعد جو کوئی اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل نہیں کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت جلد تعلیم کی طرف باشندوں کو رغبت پیدا ہو گئی۔ اور ہزارہا بچے پڑھنے لکھنے لگے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے اس صوبے میں صرف گنتی کے چند مکتب قائم تھے اور اُن میں بھی صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔

از سر نو سازشوں کا ظہور

تعلیم کے بعد میں نے دوسری اصلاحات شروع کیں۔ مگر اچانک دار الخلافہ میں میرے خلاف از سر نو سازشوں کا ظہور ہوا۔ سلطان نے داماد محمود پاشا اور رشدی پاشا وغیرہ کو جلا وطن کر دیا جو سعی اصلاح میں میرے ہم خیال تھے۔ اور محمود ندیم پاشا اور جودت پاشا کو اپنا مشیر بنا لیا جو اصلاح اور اصلاح پسند جماعت کے سخت دشمن تھے۔ پارلیمنٹ بند کر دی۔ دستور اساسی منسوخ کر دیا۔ پھر خود میرے متعلق، آستانہ کے اخبارات نے لکھنا شروع کیا کہ میں شام میں بغاوت کی طیاری کر رہا ہوں۔ عنقریب اپنی بادشاہی کا اعلان کر دوں گا۔ میں اس کی بھی پروا نہ کرتا، لیکن شام میں میری اصلاحات کی مخالفت پایۂ تخت سے ہونے لگی۔ اب میں نے دیکھا کہ استعفا پیش کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ اپنی پیری اور ضعیفی کی بنا پر استعفی دے دیا۔ بڑی حجتوں کے بعد سلطان نے اُسے منظور کیا۔ لیکن حکومت کی خدمت سے مجھے علحدہ ہونے نہیں دیا۔ شام سے سمرنا کی گورنری پر بھیجا۔

سمرنا میں اصلاحات و ترقی

اُس وقت صوبۂ سمرنا کی حالت نہایت زبوں تھی۔ کوئی انتظام نہ تھا۔ ہر طرف لوٹ مار اور بے امنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے از سر نو حکومت قائم کی۔ مدرسے جاری کئے۔ سڑکیں بنائیں۔ ٹریم جاری کی۔ مگر دار الخلافہ میں میرے خلاف برابر سازشیں جاری تھیں۔ محمود ندیم پاشا برسر اقتدار تھا اور روس کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔

اب سلطان عبد الحمید بالکل کھل کھیلنا چاہتے تھے۔ جن جن لوگوں سے اُنھیں مخالفت کا ذرا بھی اندیشہ تھا، سب کو پایۂ تخت سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ تھے۔ اس اثنا میں معزول سلطان مراد کا جنون دُور ہو چکا تھا۔ سلطان عبد الحمید کو اندیشہ پیدا ہوا، مبادا اُنھیں دوبارہ تخت نشین کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے تمام اصلاح پسندوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔

※ مدحت پاشا کے خلاف مقدمہ

اس مقصد کے لئے سلطان عبد الحمید نے مرحوم عبد العزیز کی خودکشی کو آلۂ کار بنایا۔ عبد العزیز کی وفات، ایک سازش اور قتل کا نتیجہ قرار دی گئی۔ ایک برس تک خفیہ طیاریاں ہوتی رہیں۔ پھر اچانک داماد محمود جلال الدین پاشا، رشدی پاشا، سردار عبدی پاشا، رؤف پاشا، اور شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی جلا وطن کر دئے گئے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ انھی لوگوں نے سلطان عبد العزیز کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ تحقیقات آج تک شائع نہیں کی گئیں۔

اس اثنا میں میرے بعض دوست مجھے لکھ رہے تھے کہ عنقریب تم بھی گرفتار ہونے والے ہو۔ فوراً بھاگ جاؤ۔ نیز میرے ایک یورپین دوست نے آ کر کہا "میں ایک جہاز خاص تمھارے لئے لایا ہوں۔ فوراً یورپ چلے جاؤ۔ ورنہ گرفتار ہو جاؤ گے۔" مگر میں نے قطعی انکار کر دیا۔ میں نے کہا سلطان عبد العزیز نے خودکشی کی ہے۔ نہ میں نے اور نہ کسی اور نے اُنھیں قتل کیا ہے۔ جب میں مجرم ہی نہیں ہوں تو کیوں بھاگوں اور دشمنوں کو تہمت لگانے کا موقعہ دوں؟ میں نے ۴۰ برس سلطنت کی خدمت کی ہے۔ اب آخری وقت میں اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔ میں نے یہ کہا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ سلطان میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور جلد سے جلد میرا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے ہر روز اپنی گرفتاری کا انتظار رہتا تھا۔ چنانچہ ۱۶ ربیع کو جبکہ میں سمرنا کے دار الحکومت میں اپنے خاندان کے ساتھ سو رہا تھا، آدھی رات کے وقت مکان کا ۲ پلٹنوں نے محاصرہ کر لیا، اور مجھے قید کر کے آستانہ بھیج دیا گیا۔

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار حجاز کے قلم سے)

جدید اصلاحات

گزشتہ ہفتہ معاہدۂ جدہ پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس ہفتہ اُن جدید اصلاحات پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ تھا جو حجاز میں شروع ہو چکی ہیں۔ مگر جب لکھنے بیٹھا تو معلوم ہوا ایک مضمون میں بحث نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصلاحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ مجبوراً نہایت مختصر اشاروں پر اکتفا کروں گا۔

آپکے قارئین واقف ہیں کہ پچھلے دنوں سلطان ابن سعود بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے نجد گئے تھے۔ اُن کی عدم موجودگی میں بعض بدنظمیاں حجاز میں رونما ہو گئی تھیں۔ یہ بدنظمی ایک حد تک قدرتی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت کی عمر ابھی بہت کم ہے اور صدیوں کے اختلال و فساد کے بعد حجاز میں بہت ہی زیادہ مدبر اور بیدار حکومت کی ضرورت ہے۔ باشندوں کے مزاج بگڑے ہوئے ہیں۔ ذرا سی غفلت میں بے لگام ہو جاتے ہیں۔

مجلس تفتیش

سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو فوراً اُس کے سدّباب پر کمربستہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ایک مجلس "لجنۃ التفتیش والاصلاح" کے نام سے قائم کر دی۔ اس مجلس کی طرف میں اپنے کسی پچھلے مکتوب میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اس مجلس کا کام یہ ہے کہ حکومت کے تمام شعبوں کی جانچ پڑتال کر کے اصلاح کی تجویزیں سلطان کے سامنے پیش کرے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُن تمام تدبیروں پر بھی غور کرے جو حجاز کی ترقی و خوشحالی کا موجب بن سکتی ہیں۔ سلطان نے اس مجلس کو کافی اختیارات دئے ہیں۔ یہ مجلس جو کچھ طے کر دیتی ہے، سلطان اُسے منظور کر لیتے ہیں۔ درحقیقت تمام جدید اصلاحات کا مسودہ اسی مجلس نے بنایا ہے۔ ذیل میں بعض اہم اصلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) تعلیم۔ مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ دنیا کے دوسرے ملکوں کی طرح حجاز میں بھی تعلیم تین درجوں پر تقسیم کر دی جائے: ابتدائی، ثانوی، اعلی۔ تمام تعلیم گاہوں کے لئے عام اس سے کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، ایک ہی نصاب اور دستور العمل بنایا جائے۔ نئی کتابیں تصنیف یا ترجمہ کی جائیں اور ان میں ملک کی استعداد کا لحاظ رکھا جائے۔ ۲۲ ارکان پر مشتمل ایک مجلس "مجلس معارف" کے نام سے قائم کی جائے اور پورا محکمۂ تعلیم اُس کے سپرد کر دیا جائے۔

(۲) مجلس تفتیش نے فیصلہ کیا کہ عدالتوں کا موجودہ نظام، فاسد ہے اس میں تبدیلی کی جائے۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ مقدمات کا فیصلہ مدتوں تک نہیں ہو سکتا تھا۔ دادخواہوں کو سخت پریشانیاں اٹھانی پڑتی تھیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ باشندے اپنا نقصان گوارا کر لیتے، مگر عدالتوں کے تباہ کن پنجوں میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ مجلس نے طے کیا کہ عدالتوں کا نظام بہت سادہ کر دیا جائے۔ مقدمات کے فیصلے میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ شرعی احکام کے مطابق فوراً فیصلہ صادر ہو جائے۔ عدالت کے حکام کے غیر محدود اختیارات مقید کر دیئے جائیں۔ اُن پر باضابطہ نگرانی قائم کی جائے، تاکہ مقدمہ والوں کو اُن کی دیانت پر شبہ باقی نہ رہے۔ چھوٹی چھوٹی عدالتیں جابجا قائم کی جائیں۔ جن کا کام یہ ہو کہ معمولی مقدمات کا تصفیہ فوراً کر دیا کریں۔

(۳) ملک میں حفظان صحت کا انتظام کمل نہیں ہے۔ نئے شفاخانے کھولے جائیں۔ نئے طبی آلات مہیا کئے جائیں۔ لائق طبیبوں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

(۴) ڈاک اور پولیس کے محکموں میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

واتہ من علان دنا فی شلہ ... انا نشعت علیم

"حکومت کے عہدہ داروں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ اللہ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کریں۔ حق کے معاملے میں کسی کی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں۔ کسی کے بھی شبہ سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ملامت اور شبہ، دنیا کے حالات میں سے ہے۔ دین میں سے نہیں ہے۔ منکروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے شکوک باطل کردئے۔ اپنا دین غالب کردیا۔ منکروں کو خسران کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ یہ دارین کی سعادت کا ایک ذریعہ ہے کہ اشرار ہمیشہ اخیار کے دشمن ہوتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا رب، اللہ ہے۔ ہمارا دین، اسلام ہے۔ ہماری کتاب قرآن ہے۔ ہمارے نبی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن محض زبان کے دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا عمل چاہتا ہے: قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ" بت پرست بھی، خدا پرستی کے مدعی تھے، مگر خدانے اُنھیں قبول نہ کیا۔ منافق بھی ہم مسلمانوں ہی کے سے دعوے کرتے تھے؛ مگر خدانے فرمایا "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار"

"یہاں شرعی عدالتیں موجود ہیں۔ امر بالمعروف کی مجلسیں قائم کردی گئی ہیں۔ یہ سب کیوں ہیں؟ صرف اظہار حق کے لئے۔ تم اے عہدہ داران حکومت! اس دین کے امین ہو۔ اس بلد امین کے امین ہو۔ تم اس کے ذمہ دار ہو۔ تم اس کے خادم ہو۔ پس جو احکام، شہر کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اُن کے سب سے پہلے مخاطب تم ہو۔ وہ تم پر سب سے پہلے نافذ ہونگے۔ یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہوسکتا کہ کچھ لوگوں پر احکام جاری ہوں اور کچھ لوگ مستثنیٰ رہیں، اگرچہ مستثنیٰ رہنے والا خود ابن سعود اور اُس کا بیٹا فیصل ہی کیوں نہ ہو!

"ہم اس شہر میں کئے ہیں کیونکہ اُس سے بے حد محبت رکھتے ہیں۔ اُس کے باشندوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

"ہم اخیار سے محبت رکھتے ہیں۔ اشرار سے نفرت کرتے ہیں۔ الحمدللہ کہ دین و وطن کی برکت سے ہمیں بعض اعمال نافعہ کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ ہم نے جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر قائم کردی ہے۔ اُس کے احکام سب کے لئے یکساں طور پر واجب العمل ہیں۔ تم اے عہدہ دارو! سب زیادہ اُن احکام کے مخاطب ہو۔ کیونکہ تم ہی اُنھیں نافذ کرنے والے ہو۔ اگر تم خود اُن پر عامل نہ ہوگے، تو دوسرے بھی اُن پر عمل نہ کرینگے۔

"ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں:

(۱) اپنے اوقات میں نماز۔ ہرگز نماز جماعت سے تخلف جائز نہیں۔ الا یہ کہ عذر شرعی ہو۔

(۲) جملہ محرمات شرعیہ سے اجتناب، اشرار کی صحبت سے پرہیز۔

(۳) شرعی آداب کے مخالف امور میں غیر مسلموں کی تقلید سے احتراز۔

"مختصر یہ کہ تم پر حکومت کے احکام کی اطاعت اور پیروی لازم ہے؛ بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے تمھاری حکومت کوئی خلاف شرع حکم صادر نہیں کرتی۔

"یقین کرو میں خود سب کی تفتیش کروں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اچانک تم پر ٹوٹ پڑوں گا۔ جس کسی کو صراط مستقیم سے ہٹا ہوا دیکھوں گا اور اُس کی غلطی ثابت ہو جائے گی، پہلے اُس کا اشرکر قانون کے مطابق سزا دوں گا۔ پھر اُس شخص سے باز پرس کروں گا۔ یقین کرو سزا نہایت سخت اور بے مروت ہوگی۔ پس ہوشیار ہو جاؤ۔ میری بات کیونکہ میں تمھیں خدمت الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔

"تمام عہدہ داروں پر فرض ہے کہ احکام حکومت پر عمل کریں۔ حکومت ہمیشہ اللہ کا حکم حق اور نہی سے کرتی ہے۔ اگر ہم اللہ اور رسول کا حکم پوچھیں۔ تو ہمیں ... اطاعت کرو۔ اگر تم نہ کرو گے تو ... دہلی قوت ... [illegible]

افسانہ

نپولین پر دوسرا حملہ

یکم مئی ۱۸۰۹ء میں نپولین آسٹریا میں جنگ کر رہا تھا۔ ۲۳ اکتوبر کو جبکہ وہ اپنی فتحمند فوجوں کا معائنہ کر رہا تھا، یکایک میدان کے ایک گوشہ سے ایک خوبصورت نوجوان نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ نپولین کی طرف بڑھنے لگا۔ مارشل برتیہ کی نظر اُس پر پڑی اور اُسنے اُسے روک کر کہا:

"اگر شہنشاہ کو کوئی درخواست دینی چاہتے ہو تو مجھے دیدو، میں پیش کردوں گا" نوجوان نے جواب دیا "میں خود نپولین سے زبانی گفتگو کرنی چاہتا ہوں"

یہ کہکر نوجوان پیچھے ہٹا۔ مارشل نے خیال کیا وہ واپس جا رہا ہے۔ مگر اس کے مڑتے ہی نوجوان نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا۔ مارشل کو شک ہوا، اور اُسنے ایک افسر کو حکم دیا کہ اُسے گرفتار کرکے لیجائے۔ یہ واقعہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ سب فوج کی قواعد کے تماشہ میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر بعد افسر نے واپس آکر مارشل کو خبر دی کہ نوجوان کی جیب میں خنجر نکلا ہے جو ایک سفید کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔

جنگی قواعد ختم ہونے کے بعد مارشل نوجوان کو دیکھنے گیا۔ دیکھا کہ وہ چارپائی پر پڑا ہے۔ اُس کے سامنے ایک عورت کی تصویر، نوٹ بک، اور چند سکے رکھے ہیں۔

مارشل نے سوال کیا:

"تمھارا کیا نام ہے؟"

"صرف نپولین کو بتاؤں گا"

"تم اس خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"نپولین کو بتاؤں گا"

"شہنشاہ کی جان لینا چاہتے تھے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"نپولین کو جواب دوں گا"

چند منٹ بعد نپولین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ اُسنے نوجوان کو اپنے سامنے طلب کیا۔ نوجوان کی مشکیں کسی تھیں۔ نپولین کے سامنے پہونچکر وہ ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا۔

نپولین: "تم فرنچ جانتے ہو؟"

نوجوان: "بہت کم"

"نام؟"

"فرڈریک سٹابس"

"وطن؟"

"جرمنی"

"باپ کا پیشہ؟"

"پروٹسٹنٹ پادری"

"تمھاری عمر؟"

"اٹھارہ برس"

"خنجر سے کیا کرنا چاہتے تھے؟"

"آپکو قتل!"

"تو دیوانہ ہے؟"

"ہرگز نہیں"

"بیمار ہے؟"

"نہایت تندرست ہوں"

"مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے تھے؟"

"کیونکہ تم نے میرے وطن کو بدبخت بنا دیا ہے!"

"کیا میں نے تیرے ساتھ بھی کچھ بُرائی کی ہے؟"

"ہاں میرے ساتھ بھی اور ہر جرمن کے ساتھ بھی"

"تجھے اس جرم کے لئے کس نے بھیجا ہے؟"

"کسی نے بھی نہیں۔ میں خود اپنے اس اعتقاد سے آیا ہوں کہ تمھیں قتل کرکے اپنے وطن اور تمام یورپ کو تمھارے شر سے نجات دیدونگا!"

"آج سے پہلے بھی تو نے مجھے دیکھا تھا؟"

"ہاں، ارفورٹ میں"

"اُسوقت بھی میرے قتل کا ارادہ تھا؟"

"ہرگز نہیں، میں سمجھتا تھا تم پھر کبھی جرمنی پر اعلان جنگ نہ کروگے، اُسوقت میں تم سے محبت کرتا تھا"

"یہاں وائنا میں کتنے دن سے ہو؟"

"دس دن سے"

"اتنے دن کیوں خاموش رہے؟"

"آج سے پہلے کوئی مناسب موقع نہیں ملا"

"میں پھر پوچھتا ہوں دیوانہ ہو یا بیمار؟"

"دونوں میں سے کوئی بھی نہیں"

"میں" کوروفیزار کو بلواتا ہوں"

"یہ کون شخص ہے؟"

"ڈاکٹر"

"لیکن مجھے ڈاکٹر کی مطلق ضرورت نہیں"

تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر آیا اور نبض دیکھی۔ نوجوان نے کہا:

"کیوں ڈاکٹر! میں بالکل تندرست نہیں ہوں؟"

ڈاکٹر نے نپولین سے عرض کیا:

"یہ بالکل تندرست ہے" نوجوان نے خوش ہوکر نپولین سے کہا

تھیں اور فقہ حنفی پر فیصلہ صادر کرتی تھیں تو انھیں سخت دشواریاں پیش آتی تھیں۔ یہی دشواریاں دیکھ کر ترکوں نے ایک مجلہ یا قانون نامہ، فقہ حنفی سے مرتب کیا تھا اور ترکی عدالتیں اُسپر عمل کرتی تھیں

حجاز میں چاروں مذاہب کے پیرو موجود ہیں۔ مالکیوں اور شافعیوں کی اکثریت ہے۔ موسم حج میں تو تین چار مہینے کے لئے ہر ملک و مذہب کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حجاز میں کسی ایک فقہی مذہب کو معتبر قرار دینا اور باقی کو پس پشت ڈال دینا، صریح ناانصافی ہوگی۔ لہذا سلطان ابن سعود نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاز کی شرعی عدالتیں کسی ایک مذہب کی مقید نہ ہوں بلکہ بیک وقت چاروں مذاہب پر حسب حالت فریقین عمل کریں۔ چونکہ تمام اہل سنت و جماعت مسلمان، چاروں مذاہب فقہ کی بنیاد دینی حق تسلیم کرتے ہیں، اس لئے سلطان نے طے کیا کہ مذاہب اربعہ کے زیادہ سے زیادہ مستند اور ضروریات زمانہ کے مطابق احکام لے لئے جائیں اور اُنہی کی بنا پر عدالتیں فیصلہ کریں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایسے علمار و قضاۃ کا ملنا مشکل ہے جو بیک وقت چاروں مذاہب کے ماہر ہوں، لہذا سلطان نے طے کیا کہ ایک مجلہ یا قانون نامہ مرتب کیا جائے اور اُس میں مذاہب اربعہ کے متفق علیہ احکام اور زیادہ سے زیادہ مستند اور وقت کے مناسب احکام جمع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سلطان عنقریب مذاہب اربعہ کے مشہور علمار کی ایک مجلس مرتب کرنے والے ہیں۔ یہی مجلس یہ مجلہ طیار کرے گی۔

حفظان صحت

سلطان نے حفظان صحت کے انتظامات بھی شروع کر دیئے ہیں۔ متعدد مصری و شامی ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ جدہ میں ایک طبی مرکز قائم کرنے کی منظوری صادر کر دی ہے۔ یہ طبی مرکز جدید ترین صحی اسلوب پر قائم ہوگا۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ متعدد حجازی نوجوان یورپ بھیجے گئے ہیں تاکہ طبی علوم کی تکمیل کریں۔ حجاز کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ اُس کے نوجوان تعلیم کے لئے باہر بھیجے جا رہے ہیں۔

جدید سڑکیں

جدہ اور مکہ کے درمیان پرانی سڑک کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس راستے میں جابجا دُور دُور تک ریت پھیلی ہوئی تھی اور حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ سلطان نے اُس کی مرمت جاری کر دی ہے۔ پوری سڑک پر پتھر کوٹا جا رہا ہے۔ آئندہ موسم حج میں حاجی یہ سڑک بالکل طیار پائیں گے اور بہت آرام حاصل کرینگے۔

مکہ اور طائف کے مابین بھی ایک سڑک بنائی گئی ہے۔ اس پر موٹر چلنے لگے ہیں۔ طائف، مکہ کے لئے روح کا حکم رکھتا ہے۔ سبزیاں، ترکاریاں، میوے، مکہ میں طائف ہی سے آتے ہیں۔ اب سے پہلے دونوں شہروں کے مابین سفر ۳ دن میں ختم ہوتا تھا۔ اب صرف ۴ گھنٹے میں طے کیا جاتا ہے۔ طائف کی آب و ہوا نہایت عمدہ ہے۔ مناظر ایسے ہیں کہ حجاز کا سوئٹزرلینڈ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اب تک اُس کی آبادی و ترقی کا کوئی سامان نہ تھا۔ سلطان اُسے آباد کرنا چاہتے ہیں۔ طائف، حجاز کا قدرتی طور پر گرائی پایۂ تخت ہے۔ سلطان نے اپنا خاندان طائف بھیجدیا ہے، تاکہ مکہ کے دوسرے باشندوں کو بھی ترغیب ہو اور وہ گرمی میں وہاں جا کر رہا کریں۔

ینبع اور مدینہ کے مابین بھی سڑک بن رہی ہے۔

حرم میں اصلاحات

حرم کعبہ میں دو قسم کی اصلاحات شروع ہو گئی ہیں: تعمیری اصلاحات اور انتظامی اصلاحات۔

تعمیری اصلاحات کے سلسلہ میں تین امور اہم ہیں:

(۱) حرم کا موجودہ رقبہ، حجاج بیت اللہ کے لئے ناکافی ہے۔ لہذا اطراف حرم کے بعض مکان، حکومت نے خرید لئے ہیں تاکہ مسجد زیادہ وسیع کر دی جائے۔ یہ توسیع "باب زیادہ" کی طرف سے عمل میں آئیگی

(۲) حرم کے گرد مکانوں کا ایسا سلسلہ قائم ہے کہ بیت اللہ کی رونق و عظمت پوری طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ لہذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ بتدریج اطراف کے مکان خرید کرکے منہدم کر دیئے جائیں۔

(۳) مسجد حرام کے صحن پر کوئی چھت نہیں ہے صرف اطراف کے دالان ہیں، لیکن وہ بھی دھوپ کی مداخلت سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ دھوپ کی شدت سے بہت آدمی بیمار ہو جاتے تھے۔ اب سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ چاروں طرف دالانوں کے سامنے پتلے پتلے آہنی ستون کھڑے کئے جائیں اور ان پر ۴۰ میٹر لمبا شامیانہ نصب کر دیا جائے۔ یہ شامیانہ دن میں تان دیا جائے گا اور رات کو اُٹھا دیا جائے گا تاکہ ہوا بند نہ ہو۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کم سے کم ۲۰ ہزار آدمی بیک وقت سایہ میں بیٹھ سکینگے!

(۴) حرم کے صحن میں سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ اس سے حرم میں گرمی زیادہ رہتی ہے اور پوری طرح صفائی بھی نہیں ہو سکتی۔ سلطان نے فیصلہ کیا ہے کہ سنگ ریزے اُٹھا دیئے جائیں اور تمام فرش پر سیمنٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ سیمنٹ بچھانے کی مشین آگئی ہے۔

انتظامی اصلاحات بھی بہت ہیں۔ صرف بعض کا ذکر کرتا ہوں:

(۱) اب تک کعبہ کے اندر داخل ہونے کے لئے حاجیوں کو روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ناجائز قرار دیا گیا۔ تمام حاجی ایک پیسہ بھی ادا کئے بغیر بیت اللہ میں داخل ہونگے۔

(۲) موجودہ اغوات کی (خواجہ سرا جو حرم کعبہ کی خدمت پر مامور ہیں) تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں کمی کر دی جائے گی۔

(۳) حرم میں نماز کے لئے ۱۰ امام کافی ہیں۔ باقی موقوف کر دیئے جائیں گے۔

(۴) علمار سے فتویٰ طلب کیا جائے گا کہ امامت کی اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) حرم میں صفائی کا انتظام ناکافی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فراشوں کی تنخواہ بہت کم ہے۔ اُن کی تنخواہ میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۶) کلیدبرداروں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اُن میں کمی کی جائے گی۔

(۷) حرم میں کُل ۲۸ دروازے ہیں۔ ۴ دروازے، اطراف کے مکان والوں کے ہیں۔ ان لوگوں کو تنبیہ کیا جاتا ہے کہ اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں تاکہ یہ دروازے عام گزرگاہ نہ بن جائیں کیونکہ حرم بیت اللہ، عبادت کا مقام ہے نہ کہ شارع عام۔ باقی ۲۴ دروازوں میں ہر ایک کے واسطے دو دو دربان مقرر کئے جائیں گے تاکہ انتظام قائم رکھیں۔

(۸) شرعاً مسجد میں سونا جائز نہیں، الا اُن پردیسیوں کے جو کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ لیکن مکہ میں ہر آنے والا یہی عذر پیش کر سکتا ہے۔ لہذا حرم میں سونا قطعی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ صرف اعتکاف کرنے والے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۹) حرم کی نگرانی کے لئے ۴ مفتش مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ حرم کے جملہ انتظامات کی نگرانی کرینگے۔

(۱۰) ایک مجلس "مجلس ادارۃ الحرم" کے نام سے قائم ہوگی۔ وہی حرم کے انتظامات کی ذمہ دار ہوگی۔

چاہ زمزم

چاہ زمزم کی موجودہ صورت یہ ہے کہ کھلا ہوا ہے۔ ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے۔ پانی نکالنے والوں اور پینے والوں کی دھوون اُسی میں گرتی رہتی ہے۔ پھر سب حاجیوں کو حسب مرضی پانی بھی نہیں ملتا۔ عام طور پر اُنھیں پانی کے لئے اُجرت دینا پڑتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کے سدباب کے لئے سلطان نے طے کیا کہ کنواں اوپر سے ڈھک دیا جائے۔ زمزم کی پیمائش سے معلوم ہوا کہ اُس کی گہرائی ۳۰ میٹر ہے۔ ۲۰ میٹر میں پانی ہے، باقی دس میٹر اُس کی دیوار ہے۔ ہندسی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ اگر پانی نکالنے کا معقول انتظام کیا جائے تو اس سے کئی گنا زیادہ پانی کنواں دے سکتا ہے، حتیٰ کہ پورا شہر اُس سے سیراب ہو سکتا ہے۔ لہذا طے پایا کہ پانی نکالنے کی جدید ترین مشین نصب کی جائے۔ حرم کے چاروں طرف نل پھیلا دیئے جائیں اور اُن میں پانی جاری کر دیا جائے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حاجی بغیر کسی زحمت کے جس وقت چاہیں گے زمزم کا پانی پی سکیں گے۔

جدید کنوئیں

مکہ، منیٰ، عرفات، بحرہ وغیرہ میں جدید قسم کے کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ وادی لیمان، شہدار، اور منیٰ میں کام شروع بھی ہو چکا ہے۔ لیکن صرف ان کنووں سے پانی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا بڑے بڑے حوضوں کی بھی ضرورت ہے۔ چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ برسات اور پہاڑی سیلاب کا پانی محفوظ کر دینے کے لئے حوض بھی بنائے جائیں

نہر زبیدہ

چونکہ نہر زبیدہ مکہ معظمہ میں میٹھے پانی کا تنہا منبع ہے۔ لہذا اُس کی حفاظت و ترقی کے لئے سلطان نے خاص توجہ کی ہے۔ یہ نہر جابجا سے کھلی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ بعض مقامات میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ میٹر تک کھلی ہے۔ اس کا بند کرنا بھی مشکل ہے۔ کیونکہ باشندے پیاس سے مر جائیں گے۔ مگر اس کے کھلے رہنے سے یہ شدید نقصان ہے کہ لوگ اس میں میلے کپڑے دھوتے اور نہاتے ہیں۔ اُن کی نگرانی ناممکن ہے۔ لہذا طے پایا کہ عرفات میں ایک بہت بڑا تالاب بنایا جائے۔ نہر کا تمام پانی جدید ترین صحی اصول پر اُس میں صاف کیا جائے، اور صاف ہونے کے بعد آگے بڑھے۔ اس تدبیر کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مکہ کے باشندوں اور حاجیوں کو آدھی بیماریوں سے نجات مل جائیگی جو سراسر اسی نہر کا پانی پینے سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔

سایہ کا انتظام

طے پایا کہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، مکہ اور جدہ کے مابین حاجیوں کے واسطے بڑے بڑے ایوان تعمیر کئے جائیں تاکہ وہ اُنکے نیچے دھوپ سے پناہ حاصل کر سکیں۔ ہر موسم حج میں دیکھا جاتا ہے کہ سیکڑوں حاجی دھوپ کی تپش سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس نئے انتظام سے یہ مصیبت بڑی حد تک دُور ہو جائیگی۔

سلطان کی ایک تقریر

گزشتہ ہفتے سلطان نے اپنی حکومت کے تمام عہدہ داروں کو جمع کیا اور اُن کے سامنے ایک طویل تقریر کی۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"آپ جانتے ہیں سب سے افضل عمل، کلمۂ حق کا اعلان ہے۔ سب سے بدترین عمل، حق کا اخفا ہے۔ ہماری مجلسیں ہمیشہ کلمۂ حق کے اظہار، حکام و علما کی نصیحت و ہدایت کے لئے ہونی چاہئیں۔

"ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن مضبوط قدموں سے۔ ترقی میں ہمارے خیالات، ہمارے معتقدات، ہماری آرزوئیں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کے ساتھ ہونی چاہئیں۔ دُنیا کا جو کام ہمارے دین کے مطابق ہوگا اُسے کریں گے، جو مخالف ہوگا، اُس سے باز رہیں گے۔

"حکومت کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ حق بات بیان کریں لیکن صرف قول و بیان کافی نہیں ہے۔ عمل بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم [illegible]

احرارِ اسلام

اوائل عہدِ اموی کی اسلامی ذہنیت

ایک بڑھیا خلیفہ کے دربار میں

سودہ بنت عمارہ

سودہ بنت عمارہ حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں تھی جنگ صفین میں اُس کے پُرجوش خطبوں اور رجزیہ شعروں نے شامیوں پر عرصۂ کارزار تنگ کردیا تھا۔ اُس کے بھائی نے نہایت پامردی سے شامی شجاعوں کو شکست دی تھی۔

جب امیر معاویہؓ تخت سلطنت پر متمکن ہوگئے، تو ایک دن یہ اپنے قبیلہ کی شکایت لے کر دربار میں پہنچی۔ جو گفتگو اس میں اور امیر معاویہ میں ہوئی، تاریخ اسلام کے اوراق نے محفوظ کرلی ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ خلافت راشدہ کا عہد حریت ختم ہوچکا تھا، اور امیر معاویہؓ کی ایرانی شہنشاہیت کے جاہ و جلال سے تخت خلافت کو روشناس کرچکے تھے۔ پھر بھی اسلام کی پیدا کی ہوئی روح حریت کا یہ حال تھا کہ قبائل کی ایک معمولی بڑھیا عورت دربار شاہی میں آتی تھی، اور بغیر کسی جھجک کے سخت سے سخت مخالفانہ خیالات ظاہر کردیتی تھی!

امیر کی نظر جب سودہ پر پڑی، تو بے اختیار بول اُٹھے "کیا تم ہی وہ سودہ ہو جو صفین کی لڑائی میں میری جماعت کے خلاف نہایت جوش و خروش سے یہ اشعار سنا رہی تھیں؟"

شمر کفعل ابیک یا ابن عمارۃ … یوم الطعان و ملتقی الاقران

اے فرزند عمارہ! نبرد آزمائی اور جنگ جوئی میں اپنے باپ کے سے کارنامے کر دکھا!

وانصر علیاً والحسین و رھطہ … واقصد لہند و ابنھا بھوان

علی کی، حسین کی، اور اُنکے خاندان کی حمایت کر۔ ہند اور اُس کے بیٹے کو خوار کردے۔

ان الامام اخو النبی محمد … علم الھدیٰ و منارۃ الایمان!

امام (یعنی حضرت علی) محمد صلعم کے بھائی ہیں، ہدایت کا نشان اور ایمان کا منارہ ہیں!

فقد الحتوف و سر امام لوائہ … قدما بابیض صارم و سنان!

اُسے خطروں سے بچا۔ اُس کے جھنڈے کے آگے شمشیر آبدار اور نیزہ لے کر پیشقدمی کر!

"ہاں، قسم خدا کی" سودہ نے فوراً جواب دیا "میرا جیسا آدمی نہ حق سے منہ پھیر سکتا ہے نہ جھوٹ بول کر معذرت کرسکتا ہے۔ وہ میں ہی تھی۔"

"تمہارے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" امیر معاویہ نے سوال کیا۔

"علی علیہ السلام کی محبت اور اتباع حق کی وجہ سے" سودہ کا جواب تھا!

"لیکن علیؓ نے تمھیں کیا بدلہ دیا؟" امیر نے پھر سوال کیا۔

"پچھلی باتوں کے تذکرہ سے کیا فائدہ؟" سودہ نے جواب دیا۔

"ہیہات!" امیر معاویہ نے کہا "تمھارے بھائی کا معاملہ بھلایا نہیں جاسکتا۔ مجھے کسی سے بھی اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی تمھارے بھائی اور تمھاری قوم سے پہنچی ہے"

"سچ ہے" سودہ نے جرأت سے کہا "میرا بھائی حقیر آدمی نہ تھا کہ بھلا دیا جاسکے۔ واللہ وہ ویسا ہی تھا جیسا خنساء نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے:

وان صخراً لتأتم الھداۃ بہ … کانہ علم فی رأسہ نار

صخر وہ ہے جس کی پیروی رہبر کرتے ہیں۔ گویا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ روشن ہے!

"سچ ہے۔ تیرا بھائی ایسا ہی تھا،" امیر نے تصدیق کی "اچھا، کہو میرے پاس کیوں آئیں؟"

"تم اب آدمیوں کے سردار اور اُن کے معاملات انجام دینے والے بن گئے ہو" سودہ نے کہا "خدا تم سے ہماری بابت اور ہمارے حقوق کی بابت سوال کرے گا۔ تمھاری طرف سے ہمارے یہاں ایسے حکام آتے رہتے ہیں، جو تمھاری شوکت پر گھمنڈ کرتے، اور تمھاری قوت سے جبّاری کرتے ہیں۔ یہ ہمیں اس طرح کاٹ رہے ہیں، جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے، یہ ہمیں ذلیل کرتے ہیں، ہم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔ تمھارا والی بسر بن ارطاۃ تمھاری طرف سے آیا اور میرے آدمی مار ڈالے، میرا مال چھین لیا، اور مجھے ایک ایسی بات کہنے پر مجبور کرنا چاہا جو میرے منہ سے نکلنا ناممکن ہے (یعنی حضرت علی علیہ السلام سے اظہار بیزاری) اگر اطاعت واجب ہوتی تو ہمارے اندر بھی قوت و استعداد تھی۔ بہر حال اُسے معزول کردو اور ہمارے شکریہ کے مستحق بنو، ورنہ پھر ہم تمھیں دکھا دینگے۔"

"تو مجھے دھمکاتی ہے!" امیر نے کہا "میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تجھے سرکش اونٹ پر بٹھا کر بسر بن ارطاۃ کے پاس بھیجدوں تاکہ جو سزا چاہے، دے دے۔"

سودہ نے سر جھکالیا۔ پھر سر اُٹھایا اور یہ شعر پڑھے:

صلی الالہ علی جسم تضمنہ … قبر فاصبح فیہ العدل مدفونا

خدا کی رحمت اُس جسم پر، جسے قبر نے چھپا لیا ہے، اور عدل اُسی میں مدفون پڑا ہے۔

قد حالف الحق لا یبغی بہ بدلا … فصار بالحق والایمان مقرونا

وہ ہمیشہ حق کے ساتھ تھا، اُسے کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔ اُس کا نام حق و ایمان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے جُڑ گیا ہے!

"یہ کون ہے؟" امیر نے انجان بن کر سوال کیا۔

"علی بن ابی طالب علیہ السلام" سودہ کا برجستہ جواب تھا۔

"اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا کہ تیری نظر میں ایسا بن گیا؟" امیر نے پوچھا۔

"اُنھوں نے ہم سے صدقہ وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا" سودہ نے کہا "میرے اور اس شخص کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ میں اُس کی شکایت لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اُسوقت نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی نماز چھوڑ دی، اور بڑے ہی لطف اور نرمی سے میرا حال پوچھا۔ میں نے تمام واقعہ بیان کردیا۔ آپ سنتے ہی رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا "خدایا! تو مجھ پر اور میرے عمال پر گواہ ہے۔ میں نے اُنھیں تیری مخلوق پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا" اس کے بعد اپنی جیب سے ایک کھال کا ٹکڑا نکالا اور اُس پر لکھا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قد جاءتکم بینۃ من ربکم فاوفوا الکیل والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم، ولا تعثوا فی الارض مفسدین بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین، وما انا علیکم بحفیظ۔ اذا قرأت کتابی فاحتفظ بما فی یدیک من عملنا حتی یقدم علیک من یقبضہ منک، والسلام"

(تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس روشنی آچکی ہے۔ لہذا ناپ تول ٹھیک ٹھیک کرو۔ لوگوں کا حق نہ مارو۔ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اللہ کا بقیہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں تم پر محافظ نہیں ہوں۔ میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہمارا کام ہو اُسے محفوظ رکھ۔ یہاں تک کہ وہ شخص پہنچ جائے جو تجھ سے وہ سب وصول کرلے۔ یعنی اُس حاکم کو معزول کردیا۔)

"میں نے امیر المومنین کے ہاتھ سے خط لے لیا۔ واللہ آپ نے اُس پر نہ تو کوئی مُہر لگائی، نہ اُسے بند ہی کیا۔ میں نے خود ہی آنکھوں سے اُسے حرف حرف پڑھ لیا"

"ابن ابی طالب نے تمھیں حکام پر جَری بنا دیا ہے" امیر معاویہ نے کہا "بہت دیر میں یہ جرأت تم سے دُور ہوگی"

پھر حکم دیا کہ سودہ کا مال واپس کردیا جائے اور اُس سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

"یہ حکم میرے لئے خاص ہے یا میری پُوری قوم کے لئے"؟ سودہ نے سوال کیا۔

"تجھے دوسروں سے کیا سروکار؟" امیر معاویہ نے کہا۔

"تو واللہ یہ کمینگی اور بدکاری ہے" سودہ نے کہا "اگر عدل عام نہیں تو میں اُسے نہیں قبول کرتی"

مجبوراً امیر معاویہ نے حکم دیا کہ اُس کے پُورے قبیلے کی بابت فرمان لکھ دیا جائے۔ (عقد الفرید و بلاغات النساء)

حیرت انگیز رعایت
پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصولڈاک اور پیکنگ بھی معاف
آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے
قابل گولڈن رسٹ واچ
ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ
مشہور عالم فیشن ایبل جرمن ٹائم پیس

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیہ و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزے

اس سلسلہ میں ہم نے اعامین کي ان نادر و اعلیٰ درجہ کي بلند پایہ عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ڈھائي روپیہ -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي ہے - بلا جلد ڈھائي روپیہ' مجلد سوا تین روپیہ -

اصحاب صفہ — انکي تعداد' ذریعہ معاش' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضا مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیہ -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمي' اسلامي' سہ ماہي رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو' عربي' فارسي' انگریزي' اور دوسري زبانوں کي تمام اہم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات' لطائف افسانے' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - في پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیہ پیشگي -

منیجر الہلال' بک ایجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال ہي وہ رسالہ ہے جو اپني تمام ظاہري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الہلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاہتا تھا' اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادواق کا مجموعہ تھا - اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب' مذہب' سیاست' ادبیات' علوم و فنون' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اُسکا ہر باب اپني مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کي ظاہري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجہ سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي' مذہبي' سیاسي' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیہ میں حیدرآباد سے خریدي ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا' ہم نے کوشش کي کہ شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي ہیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي ہو اُنہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل ہوگي ہیں - ہم اِس اعلان کے ذریعہ شائقین علم و ادب کو آخري موقعہ دیتے ہیں کہ اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں' چونکہ جلدوں کي ایک بہت ہي محدود تعداد مرتب ہوسکي ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کي تعمیل ہوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس بہ ترتیب حروف تہجي لگادي گئي ہے -

الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیہ الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیہ

„ „ „ پنجم ۱۰ روپیہ „ „ چہارم ۱۰ روپیہ

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبہ الہلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیہ

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت في پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البلاغ پریس"

جلد ۱

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما:

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکهنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیداوار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کاروبار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹهیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708,

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکهنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجهٔ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکهیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۰ | کلکتہ : جمعہ ۸ ۔ جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 4, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔ طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔ پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الہلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی ۔ ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۵۰ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۳۵	اردو حروف کی حق مین ۔	۴۲۸
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۵۵۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آیندہ اس بارے مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الہلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالی گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	-	-	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	-	-	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہی	-	-	سات روپیہ
قیمت فی پرچہ	-	-	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر "منیجر الہلال" کے نام سے کی جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر "ایڈیٹر" کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداری لکھیے جسکی اطلاع آپکو وصول قیمت کی رسید میں دیدی گئی ہے -

(۵) اگر کسی صاحب کے پاس کوئی پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامی ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) منی آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتری مراسلہ (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اُس نے مذهبي انبساط ' بہادرانہ جوش ' اور متوسط طبقے کي بلند خيالي ' خود بيں تخمينۂ و شمار کے آب سرد ميں غرق کردي - اسنے ذاتي جوهر کو مول تول اور لين دين کي ايک جنس بنا ديا - اور تمام بيش قيمت آزاديوں کو پس پشت ڈالکر " آزاد تجارت " کی صرف ايک نامعقول آزادي قائم کردي !

الغرض اسنے کمزوروں کے اُس قديم خود غرضانہ استعمال کي جگہ جسپر مذهب و سياست کي دلفريبيوں کا نقاب پڑا هوا تھا ' ايک نيا برهنہ ' وحشيانہ ' بے شرم ' اور کھرا خود غرضانہ استعمال ايجاد کرديا -

سرمايہ دار طبقے نے اُن تمام پيشوں کي خوبياں مليامیت کرديں جو پہلے عزت کي نظر سے ديکھے جاتے تھے - اُسنے ڈاکٹر ' وکيل ' پروهت ' شاعر ' فلسفي ' غرضکہ سب کو محض ايک اجرتي مزدور بنا کے چھوڑ ديا !

سرمايہ دار طبقہ نے خانداني رشتے سے محبت و جذبات کے تمام عناصر بھي نکال پھينکے ' اور اُنکي جگہ ايک خالص مالي لين دين کا رشتہ قائم کرديا !

سرمايہ دار طبقہ نے بتا ديا کہ وحشيانہ اظہار طاقت ' جسے قرون وسطی کے رجعت پسند اِس قدر سراهتے تھے ' کامل سہولت کے ساتھہ اپنے عہد ميں کس درجہ کاميابي حاصل کرسکتا ھے -

يہ طبقہ ' سب سے پہلا طبقہ تھا جسنے ثابت کردکھايا کہ انسان کي سرگرمي کيا کچھہ کرسکتي ھے - اسنے مصري اهرام ' رومن نہروں ' اور گوتھک خانقاهوں سے بالکل مختلف قسم کے عجائبات پيدا کئے ' اور قديم هجرتوں اور مذهبي جہادوں سے بالکل مختلف قسم کي مہميں جاري کيں -

تمام سابق صنعتي طبقوں کے وجود کي اولين شرط يہ تھي کہ پيداوار کے اگلے طريقے برقرار رهيں - ليکن سرمايہ دار طبقہ کي زندگي ناممکن ھے جب تک کہ آلات پيداوار ' طريق پيداوار ' اور تمام اجتماعي رشتوں ميں برابر انقلاب نہ هوتا رهے - چنانچہ طريق پيداوار کا مسلسل انقلاب ' اجتماعي نظام کي پيہم برهمي ' دائمي بے چيني ' اور کبھي نہ ختم هونے والي بے اطميناني ' يہي وہ چيزيں هيں جو سرمايہ دار عہد کو تمام ديگر زمانوں سے امتياز ديتي هيں -

تمام جچے تُلے اور مضبوط معاشرتي رشتے مع اپنے هم آهنگ مقرر و محترم عقائد و خيالات کے فنا کرديے گئے هيں اور ان کي جگہ جو رشتے اور خيالات رائج کئے گيے هيں قبل اس کے کہ جمکيں ' پرانے هوچکے هيں - جو کچھہ بھي ٹھوس اور مقبول تھا ' مٹ چکا ھے - جو کچھہ بھي مقدس تھا ' ناپاک کرديا گيا ھے - اور اب انجام کار انسان مجبور هوگيا ھے کہ اپنے حالات زندگي اور حقيقي معاشرتي تعلقات ' کھلي آنکھوں سے ديکھے .

تمام کرۂ ارضي کے سرمايہ داروں کو اپني پيداوار کے ليے ايک برابر بڑھتے رهنے والے بازار کي ضرورت ' ديوانہ کيے هوئے ھے - انهيں هر جگہ اپنا آشيانہ بنانا ' هر مقام پر ڈيرہ ڈالنا ' چپہ چپہ سے ناتا جوڑنا ضروري ھے -

سرمايہ دار طبقہ نے عالمگير بازار غصب کرکے تمام ممالک کي درآمد و برآمد قومي اور ملکي قيود سے آزاد کردي ھے - رجعت پسندوں کي اميدوں کے برخلاف صنعت و حرفت کے نيچے سے اُس کي بنياديں نکال کر پھينک دي هيں - قديم اور مروج صنعتيں برباد کي جا چکي هيں ' اور جو باقي هيں برابر برباد کي جارهي هيں - ان کي جگہ نئي صنعتيں رائج کي جارهي هيں کہ جن کا رواج تمام مہذب اقوام کے ليے ايک نہايت هي اهم اور قابل غور مسئلہ ھے ' کيونکہ ان صنعتوں کي حالت يہ ھے کہ صرف يہ اپنے هي ملک کي خام پيداوار استعمال ميں نہيں لاتيں ' بلکہ دور دراز علاقوں کي بھي خام پيداوار چاهتي هيں ' نيز انکي کثرت کي وجہ سے اُن کي کھپت صرف انکے هي علاقے ميں نہيں بلکہ دنيا کے گوشہ گوشہ ميں هوني چاهيے -

پراني ضروريات کي جگہ جو ملکي پيداوار سے رفع هوجاني تھيں ' نئي ضروريات پيدا هوگئي هيں جو اپنے رفع هونے کے ليے دور دراز ممالک کی پيداوار کا بھي مطالبہ کرتي هيں -

يہ حال صرف مادي پيداوار هي کا نہيں ' بلکہ ذهني پيداوار کا بھي ھے - ايک قوم کي دماغي پيداوار ' تمام قوموں کي عام ملکيت بن گئي ھے - محدود تخيل اور بے تعلقي روز بروز ناممکن هوتي جاتي ھے ' اور قومي و مقامي ادبيات سے ايک عالمگير ارضي علم ادب پيدا هو رها ھے -

سرمايہ دار طبقہ ' آلات پيداوار کي تيز ترقي اور مواصلات کي مسلسل آسانيوں کے ذريعہ وحشي سے وحشي اقوام کو بھي تہذيب کي طرف کھينچ رها ھے - سامان تجارت کي ارزاني هي وہ بھاري توپ ھے جس کے زور سے نہايت سرکش قوموں کو بھي اطاعت پر مجبور کرديا گيا ھے - تمام اقوام کو موت کي دهمکي دي جارهي ھے کہ سرمايہ دارانہ طريق پيداوار اختيار کرليں ' اور نام نہاد تہذيب قبول کرکے مہذب بن جائيں -

سرمايہ دار طبقہ نے ديہات کو شہر کا تابع بنا ديا ھے - بکثرت نئے شہر پيدا کردیے هيں - ديہات کے مقابلہ ميں قصبات کي آبادي ميں حيرت انگيز اضافہ هوگيا ھے - اور اُس طرح دنيا کي بہت بڑي آبادي کو ديہاتي زندگي کي سادگيوں سے محروم کرديا ھے -

اُس نے جس طرح ديہات کو شہر کا محتاج بنايا ھے ' ٹھيک اُسي طرح وحشي اور نيم وحشي ممالک کو مہذب ممالک کا دست نگر بھي بنا ديا ھے - کاشتکار قوموں کو سرمايہ داروں کا اور مشرق کو مغرب کا محتاج بنا ديا ھے -

سرمايہ دار طبقہ ذرائع پيدا وار ' ملکيت ' اور آبادي کي وسعت پر برابر قابو حاصل کرتا جاتا ھے - اُس نے آبادي گنجان کردي ھے - ذرائع پيداوار ميں مرکزيت پيدا کردي ھے - اور ملکيت کو سميٹ کر صرف چند هاتھوں کے اندر محدود کرديا ھے -

اِس صورت حال کا لازمي نتيجہ ' سياسي مرکزيت تھي جو سرمايہ دار طبقہ کے هاتھوں وجود ميں آچکي ھے ' آزاد اور نيم آزاد اقوام جن کے مصالح ' قوانين ' حکومت ' اور رسم و رواج جدا جدا تھے ' کھينچ تان کے ايک قوم بنا دي گئي هيں ' ايسي قوم جس کي حکومت ' ضابطۂ قانون ' اجتماعي مصالح ' اور رسم و رواج ' سب ايک هيں -

سرمايہ دار طبقہ نے اپنے صد سالہ جماعتي عہد حکومت ميں ايسي عظيم الشان بار آور قوتيں پيدا کردي هيں جنهيں تمام پچھلي نسليں بھي پيدا نہ کرسکي تھيں - اُسنے قدرت کي طاقتوں پر قبضہ کيا ' علم آلات اور کيميا کا صنعت و زراعت ميں استعمال کيا ' دخاني جہاز ' ريلوے ' اور تار برقي کے سلسلے جاري کيے ' زراعت کے ليے تمام براعظموں کي صفائي کي ' درياؤں کي نہر بندي کي ' اور زمين کے تمام خزانے اُلٹ ڈالے - بھلا کسي

مطبوعات جدیده

" کمیونیزم " اور اُسکے مقاصد

جرمني کے کمیونسٹ مرکز اشاعت نے حال میں ایک نیا سلسلهٔ مطبوعات " کمیونیزم " کے اصول و مبادیات پر شائع کرنا شروع کیا ھے جسکي دو جلدیں اِس وقت تک شائع ھوچکي ھیں - پہلي جلد میں زیادہ تر مشہور کمیونسٹ رھنما ' کارل مارکس کے منتخب مضامین ھیں ' اور ابتدا میں اُسکي مفصل سوانح حیات بھي شامل کردي ھے -

روس کے آخري انقلاب کے بعد سے کمیونیزم دنیا کي ایک زندہ اور عامل حقیقت ھوگئي ھے ' اور ھر ملک کیلیے ضروري ھوگیا ھے که نه صرف سیاسي حیثیت سے ' بلکه علمي حیثیت سے بھي اسکے اصول و مبادیات کا مطالعه کرے ' اور نقد و بصیرت کے ساتھه صحیح راے قائم کرے - جہانتک ھمیں معلوم ھے ' اِس وقت تک اردو میں کوئي کتاب ایسي شائع نہیں ھوئي ھے جس میں صحت کے ساتھه اس انقلاب انگیز سیاسي و اجتماعي مذھب کي حقیقت واضح کي گئي ھو - یه نیا مجموعه دیکھکر ھمیں خیال ھوا که کارل مارکس کے بعض مختصر مقالات اس غرض کیلیے نہایت مفید اور جامع ھیں - ھم ان مقالات میں سے ایک مقاله الہلال میں شائع کرنے کے لیے منتخب کرتے ھیں - اس کے مطالعه سے نه صرف اس مذھب کے اصول و عقائد بلکه اسکے ظہور و اشاعت کي ابتدائي تاریخ بھي واضح ھوجائیگي -

یه واضح رھے که اس مقاله اور اسي طرح کے دیگر مقالات کے تراجم سے مقصود صرف یه ھے که وقت کي ضروري معلومات اردو خواں طبقه کے لیے مہیا ھوجائے - یه مقصود نہیں ھے که یه خیالات اس حیثیت سے پیش کیے جائیں که وہ یک قلم مقبول اور پسندیدہ خیالات ھیں - ھمارے خیال میں " کمیونیزم " موجودہ تمدن کي سرمایه دارانه بے اعتدالي کا قدرتي رد فعل ھے ' اور جس طرح موجودہ تمدن کي سرمایه داري افراط کے ایک انتہائي نقطه تک پہنچ چکي ھے ' اُسي طرح کمیونیزم بھي تفریط کے دوسرے نقطه کا ظہور ھے - حق و صواب کي راہ افراط و تفریط کي راہ نہیں ھوسکتي ' وہ ھمیشه درمیان کي راہ ھوتي ھے !

---

(۱)

(سرمایه دار اور مزدور)

آجتک کي تمام سوسائٹیوں کي تاریخ ' جماعتي کشمکش کي ایک مسلسل تاریخ ھے -

آزاد اور غلام ' شریف اور رذیل ' آقا اور خدمتگار ' تجارتي مکھیے اور بنجارے ' مختصر یه که ظالم اور مظلوم ' ھمیشه ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رھے ' اور ایک ایسي مسلسل جنگ میں مشغول رھے جو کبھي علانیه تھي اور کبھي خفیه ' مگر جسکا خاتمه ھمیشه یا تو سوسائٹي کي ایک انقلابي کایا پلٹ کي صورت میں ھوا ' یا تمام حریف جماعتوں کي عام بربادي کي شکل میں !

قدیم ترین تاریخي عہد میں بھي تقریباً ھر جگه سوسائٹي مختلف درجوں اور گروھوں میں بٹي ھوئي اور ایک مکمل معاشرتي نظام میں سمٹي ھوئي نظر آتي ھے - قدیم روم میں ھم شریفوں ' نوابوں ' گنواروں ' اور غلاموں کي تقسیم پاتے ھیں - قرون وسطی میں جاگیردار ' اسامي ' تجارتي مکھیے ' شاگرد پیشه ' اور خدمتگار دکھائي دیتے ھیں - صرف یہي نہیں بلکه اِنمیں سے ھر جماعت بھي کئي کئي جماعتوں میں منقسم ملتي ھے -

موجودہ سرمایه دار سوسائٹي نے ' جسکي تعمیر جاگیردار سوسائٹي کے کھنڈروں پر ھوئي ھے ' جماعتي جھگڑے اور رقابتیں موقوف نہیں کیں ' بلکه پہلے سے زیادہ نئے نئے فرقے ' ظلم کے نئے نئے طریقے ' اور لڑائي کے نئے نئے ڈھنگ نکال لیے ھیں -

البته ھمارے موجودہ سرمایه دار عہد نے یه امتیاز ضرور حاصل کیا ھے که اُس نے جماعتي اختلاف محدود کردیے ھیں ' اور تمام سوسائٹي سمٹ کے دو بڑي حریف جماعتوں : " سرمایه دار " اور " مزدور " میں تقسیم کردي ھے -

قرون وسطی کے کاشت کاروں سے دیہاتي نمائندوں کي ابتدا ھوئي ' اور اِنھیں اسامیوں نے سرمایه دار طبقه کي بھي آب و گل مہیا کي -

امریکه کي دریافت اور زمین کے گرد دورے نے اٹھتے ھوئے سرمایه دار طبقے کے سامنے عمل کا ایک نیا میدان کھول دیا - ایسٹ انڈین اور چیني بازاروں ' امریکه کے استعمار ' مستعمرانه تجارت ' نیز ذرائع تبادله اور ذرائع پیداوار کي وسعت نے تجارت ' جہاز راني ' اور صنعت و حرفت میں ایک نئي روح پھونک دي ' اور انحطاط پذیر جاگیردار سوسائٹي کے انقلابي عناصر کو تیزي سے اُبھار دیا -

صنعت و حرفت کا سابق جاگیردارانه نظام وہ بڑھتي ھوئي ضرورتیں پوري نہیں کرسکتا تھا جو نئے بازاروں کے ساتھه پیدا ھوگئي تھیں - نتیجه یه ھوا که دست کاري کے نظام نے اُسکي جگه لے لي ' تجارتي مکھیے معزول ھوگئے ' متوسط صنعتي طبقه اُنکا قائم مقام بن گیا - مختلف سندي مکھیوں کے مابین محنت کي تقسیم ' عام کارخانوں میں محنت کي تقسیم کے آگے معدوم ھوگئي -

سرمایه دار طبقه نے جہاں بھي طاقت حاصل کي ' تمام جاگیردارانه ' بزرگانه ' مذھبي ' اور معنوي رشتے توڑ پھوڑ ڈالے - اُسنے بڑي بے رحمي سے وہ تمام بوقلموں بندھن توڑ کے رکھدیے جو انسان کو اُسکے " فطري سرداروں " سے باندھتے چلے آتے تھے اور اُس ایک رشته کے سوا کوئي رشته باھمي روابط کا باقي نه چھوڑا جسے برھنه خود غرضي اور کھري نقد ادائیگي کا رشته کہتے ھیں -

ادنی اور متوسط طبقه ' چهوٹے دوکاندار ' سوداگر ' زراعت پیشه ' زمیندار ' دستکار ' سب کے سب مزدوري پیشه طبقه میں جذب هو رهے هیں - کچهه تو اس وجه سے که اُنکا معمولي سرمایه موجوده صنائع کیلیے ناکافي هے اور بڑے بڑے سرمایه داروں کے مقابله میں بیکار هوجاتا هے ' اور کچهه اس وجه سے که اُنکے خاص پیشوں کو پیداوار کے نئے ذرائع نے ظاهر هوکر بے قدر کر دیا هے - اس طرح مزدوروں کا یه طبقه صرف مزدوروں هي سے نهیں بلکه آبادي کے هر حصه سے مرکب هے -

(۲)

مزدوري پیشه طبقه مختلف تدریجي مرحلوں سے گزر کر اِس درجه تک پهنچا هے - سرمایه دار کے برخلاف اُسکي جد و جهد اُسکي پیدائش کے وقت هي سے شروع هوگئي هے -

سب سے پہلے یه جد و جهد ایک فرد واحد مزدور کي جد و جهد کي حیثیت سے شروع هوئي ' پهر کسي ایک کارخانه کے مزدوروں کي جد وجهد بني ' پهر کسي خاص نواح کے تمام هم پیشه مزدوروں کي جد و جهد کي صورت میں تبدیل هوگئي ' جسکا مقصد سرمایه داروں سے جنگ کرنا تها جو ان سب کو براه راست تباه کر رها تها -

اِس منزل میں مزدور ' سرمایه دارانه طریق پیداوار پر نهیں بلکه خود آلات پیداوار پر حمله کرتے تهے - بیروني مال برباد کر ڈالتے تهے ' مشینیں توڑ پهوڑ ڈالتے تهے ' کارخانوں میں آگ لگا دیتے تهے ' اور کوشش کرتے تهے که طاقت کے زور سے اپني وه حیثیت پهر قائم کردیں جو قرون وسطیٰ میں ضائع هوچکي تهي - لیکن باوجود متحده مقصد رکهنے کے ' اِس منزل میں ' مزدور ایک غیر متحد بهیڑ کي شکل رکهتے تهے جو تمام دنیا میں پهیلی هوئي تهي ' اور جسکے اندر باهمي مُقابله کے جذبه نے پهوٹ ڈال دي تهي -

اِس دور میں مزدور جب منظم هونے کیلیے متحد هوئے ' تو یه اُنکے اپنے اتحاد کا نهیں ' بلکه سرمایه دار طبقه کے اتحاد کا نتیجه تها - وه اپنے سیاسي مقاصد کے حصول کیلیے مجبور هو جاتا تها که مزدوروں میں ایک نئي حرکت پیدا کردے -

اِس منزل میں مزدور براه راست اپنے دشمنوں سے نهیں لڑتے تهے ' بلکه ان کي جنگ اپنے دشمن کے دشمنوں سے هوتي تهي ' یعني مطلق العنان شاهي سے ' زمینداروں سے ' غیر صنعتي اور چهوٹے چهوٹے سرمایه داروں سے -

اس طرح مزدوروں کي یه پوري تاریخي تحریک ' سرمایه دار طبقه هي کے هاتهوں میں رهي هے ' اور تمام کامیابیاں جو اُسے حاصل هوئي هیں ' سرمایه داروں هي کي کامیابیاں هیں -

صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي کمیت میں صرف افراد هي کا اضافه نهیں هوا ' بلکه بڑي بڑي جماعتیں بهي اس میں شامل هوتي گئیں اور ابتک هو رهي هیں -

اس کي طاقت روز بروز بڑه رهي هے اور وه اپني طاقت کي افزوني برابر محسوس کر رها هے -

جوں جوں مشینري ' محنت کے امتیازات مٹاتي جاتي هے اور اُجرت هر جگه کم سے کم کرتي جاتي هے ' اسي قدر مزدوروں کے فوائد اور حالات زندگي میں بهي یکسانیت پیدا هو رهي هے -

سرمایه دار طبقه میں مقابله کي روح جس قدر ترقي کرتي جاتي هے اور تجارتي مشکلات جسقدر بڑهتي جاتي هیں ' اسي قدر مزدوروں کي اجرت میں اتار چڑهاؤ زیاده هوتا جاتا هے ' مشینري کي مسلسل اور تیز ترقي مزدوروں کي روزي کو برابر غیر محفوظ بنا رهي هے ' اور انفرادي مزدور اور انفرادي سرمایه دار کا شخصي تصادم ' جماعتي تصادم کي صورت اختیار کرتا جاتا هے - ایک طرف مزدور ' سرمایه داروں کے خلاف متحد هو رهے هیں - دوسري طرف سرمایه دار شرح اجرت برقرار رکهنے کے لیے مزدوروں کے برخلاف جتها بندي کر رهے هیں - انهوں نے اپنے تئیں مستقل انجمنوں کي صورت میں منظم کرلیا هے ' تاکه اچانک تصادم کے لیے پہلے سے طیار رهیں - کهیں کهیں یه باهمي لڑائي بغاوت کي صورت میں بهي پهوٹ چکي هے -

کبهي کبهي مزدوروں کو فتح حاصل هوجاتي هے ' مگر محض تهوڑي مدت کے لیے - اس سے همیں گهبرانا نهیں چاهیے - کیونکه ان کي جد و جهد کا اصلي ثمره فوري کامیابي نهیں بلکه اُن کے بڑهتے هوئے اتحاد میں هے - اِس اتحاد کو موجوده ذرائع آمد و رفت سے جو موجوده صنعت کی ایجاد هیں ' بهت مدد مل رهي هے - مختلف ممالک کے مزدور باهم دگر مل رهے هیں ' اور اِس طرح وه کام انجام پا رها هے جس کي ازحد ضرورت تهي - وه اتحاد جس کے حصول میں قرون وسطیٰ کے شهریوں کو اپني خراب سڑکوں کي وجه سے صدیاں لگ جاتیں ' موجوده مزدوروں کو ریلوے کے ذریعه چند سالوں کے اندر حاصل هوگیا هے -

مزدوروں کي جماعتي اور سیاسي تنظیم خود اُن کے باهمي مقابله کي وجه سے همیشه رک رک جایا کي هے ' لیکن هر مرتبه زیاده قوت ' زیاده استقلال ' اور زیاده استحکام کے ساتهه اُبهري هے - سرمایه داروں کي باهمی پهوٹ سے اُسے کافي فائده پهنچا هے ' اور وه هر موقعه پر مزدوروں کے حقوق و مفاد کے قانوني اعتراف پر مجبور هوگئے هیں -

قدیم سوسائٹي میں جماعتوں کا باهمي تصادم ' مختلف طریقوں سے مزدوري پیشه طبقه کو بڑها رها هے - خود سرمایه دار بهی مجبوراً اسکي ترقي کا باعث هوئے هیں - وه اپنے تئیں ایک مسلسل حالت جنگ میں پاتے هیں - ایک طرف خانداني اِمارت هے ' دوسري طرف خود سرمایه داروں کي وه جماعتیں هیں جنکے مفاد صنعتي ترقي کے منافي هیں - تیسري طرف بیروني ممالک کے سرمایه دار هیں جو هر وقت ٹوٹ پڑنے کیلیے طیار هیں - غرضکه سرمایه داروں کو هر طرف لڑنا اور هر ایک سے نبرد آزمائي کرني پڑتي هے - ظاهر هے ' وه تن تنها اتنے دشمنوں کا مقابله نهیں کر سکتے اور مجبور هوتے هیں که مزدوروں سے اعانت کي اپیل کریں - اِس طرح وه خود هي مزدوروںکو سیاسي اکهاڑه میں کهینچ لاتے هیں ' اور اُن کیلیے اجتماعي تعلیم کے عناصر مهیا کردیتے هیں - وه خود هي مزدوروں کے هاتهه میں وه هتیار دیدیتے هیں جو خود اُن کے خلاف استعمال کیے جائینگے !

صرف یهي نهیں بلکه صنعت کي ترقي نے حکمراں طبقه کے تمام حصوں کو بهي عجلت اور گهبراهٹ کے ساتهه مزدوري پیشه طبقه کي طرف دهکیلنا شروع کر دیا هے ' یا کم از کم اُنکي زندگي خطره میں ڈالدي هے - یهي وجه هے که یه حکمراں جماعت مزدوري پیشه طبقه کیلیے ترقي کے بے شمار پرزے مهیا کر رهي هے -

پچھلي نسل کو یہ وہم بھي گزرا تھا کہ اجتماعي محنت کي گود میں ایسي بار آور قوتیں پڑي سو رهي هیں ؟

گزشتہ بیان میں هم واضع کر چکے هیں کہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جن کي بنیادوں پر سرمایہ دار طبقہ نے اپني عمارت کھڑي کي ھے ' اگرچہ جاگیرداري کے عہد میں پیدا هوئے تھے ' مگر خود جاگیر اُنسے کوئي فائدہ نہ اُٹھا سکي بلکہ اُلٹے اُنکے گرداب میں پڑکر تباہ هوگئي ' کیونکہ یہ ذرائع پیداوار اور تبادلہ جب اپني ترقي کي ایک خاص منزل پر پہنچ گئے ' تو وہ حالات جنکے ماتحت جاگیردار سوسائٹي پیدا کرتے اور تبادلہ کرتے تھے ' یعني کاشتکاري و دستکاري کا جاگیر دارانہ نظام ' ترقي یافتہ قوتوں کے سامنے ٹہر نہ سکے - وہ پیداوار کو سہارا دینے کے بجائے اُسکے حق میں روک اور بوجھل بیڑیاں بن گئے ' جن کا توڑ کرنا ضروري تھا - چنانچہ اُنکي جگہ آزاد مقابلے اور سرمایہ دار طبقہ کي اقتصادي و سیاسي حکومت نے لے لي -

لیکن اب تاریخ نے اپنا اعادہ پھر شروع کیا ھے ' جو کچھہ جاگیر داروں پر گزرا ھے ' وهي اب سرمایہ داروں کو درپیش ھے -

سرمایہ دارانہ حالات ' پیداوار ' تبادلہ ' سرمایہ دارانہ املاکي رشتے ' غرضکہ پوري موجودہ سرمایہ دار سوسائٹي جسنے ایسے عظیم الشان ذرائع ایجاد کیے هیں ' سخت مصائب میں مبتلا ھے - اسکي مثال اُس جادوگر کي سي ھے جو خبیث طاقتوں کو جگا تو دیتا ھے مگر انپر قابو نہیں رکھہ سکتا -

بہت زمانہ تک صنعت و تجارت کي تاریخ ' جدید بار آور قوتوں کي موجودہ حالات کے خلاف ' ایک بغاوت کي عام تاریخ رهي ھے - اس سلسلہ میں اُن بحراني مشکلات کي طرف اشارہ کر دینا کافي هوگا جو وقتاً فوقتاً پوري سرمایہ دار سوسائٹي کے لیے موت و حیات کا سوال پیدا کر دیا کرتي هیں -

لیکن باوجود اِن هولناک خطروں کے ایک عام اجتماعي وبا پھیلي هوئي ھے جسکا نام " زائد پیداوار " ھے اور جو پچھلے زمانوں میں یقیناً ایک حماقت معلوم هوتي -

اِس صورت حال کا نتیجہ یہ ھے کہ سوسائٹي اپنے تئیں اچانک ایک عارضي وحشیانہ حالت میں مبتلا پاتي ھے - قحط اور بربادي کي ایک عالمگیر جنگ برپا هو جاتي ھے - معلوم هوتا ھے کہ صنعت و تجارت اور زندگي کے تمام ذرائع تباہ هو جائینگے - کیوں ؟ اس لیے کہ تہذیب بہت زیادہ هوگئي ھے ' ذرائع زندگي بہت زیادہ هوگئے هیں ' صنعت بہت زیادہ هوگئي ھے ' تجارت بہت زیادہ هوگئي ھے !

اِن خطرات کا مقابلہ سرمایہ دار کیونکر کرتے هیں ؟ اِس طرح کہ ایک طرف تو بہت سي بار آور قوتیں بجبر برباد کر ڈالتے هیں ' دوسري طرف نئے بازاروں کو فتح کرنے اور پرانے بازاروں کو مزید رونق دیتے چلے جاتے هیں - اِسکے معني یہ هیں کہ وہ اور بھي زیادہ وسیع اور زیادہ برباد کن مشکلات کیلیے راستہ هموار کر رھے هیں اور ساتھہ ساتھہ وہ ذرائع بھي مٹائے جاتے هیں جنسے یہ مشکلات رفع کي جاسکتي تھیں -

غرضکہ وہ هتیار جنسے سرمایہ داروں نے جاگیرداري پر فتح حاصل کي تھي ' اب خود انھیں پر اُلٹ پڑے هیں -

لیکن سرمایہ داروں نے صرف یہ مہلک هتیار هي نہیں گڑھے هیں ' بلکہ وہ لوگ بھي پیدا کردیے هیں جو یہ هتیار استعمال کرینگے - وہ کون هیں ؟ موجودہ مزدور !

جس تناسب سے سرمایہ اور سرمایہ داروں نے ترقي کي ھے ' اِسي تناسب سے مزدوروں نے بھي ترقي کي ھے - اِس طبقہ کي زندگي اُسي وقت تک ھے جبتک اُسے کام ملتا رھے ' اور کام اُسي وقت تک ملتا ھے جبتک وہ سرمایہ کو بڑھاتا رھے - یہ مزدور جو اپنے تئیں فرداً فرداً بیچ ڈالنے پر مجبور کر دیے گئے هیں ' تجارت کي دوسري چیزوں کي طرح ایک جنس هوگئے هیں اور مقابلہ کے هیر پھیر اور نرخ کے چڑھاؤ اُتار سے همیشہ مصیبت جھیلتے رهتے هیں -

مزدور کا کام ' کلوں کے کثرت استعمال اور محنت کي تقسیم کے باعث اپني انفرادي شخصیت سے محروم هوگیا ھے اور اب مزدور کیلیے اپنے اندر کوئي خاص کشش نہیں رکھتا - مزدور مشین کا محض ایک ضمیمہ بنا دیا گیا ھے ' جس سے نہایت آسان کام کي خواهش کي جاتي ھے - جسکا نتیجہ یہ ھے کہ اب اُسکي قیمت گھٹ کر بس اِتني هي رہ گئي ھے کہ مزدور بمشکل اُس سے اپني قوت لایموت کا سامان کرسکتا ھے -

اب ایک مصنوعي برتن اور مزدور ' دونوں هم درجہ چیزیں هوگئي هیں جنکي قیمت اُنکي لاگت کے حساب سے هوتي ھے - یہي سبب ھے کہ جوں جوں محنت سستي هوتي جاتي ھے ' مزدوري بھي گھٹ رهي ھے - پھر تماشہ یہ ھے کہ جسقدر کام کي تقسیم اور کلوں کا استعمال بڑھتا جاتا ھے ' اِسي قدر کام کا بوجھہ بھي بڑھ رہا ھے ' یا تو کام کے گھنٹے بڑھا دیے جاتے هیں ' یا زیادہ کام ایک خاص وقت میں لیا جاتا ھے ' یا مشین کي رفتار میں اضافہ کر دیا جاتا ھے ' (وغیرہ وغیرہ)

موجودہ صنعت نے نیک آقا کي چھوٹي سي دکان کو صنعتي سرمایہ دار کے بڑے کارخانہ کي صورت میں بدل دیا ھے - مزدوروں کے غول کے غول کارخانوں میں بھرے هوئے هیں جن کي تنظیم سپاهیوں کي طرح کي جاتي ھے ' اور جو سپاهیوں هي کي طرح چھوٹے بڑے افسروں کي ایک مطلق العنان حکومت کے شکنجہ میں جکڑ دیے گئے هیں - وہ نہ صرف سرمایہ دار طبقے اور سرمایہ دار حکومت کے غلام هوے هیں ' بلکہ انھیں شب و روز هر سرمایہ دار صناع کي بھي غلامي کرني پڑتي ھے -

جسقدر کھلے الفاظ میں یہ خود سر حکومت اعلان کرتي جاتي ھے کہ خود غرضي اور منفعت شخصي اس کا مقصد ھے ' اُسي قدر وہ حقیر ' نفرت انگیز ' اور تکلیف دہ هوتي جاتي ھے !

دستي مشقت میں قوت اور چستي کي ضرورت جتني کم هوتي جاتي ھے ' یعني موجودہ صنعت جس قدر زیادہ ترقي کرتي جاتي ھے ' اُسي قدر مردانہ محنت کي جگہ زنانہ محنت کو دي جارهي ھے - مزدوري پیشہ طبقہ کے لیے اب عمر اور جنس کا اختلاف کوئي معاشرتي اهمیت نہیں رکھتا - مزدور مرد اور عورتیں سب کے سب محنت کے پرزے هوگئے هیں ' جن کي قیمت عمر اور جنس کے لحاظ سے گھٹتي بڑھتي رهتي ھے -

جوں هي مزدور کو اپنے سرمایہ دار آقا سے مزدوري ملتي ھے ' فوراً دوسري سرمایہ دار جماعتیں اُس پر ٹوٹ پڑتي هیں : مکان دار ' دوکان دار ' ساهوکار ' غرضکہ سب کے سب اُس کے لوٹنے کھسوٹنے کو آ موجود هوتے هیں -

عظمت کا باب اِسي وقت سے شروع هوتا هے - اِسي سفر میں اُس کي دماغي قابلیت ' محققانه روح ' اور عزم و همت کي قوت ظاهر هوتي هے - اِسي سفر میں اُسے فارسي اور ترکي زبانیں بھي سیکھني پڑتي هیں - فارسي زبان سے سیاح کو بہت مدد ملي ' خصوصاً هندوستان میں ٹھیک اُسي طرح جس طرح اُس کے پیشرو ' مارکو پولو کو تاتاري زبان سے مدد ملي تھي !

غرضکه ابن بطوطه اپنے مشرقي سفر پر روانه هوگیا - نجد اور صحراء عرب کو طے کرکے عراق پہنچا راستے کے جمله حالات و آثار مفصل قلم بند کیے - پھر دجله و فرات کو عبور کرکے عراق عجم میں داخل هوا ' اور شیراز و اصفہان وغیره کی سیر کي - لیکن وہ آگے نہیں بڑھا بلکه لوٹ کر پھر دجله و فرات عبور کیا اور عراق عرب میں سفر شروع کردیا - اُس وقت بغداد کی حالت نہایت زبون تھي - تاتاریوں کی تخریب کے بعد ' عباسي دار الخلافه ویران هوگیا تھا - ابن بطوطه یہاں بہت متأثر نظر آتا هے اور ایک سچے مسلمان کي طرح رنج و غم کا اظہار کرتا هے -

بغداد سے سیاح ' موصل پہنچا - موصل سے نصیبین اور سنجار آیا - اِس سر زمین کے تمام امراء و سلاطین سے ملاقات کي یہاں پر اُس کي سیاحت اچانک منقطع هوجاتي هے - نہیں معلوم کیوں ' وہ پھر بغداد اور بغداد سے مکه پہنچ جاتا هے - وہ هم سے صرف اِس قدر کہتا هے که دوسري مرتبه مکه معظمه اِس حال میں پہنچا که سخت بیمار تھا - چنانچه کامل ایک سال جوار بیت الله میں مقیم رهتا هے - اِس طویل اقامت کے بعد پھر اُس میں نیا جوش پیدا هوتا هے اور پہلے سے بھي زیاده طویل سفر پر روانه هوجاتا هے -

چنانچه وہ یمن پہنچتا هے - پھر سومال جاتا هے - پھر ساحل بحر عرب کے تمام ممالک کی سیر کرتا هوا عمان اور بحرین میں جا نکلتا هے - بحرین میں موتي نکالنے والوں سے ملتا هے - مگر ٹھہرتا نہیں اور صحراء طے کرکے سه باره مکه معظمه میں وارد هوتا هے - یہاں ملک الناصر شاه مصر سے اُس کي ملاقات هوتي هے

حج کے بعد پھر سفر شروع کرتا هے اور اِس مرتبه بحر احمر عبور کرکے سوڈان ' بلاد نوبه ' صعید مصر کی سیاحت کرتا هوا قاهره پہنچتا هے - لیکن مقام مصر نہیں بلکه شام چلا جاتا هے اور ساحل لاذقیه سے جہاز پر بیٹھ کے سنه ۷۳۳ ھ (سنه ۱۳۳۳ع) میں ساحل اناطولیه پر قدم رکھتا هے

(اناطولیه)

اُس وقت اناطولیه میں سلجوقي امراء و سلاطین کا دور دوره تھا - لیکن آل عثمان کا ابتداء عروج حاصل کررها تھا - آهسته آهسته سلجوقي امراء اُس کے سامنے هتھیار رکھتے جاتے تھے - سلطنت عثمانیه کے باني اول عثمان نے بوزنطینی شہنشاهي میں بھي دور تک هاتھ پاؤں پھیلا دیے تھے - اُس وقت عثماني ریاست کا پایۂ تخت بروسه تھا اور ابن بطوطه کے زمانے میں سلطان اُرخان بن عثمان کي حکومت تھي -

اُرخان کے علاوہ سلجوقي امراء میں سب سے زیاده طاقتور محمد اُزبک خاں شاه شمال تھا - یه شہنشاه قسطنطنیه کا داماد بھی تھا - ابن بطوطه یه ملک دیکھ کر بہت متعجب هوا - کیونکه اگرچه یہاں اسلام کو غلبه حاصل هوچکا تھا مگر نو مسلموں کے عادات و اطوار عجیب طرح کے تھے - ابن بطوطه نے پورے ملک کي سیاحت کي هے اور بڑی تفصیل سے جمله حالات بیان کیے هیں - یه عجیب بات هے که هر ملک میں وہ قصر شاهي تک رسائي حاصل کرلیا کرتا تھا - یہاں کے بھی تمام اُمراء و سلاطین سے اُسنے ملاقاتیں کیں

(قسطنطنیه)

اناطولیه سے وہ قسطنطنیه کو چلا - خوش قسمتي سے اُس زمانے میں سلطان محمد اُزبک خاں کی ملکه " خاتون بیلون " بھي اپنے باپ شہنشاه قسطنطنیه کي ملاقات کو جارهي تھي - ابن بطوطه اِسي شاهي قافله میں داخل هوگیا اور سنه ۷۳۳ ھ - سنه ۱۳۳۳ع میں نہایت تزک و احتشام سے بیز نطیني پایۂ تخت میں داخل هوا -

سیاح خود اپني زبان سے یه واقعه اِس طرح بیان کرتا هے : "

" هم زوال کے وقت قسطنطنیۂ عظمی میں داخل هوئے - پورے شہر میں ناقوس اِس زور سے بج رهے تھے که در و دیوار تک گونج اٹھے تھے - هم قصر شاهي کے پہلے پھاٹک پر پہنچے - وهاں سو سنتري ، اپنے سپه سالار کے ساتھ کھڑے تھے اور آپس میں کہه رهے تھے " سراکنوں ' سراکنوں " جس کے معني هیں " مسلمان " (یوناني زبان میں Sarrazino عرب مسلمانوں کا نام هے - شاید اِبن بطوطه نے یہي لفظ سنا هوگا)

پھر وہ شہنشاه سے اپني ملاقات کا حال لکھتا هے :

" چوتھے دن خاتون نے اپنا غلام سنبل هندي میرے پاس بھیجا - وہ مجھے قصر شاهي میں لے گیا - هم چار پھاٹکوں سے گزرے - هر پھاٹک میں مسلح سپاهي موجود تھے - پانچویں پھاٹک پر غلام مجھے چھوڑ کر چلا گیا - پھر چار رومي نو جوانوں کو لے کر لوٹا - اُنھوں نے میري تلاشي لي که کوئي چھري تو چھپي هوئي نہیں هے - افسر نے بتایا که یہاں کا دستور ایسا هي هے - جو شخص بھي بادشاه سے ملنا چاهتا هے ' اُس کي تلاشي ضرور لي جاتي هے - پھر پھاٹک کھولا گیا - میں اندر داخل هوا - چار آدمیوں نے مجھے گھیر لیا - دو مجھے آگے سے پکڑے تھے ' دو پیچھے تھے - میں ایک بڑے ایوان میں داخل کیا گیا - اُس کي دیواریں بہت آراسته تھیں - قسم قسم کے حیوانات و نباتات کي تصویریں بني تھیں - بیچ میں فواره تھا - دونوں جانب سپاهي صف بسته کھڑے تھے اور بالکل خاموش تھے - وسط میں تین اور آدمي کھڑے تھے - اِنھوں نے مجھے میرے محافظوں سے لے لیا اور اُسي طرح پکڑ کر لے چلے - انمیں ایک یهودي تھا - یهودي نے مجھه سے عربي میں کہا " ڈرو نہیں ' میں ترجمان هوں " پھر میں ایک عظیم گنبد میں داخل کیا گیا - شہنشاه مع اپني ملکه کے تخت شاهي پر جلوه افروز تھا - داهني طرف چھه آدمي کھڑے تھے - بائیں طرف چار آدمي تھے - سب هتیار بند تھے - بادشاه کے قریب پہنچنے سے پہلے مجھه سے کہا گیا که تھوڑي دیر بیٹھه کر حواس درست کرلو - پھر میں تخت شاهي کے سامنے پہنچایا گیا - میں نے سلام کیا - بادشاه نے بیٹھنے کا اشاره کیا - مگر میں بیٹھا نہیں - بادشاه نے مجھه سے بہت سے سوال کیے - بیت المقدس کي بابت پوچھا - مقدس چٹان ' مولد مسیح ' بیت لحم ' شہر خلیل ' کا حال دریافت کیا - پھر دمشق ' مصر عراق ' اور رومي ممالک کے حالات پوچھے - میں نے هر سوال کا جواب دیا - یهودي ترجمه کرتا جاتا تھا - شاید شہنشاه کو میري گفتگو پسند آئي - چنانچه اُس نے اپنے لڑکوں سے کہا اِس شخص کی عزت کرو اور امن و امان میں رکھو - پھر میرے لیے خلعت کا حکم دیا - نیز ایک آراسته گھوڑا اور چھتر بھي عنایت کیا ' جو شاهي امان کي علامت هے "

اِس شہنشاه کا نام اِبن بطوطه نے تکفور اور اُس کے باپ کا نام جرجیس لکھا هے - ممکن هے یه اُن کے مسیحي نام هوں - ورنه

جس طرح پچھلے زمانہ میں شرفاء کا ایک حصہ سرمایہ داروں میں آ ملا تھا، اسی طرح اب سرمایہ داروں کا ایک حصہ مزدوروں میں آ رہا ہے، خصوصاً وہ مفکر حصہ جسے اِس تاریخی تحریک کا نظری علم حاصل ہوگیا ہے -

تمام جماعتیں جو فی الحال سرمایہ دار طبقہ سے برسر جنگ ہیں، انمیں صرف مزدوری پیشہ جماعت ہی ایک حقیقی انقلابی جماعت ہے - باقی تمام دوسری جماعتیں موجودہ صنعت کے سامنے سڑتی اور گلتی چلی جاتی ہیں - اور یہ کچھہ عجیب نہیں، کیونکہ مزدوری پیشہ طبقہ ہی صنعت و حرفت کی خاص اور براہ راست پیداوار ہے -

رہا ادنی اور متوسط طبقہ، چھوٹے چھوٹے دستکار، معمولی دکاندار، زراعت پیشہ زمیندار، تو یہ سب سرمایہ دار طبقہ سے اس لئے جنگ کر رہے ہیں کہ متوسط طبقہ کے رکن ہونے کے لحاظ سے اپنی حیثیت برقرار رکھیں - یہ جماعتیں انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہیں - قدامت پسند ہی نہیں بلکہ رجعت پسند بھی ہیں - وہ تاریخ کا چکر لوٹا کر الٹا چلانے کی کوشش کر رہی ہیں - اگر وہ کبھی انقلابی ہو بھی گئیں، تو صرف اس خوف سے ہونگی کہ مبادا مزدوری پیشہ طبقہ میں جبراً دھکیل نہ دی جائیں -

گزشتہ سوسائٹی کے معاشرتی حالات اب مزدوروں کے معاشرتی حالات میں مدغم ہو چکے ہیں - مزدوری پیشہ طبقہ بغیر کسی ملکیت کے ہے، اسکے اپنے بیوی بچوں سے رشتے سرمایہ دارانہ خاندانی رشتوں سے بالکل مختلف ہیں - موجود صنعتی محنت اور سرمایہ داری نے انگلینڈ، فرانس، امریکہ، اور جرمنی میں مزدوروں کے تمام قومی اخلاق خراب کر ڈالے ہیں - مزدوروں کے حق میں قانون، اخلاق، مذہب، ٹٹیاں ہیں جنکے پیچھے بیٹھکر سرمایہ دار انھیں شکار کیا کرتے ہیں -

تمام گزشتہ جماعتوں نے طاقت پا کر ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اپنی حیثیت مضبوط کرنے کیلیے تمام سوسائٹی کو اپنے ہی طریق عمل کا پابند کردیں - مزدوروں کو بھی اسی اصول پر عمل کرنا چاہئے - وہ سوسائٹی کی بار آور قوتوں پر قابو حاصل نہیں کر سکتے جبتک کہ سبکے تمام پرانے دستوروں کو منسوخ نہ کردیں - خود مزدوروں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جسکی انھیں حفاظت کرنی ضروری ہو - انھیں شخصی ملکیت کی تمام سابق پابندیاں اور ضمانتیں منسوخ کردینی چاہئیں -

تمام پچھلی تاریخی تحریکیں یا تو آبادی کی اقلیت کی تحریکیں تھیں یا انکے مفاد کیلیے تھیں - لیکن مزدوروں کی تحریک بالکل دوسری ہی نوعیت کی ہے - وہ عظیم الشان اکثریت کی ایک حساس تحریک ہے اور عظیم الشان اکثریت کے مفاد کیلیے ہے -

مزدوری پیشہ طبقہ، موجودہ سوسائٹی کی سب سے نچلی پرت ہے - وہ اس وقت تک نہیں اٹھہ سکتا ہے، جبتک کہ اوپر کے وہ تمام پرت جن سے حاکمانہ سوسائٹی مرکب ہے، پرزے پرزے کر کے اڑا نہ دیے جائیں -

اگرچہ مزدوروں کا قیام قومی بنیادوں پر نہیں ہے، لیکن سرمایہ داروں کے برخلاف انکی جد و جہد ضرور قومی ہے - ہر ملک کے مزدوروں کو ابتدائی طور پر سب سے پہلے اپنے یہاں کے سرمایہ داروں سے نپٹ لینا چاہئے

ابن بطوطہ کی سیاحت

(ایشیائی تاریخ میں اُس کا مرتبہ)

(عبد اللہ عنان ایک مصری اہل قلم کے قلم سے)

عین اُس زمانے میں جبکہ مارکو پولو نے اپنی ایشیائی سیاحت ختم کی، طنجہ (مراکش) میں ایک مسلمان سیاح پیدا ہوا (۷۰۳ھ - سنہ ۱۳۰۴ ع) اِس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ تھا - بعد میں دنیا نے اُسے ابن بطوطہ کے نام سے جانا - آٹھویں صدی ہجری کی چند ممتاز شخصیتوں میں سے ایک شخصیت اس کی بھی ہے -

ابن بطوطہ کی طفولیت اور ابتدائی تعلیم و تربیت سے ہم ناواقف ہیں - لیکن اُس کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے دینی علوم میں پوری طرح مہارت حاصل کرلی تھی - ہم اُن اسباب سے بھی ناواقف ہیں جنھوں نے اِس طویل سیاحت پر اُسے آمادہ کیا - زیادہ سے زیادہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ۲۲ سال کی عمر میں اُسے حج اور بیت اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اِسی ارادے سے وہ وطن سے نکلا - معلوم ہوتا ہے اِس سفر کے لیے اُس کی مادی طیاری کافی نہ تھی - تاہم وہ جرأت کرکے چل پڑا اور مغرب اقصی کے بڑے بڑے شہر : تلمسان، الجزائر، بجایہ، قسطنطنیہ سے گزرتا ہوا تیونس پہنچا اِس وقت سیاح کا آغاز شباب تھا - غریب الوطنی کے مصائب سے ناآشنا تھا - خود بیان کرتا ہے کہ جب تیونس میں اُسے کسی نے اجنبیت کی وجہ سے سلام نہ کیا " تو اُس کا دل بے اختیار ہوگیا - آنسو جاری ہوگئے - اور سخت رنج و الم محسوس ہوا ! "

حاجیوں کے قافلہ کے ساتھہ وہ پہلے طرابلس پھر اسکندریہ پہنچا - یہ اُس کے سفر کا دسواں مہینہ تھا - اسکندریہ اُسے بہت پسند آیا اور اُس نے گوارا نہ کیا کہ سرسری طور پر دیکھہ کر آگے بڑھ جائے - چنانچہ وہ ٹھہر گیا اور ایک محقق سیاح کی طرح شہر اور اُس کے آثار کی تحقیقات شروع کردی - یہاں سے فارغ ہوکر قاہرہ پہنچا پایۂ تخت کی عمارتیں، مسجدیں، اہرام دیکھے - پھر پورے ملک کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیاحت کی - اِسی قدر نہیں بلکہ وہ مصر کے علماء، امراء، حتی کہ بادشاہ تک سے ملا - یہ زمانہ ملک ناصر بن قلاؤن کا تھا -

مصر سے صحراء سینا کی راہ فلسطین پہنچا اور وہاں کے اسلامی اور مسیحی مقامات مقدسہ کی سیر کی - پھر شام گیا اور تمام بڑے بڑے شہر اور آثار دیکھے - شام سے صحراء کو عبور کرکے حجاز پہنچا اور حج سے مشرف ہوا -

ہم کہہ چکے ہیں کہ اُس نے حج کی نیت سے سفر شروع کیا تھا - مگر اُس میں کامیاب ہونے کے بعد وہ وطن واپس نہیں ہوا - معلوم ہوتا ہے اِسی زمانے میں اُسے مشرقی دنیا کی سیاحت کا خیال پیدا ہوا - چنانچہ وہ عراق کے ارادے سے چل پڑا اب اُسے صحراء عرب سے گزرنا تھا - یہ مرحلہ بہت ہی سخت تھا - اب تک اسے کوئی ایسا خطرناک سفر پیش نہیں آیا تھا - تاہم وہ بے خوف و خطر روانہ ہوجاتا ہے - درحقیقت ابن بطوطہ کی سیاحت اور

هوائی سفر کا ایک نیا تجربہ !

سائنٹفک امریکن کي آخري اشاعت نے امریکہ کے ایک نئے فضائي تجربہ کي روئداد شایع کي ہے - معمولي اتفاقات کس طرح علمي تجارب کے نئے نئے دروازے کھول دیتے ہیں ؟ یہ واقعہ اس حقیقت کي ایک تازہ مثال ہے !

واشنگٹن کے قریب ایک بحري تنگ نائے پر بجلي کے تاروں کا سلسلہ قائم ہے - یہ تار معمولي کھمبوں پر نصب ہیں - جس طرح کے کھمبے ہر جگہ تار کا سلسلہ قائم کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں - پچھلے دنوں بجلي کے کارخانہ کے بعض افسروں نے ارادہ کیا کہ اگر تار کا تمام سلسلہ رنگ دیا جاے تو حفاظت اور پائداري کے لیے بہتر ہوگا - لیکن مشکل یہ پیش آئي کہ موجودہ نصب و قائم حالت میں رنگنے کا انتظام کیونکر ہو ؟ تار کا بڑا حصہ تنگ نائے کے اوپر سے گزرا ہے ' اور نہایت بلندي پر واقع ہے - کوئي کشتي ' کوئي جہاز ' کوئي سواري ' اس غرض کے لیے کام نہیں دے سکتي تھي - بالاخر انھوں نے غور کرنا شروع کیا کہ خاص اس غرض کے لیے کوئي نیا ذریعہ پیدا کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ تھوڑي سي کاوش کے بعد وہ ایک نیا مگر عجیب قسم کا ذریعہ پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے - نوعیت کے اعتبار سے یہ نہایت سہل اور سادہ قسم کي چیز ہے - لیکن محل استعمال کے لحاظ سے ایک عظیم فضائي تجربہ کا دروازہ کھول رہي ہے - اس تجربہ سے ثابت ہوگیا کہ اگر ضرورت پیش آجاے ' تو ایسي فضائي سواري استعمال کي جا سکتي ہے جو تار کے معمولي سلسلوں پر ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک بغیر کسي خطرے کے سوار کو پہنچا دے !

تصویر میں یہ سواري تار پر چلتي ہوئي نظر آ رہي ہے - دوسري تصویر میں وہ ابتدائي نقطہ دکھلایا گیا ہے جہاں سے روانگي شروع ہوئي ہے ' اور پہلي میں درمیاني حالت دکھلائي ہے - یہ ایک پتلا سا تختہ ہے جس میں ہاتھ سے چلانے کي چرخي لگي ہے ' اور چھوٹے چھوٹے پہیوں سے تار پر دوڑ رہا ہے - سائنٹفک امریکن کا نامہ نگار کہتا ہے " دو آدمي اس آلہ پر سوار ہوے اور بغیر کسي حادثہ کے تار پر سفر کرتے ہوے چلے گئے " اس اتفاقي تجربے سے ثابت ہوگیا کہ تار پر معلق چلنے والي ٹرینوں کي تجویز پوري طرح کامیاب ہو سکتي ہے - نیز اگر ضرورت پیش آجاے ' تو دنیا کي بڑي بڑي بحري آبنائیں معلق سواریوں کے ذریعہ بہ آساني زمین سے ملا دي جا سکتي ہیں -

معلوم هے که اُس عهد کے قیصر کا نام اندرو نیکوس ثالث تها اور اُسکا باپ اندرونیکو ثاني تها -

اُس زمانے میں قسطنطنیه اپني سابق عظمت سے بہت کچهه محروم هوچکا تها - ستر برس پہلے صلیبي مجاهدوں نے اُسے فتح کیا اور بہت کچهه برباد کرکے چلے گئے - تاهم اب بهي وه عروس البلاد تها - اِبن بطوطه نے پوري تدقیق سے اُس کا حال لکها هے - ایک جگه کہتا هے :

" یه شهر بہت هي عظیم الشان هے - دو حصوں میں منقسم هے - وسط میں ایک بہت زیاده مد و جزر رکهنے والا دریا موجزن هے - (یعني قرن الذهب) اِس دریا کا نام " ابسمي " هے - شهر کے ایک حصے کا نام " اصطنبول " هے اور دریا کے مشرقي کنارے پر آباد هے - اِسي میں قصر شاهي اور امراء کے محل هیں - یه حصه بہت آباد هے - بازار پر رونق هیں - سڑکیں کشاده اور پخته هیں - شهر ایک پہاڑ پر آباد هے جو نو میل تک سمندر میں پهیلتا چلا گیا هے - اُس کي چوٹي پر ایک چهوٹا سا قلعه اور شاهي محل هے - ایک دیوار اِس پہاڑ کو گهیرے هوئے هے اور سمندر کي طرف سے اُسے مسخر کرنا نا ممکن هے - اِسي حصے کے وسط میں کلیسا ایا صوفیا هے - شهر کے دوسرے حصے کا نام " غلطه " هے - وه دریا کے مغربي کنارے پر هے - اِس حصے میں فرنگي نصاری رهتے هیں - چنانچه جنیوا ' وینس ' روم ' فرانس ... کے باشندے موجود هیں "

عرب سیاح نے بڑي تفصیل سے قسطنطنیه کے گرجوں اور خانقاهوں کا حال لکها هے - خاص شاهي اذن سے اُس نے ترجمان کے ساتهه اِن تمام مقامات کي سیر کي تهي -

قسطنطنیه میں چند هفتے مقیم رها - یوناني تمدن کا اُس کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا - پهر وه دو باره اناطولیا طے کرکے ترکستان کي طرف بڑها اور خوارزم میں اترا - اُس وقت یه صوبه مذکور الصدر سلطان محمد ازبک کے زیر نگیں تها - یہاں سے بخارا پہنچا - شهر تاتاري حمله سے برباد هوچکا تها - عرب سیاح نے حضرت امام بخاري جامع حدیث کي قبر کي زیارت کي - پهر بلوچستان هوتا هوا هندوستان میں داخل هوا ' اور سنه ۷۳۴ ه میں پنجاب پہنچ گیا -

ابن بطوطه کا سفر هندوستان بہت طویل تها - اُس نے اِس بر اعظم کو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک طے کیا - حتی که سیلون تک پہنچا - هندوستان کے مسلمان بادشاهوں سے ملاقاتیں کیں - سلطان محمد شاه سے بہت تقرب حاصل هوگیا تها - یہاں وه کئي سال رها اور منصب قضاء پر مامور هوگیا - نیز کئی سیاسي سفارتوں پر بهي گیا ' اور بادشاه کی بہت سي خدمات بجا لایا -

هندوستان کے حالات ابن بطوطه نے بہت تفصیل سے بیان کیے هیں - هندؤں کے رسم و رواج ' عبادات ' عادات پر بحث کي هے - هندوستان میں ایک مرتبه اُسے ڈاکؤں نے لوٹ لیا تها - اُس کے کاغذات بهي لے گئے تهے - سیاح اپنے کاغذات کے نقصان پر بہت متأسف هے - کیونکه اُن میں اُس کے سفر کي یاد داشتیں بهي تهیں -

هندوستان سے وه جاوا اور سماترا گیا - پهر شمال کي طرف روانه هوا - وه هم سے کہتا هے که یه سفر چین کا تها - مگر تفصیل سے معلوم هوتا هے که وه چیني هندوستان اور جنوبي چین سے آگے نہیں بڑها - شمال میں اُس کا سفر بہت هي محدود تها - چین سے پهر جاوه کے طرف لوٹا - جاوه سے هندوستان آیا - پهر فارس ' عراق ' شام ' مصر هوتا هوا تیونس پہنچا - تیونس سے جهاز پر بیٹها ' اور سنه ۷۵۳ ه میں فاس پہنچ گیا - یعنی کامل ۲۵ - سال سفر کے بعد وطن واپس هوا !

لیکن اپنے وطن طنجه میں اُس کا قدم زیاده دن تک نہیں جما - اندلس کي سیاحت پر روانه هوگیا - اُس وقت یه اسلامي سلطنت سمٹ کر غرناطه کے علاقه میں محصور هوگئي تهی - سلطان ابو الحجاج یوسف بن الولید النصري کا زمانه تها - ابن بطوطه نے وهاں کے علماء و فقهاء سے ملاقاتیں کیں ' قدیم آثار دیکهے ' پهر مراکش واپس آ گیا -

مگر یه واپسي بهي عارضي تهي - تهوڑے هي عرصه بعد صحراء اعظم کي راه سے سوڈان کے سفر پر روانه هوگیا - لیکن یه اُس کا آخري سفر تها - سلطان ابو عنان شاه مراکش مزید سفر سے مانع هوا اور اپني مصاحبت پر اصرار کیا : یه واقعه سنه ۷۵۵ ه کا هے - ابن بطوطه نے مسلسل ۳۰ برس تک سیاحت کي - ۲۲ برس کي عمر میں سیاحت شروع کي اور ۵۵ - برس کي عمر میں ختم کي -

ابن بطوطه سلطان مراکش کا درباري بن گیا - سلطان اُس کے حالات سفر سن کر بہت مسرور هوتا تها - بعض لوگ ابن بطوطه کي صداقت میں اُسي طرح شبه کرتے تهے ' جس طرح اِس کے پیشرو مارکو پولو کو اُس کے هم عصروں نے غلط بیان قرار دیدیا تها - ابن بطوطه کو ابناء زمانه کي اِس بے قدري پر بہت افسوس تها - ایک جگه وه نہایت رنجیده هوکر لکهتا هے " خدا جانتا هے میرے بیانات صحیح هیں - خدا کي گواهي میرے لیے کافي هے "

علامهٔ ابن خلدون نے جب اپنی تاریخ کبیر مدون کرنا شروع کي ' تو ابن بطوطه اور اُس کي سیاحت کا قصه تازه تها - وه اپنے مقدمه میں لکهتے هیں :

" سلطان ابوعنان کے عهد میں طنجه کا ایک شخص ابن بطوطه نام مراکش میں آیا - یه مشرق میں سیاحت کرچکا تها - عراق ' یمن هندوستان وغیره ممالک میں پهرا تها - شاه هند کے پایهٔ تخت دهلي میں بهي گیا تها ' اور سلطان محمد شاه کا مقرب هوگیا تها ' حتی که عهدهٔ قضا پر بهي مامور هوگیا - سفر سے واپسي کے بعد اُسنے سلطان ابوعنان کے دربار میں رسوخ حاصل کیا - وه اپنے عجیب عجیب مشاهدے بیان کیا کرتا تها - حتی که بہت سے لوگ اُسے جهوٹا سمجهنے لگے تهے - ایک دن میں نے سلطان کے وزیر فارس بن وردار سے اِس بارے میں گفتگو کي اور بتایا که لوگ کس طرح اُس کي تکذیب کر رهے هیں - وزیر نے مجهے جواب دیا " تمهیں اُن سلطنتوں کے حالات کا انکار نہیں کرنا چاهیے جن سے ناواقف هو "

اِبن بطوطه کو مارکو پولو پر کئي حیثیتوں سے امتیاز حاصل هے - آخر الذکر نے بر اعظم ایشیا کا صرف وسطي حصه دیکها تها - لیکن اِبن بطوطه کي سیاحت بہت طویل تهي - ایشیا کے علاوه افریقه کے بہت سے حصے اور یورپ میں قسطنطنیه اور اُندلس کي بهي اُس نے سیر کي تهي - پهر اُس کے مشاهدات بہت زیاده محققانه تهے - اُس کا سفرنامه اُس عهد کے ایشیا اور افریقه کي تاریخ اور جغرافیه میں بہت زیاده اهمیت رکهتا هے - اُس کا اِسلوب بیان بهي زیاده شگفته ' مکمل ' اور علمي هے -

صلیب اور خون

(بیوریا میں ایک پر اسرار عورت !)

یورپ کي عقل پرستي اور مشرق کي توہم پرستي کا غلغلہ صدیوں سے بلند ھے - مشرقي ممالک میں عام طور پر یہ خیال پیدا کردیا گیا ھے کہ ہرطرح کي توہم پرستي اور غیر معقول خوش اعتقادي صرف مشرقي اقوام ھي میں پائي جاتي ھے - باشندگان یورپ کے عقل و دماغ اِن تمام امراض سے محفوظ ھیں ! لیکن واقعہ یہ ھے کہ سنہ ۱۹۲۷ کے یورپ میں بھي ہزاروں لاکھوں انسان ایسے موجود ھیں ' جنکي مذھبي توہم پرستیاں کسي طرح بھي مشرقي اقوام کي خوش اعتقادیوں سے کم نہیں ھیں !

یورپ کي پچھلي ڈاک کے اخبارات سے معلوم ہوتا ھے کہ بیوریا کے ایک کاشتکار خاندان کي لڑکي تھریسا نیومین نامي کي نسبت ہزاروں لاکھوں انسانوں کا اعتقاد ھے کہ وہ ایک مسیحي معجزہ کے اعلان کے لیے بھیجي گئي ھے - دور دور سے لوگ اُس کي زیارت کے لیے آتے ھیں ' اور یقین کرتے ھیں کہ اُس کي زیارت سے اور اس کا دامن چھو لینے سے ہر طرح کي بیماریوں سے نجات مل جاتي ھے !

یہ " مسیحي معجزہ " کیا ھے ؟

تھریسا بے ہوشي کي حالت میں

وہاں کہا جاتا ھے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یہ لڑکي بے ہوش ہو جایا کرتي ھے - اور بے ہوشي کي حالت میں اسکے تمام جسم پر صلیب کے سے نشان پڑجاتے ھیں - نیز پیر کے تلوؤں سے خون بھي جاري ہو جاتا ھے - جب ہوش میں واپس آتي ھے ' تو صلیبي نشان معدوم ہو جاتے ھیں ' اور خون کا بہنا بھي بند ہوجاتا ھے - اخبارات کا بیان ھے کہ نہ صرف علاقہ کے پادریوں نے بلکہ سرکاري افسروں نے بھي بے ہوشي کي حالت میں اِس لڑکي کا معائنہ کیا ھے ' اور سب متفقہ طور پر تصدیق کرتے ھیں کہ صلیب کے نشان جسم پر نمایاں ہو جاتے ھیں - عجب نہیں یہ لڑکي ھسٹریا یعني اختناق الرحم کي کسي غیر معروف قسم میں مبتلا ہو -
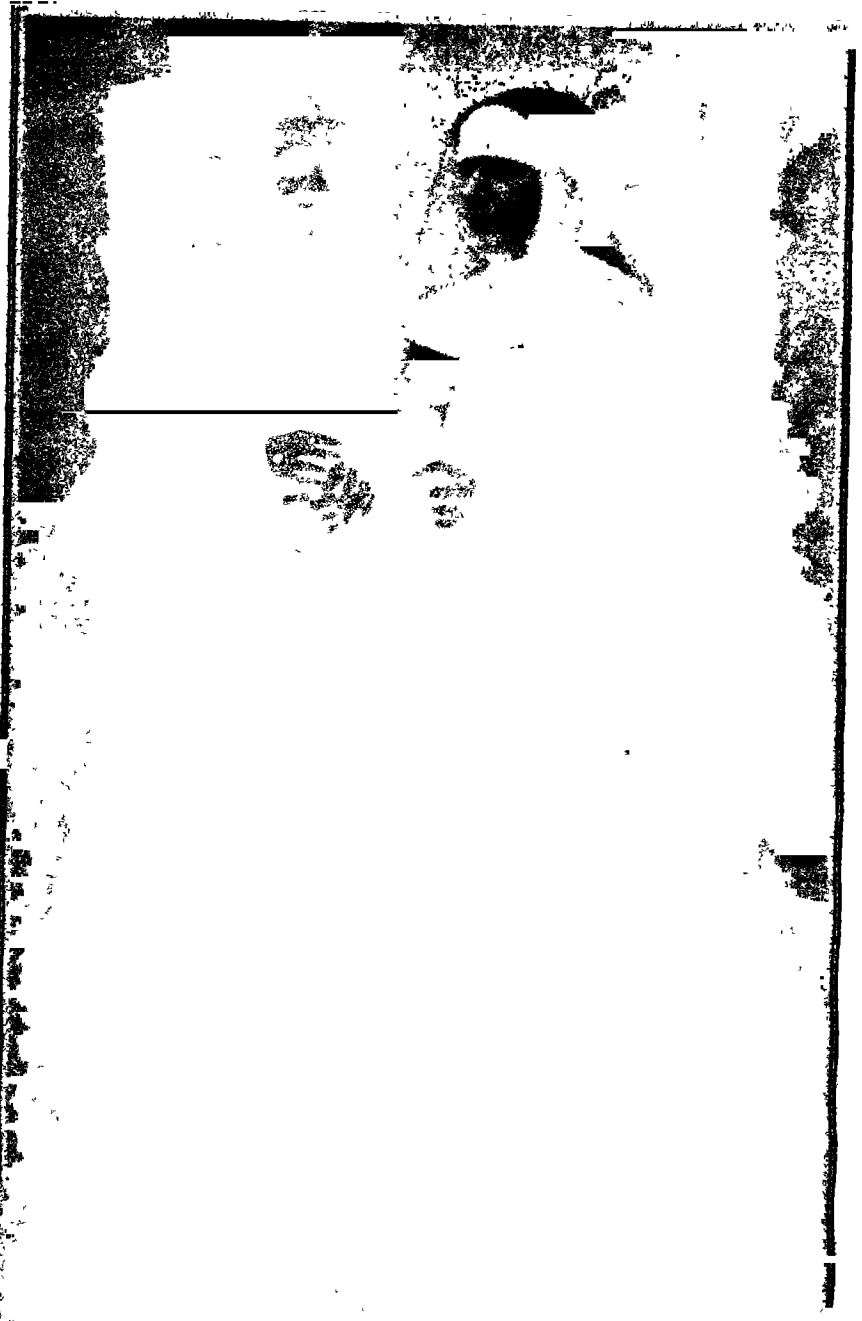
بائیں جانب تھریسا ھے - دھني جانب ایک راھبہ ھے جو اُسے گرجا لے جا رھي ھے !

بالشویک روس کی عدالت

جو نو جاسوسوں کے قتل کا فیصلہ لکھہ رہی ہے !

ابهي تهوڑا عرصه هوا ' خبر آئي تهي که حکومت روس نے ۲۶ آدمیوں کو جاسوسي کے جرم پر گرفتار کیا هے جن میں سے ۹ ملزموں کو قتل کي سزا دي گئي - یه مرقع اُسي مقدمه سے تعلق رکهتا هے - اور گریفک لندن کے نامه نگار نے موسکو سے بهیجا هے -

روسي تبلیغ و اشاعت

حال میں روسیوں نے ایک قومي میله کي تقریب پر ایک نہایت دلچسپ مجسمه " سرمایه داري " کا طیار کیا تها جو ایک موٹر کار پر نصب تها اور تمام قصبوں اور قریوں میں اُسکي نمایش کي گئي تهي - یه مجسمه کره کا ایک ڈهانچا هے ' جسکے اوپر ایک انسان بیٹها هوا هے - کره سے مقصود تمام دنیا هے ' اور انسان سے مقصود " سرمایه داري " کي طاقت هے - گویا سرمایه داري نے تمام کرۂ ارضي اپنے قبضه میں کر رکها هے !

" سرمایه داري " کي همه گیري و عالم افگني کي مجسم تمثیل !

لاسلکی عکاسی

یه دو تصویریں " لا سلکي عکاسي " کے تجارب کا آخري تجربه پیش کرتي هیں - " لا سلکي عکاسي " سے مقصود وہ نیا انکشاف هے جس کے ذریعه دور دراز مقامات سے بغیر رویت و حضور کے تصویر لیلي جا سکتي هے - امریکه میں اس کا تجربه نہایت تیزي سے ترقي کر رها هے - ستمبر کے اواخر میں متعدد تصویریں کامیابي کے ساتهه لي گئیں - تصویر نمبر ۱ ایک عورت کي تصویر هے جو تصویر لینے کے مقام سے کئي میل کے فاصله پر تهي - تصویر نمبر ۲ بهي ایک ایسي هي تصویر هے لیکن اس میں نمبر ۱ سے زیادہ کامیابي هوي هے - یه تجربه جب پوري طرح کامیاب هو جایگا ' تو جس طرح ریڈیو مراکز کے ذریعه دنیا کے هر حصه کي صدائیں سن لي جا سکتي هیں ' اُسي طرح هر منظر اور وجود کي تصویر بهي به آساني کهینچ لي جائیگي !

(۱)

(۲)

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کے وہ خطوط جو اُس نے قیدخانہ طائف سے اپنے عزیزوں کے نام بھیجے تھے

(۱)

آج بچّوں کی تصویریں پہنچیں۔ میں نے تمھارے خطوں کے جواب بھیجوائے تھے۔ معلوم ہوتا ہے نہیں ملے۔ کیونکہ تم نے اُن کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

سمرنا سے مجھے استامبول لے گئے۔ وہاں قصر یلدز میں مجھ، محمود پاشا اور نوری پاشا کو علیحدہ علیحدہ حجروں میں قید کردیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے سلطان عبدالعزیز نے خودکشی نہیں کی ہے۔ بلکہ سلطان مراد اور اُن کی والدہ کے اشارے سے محمود پاشا اور نوری پاشا نے اُنھیں قتل کرایا ہے۔ اور یہ کہ خود میں، خیرالدین آفندی، اور رشدی پاشا بھی اس قاتلانہ سازش میں شریک ہیں۔ پھر کہا گیا کہ مصطفےٰ پہلوان، حاجی محمد، مصطفےٰ جزائری، سلطان عبدالعزیز کے تینوں خادم اصلی قاتل ہیں۔

حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ تینوں شخص، عبدالعزیز کی وفات کے وقت نظر بند تھے۔ اگر بفرض محال عبدالعزیز کو کسی نے قتل ہی کیا ہو تو کسی حال میں بھی میرے یا رشدی پاشا کے خلاف شبہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ سلطان کی وفات کے وقت اُن کی والدہ اور تین سو بیویاں اور کنیزیں محل میں موجود تھیں۔ پانچ برس گزر گئے، مگر آجتک اُنھوں نے کبھی اشارۃً کنایۃً بھی نہیں کہا کہ سلطان قتل کئے گئے ہیں۔

میں نے محل شاہی میں نام نہاد عدالت کے سامنے پوری تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے۔ تمام ججوں کو مجبوراً تسلیم کرلینا پڑا کہ واقعی کوئی ثبوت قتل کا موجود نہیں، بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ مگر چونکہ سلطان عبدالحمید "خطرناک" لوگوں سے چھٹکارا حاصل کرنے پر کمربستہ تھے۔ اس لئے عدالت نے ۱۱ آدمیوں کو زبردستی مجرم قرار دے کر بے رحمانہ سزائیں دے دیں۔ عدالت کے بعض ایماندار ارکان نے آخر وقت تک اس فیصلہ میں شرکت سے انکار کیا۔ سلطان نے اُن کی ایمانداری کی بھی پوری قدر دانی کی اور ہماری طرح وہ بھی قید خانے بھیجدیئے گئے!

سلطان سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ بعض مصاحب ہر تیسرے دن میرے پاس سلطانی پیغام لے کر آتے تھے اور طفل تسلیاں دے جاتے تھے۔ ایک دن یہ پیغام پہنچا کہ سلطان کو میری اس مصیبت کا نہایت قلق ہے۔ میری جلاوطنی پر وہ انتہائی افسوس کے ساتھ مجبور ہوگئے ہیں۔ لیکن پوری ہمدردی سے مجھے اجازت دی ہے کہ اپنا خاندان اپنے ساتھ رکھ سکتا ہوں!" نیز مجھے اذن شاہی حاصل ہوا کہ اپنے عزیزوں کو اگر چاہوں، خط لکھ دوں۔ میں نے خطوط لکھ کر دے دئیے، مگر افسوس ہے کہ وہ تم لوگوں تک نہیں پہنچائے گئے۔

مجھے یقین تھا کہ رودس یا عکّا کو جلاوطن ہو رہا ہوں۔ میرے خادم عارف کو افسروں نے جہاز کے ایک کمرے میں قید کردیا۔ میرے پاس پہننے کا ایک کپڑا بھی نہیں تھا۔ حتّی کہ رات کا لباس بھی موجود نہ تھا۔ جو کپڑے میرے بدن پر تھے، وہی پہنے رہا۔ اتفاق سے ایک دن میں نے خادم کو دیکھ لیا۔ اُس کے پاس میرے رات کے پہننے کا کُرتا موجود تھا۔ وہ میں نے پہن لیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر خود اپنے ہاتھ سے دھوئے اور اُس وقت تک کمرے میں چھپا بیٹھا رہا جب تک کپڑے سوکھ نہ گئے۔ اب دُنیا سے مجھے نفرت ہوگئی ہے اور چاہتا ہوں جلد اپنے پروردگار کے سامنے پہنچ جاؤں!

ہم تمام رفقائے مصیبت جہاز "عزّالدین" پر سوار کر دیئے گئے۔ کچھ نہیں معلوم تھا کہاں جا رہے ہیں؟ محمود پاشا کو ایک نہایت غلیظ کمرے میں رکھا گیا۔ نوری پاشا اور میں بھی ایسے ہی کمروں میں اُتار گئے۔ پھر دروازوں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔

ہم جدہ پہنچے۔ بحر احمر کی گرمی بہت ہی سخت ہوتی ہے۔ ہماری تندرستی کو بہت نقصان پہنچا۔ ہمارے کمرے پاخانوں کے قریب تھے۔ بدبو سے دماغ پھٹا جاتا تھا۔ نوری پاشا تو جہاز ہی میں پاگل ہوگئے تھے۔ ابتک اُن کا دماغ درست نہیں ہوا۔

جدہ پہنچتے ہی ہم سمجھ گئے کہ طائف میں قید ہونا ہے مگر ہم باہم کوئی گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ آٹھ آٹھ مسلح سپاہی تھے اور بولنے کی سخت ممانعت تھی۔ ہم سے ازحد ذلت کا برتاؤ کیا گیا۔ کشاں کشاں مکہ معظمہ پہنچے۔ اور حرم شریف کے قریب بعض کمروں میں قید کر دیئے گئے۔ ہم خاص مسجد کعبہ میں موجود تھے۔ مگر ایک مرتبہ بھی ہمیں زیارت کی اجازت نہیں دی گئی!

ہم طائف پہنچے اور قلعہ کے قید خانہ میں علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں کے اندر قید کر دیئے گئے۔ ہر کمرے کے سامنے ننگی تلواریں لئے سپاہی کھڑے رہتے ہیں۔ باہم گفتگو کی سخت ممانعت تھی، مگر اب اُٹھ گئی ہے کیونکہ پاسبانوں نے دیکھا، اس پابندی کی تعمیل ممکن نہیں۔

سلطان کا فرمان، شریف مکہ کو پہنچا کہ یہ لوگ (یعنی ہم) جلاوطن ہیں۔ اندیشہ ہے بھاگ جائیں گے۔ تو بڑی سختی سے نگرانی ہونی چاہیئے۔ یہ حکم پاتے ہی شریف نے کمروں کے روشن دانوں کو بھی بند کرادیا اور ہمارے پیروں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں۔ مگر اب بیڑیاں کاٹ دیگئی ہیں۔ کیونکہ بیماری نے ہمیں اس قابل ہی نہیں رکھا کہ یہ بوجھ برداشت کر سکیں۔

خوش قسمتی سے ایک شریف آدمی کی ہمدردی حاصل ہوگئی ہے۔ یہ ہمارے خطوط تم تک پہنچایا کرے گا۔ پچھلے خطوط، جو تمھیں ملے، اسی کے ذریعے بھیجے گئے تھے۔ جب میں نے اپنے رفیقوں کو اطلاع دی کہ میرے اور اُنکے خطوط، منزل مقصود پر پہنچ گئے، تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کیونکہ ہر ایک کے بچے ہیں اور اُن کی ملاقات کی تمنا رکھتے ہیں۔ اگر ہم نے جرم کیا ہوتا تو اس خیال سے دل کو تسکین دے سکتے کہ یہ ہمارے جرم کی سزا ہے، لیکن ہم نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ بجز اس کے کہ سلطنت اور امت کی اصلاح و ترقی چاہی ہے۔ اگر یہی جرم ہے، تو افسوس اُس ملک پر جہاں اصلاح و ترقی جرم سمجھی جائے!

میرے رفقا، انتہائی غم والم میں ہیں۔ یہ بالکل قدرتی بات ہے لیکن میری حالت اُن سے بہتر ہے۔ میں اب ۶۰ برس سے تجاوز کر چکا ہوں۔ اس عمر کا آدمی کتنے برس اور جی سکتا ہے؟ تمھیں یاد ہوگا کہ گزشتہ سال ہی سے میرا عزم تھا کہ خلوت کی زندگی اختیار کرلوں۔ سفر آخرت کی طیاری میں باقی دن گزار دوں۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے یہ اُسی کا سامان کر دیا ہے!

مدت سے تمنا تھی کہ ذہن کو تلاوت قرآن میں مشغول کر دوں مگر فرصت نہیں ملتی تھی۔ اب الحمدللہ پوری مہلت مل گئی اور میں نے "قد سمع اللہ" تک قرآن مجید از سر نو حفظ کرلیا ہے۔ میں نماز کی بھی پوری پابندی کرتا ہوں۔ شب و روز یاد خداوندی میں مصروف رہتا ہوں۔ آیت "ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ" ہر لمحہ میرے پیش نظر رہتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی ہی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اپنے رب پر متوکل ہوگیا ہوں۔ اپنے تئیں اُس کے حوالے کر دیا ہے۔ تم بھی یہی کرو۔ اُس پر توکل کرو اور اُس کے سپرد ہو جاؤ!

اگر مجھے کوئی رنج ہے، تو وہ تمھاری اور بچّوں کی جدائی کا ہے۔ خداوند جل وعلا سے دعا ہے ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ میرے مصنوعی دانت ٹوٹ گئے۔ یہاں اُن کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں۔ کھانے میں اب مجھے ناقابل برداشت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جو تمباکو طلب کی تھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ نیز لکھا تھا کہ تفسیر بیضاوی، تفسیر روح البیان، اور وہ زرد رنگ کی فرانسیسی کتاب بھیجدو جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ یہ سب کتابیں، سمرنا میں موجود ہیں۔ اگر بھیج سکو، تو روانگی میں دیر نہ کرنا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ بچوں کی تعلیم پر پوری توجہ صرف کر رہی ہو۔ علی حیدر، وسیمہ، صابرہ کو بہت بہت پیار کرو۔ دریہ ما کو اور تمام ملازموں کو سلام۔

سمرنا میں دو صندوق، ساحلی کمپنی کے مینجر کے پاس چھوڑ آیا تھا۔ اُن میں میرے تمغے اور اعزازی سندیں ہیں۔ تاکید کر دی تھی کہ تمھیں دے دے۔ معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ اگر صندوق ابتک اسی خائن کے پاس ہیں، تو مجھے لکھو تاکہ اُسے یاد دہانی کردوں۔

هندوستان اور مجموعہ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائي ' عمراني ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان كي موجودہ حيثيت كيا هے ؟

(۱)

(هندوستان كا رقبہ)

ملک	رقبہ ایکڑ کے حساب سے
هندوستان	۱،۱۶،۲۹،۱۹،۰۰۰
برطانوي هندوستان	۶۲،۰۷،۲۵،۰۰۰
یورپ	۲،۴۰،۰۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۷،۷۱،۵۲،۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکا	۱،۹۰،۳۲،۶۹،۰۰۰
اسٹریلیا	۱،۹۰،۳۶،۶۴،۰۰۰
کینڈا	۲،۳۹،۷۰،۸۲،۰۰۰
جرمني	۱۳،۳۵،۹۴،۰۰۰
فرانس	۱۳،۰۸،۵۴،۰۰۰
چین	۲،۵۰،۴۷،۲۸،۰۰۰
جاپان	۱۶،۶۸،۷۲،۰۰۰

هندوستان ' جرمن شہنشاهي سے ۷ - گنا زیادہ بڑا هے -

هندوستان ' جاپاني سلطنت سے ۱۱ - گنا زیادہ بڑا هے -

هندوستان ' جزائر برطانیا سے ۱۵ - گنا زیادہ بڑا هے -

هندوستان ' بر اعظم یورپ کے برابر هے - باستثناء روس -

هندوستان میں ۷،۰۰،۰۰۰ دیہات هیں -

هندوستان میں ۶۷۷ دیسي ریاستیں هیں -

برطانوي هندوستان ' ۱۴ صوبوں پر منقسم هے - هر صوبہ ' ضلعوں پر منقسم هے - هر ضلع ' تعلقوں یا تحصیلوں پر منقسم هے - هر تعلقہ ' تھانوں پر منقسم هے - هر ضلع کا اوسط رقبہ ۴،۵۰۰ مربع میل هے -

هندوستان كي دس میں نو حصہ آبادي دیہاتوں میں رهتي هے -

هندوستان میں ۷ لاکھ دیہات هیں - اس کے معنے یہ هے کہ اگر کوئي آدمي هر قریہ میں صرف ایک دن ٹھہرے ' تو پورے هندوستان کے دورے کے لیے ۱،۹۲۷ سال درکار هونگے -

هندوستان میں ایک لاکھ سے زیادہ آبادي رکھنے والے ۳۱ شہر هیں -

(هندوستان كي آبادي)

کل دنیا	۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰
کل هندوستان	۳۱،۹۳،۶۱،۰۰۰
برطاني هندوستان	۲۴،۷۰،۰۰،۰۰۰
جزائر برطانیا	۴،۲۹،۱۹،۷۰۰
جاپان	۶،۱۰،۸۱،۹۵۴
جرمني	۵،۱۸،۷۰،۷۲۲
فرانس	۳،۹۲،۰۹،۵۱۸
اٹلي	۴،۲۱،۱۵،۶۰۶
سوویٹ روس	۱۳،۲۰،۰۰،۴۱۳
چین	۴۳،۶۰،۹۴،۹۵۳
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۱،۲۷،۸۶،۰۰۰

هندوستان كي آبادي ' دنیا كي مجموعي آبادي کا پانچواں حصہ هے -

هندوستان كي آبادي ولایات متحدہ كي آبادي سے ۳ گني زیادہ هے -

هندوستان كي آبادي فرانس كي آبادي سے ۸ گنا زیادہ هے -

صرف مدراس اور میسور كي آبادي ' جاپان کے برابر هے -

صرف بمبئي كي آبادي ' اسپین اور پرتگال كي مجموعي آبادي سے زیادہ هے -

هندوستان میں هر مربع میل كي اوسط آبادي ۱۷۷ هے -

اگر هر منٹ میں ۲۵ آدمي پر نظر ڈالي جائے ' تو پورے هندوستان كي آبادي دیکھنے کے لیے ۳۰ برس کا زمانہ درکار هوگا !

(دنیا كي آبادي رنگ کے اعتبار سے)

(کل دنیا كي آبادي : ۱،۶۹،۶۵،۰۸،۰۰۰)

سفید فام	۹۳،۶۰،۰۰،۰۰۰
زرد فام	۵۱،۷۴،۸۸،۰۰۰
سیاہ فام	۲۴،۳۰۶۰،۰۰۰

(سفید فام)

هندوستاني	۲۴،۵۰،۰۰،۰۰۰
ٹیوٹانک	۲۶،۶۷،۰۰،۰۰۰
سلاوي	۱۷،۶۰،۰۰،۰۰۰
لاطیني	۱۷،۲۰،۵۰،۰۰۰
یوناني	۹۵،۰۰،۰۰۰
باسکس	۴،۰۰،۰۰۰
افغان	۷۵،۰۰،۰۰۰
ایراني	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
عرب اور بربر	۲،۴۰،۰۰،۰۰۰
یہودي	۱،۵۰،۰۰،۰۰۰
قبطي	۸،۵۰،۰۰۰
دیگر اقوام	۹۰،۰۰،۰۰۰

(زرد فام)

چیني	۳۲،۳۰،۰۰،۰۰۰
جاپاني	۵،۶۵،۰۰،۰۰۰
کورین	۱،۷۰،۰۰،۰۰۰
ترک	۱،۲۰،۰۰،۰۰۰
امریکن دیسي ' اهل ملایا ' اور فلیپائن	۴،۰۰،۰۰،۰۰۰
منگولي	۳۰،۰۰،۰۰۰
کرغیز وغیرہ	۱،۰۰،۰۰،۰۰۰
ماگائر	۹۵،۰۰،۰۰۰
فنس	۳۵،۰۰،۰۰۰
اسکیمو اور سائبیرین	۱۰،۰۵،۰۰۰
سیامي	۸۵،۰۰،۰۰۰
برمي	۷۸،۹۰،۰۰۰
تبتي	۶۵،۰۰،۰۰۰

گیا ہوں۔ اخبارات کو یہ خبر شائع کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ قسطنطنیہ کے اخبار "طنین" نے کو گمراہی میں ڈال دیا گیا اور اُسنے بذریعہ تار مکہ کے اخباروں سے دریافت کیا۔ اس سے پہلے یہ افواہ مشہور کی گئی تھی کہ میں مجنون ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس کذب و دروغ سے حکومت کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

طائف - ۲۳ صفر ۱۳۰۱ھ

(۷)

اپنے مرشد سلیمان آفندی کے نام

"... قسمت میں یہی تھا کہ ہم اپنے اہل عیال اور مال و متاع سے جیتے جی دور اور اپنی آزادی سے محروم ہو جائیں۔ ہم جس مصیبت میں گرفتار ہیں، اُس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ صرف ذات الٰہی باقی رہے گی۔ کوئی مخلوق بھی دائمی زندگی نہیں پائے گی۔ سب کے لئے زوال ضروری ہے:

لا یغرن امرأ عیشہ ۔۔۔ کل حی صائر للزوال!

یہ چند روزہ زندگی، ایک کھیل ہے۔ بلکہ ایک پل ہے جس پر سے انسان گزر جاتا ہے۔ زندگی کی حرص طمع، لاحاصل ہے۔ ان مصائب پر اللہ تعالیٰ بندوں کا ثواب زیادہ کر دیتا ہے۔ ہمارے لئے انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ ان میں اکثر قیدخانوں ہی میں مرے۔ امام ابو حنیفہ اور امام موسیٰ کاظم کی مثال ہر وقت میرے پیش نظر رہتی ہے۔

میری حالت اسوقت یہ ہے کہ ہر لمحہ یہ مقولہ زبان پر رہتا ہے۔ "کن فی الدنیا کانک غریب" (دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو) زندگی کے آخری مرحلے تک پہنچ چکا ہوں۔ عمر ۶۰ سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اب مجھے ہر لحظۂ حیات غنیمت سمجھنا چاہئے اور آخرت کی طیاری کرنی چاہئے۔ میرے پاس بعض کتابیں موجود ہیں۔ اُن میں آپ کا مجموعۂ رسائل بھی ہے۔ اس کتاب سے مجھے عبادت الٰہی میں بہت مدد ملتی ہے لیکن انسان تنہا اپنی رائے سے ہر قسم کی ریاضت نہیں کر سکتا، لہٰذا اے شیخ جلیل! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اُس راستہ کی طرف رہنمائی کیجئے جو خدا تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ میں یہاں دور سے بھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ معنوی علاقہ، جسمانی اتصال کا محتاج نہیں۔ آپ مجھے تحریر کے ذریعہ ہدایت دیجئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خود تشریف لائیے اور زبانی رہنمائی کیجئے۔ میں بے صبری سے آپکے تحریری یا زبانی جواب کا منتظر رہوں گا۔"

قیدخانۂ طائف - ۱۹ شوال ۱۳۰۱ھ

(۸)

نفیسہ ہانم کے نام

"گزشتہ ماہ ایک خط "سعید بک" کے فرضی دستخط سے بھیج چکا ہوں۔ اس کے ایک ہفتہ بعد، دو پھوڑے نکل آئے۔ ایک پیٹھ میں، دوسرا پہلو میں۔ یہاں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی نومشق ہے۔ دوستوں کو میری بیماری سے سخت تشویش ہوئی۔ اُنھوں نے میری لاعلمی میں والی مکہ کو تجربہ کار طبیب بھیجنے کے لئے لکھا۔ مگر والی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں صاحب فراش تھا اور قصر سلطانی سے برابر احکام آرہے تھے کہ مجھے اور میرے رفقاء کو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ہمارا خاص کھانا موقوف کر دیا اور ہمارے نوکر بھی علیحدہ کر دیئے گئے۔ میں بستر مرگ پر پڑا تھا کہ ایک افسر نے آکر حکم پہونچایا "تمھیں بھی وہی کھانا ملے گا جو دوسرے تمام قیدیوں کو دیا جاتا ہے۔ لہٰذا بازار سے کوئی چیز نہ خرید سکوگے"۔ تمھارے خاص برتن بھی لے لئے گئے۔ قیدخانہ کے برتنوں میں کھاؤ پیو۔ کپڑے بھی اپنے ہاتھ سے دھونا پڑینگے"! پھر اُسنے ہم سے کاغذ، قلم، دوات وغیرہ لکھنے پڑھنے کا تمام سامان بھی لے لیا اور چلا گیا۔

الحمدللہ میں نے تمھارے تمام خطوط پہلے ہی سے جلا دیئے تھے، ورنہ انھیں ایک اور بہانہ ستانے کا مل جاتا۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور ڈیڑھ برس کی عمر کا بچہ قلعہ کے قریب ایک مکان میں تھے۔ انھیں بھی نکال دیا گیا۔ اسوقت یہ لوگ مکہ میں مقیم ہیں۔

اس سختی سے حکومت کی غرض یہ ہے کہ ہم جلد سے جلد مر جائیں کیونکہ ہم لوگ اچھے کھانوں کے عادی ہیں۔ قیدیوں کا کھانا کھا کر ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ ہمیں ہر ممکن تکلیف بھی دی جا رہی ہے کیونکہ حکومت کو شبہ ہے کہ یہ لوگ قیدیوں کا کھانا کھانے پر بھی زیادہ دن زندہ رہیں گے۔ جب سے میرے رفقاء نے یہ حکم سنا ہے، نہایت پریشان ہیں اور شب و روز اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے ہیں۔

اس مہلک بیماری میں مجھے آرام کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر میرے خادم کو بھی لے گئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ طبیب کی آمد و رفت بھی روک دی۔ اس سے بھی بڑھ کر افسر کی گستاخانہ گفتگو نے مجھے اذیت دی۔ میری بیماری بہت زیادہ ہو گئی۔ موت کا قطعی یقین تھا۔ دنیا سے سفر پر مجھے از حد خوشی تھی۔ لیکن افسوس، موت قسمت میں نہ تھی۔ زندگی کا معاملہ، صرف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ میری طلب پر بھی موت نہ آئی۔ میرے رفقاء نے ایک مرہم خود بنا کر پھوڑوں پر لگا دیا تھا۔ وہ اُس سے پھوٹ گئے۔ ۱۵ دن میں زخم بھر گئے۔ اب میں پھر زندہ ہو گیا ہوں۔

افسر نے میرے خادم کو جدہ بھیج دیا تھا تاکہ آستانہ پہونچا دیا جائے مگر قصر شاہی سے حکم آیا کہ اُسے وطن آنے نہ دیا جائے، بلکہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ غریب بھی قید ہے۔ اس حادثہ سے مجھے بہت رنج پہونچا۔ میں خوش تھا کہ مسکین کو اب مصیبت سے نجات ملی مگر میری خوشی، صرف چند روزہ تھی۔ اب مجھے اپنی مصیبت کے ساتھ اُس کی مصیبت پر بھی غم کھانا ہے۔

روپیہ، کپڑے، ماکولات، کوئی چیز بھی نہ بھیجنا کیونکہ مجھے کچھ بھی پہنچ نہیں سکتا۔ اور اگر پہنچے بھی، تو بے کار ہے۔ روپیہ اس لئے بیکار ہے کہ ہم کوئی چیز خرید نہیں سکتے۔ کپڑے اس لئے بیکار ہیں کہ کپڑے دُھلوانے کی ہمیں اجازت نہیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دھو کر پہنتا ہیں۔ اس حالت میں پُرانے اور نئے کپڑے یکساں ہیں۔ لہٰذا کوئی چیز بھی نہ بھیجو۔

ہمارے لئے جو کھانا مقرر ہوا ہے وہ صرف شوربا ہے۔ ایک ظرف میں ۸ آدمیوں کے لئے شوربا آتا ہے اور ہرگز کافی نہیں ہوتا۔ شام کو مولی کے پتوں کا شوربا ہوتا ہے۔ ہم لوگ یہ کھانا بالکل کھا نہیں سکتے۔ بھوکوں مر رہے ہیں۔ بہت ناتوان ہو گئے ہیں۔ ہر لحظہ موت کا انتظار ہے۔ دیکھنا چاہئے ہم میں کون پہلے قبر میں جاتا ہے"

بچوں کو پیار۔ سب کو سلام

۸ جمادی الاخر ۱۳۰۱ھ

(۹)

نفیسہ ہانم اور فرزند عزیز علی حیدر کے نام

"یہ غالباً میرا آخری خط ہے۔ کیونکہ ہمارا کھانا بند ہو چکا ہے اور سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں، جیسا کہ پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اب وہ ہمیں زہر دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ کئی مرتبہ دے بھی چکے ہیں لیکن میرے خادم عارف (جو اب میرے ہی ساتھ قید ہے) کی وفاداری اور بیداری کی وجہ سے ابتک انھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ ایک دن عارف نے ایک افسر کے ذریعہ دودھ خریدا۔ افسر نے اُس میں زہر ملا دیا تھا۔ عارف پہچان گیا اور دودھ پھینک دیا۔ ہم دن بعد عارف نے گوشت خرید کر میرے لئے پکایا۔ مگر آنکھ ہٹتے ہی اُس میں زہر ڈال دیا گیا۔ چند دن بعد ہمارے پانی کی صراحی میں زہر ملا دیا گیا۔ ہمارے محافظ بکر آفندی چرکسی نے اعتراف کر لیا ہے کہ قصر شاہی سے روز تاکیدی حکم آ رہے ہیں کہ ہمیں فوراً مار ڈالا جائے۔ چنانچہ عثمان پاشا والی مکہ نے تحریک چرکسی کو مکہ معظمہ سے خاص اسی غرض سے یہاں بھیجا ہے اور وہ قتل کی طیاریوں میں لگا ہوا ہے۔ ظاہر ہے ہم ان تمام قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ موت یقینی ہے۔ شاید اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی تمھیں میری موت کی خبر پہنچے۔ لیکن تم رنجیدہ نہ ہونا۔ کیونکہ مجھے اُمید ہے یہ موت، میرے تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی۔ میں اپنے وطن اور امت کی راہ میں مر رہا ہوں۔ میری وصیت یہ ہے کہ حکومت کوشش کرے گی تمھیں آستانہ نے جائے اور تمھارا وظیفہ مقرر کرے۔ مگر تم اسے منظور نہ کرنا۔ اپنے گھر ہی میں رہنا۔ میری بہن صدیقہ ہانم کو اپنے ساتھ رکھنا اور ترکہ میں سے اُنھیں بھی حصہ دینا۔ میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔

۱۰ رجب ۱۳۰۱ھ

آخری خط

شہادت سے ایک دن پہلے لکھا گیا

علی وصفی آفندی کے نام

میں تمھیں پہلے بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اپنی سوانح عمری کا ایک جزو ختم کر کے تمھیں بھیج چکا ہوں۔ پڑھنے کے بعد سمرنا بھیج دینا۔ اب زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ لوگ زہر دینے میں ناکامیاب رہے۔ اب کوئی دوسری تدبیر کرینگے۔ میں ہر لمحہ خداوند تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر میں مر جاؤں تو فقراء پر دو سو پونڈ خیرات کر دینا جو تمھارے پاس امانت ہیں۔ اگر اس سے زیادہ خرچ کرنا ہو تو سمرنا سے روپیہ طلب کر لینا۔ فوراً آ جائے گا۔ میرے مرشد شیخ سلیمان کی دست بوسی کرو اور میرے حق میں دعائے مغفرت کی درخواست کرو۔ درویش صلاح الدین پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ اُس کی طبیعت کا حال معلوم ہے۔ بلا ضرورت مجھے نہ لکھنا۔ آئندہ شاید میں بھی کچھ لکھ نہیں سکوں گا۔ کیونکہ حالت بہت خطرناک ہو گئی ہے۔ والسلام

---

(۲)

"رمضان کے بعد کوئی خط نہیں ملا۔ تمھارے اور بچوں کے حالات نہ معلوم ہونے سے سخت قلق اور ملال ہے۔ تم نے ضرور روپیہ اور کھانے کی چیزیں بھیجی ہوں گی۔ مگر مجھے کچھ نہیں پہنچا۔ مجھے روپیہ کی ازحد ضرورت ہے۔ کیونکہ پچھلے سال جو ۵۰ پونڈ بھیجے تھے، اور جو رقم، قسطنطنیہ سے آئی تھی، اب اسمیں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے حکومت نے ہمارے کھانے پینے کا ذمہ خود لے رکھا تھا مگر اب وہ کسی کو کچھ نہیں دیتی۔ ہمیں اپنی روٹی خریدنا پڑتی ہے۔ ہمارے ساتھ بعض ایسے قیدی بھی ہیں جن کے پاس ایک پیسہ نہیں۔ میں اور محمود پاشا اُن کی کفالت کر رہے ہیں۔ اُنھیں کپڑے بھی بنا دئیے ہیں ہمیں قیدخانے کے نوکروں کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ لوگ محض ہماری وجہ سے یہاں رکھے گئے ہیں۔ اِن حالات کی بنا پر، ہمیں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔

ہمارے رفقا میں فوج کے بعض بڑے بڑے افسر بھی ہیں انھوں نے ہم سے کچھ روپیہ قرض لے کر کپڑا خریدا ہے۔ بیچارے خود اپنے ہاتھ سے سی رہے ہیں۔ اُن کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی انکے لئے ایک خشک روٹی کا بھی انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ بعض مجبوراً روزہ رکھتے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ اِن کی ضروریات زندگی کا حتی الوسع خیال رکھیں۔ ہر ملک میں دولت مند، غریبوں کی دست گیری کرتے ہیں لیکن یہاں ان مسکینوں کے لئے اس قسم کا کوئی موقعہ موجود نہیں ہے۔ انسانیت کا تقاضہ ہے کہ ہم ہی انکی خبر لیں۔ لہذا فوراً ہم پچاس پونڈ حکومت کے توسط سے بھیجدو۔ اگر فوراً روپیہ نہ آیا تو میں اپنا پانی کا برتن اور گھڑی بیچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ اس صورت میں لوگ بہت قیل و قال کرینگے اور ہمارے ذہن کو تشویش ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت پیار۔"

مدحت

قلعہ طائف کا قیدخانہ

۲۵ر اگست ۱۸۹۰ء

(۳)

"... پرسوں یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شریف مکہ (عبدالمطلب) حسب عادت آجکل طائف میں موجود تھے۔ منگل کی رات کو وہ اپنے گھر میں مطمئن سو رہے تھے کہ اچانک آدھی رات کو تین فوجوں نے آکر اُن کا محل گھیر لیا۔ فوج کے ساتھ ہم توپیں بھی تھیں۔ صبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ شریف اپنے رات کے کپڑوں میں ہمارے قیدخانے میں قیدی بنے چلے آرہے ہیں۔

کہا جاتا ہے شریف کا جرم یہ ہے کہ اُسنے انگریزوں سے سازش کرنی چاہی تھی۔ کمبخت شخص نے ہمیں محض سلطان کے خوش کرنے کے لئے بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ خدا نے اس کا بدلہ لے لیا۔ وہی مصیبت اُس پر ڈال دی جنمیں ہم پھنسے ہیں۔ اسمیں ہر عاقل کے لئے عبرت ہے۔ لیکن مجھے اس شخص پر بہت ترس آتا ہے۔ سو برس کا بڈھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں سے ہے۔ یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہمیں سمرنا میں پیش آیا تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہاں توپوں کی تعداد زیادہ تھی۔"

مدحت

(۴)

"گزشتہ رمضان سے تمھاری اور بچوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں نے بھی تمھیں اپنی مفصل حالت نہیں لکھی۔ کیونکہ نہایت ہی سخت تکلیف میں ہوں۔ پانچ مہینے ہوتے ہیں کہ ہمارے خدمتگار ہم سے علٰحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ حال ہی میں آستانہ سے، عمر بک نام ایک شخص خاص اس غرض سے بھیجا گیا ہے کہ اگر ہماری ایذا رسانی میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو پوری کردے۔ اِس شخص کی عمر، زیادہ ہے، مگر عقل کم ہے۔ اس کے افعال ایسے ہیں جو کسی شریف الطبع آدمی کے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری جان لینے پر تلا ہوا ہے، کیونکہ شاید اُسے یہی حکم ملا ہے یا مزید مقبولیت اِس ذریعے سے حاصل کرنی چاہتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ بھوکا رکھنے سے ہم جلد نہیں مرینگے بلکہ ہماری زندگی بڑھ جائے گی۔ لہذا کوئی ایسی تدبیر نکالنی چاہتا ہے جس سے میری، محمود پاشا کی، اور خیر اللہ آفندی کی زندگی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔ وہ نوکروں سے کہتا ہے "تم ضرور وطن واپس جانے کے لئے بے قرار ہوگے۔ لیکن جب تک یہ تمھارے آقا زندہ ہیں، تم واپس نہیں جا سکتے۔ اِن کے قتل میں میری مدد کرو تاکہ آزادی حاصل کر سکو" چنانچہ اسنے نوری پاشا کے خادم بکر آغا کو بلا کر کہا "تم نوکروں کی قید اُسی وقت ختم ہوگی جب یہ لوگ مریں گے۔ نوری پاشا تو مجنون ہیں۔ کئی دفعہ کمرے کی کھڑکی سے پھاندنا بھی چاہا۔ تم اُن کی اس میں مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھ سے ریتی لو اور کھڑکی کی سلاخ ریت ڈالو۔ تاکہ نوری پاشا پھاند کر ہلاک ہو جائیں"

غرضکہ اسنے تمام نوکروں کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔ نوکروں نے اُس کی سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ اسپر اُنھیں سخت تکلیفیں دی جا رہی ہیں۔ یہ خبریں سُن کر ہم سخت پریشان ہیں ہمیں زہر دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک طرف دُنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے یہ شخص ہمیں مارنا چاہتا ہے، دوسری طرف اخروی ثواب کے لئے حج کرنے بھی گیا ہے۔ یہ سمجھتا ہے اس طرح دین اور دُنیا، دونوں اُسے حاصل ہو جائینگے!

ہم ڈیڑھ برس سے یہاں ہیں مگر آجتک قلعہ کا پھاٹک تک دیکھ نہ سکے۔ عزیز ترین لوگوں سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ ہمارے پاس ایک اجنبی باورچی تھا۔ ڈرا دھمکا کر اُسے بھی رخصت کر دیا گیا یہ حالات دیکھ کر ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمیں جلد اس دُنیا سے کوچ کرنا ہوگا۔

اگر ہمارے ستانے اور اس طرح قفس میں بند رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ قصر شاہی کی سازش پر پردہ ڈالا جائے۔ تو یہ کوشش بے سود ہے۔ یورپ بھر میں اصلی حقیقت مشہور ہو چکی ہے۔ اخبارات کے صفحوں پر آچکی ہے۔ لیکن اگر ہمیں تکلیف دے کر سلطان اور اُنکے مصاحب خوش ہوتے ہیں تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ احکم الحاکمین سے فریاد کریں اور دعا مانگیں کہ وہ اپنا فیصلہ جلد صادر کر دے۔ اگر تمھیں کوئی منصف مزاج ملے تو ہماری ناقابل بیان مصیبت کی یہ داستان سُنا دینا۔

قیدخانۂ طائف ۵ محرم سنہ ۱۳۰۱ھ

(۵)

والی حجاز عثمان پاشا کے نام

"آپنے رسالہ دار محمد بک کے نام جو خط لکھا ہے، اُس میں شکایت کی ہے کہ میں نے عمر پاشا کے افعال کی اطلاع انگریزی قونصل کو دی ہے۔ حالانکہ میں نے قونصل مذکور کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا۔ بلکہ اس قسم کا کبھی وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُسے اطلاع بھیجوں۔

عمر پاشا کی حرکتیں ایسی نہیں ہیں کہ زیادہ دنوں تک مخفی رہتیں طائف اور مکہ میں بچہ بچہ اُن سے واقف ہے۔ اگر انگریزی قونصل کو علم ہوا ہے تو تاجروں اور عام باشندوں کے ذریعہ ہوا ہوگا۔

لیکن آپنے دوسرے خط میں پھر مجھے اس معاملہ میں ملامت کی ہے۔ بظاہر آپ کو یقین ہے کہ اسمیں میرا ہاتھ ضرور ہے۔ لہذا میں مجبور ہو گیا ہوں کہ حقیقت ظاہر کر دوں۔

عمر پاشا علی الاعلان کہتے رہے ہیں کہ اُنکے آنے کی غرض، ہم قیدیوں کو زہر دے کر قتل کرنا ہے۔ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے بھی وہ اسے ثابت کرتے رہے ہیں۔ اُنھوں نے کھلے بندھوں نوکروں کو مشورہ دیا کہ اپنے آقاؤں کو دن دہاڑے مار ڈالیں۔ نوکروں نے ایسا نہیں کیا تو اُنھیں قید کر دیا گیا اور سخت تکلیفیں دی گئیں۔

اجانب کو اگر یہ شرمناک حالات معلوم ہو گئے ہیں تو یہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انگریزی قونصلوں کا کام ہی یہ ہے کہ خبریں معلوم کر کے اپنی حکومت کو مطلع کرتے رہیں۔ باہر ہمارا کوئی ایسا معتمد علیہ موجود نہیں جسپر ہم اس طرح کے معاملات میں بھروسہ کر سکیں۔ پھر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انگریزی قونصل کو اطلاع پہنچائی ہوگی؟ ہمارے نوکر بھی آزاد نہیں ہیں کہ اِدھر اُدھر جا سکیں۔ وہ ہفتہ میں صرف ایک مرتبہ قلعہ سے نکلتے ہیں تاکہ ضروری اشیا بازار سے خرید لیں اور اُسوقت بھی مسلح افسروں کی حراست میں رہتے ہیں۔

نہیں معلوم تمھارے ضمیر نے یہ کیونکر گوارا کیا کہ ہمیں ملامت کرو۔ تمھارے خیال میں اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اپنی آزادی اولاد، احباب، مال و متاع سب سے جیتے جی محروم کر دیئے گئے ہیں، اور ایک قفس میں جانوروں کی طرح محبوس ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں کی صحت بھی معلوم نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ ایسا برتاؤ ہے جسے دنیا کا کوئی قانون کوئی شریعت، کوئی انصاف پسند انسان جائز قرار نہیں دے سکتا!

اگر یہ تہمت تراشنے سے مقصود یہ ہے کہ ہماری عزیزوں سے خط و کتابت بھی موقوف کر دی جائے تو وہ ہماری اس قید کی وجہ سے پہلے ہی سخت بدبختی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مرے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے؟

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ سمرنا میں میں نے فرانسیسی قونصل سے پناہ چاہی تھی۔ یہ حقیقت سے تمھاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں صوبہ سمرنا جیسے ایک بڑے صوبے کا حاکم تھا۔ اچانک ایک رات میرے گھر کا فوجوں نے محاصرہ کر لیا۔ مجھے قید کر کے لے چلے۔ میں اپنی عورتوں اور بچوں کا گریہ و بکا اپنے کانوں سے سُنتا تھا، مگر اُنھیں تسلی تک نہیں دے سکتا تھا۔ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا جواب میں خود تمھارے ضمیر سے چاہتا ہوں

اگر تم مجھے اس لئے ملامت کرتے ہو کہ حکومت کی حرکتوں کو حق بجانب قرار دو، تو یہ کوشش بے فائدہ ہے۔ میں دو مرتبہ وزیر اعظم رہ چکا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی مجھ سے یہ ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا اور بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا گیا۔

تم نے لکھا ہے تم ایسی باتوں کی اجازت دے نہیں سکتے اور اب تم ہماری زبانیں بند کر دو گے۔ ہماری زبانیں اب بھی بند ہیں۔ معمولی افسروں اور سپاہیوں کی ہمپر حکومت ہے۔ ہم زبان ہلا نہیں سکتے۔ تم اس وقت اختیار رکھتے ہو۔ ہم بے اختیار ہیں۔ جو تمھارے دل میں آئے شوق سے کرو۔ ہمیں اعتراض کا بھی حق نہیں ہے۔ تم ہمیں "مجرم" کہتے ہو۔ ہم اس پر بھی معترض نہیں ہو سکتے لیکن ہاں تمھیں وہ گفتگو یاد دلاتا ہوں جو تم نے دار الحکومت میں مجھ سے کی تھی تم نے انسانیت، مروت، شرافت کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ موجودہ برتاؤ اِن صفات کے مطابق ہے؟

قیدخانۂ طائف ۔ صفر سنہ ۱۳۰۱ھ

(۶)

نعیمہ خانم کے نام

"... پچھلے دنوں مشہور کر دیا گیا کہ میں ہندستان یا یورپ بھاگ

سراسر بنگال اور کرناٹک کے عظیم خزانوں کی لوٹ مار سے شروع ہوئی جنگ پلاسی سے پہلے ہمارے ملک (انگلستان) کی صنعت نہایت پست تھی
(ڈیگبی)

تین کروڑ انسانوں کو لوٹ کر کلکتہ میں عظیم الشان دولت بہت جلد جمع کر لی گئی تھی... قدیم زمانوں میں معمولی مظالم پر ہندوستانی اپنے حاکموں کو برطرف کر دیا کرتے تھے۔ مگر انگریزی حکومت ملنے والی نہ تھی یہ حکومت سنگ دل سے سنگ دل وحشی اور مستبد حکومتوں کی طرح ظالم اور سخت تھی۔ مزید براں تمام تمدنی طاقتور ہتیاروں سے مسلح تھی۔
(لارڈ کلایو پر میکالے کا مضمون)

یہ مالا مال خزانے، کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی، انگریزوں نے ہتیا کر لندن اُسی طرح بھیجدی، جس طرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدیے تھے، ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے؟ کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ ضرور کروڑوں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اُس وقت کی مجموعی یورپین دولت سے بھی بہت زیادہ تھی۔ (بروک آدم)

جب میں ۱۷۵۰ء میں انگلستان آیا تو یہاں بڑے بڑے شہروں کے علاوہ ملک بھر میں بارہ بینک بھی موجود نہ تھے۔ بنگال کی چاندی نے انگلستان پہنچکر نہ صرف دولت میں بے شمار اضافہ کیا بلکہ اس کی رفتار بھی بہت تیز کر دی (برک)

ہمارے خیال میں یہ بڑی دولت جو ہم نے ہندوستانی تجارت سے حاصل کی ہے ایک نہایت ہی ظالمانہ اور جابرانہ دستور العمل سے پیدا ہوئی ہے ایسا دستور العمل جس کی نظیر نہ کسی ملک میں ملتی ہے نہ کسی زمانہ میں۔ (ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کی یادداشت ۱۷۶۴ء)

سرسری اندازہ کے ساتھ، بڑی آسانی سے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیانی زمانہ میں ہندوستان سے انگلستان کو پندرہ ارب روپیہ جا چکا تھا۔ (میجر ڈیگبی)

ہندوستان، انیسویں صدی میں انگلستان کو کم سے کم ایک ارب ۵۰ کروڑ روپیہ دے چکا ہے۔ ہمارے ہم وطنوں (انگریزوں) کا ۳۰ کروڑ روپیہ ہندوستانی تجارت میں لگا ہے۔ اس طرح ہندوستان کی تجارت ہمارے لئے دنیا کے تمام ملکوں کی تجارت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ہندوستان میں ہمارے حوصلہ مند نوجوانوں اور بے شمار نقیروں کو روٹی مل رہی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں ہمارے ملک کو ہندوستان کا قبضہ بہت زیادہ طاقتور، باعزت، اور با اثر بنا رہا ہے۔ تمام اعلیٰ خیالات، مسیحی حکمرانی اور تہذیب کے فرائض سے قطع نظر کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان کو ہمیشہ اپنے قبضہ میں رکھنا چاہئے۔ انگریز بھاری سے بھاری قربانیاں کرنے کو طیار ہیں مگر یہ سونے کی چڑیا کسی حال میں بھی اپنے ہاتھ سے اڑنے نہیں دیں گے!
(میجر ونگیٹ ۱۸۵۹ء)

ہندوستان نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہے کرۂ زمین پر ہمیں ایسا ہی عظیم الشان جزیرہ بنا دیا ہے جیسا جاپان کو اُس کے جزائر نے ہم اتنی بڑی سلطنت ہو گئے ہیں جتنی دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بس اس احسان پر ہمیں ہندوستان کا ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہئے۔

(مرجارج برڈوڈ)

ہندوستان کا ہمیشہ خون چوستے رہنا چاہئے۔
(لارڈ سالسبری ۱۸۷۵ء)

میں پوری متانت سے اعلان کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مظالم سے مالابار کی مخلوق فنا ہو گئی اور ملک برباد کر ڈالا گیا۔ موجودہ گورنمنٹ نے ملک اور اُس کے باشندوں کو مفلس اور ذلیل کر ڈالا ہے۔
(فرانسس براؤن: سیلکٹ کمیٹی رپورٹ ۱۸۱۳ء)

ہندوستان کا نظارہ، دماغ پر افلاس اور افسردگی کا اثر قائم کر دیتا ہے۔ ملک سے زیادہ اُس کے عام باشندے اُداس ہیں۔ وہ کمزور اور خستہ نظر آتے ہیں۔ اُنکے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے ہیں۔ وہ سب غریب معلوم ہوتے ہیں اور محض ایک ٹکڑا روٹی پانے کے لئے جان توڑ محنت کرتے ہیں، وہ لاغر اور مرجھائے ہوئے ہیں۔
(سر فریڈرک ٹریوس ۱۹۰۲ء)

برطانوی ہند کی دیہاتی آبادی کی حالت کیا ہے؟ اب وہ اُس مطمئن اور خوش و خرم قوم کی نمائندگی نہیں کرتی جس کا حال ہم قدیم تاریخوں میں پڑھتے ہیں شکستہ روح، پست دماغ، خستہ حال غریب رعیت کی ایک یہی آرزو رہ گئی ہے کہ آئندہ فصل ملنے تک وہ بھوک سے نہ مرجائے۔ (دی تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

آج ہندوستان کی عام آبادی اس قدر قلاش ہو رہی ہے کہ اس کے پاس بمشکل قوت لایموت باقی ہے۔ عیش و عشرت تو درکنار ہندوستانی بمشکل اپنے بال بچوں کی شکم پری کر سکتا ہے۔"
(لارڈ لارنس ۱۸۶۴ء)

برطانوی صنعت بڑھانے کے لئے ہندوستانی دستکاری کا گلا گھونٹنا بڑے فخر کے ساتھ انگریزی تدبر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ برطانوی قساوت کا ایک بہت ہی بڑا ثبوت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے انگریزوں نے کس طرح چنگی اور محصول لگا کر ہندوستان کی صنعتی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ (مسٹر شور)

---

۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر والی ہندوستانی عورتیں بہترین سوت کاتتی ہیں۔ روپیہ بھر وزن کی روئی سے ۴ میل سے بھی زیادہ لمبا سوت کات سکتی ہیں۔ (جیمس ٹیلر)

وہ انگریزی حملہ ہی تھا جس نے چرخہ ہلاک کر دیا۔ انگلستان نے خود ہندوستان کے بازاروں سے ہندوستانی کپڑا بے دخل کر دیا۔ اُس نے اس ملک میں اپنا سوت بھیجنا شروع کیا، یہاں تک کہ دیسی سوت غائب ہو گیا۔ یہ ملک جو روئی کا مرکز تھا، بدیشی سوت کا دست نگر ہو گیا۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۶ء تک ہندوستان میں انگریزی سوت کی درآمد ایک سے شروع ہو کر ۵۲۰۰ گنا ہو گئی! (کارل مارکس، برٹش رول ان انڈیا)

ہمارا تعلق ہندوستان سے بہت گہرا ہے۔ دنیا میں یہ ملک سب سے بڑا بازار ہے۔ ہم وہاں بحیثیت تاجر کے گئے ہیں۔ باوجود موجودہ زمانہ کی تمام لفاظیوں کے ہماری ہندوستانی حکومت ایک مادی بنیاد پر قائم ہے جسے ان لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہم تجارتی منافع

کریں، تم ہمارا مال خریدو۔ اگر ہم ہندوستان چھوڑ دیں تو اس سے نہ صرف ہندوستانیوں ہی کو نقصان پہنچے گا بلکہ لنکاشائر کے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ آدمی بھوکوں مر جائیں گے اور ہماری تمام صنعتی زندگی ختم ہو جائے گی۔ تمام باتوں کا ہمارے پاس صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ "کچھ ہی ہو ہماری قوم کو زندہ رہنا ہے!" بغیر ہندوستان کی تجارت اور دستکاری پر قبضہ رکھے یہ قوم اس تنگ جزیرہ میں کسی طرح بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (مسٹر وہائٹ ۱۸۳۲ء)

موافق موسم میں سال بھر خرچ کرنے کے بعد ۰۰۰۰۰۰۴۰۴ من غلہ ہندوستان میں بچ رہا تھا۔ (قحط کے کمیشن کی رپورٹ ۱۸۸۰ء)

۱۷۵۷ء میں بنگال دنیا کا سب سے زیادہ مالدار، آباد اور زرخیز ملک تھا۔ (بنگال کی تحقیقات ۱۸۳۲ء)

گورنمنٹ نے کسانوں پر اتنا زیادہ لگان لگا دیا ہے کہ اُنکے اور اُنکے بال بچوں کی سال بھر کی خوراک بھی اکثر نہیں بچتی۔
(سر ڈبلو۔ ہنٹر ۱۸۸۳ء)

جنگل کٹ جانے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں پر دوہری مصیبتیں اور بڑھ گئیں۔ ایندھن کا فقدان اور بارش کی کمی۔
(بیرون ہن بورڈ)

انگریزی سلطنت کے آغاز ہی میں ہندوستان کے جنگل تیزی سے برباد کر ڈالے گئے۔ (پروڈکشن ان انڈیا)

جنگل، قومی دولت کا ایک بہت اہم سرچشمہ ہیں۔ جنگل، اوس پیدا کرتے ہیں اور موسم کا اُتار چڑھاؤ روک کر اعتدال قائم کرتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں گرمی اور بارش بہت ہوتی ہے جنگل کی اہمیت کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ (")

اکبر کے عہد میں نہروں کا ایک ایسا بڑا سلسلہ قائم کیا گیا تھا جیسا پہلے کبھی نہ تھا۔ (کیپر صفحہ ۲۵۴)

فیروز شاہ نے اپنے عہد میں دریاؤں پر تیس بند قائم کئے تھے پانی محفوظ رکھنے کے لئے ۵۰ عظیم الشان حوض بنائے تھے اور ایک اتنی بڑی نہر کھدوائی تھی جو اپنے وقت میں سب سے بڑی نہر تھی۔
(" ")

دہلی کی نہر، جسے شہنشاہ شاہجہاں نے بنوایا تھا، نہایت ہی وسیع اور مضبوط تھی۔ (ڈکڈم)

پورے جنوبی ہندوستان میں گنجام سے راس کماری تک ایسے عظیم الشان اور غیر معمولی تالابوں کے نشان اب تک موجود ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (فرانسس براؤن)

ہندوستان کے نام نہاد "وحشی" پرانے حکمران رعایا کی صنعت کے کاموں پر اتنی دولت خرچ کرتے تھے جس سے اُس زمانہ میں پوری یورپین جنگی قوت قائم ہو سکتی تھی۔ (تھری پریسیڈنسیز آف انڈیا)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

"بنگال اپنی پیداوار اور ہر چیز کی فراوانی میں، دنیا کے ہر شہر سے مقابلہ کرسکتا تھا۔ یہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ انسانی ضروریات اور عیش و عشرت کا جملہ سامان آسانی مہیا کرتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہر قسم کے مویشی، بارہ ماسی پھل، بکثرت غلہ، ہر قسم کا کپڑا خصوصاً نفیس ریشم اس قدر زیادہ موجود تھا کہ دنیا کے کسی علاقہ میں بھی نہ تھا۔" (الفنسٹن جلد ۲)

"باشندے عام طور پر نہایت تہذیب اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی جان و مال کی طرف سے بالکل مطمئن تھے، کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کو نہ تو چھوٹے الزاموں پر ماخوذ کرتا تھا، نہ اُس کی مال و دولت اور شاندار زندگی پر حسد کر کے اُسے اُس سے محروم کرتا تھا۔"
(پاٹر ولڈویل سنہ ۱۶۲۳ء)

"پادشاہ کے ذاتی کمرے اور شاہی دربار اپنی چمک دمک میں، نگار خانۂ چین ہو رہے تھے، محل کی ہر ہر چیز اُس سلیقہ اور ہنرمندی کی زندہ شہادت تھی جو اُس پر صرف کی گئی تھی۔ عظیم تخت شاہی، جو "کوہ نور" ہیرے کے ساتھ کئی صدی پہلے ایران سے لایا گیا تھا، ٹھوس سونے کا تھا، اور دو عظیم الشان طاؤسوں پر قائم تھا، جن کی پھیلی ہوئی دُمیں بیش بہا جواہرات سے مرصع تھیں ... اس طرح شہنشاہی عظمت قلعہ دہلی کے اس کتبہ کو صحیح ثابت کر رہی تھی کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است!

(قدیم و جدید دہلی مصنفہ ایل گینز)

"تمام زمانوں میں سونا خصوصاً چاندی کی برآمد ہندوستان کی بہت پرمنفعت تجارت تھی۔ روئے زمین پر کوئی ملک بھی اپنی ضروریات اور کمالیات میں بیرونی ممالک سے اتنا مستغنی نہ تھا جتنا یہ ملک تھا مناسب آب و ہوا، زرخیز سرزمین، اور خود باشندوں کی ذہانت نے وہ

سب کچھ مہیا کر دیا تھا جس کی اُنھیں ضرورت تھی۔" (ڈاکٹر رابرٹسن)

"بنگال اپنے لامتناہی خزانوں سے اپنے آقاؤں کو دنیا کا سب سے زیادہ دولتمند بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے" (کلایو کے خطوط سنہ ۱۷۶۱ء)

"نواب شائستہ خاں کے عہد (۹۴-۱۶۸۰) میں ایک روپیہ میں ۸ سیر چاول فروخت ہوتے تھے۔" (جے ٹیل)

"شہر ڈھاکہ میں ۲۰ بازار اور ۳۰ سڑکیں تھیں (٭)

شہر مرشد آباد اس قدر دلچسپ اور دولتمند ہے جس قدر خود شہر لندن۔ فرق یہ ہے کہ اول الذکر میں لوگوں کی ذاتی جائدادیں آخر الذکر سے بہت زیادہ ہیں۔ اس کی آبادی کئی لاکھ ہوگی۔ اور اگر وہ یورپین باشندوں کو فنا کرنے کا ارادہ کریں تو صرف لاٹھیوں اور پتھروں سے کر سکتے ہیں۔"
(پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے کلایو کی شہادت سنہ ۱۷۶۶ء)

"بنگال کی سلطنت، چھ سو میل لانبی، تین سو میل چوڑی اور دنیا کی ایک نہایت ہی وسیع اور زرخیز میدانی سرزمین کی مالک ہے۔ جہاز رانی کی صلاحیت رکھنے والے متعدد دریاؤں سے سیراب ہوتی ہے، اپنے دامنوں میں ڈیڑھ کروڑ جفاکش انسانی آبادی رکھتی ہے، یہی نہیں بلکہ اس سے دونی آبادی کے لئے پیداوار کی قابلیت رکھتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے خاص اپنے ہاتھوں سے اسے دنیا بھر سے زیادہ زراعت کے لائق بنا دیا ہے۔" (ڈاؤ سنہ ۱۷۸۱ء)

"سراج الدولہ کی وفات کے بعد بنگال کے سیاح تصدیق کرینگے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ مالدار، آباد، اور زرخیز سلطنت تھی۔ تجار اور امرا دولت و ثروت اور عیش و آرام میں غرق تھے۔ دستکار اور

صناع، اطمینان اور فراغت کی زندگی بسر کرتے تھے۔" (ڈاؤ سنہ ۱۷۸۱ء)

"بنگال کو ہر طرح پریشان کر کے ملک ویران کر دیا گیا تھا۔ چھ سال کے قلیل زمانہ میں دولتمند قلمرو کے نصف بڑے بڑے شہروں کو بالکل اُجاڑ دیا گیا تھا۔ دنیا کی سب سے زیادہ زرخیز زمین تباہ کر ڈالی گئی تھی اور ۵۰ لاکھ بے ضرر اور محنتی انسانوں کو جلا وطن یا برباد کر دیا گیا تھا۔"
(ایسٹ انڈین کمپنی کے عہد میں بنگال سنہ ۱۷۷۲ء)

"جتنی رقمیں بھی دہلی پہلے بھیجی گئی ہوں، وہ سب کی سب بنگال کی وسیع تجارت کے منافع سے وصول ہو جاتی تھیں۔ بنگال کی تجارت پورے ہندوستان کی دولت کا مرکز تھی ... اس صورت حال سے موجودہ زمانہ کے حالات کس قدر مختلف ہیں؟ جب سے بنگال، بہار اور اڑلیسہ کی نظامت ہمارے (انگریزوں) ہاتھ میں آئی ہے، یہ صوبے اپنی خوشحال آبادیوں اور دستکاریوں کی قدیم اہمیت سے کس قدر محروم ہو گئے ہیں؟" (ویو آف بنگال)

"ہندوستان کبھی مغلوب نہ ہوتا اگر خود اُس کے فرزندوں کی مدد نہ ہوتی۔" (سرجان میکولم)

"ہندوستان ایک ایسی فوج سے فتح ہوا ہے جس میں تین حصے خود ہندوستانی سپاہی تھے اور صرف ایک حصہ انگریز تھے۔

....

جبکہ ہم یہاں ہندوستان میں ایک اتنی بڑی آبادی کے فتح کرنے میں مصروف تھے، جو پورے یورپ کی آبادی کے برابر تھی، تو اُس وقت انگلستان میں انگریزوں کو اس مقصد کے لئے نہ تو ٹیکس دینا پڑا، نہ قرضہ لینا پڑا، نہ کسی الجھن کا سامنا ہوا، اور نہ ہی کوئی جنگی بھرتی کی ضرورت پڑی۔

....

جو کچھ میں نے کہا اُس کا مقصود یہ ہے کہ ہندوستان کی فتح، صحیح معنی میں ہرگز فتح نہیں ہے، کیونکہ یہ انگلینڈ کی حکومت، فوج، اور روپیہ سے عمل میں نہیں آئی۔ انگلینڈ نے صحیح معنی میں ہندوستان کو فتح ہی نہیں کیا .... (ایکسپینشن آف انگلینڈ۔ پروفیسر سیلی)

"اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اُس میں اجنبیوں کے نکالنے کی کوئی عملی سعی نہ بھی ہو، بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے شرمناک ہے، تو اُسی وقت سے ہماری شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اُس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے" (〃)

"جنگ پلاسی کے بعد ہی بنگال کی لوٹ، انگلستان پہنچنے لگی اور اس کا اثر فوراً نمودار ہوا۔ تمام مورخ متفق ہیں کہ انگلستان میں جس صنعتی انقلاب نے انیسویں صدی کو تمام پچھلے زمانوں سے ممتاز کر دیا اُس کی بنیاد اسی جنگ کے بعد یعنی سنہ ۱۷۶۰ء میں پڑی تھی۔
(مسٹر بروک آدم)

اکثر موجودہ یورپین قوموں کی خوشحالی، قدیم تہذیب کی مالک مشرقی قوموں کی لوٹ پر قائم ہوئی ہے۔ انگلستان کی صنعتی برتری

احترامِ اسلام

عہد اموی کی اسلامی ذہنیت

اروی بنت الحارث ابن عبدالمطلب

ایک موسم حج میں ضعیف العمر اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب امیر معاویہ بن ابی سفیان کے دربار خلافت میں حاضر ہوئی۔

"میرے بھتیجے! تو کیسا ہے؟" اروی نے کہا "تونے خدا کی نعمت سے کفران کیا۔ اپنے بھائی (یعنی امیر المومنین علی علیہ السلام) کے حق کا لحاظ نہ کیا۔ اپنے نام کے سوا ایک نیا لقب اختیار کیا (یعنی امیر المومنین کا لقب) دوسرے کے حق پر قابض ہوگیا (یعنی خلافت پر) حالانکہ اسلام میں نہ تو خود تونے کوئی خدمت کی، نہ تیرے آباء و اسلاف نے۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے اعراض و انکار کیا تھا اس پر خدانے تمھاری قسمتیں بگاڑ دیں۔ تمھیں ذلیل و خوار کیا۔ حق، حق داروں تک پہنچ گیا۔ اللہ کا بول بالا ہوا۔ اگرچہ مشرکوں پر یہ ظفر مندی بہت شاق تھی۔ اس دین میں ہم اہل بیت کا درجہ اور حصہ سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں فوت ہوئے کہ مغفور و مرحوم تھے، خدا کے حضور میں معزز و پسندیدہ تھے۔ آپ کے بعد ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے وہ برتاؤ کیا جو قوم موسیٰ کے ساتھ خاندان فرعون نے کیا تھا کہ اُن کے مردوں کو قتل کرتے تھے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا شیرازہ بندھ نہ سکا۔ ہم پر کوئی سختی بھی آسان نہ ہوئی۔ ہماری انتہا رجنت ہے۔ تمھاری انتہا دوزخ ہوا۔"

"گمراہ بڑھیا!" عمرو بن العاص جو دربار میں موجود تھا بے اختیار چلا اُٹھے "اپنی زبان روک، شرم سے آنکھ نیچی کر۔"

"تو کون ہے؟ تیری ماں مرے!" اروی نے خفگی سے کہا۔

"عمرو بن العاص" لوگوں نے جواب دیا۔

اروی نے کہا "تو مجھ سے بولنے کی جرأت کرتا ہے! اپنے عیب چھپے رہنے دے۔ اپنی خیریت منا۔ واللہ تو قریش میں نہ تو خالص حسب نسب رکھتا ہے نہ اپنی اصلیت کا مالک ہے۔"

"بیوقوف بڑھیا!" مروان بن الحکم نے کہا "تیری بینائی بھی تیری عقل کے ساتھ جا چکی ہے۔ تیری شہادت معتبر نہیں۔"

"صاحبزادے تم بھی بولے!" اروی نے کہا "واللہ تم حکم سے زیادہ تو سفیان بن الحارث بن کلدہ سے زیادہ مشابہ ہو۔"

پھر وہ معاویہ کی طرف مخاطب ہوئیں:

"واللہ ان لوگوں کو تونے ہی مجھ پر جرأت دلائی ہے۔ حالانکہ تیری ماں احد کی لڑائی میں حمزہ کے قتل کے بعد کہتی تھی:

نحن جزیناکم بیوم بدر — والحرب یوم الحرب ذات سعر

ہم نے تم سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ لڑائی، لڑائی کے دن آگ کی طرح شعلہ رکھتی ہے۔

ما کان عن عتبۃ لی من صبر — ابی و عمی و اخی و صہری

عتبہ (میرا باپ تھا) پر مجھے صبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا باپ، چچا، بھائی، خسر! انھیں میں بھول نہیں سکتی تھی (یہ سب جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے)

شفیت وحشی غلیل صدری — شفیت نفسی و قضیت نذری

(اے وحشی (قاتل حمزہ) تو نے میرا دل ٹھنڈا کیا۔ میری منت پوری کردی۔

فشکر وحشی علی عمری — حتی تغیب اعظمی فی قبری

"وحشی کا شکریہ عمر بھر مجھ پر واجب ہے، یہاں تک کہ میری ہڈیاں قبر میں غائب ہو جائیں۔

تیری ماں کے جواب میں میں نے کہا تھا:

یا بنت رقاع عظیم الکفر — خزیت فی بدر و غیر بدر

اے بیوقوف بڑے کافر کی بیٹی! بدر میں اور ہر طرح میں تجھے رسوائی ملے۔

صبحک اللہ قبیل الفجر — بالہاشمیین الطوال الزہر

خدا تجھ پر صبح سے پہلے، دراز قد، خوبصورت ہاشمیوں کی غارت گری نازل کرے۔

بکل قطاع حسام یفری — حمزۃ لیثی و علی صقری

تیغ براں سے تجھے کاٹے۔ حمزہؓ، میرا شیر ہو اور علیؓ میرا باز ہو۔

ہتک وحشی حجاب الستر — الا البقایا بعد من فخر

وحشی نے بے آبروئی کر ڈالی۔ اب فاحشہ عورتوں کے لئے تیرے بعد کوئی فخر باقی نہیں رہا۔

"تمھارا بُرا ہو!" امیر معاویہ نے عمرو بن العاص اور مروان بن الحکم سے کہا "تمھیں نے اس خاتون کو مجھ پر خفا کر دیا اور یہ باتیں سنوائیں۔"

پھر اروی سے مخاطب ہوئے:

"پھوپھی! اپنی ضرورت بیان کرو۔ عورتوں کی یہ بکواس ختم کرو۔"

"مجھے دو ہزار، دو ہزار، دو ہزار، پورے ۶ ہزار دینار دو" اروی نے مطالبہ کیا۔

"پہلے دو ہزار کس لئے؟" امیر نے سوال کیا۔

"میں حارث بن عبدالمطلب کے خاندان کے لئے کھیتی کی زمین میں کنواں خریدوں گی" اروی نے جواب دیا۔

"تم نے بہت خوب سوچا" امیر نے کہا "اور دوسرے دو ہزار؟"

"خاندان عبدالمطلب کے نوجوانوں کی شادی کر دوں گی۔"

"بہت خوب! اور تیسرے دو ہزار؟"

"مدینہ کی گرانی اور زیارت بیت اللہ کے خرچ کے لئے۔"

"بہت خوب خیال ہے۔ میں نے منظور کیا۔ تمھاری خاطر ہمیشہ منظور ہے" امیر نے خوشامد سے کہا۔

تھوڑی دیر چپ رہ کر امیر نے پھر سوال کیا،

"بھلا اگر علی موجود ہوتے تو یہ سب منظور نہ کرتے۔"

"سچ ہے" اروی نے فوراً جواب دیا "علی، امانت ادا کرتا تھا خدا کے حکموں پر چلتا تھا۔ مگر تو نے اپنی امانت ضائع کر دی۔ خدا کے مال میں خیانت کی۔ خدا کا مال غیر مستحقوں کو دے ڈالا۔ خدا نے اپنی کتاب میں حقداروں کے حق مقرر کرکے بیان کر دئے ہیں مگر تو نے خدا کے حکموں پر عمل نہیں کیا۔ لیکن علی نے ہمیں اپنے حق لے لینے کے لئے پکار بلایا جو خدا نے ہمارے لئے مقرر کر دئے ہیں۔ مگر افسوس تمھاری لڑائی نے انھیں پورا انتظام قائم کرنے کی مہلت ہی نہ دی۔ میں نے تیرا مال نہیں مانگا کہ احسان جتاتا ہے۔ میں تو صرف اپنا حق مانگتی ہوں۔ ہم دوسروں کا حق لینا جائز نہیں سمجھتے۔ آہ! تیرے دانت ٹوٹیں اور تیری مصیبت سخت ہو جائے تو اپنی زبان پر علی کا نام لاتا ہے!"

پھر وہ رونے لگیں۔ یہ شعر انکی زبان پر تھا:

الا یا عین ویحک اسعدینا — الا وابکی امیر المومنینا

ہاں اے آنکھ تیرا بھلا ہو ہمارا ساتھ دے۔ ہاں امیر المومنین پر خوب آنسو بہا!

رزینا خیر من رکب المطایا — وفارسہا و من رکب السفینا

ہم نے اُس سب سے اچھے کو کھو دیا جو کبھی گھوڑوں پر یا کشتیوں پر سوار ہوئے۔

و من لبس النعال او احتذاہا — و من قرأ المثانی و المئینا

اور جنھوں نے زمین پر قدم رکھا اور جنھوں نے قرآن پڑھا۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین — رأیت البدر راع الناظرینا

حسین کے باپ کا چہرہ دیکھنا، بدر کامل کا دیکھنا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

ولا واللہ لا انسی علیا — و حسن صلاتہ فی الراکعینا

نہیں واللہ، علی مجھے بھول نہیں سکتا، نہ رکوع کرنے والوں میں اُس کی اچھی نماز بھول سکتی ہوں۔

أفی الشہر الحرام فجعتمونا — بخیر الناس طرا اجمعینا

تم نے ماہ حرام میں سب آدمیوں سے اچھے آدمی کو مار کر ہمیں مصیبت میں ڈال دیا!

معاویہ نے انھیں ۶ ہزار دینار دیدئے اور کہا:

"پھوپھی! اسے جس طرح چاہو خرچ کرو۔ پھر جب کبھی ضرورت پڑے اپنے بھتیجے کو لکھنا، وہ ہر طرح تمھاری مدد کریگا۔"

ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں (انگریزوں) نے پرانے ہندوستانی بادشاہوں کی رعایا پروری کی خوب نقل اُتاری ہے۔ یہ کبھی کبھی نہریں کھودتے ہیں مگر اپنی تنگ نظری کی وجہ سے مستقبل کو دیکھنے کے بجائے اپنی فوری منفعت پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر اس معاملہ میں وہ اپنے پیش رو ہندوستانی حکمرانوں کی فیاضی کی تقلید نہیں کرتے۔ (〃)

انگریزوں نے ہندوستان کے لئے ارزاں ذرائع نقل و حرکت اور آب پاشی کی ضرورت تو محسوس کی۔ مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ہندوستان میں تیز ذرائع نقل و حرکت سے بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ خشک سالی کے زمانہ میں غلہ فراہم کیا جائے۔ انھوں نے وسیع ریلیں جاری کردیں مگر وہ جہاز رانی کے لائق دریا بنانے کی ہمت نہ کرسکے۔ کیونکہ ایسے دریا، ریلوے کے مد مقابل ہوجاتے اور وہ منافع کم کردیتے جو ریلوں سے حاصل ہوتا ہے اور جس سے انگریز فائدہ اٹھاتے ہیں، قدرت نے ہندوستان کو بڑے بڑے دریا عطا کئے ہیں جو قدیم زمانہ میں تجارت کے راستے تھے۔ اور ان دریاؤں سے نکلی ہوئی نہریں باشندوں کے لئے نہایت ہی مفید ہوسکتی تھیں۔ وہ سستے طرق مواصلات اور نقل و حرکت کا کام بھی دے سکتی تھیں اور پیداوار کو ترقی دیکر فصلوں کی محافظ اور قحطوں کی سد راہ بن سکتی تھیں مگر انگریزوں نے سخت جغرافی غلطی کی۔ چونکہ خود اُنکے اپنے ملک میں نہروں کی بہت کم ضرورت تھی اس لئے اُنھوں نے ہندوستان میں بھی نہریں طیار کرنے میں غفلت کی۔ (سر آرتھر کاٹن: بلوبک)

اگر بنگال میں آب پاشی کا کافی انتظام ہو تو وہ تنہا پورے ہندوستانی کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ (ڈاکٹر جیلی کی شہادت زرعی کمیشن کے سامنے)

چارے کا سوال پورے ہندوستان کے لئے صد درجہ اہمیت حاصل کرتا جاتا ہے۔ ظاہر ہے چارا جس قدر کم ہوگا مویشی اُسی قدر کمزور ہونگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حالات میں فوری خوشگوار تبدیلی نہ ہوئی تو بنگال اور آسام کی زراعت کو نہایت سخت نقصان پہنچیگا (سر چارلس الیٹ)

دنیا کا کون ملک بغیر اپنے مویشیوں کے سرسبز ہوسکتا ہے؟ ہم فخر کرتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے محافظ ہیں۔ مگر ہم نے ہندوستانی مویشیوں کی بقا کے لئے کیا کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے شرم کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ترقی کے بجائے ہم نے مویشی فنا کرنے میں مدد دی ہے۔ مجھے بغیر قوم کے مویشیوں کا تصور کرسکتا ہوں مگر بغیر مویشیوں کے قوم کا تصور نہیں کرسکتا۔ (سر ولیم ویڈربرن)

ہر منٹ میں ہندوستان سے ایک گائے باہر جاتی ہے۔ (بلوبک سنہ ۱۸۸۰ء)

سنہ ۱۹۰۲ء میں تمام بیرونی دنیا سے انگلستان کو ۲۹،۸۶۰،۰۰۰ من گیہوں گیا۔ برخلاف اس کے صرف ہندوستان سے ۱۱،۸۴۳،۰۰۰ من گیہوں گیا۔ (رائل اگریکلچر سوسائٹی سنہ ۱۹۰۳ء)

ہر منٹ میں غلہ کی حسب ذیل مقدار ہندوستان سے باہر جاتی ہے:

چاول:	ہر منٹ میں	۱۱۸ من
گیہوں:	〃 〃	۶۵ 〃
دال چنا:	〃 〃	۵۵ 〃
دال ارہر:	ہر منٹ میں	۵۰ من
موم پھلی:	〃 〃	۵۵ 〃

(سرکاری اعداد و شمار کی چوتھی اشاعت)

سیالکوٹ وغیرہ علاقوں میں دل ہلا ڈالنے والی بے شمار موتوں کی وجہ میرے خیال میں صرف یہ ہے کہ افسوسناک قزاقی کے ساتھ غریبوں کی خوراک چھین کر باہر بھیجدی جاتی ہے۔ اس سے ملک کی کسان آبادی دائمی قحط کا شکار رہتی ہے۔
(ایچ، ڈبلو، بیلو سینیٹری کمشنر پنجاب کا خط سنہ ۱۸۹۱ء)

خراب غذا سے صرف اموات کی زیادتی ہی نہیں ہوگئی ہے بلکہ زندہ نسل کی جسمانی قوت بھی تباہ ہوگئی ہے۔ (〃 〃)

کلکتہ میں فی روپیہ اناج کا نرخ

زمانہ	چاول	گیہوں	سرسوں کا تیل
سنہ ۱۷۳۸	۲ من ۳۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	۱۲ سیر
سنہ ۱۷۵۰	۲ من ۱۰ سیر	۲ من ۱۰ سیر	۱۰ سیر
سنہ ۱۷۶۸	۱ من ۳۰ سیر	۱ من ۲۵ سیر	۸ ½ سیر
سنہ ۱۷۸۲	۱ من ۵ سیر	۱ من ۵ سیر	۷ سیر
سنہ ۱۸۲۵	۳۰ سیر	۳۲ سیر	۶ سیر
سنہ ۱۸۵۵	۱۵ سیر	۱۸ سیر	۵ سیر
سنہ ۱۸۸۰	۱۲ سیر	۱۱ سیر	۴ ½ سیر

(ایسٹ انڈین کمپنی کا غیر مطبوعہ ریکارڈ۔ برٹش میوزیم میں)

ہندوستان میں بیماریوں کی کثرت کی اصلی وجہ خراب غذا ہے اسی غذا نے ہندوستانیوں کا جسم کمزور کرکے بیماری کے لئے مستعد کردیا ہے (لفٹنٹ میکارین: اگریکلچر کمیشن)

ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو ناکافی کھانا ملتا ہے۔ ۴ کروڑ آدمی تو صرف ایک ہی وقت کھانا کھاتے ہیں۔ دس کروڑ آدمیوں کو کسی قسم کی طبی مدد نہیں پہونچتی۔ (〃)

گزشتہ ۵۵ سال میں ۲۶ بڑے بڑے قحط پڑے جن میں کروڑ سے بھی زیادہ آدمی بھوک سے مرگئے۔ (〃)

دنیا کے تمام دوسرے ملکوں کے مقابلہ ہندوستان میں قحط کیوں زیادہ پڑتے ہیں؟ اس کی وجہ بارش یا اوس کی کمی نہیں۔ کیونکہ خراب سے خراب موسم میں بھی بکثرت بارش ہوتی اور زراعت کو بڑھاتی ہے۔ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان روز بروز غریب ہوتا جارہا ہے۔ (ڈبلو، ایس لیلی: انڈیا اینڈ اٹس پرابلم)

نصف ایکڑ زمین پر گزارہ کرنے کے لئے کروڑہا ہندوستانی کسان جد و جہد کررہے ہیں۔ اُن کی ساری زندگی ہمیشہ قحط سے دست بدست لڑائی میں گزرتی اور اکثر شکست پر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی کوشش اس لئے نہیں ہے کہ غریبانہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ تو بہت بڑی چیز ہے۔ وہ بیچارے محض زندہ رہنے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ چند علاقوں کے علاوہ تمام ہندوستان، دائمی قحط کی بلا میں مبتلا رہتا ہے۔ (مسٹر جیکسن)

ہندوستان میں شرح اموات بلحاظ عمر حسب ذیل ہے

ہر منٹ میں	۳۳	جوان
〃 〃	۴	بچے
〃 〃	۲	دق میں
〃 〃	۶	ملیریا میں

بنگال میں روزانہ تعداد اموات

۲۰۰	جوان	ملیریا سے
۸۱۶	بچے	〃 〃
۲۰۰	مائیں	〃 〃

(سرکاری اعداد و شمار کی چھٹی اشاعت)

صحت خریدی جاسکتی ہے، تعلیم خریدی جاسکتی ہے، طبی امداد خریدی جاسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے پاس خریدنے کی قوت کہاں ہے؟ یہاں تو ہر ہندوستانی کی آمدنی صرف ایک آنہ ہے۔
(ڈاکٹر مین لی پیج)

شرح آمدنی

آمریکہ	(فی کس)	۱۴ روپیہ ۹ آنہ۔
فرانس	〃	۷ روپیہ ۴ آنہ
انگلینڈ	〃	۹ 〃 ۶ 〃
جاپان	〃	۴ 〃 ۱۱ 〃
ہندوستان	〃	ایک آنہ ۶ پائی

(بین الاقوامی اشاعت سنہ ۱۹۳۰ء)

اگر کبھی انگریزوں کو ہندوستان اُسی طرح چھوڑنا پڑا، جس طرح رومن نے انگلستان چھوڑا تھا تو وہ ایک ایسا ملک چھوڑ جائینگے جس میں نہ تعلیم ہوگی، نہ حفظان صحت کا سامان ہوگا، اور نہ ہی دولت ہوگی۔ (سرڈی، ہملٹن)

"لڑاؤ اور حکومت کرو" کا رومن مقولہ، ہماری ہندوستانی حکومت کا اصل اصول ہونا چاہئے۔ عام اس سے کہ وہ سیاست، تمدن، یا فوج کسی سے بھی متعلق ہو۔
(ایک انگریز افسر کا بیان رسالہ "ایشیاٹک جرنل" سنہ ۱۸۲۱ء)

تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب دور ہوجائیگا۔ حالانکہ اسی تعصب کی بدولت ہم ابتک ملک پر قابض ہیں۔ اسی کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے لڑاتے ہیں۔ تعلیم کا اثر یہ ہوگا کہ اُنکے دماغ روشن اور وسیع ہوجائیں گے اور وہ اپنی عظیم قوت کا احساس کرلیں گے۔
(سر ایل، اسمتھ سنہ ۱۸۳۱ء)

میرے پاس اس خیال کی ہر وجہ موجود ہے کہ سومناتھ کا پھاٹک ہندوستان واپس لانے سے تمام ہندو ہم سے مطمئن اور خوش ہوگئے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی وجہ سے مسلمان بھی ناراض نہیں ہوئے۔ لیکن میں اس حقیقت سے اپنی آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ یہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ بنابریں ہمارے لئے بہترین پالیسی یہ ہوگی کہ ہندوؤں کو خوش رکھیں۔
(لارڈ ایلنبرو سنہ ۱۸۴۳ء)

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمی

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرائی تحفہ

تار کا کافی پتہ "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم ڈواآتشہ

بہ نسخہ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپکو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجیے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہے۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی امر کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب رئیس اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیے فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو گر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتلادے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوی میں سچا ہو بشک آنت کہ خود ببوید قیمت بھی بہ لحاظ ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو۔ علاوہ اس کے چند قسم کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست مفصل مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

انھیں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہو اور یہ رعایت اسی وقت تک ہو گی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد ہم نہیں کے ذمہ دار ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی خواہش کی تعمیل نہ ہو سکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہو اُن سے پوری قیمت مندرجہ بالا لیجائے گی۔ اور محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی اُن کو ادا کرنا ہوگا +

امریکن واچ ہوس اسٹاکسٹ ویسٹ اینڈ واچ کمپنی مقام

اشتہار کے لئے

رنگ دیکھ لو — دو روپے تولہ سونا — گھس کر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انھیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ ان کے اندر نگین چوڑیاں آجاتی ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑدیے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی دیتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپیہ کا کام نکالا جاسکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے۔ آٹھ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ جنکا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام صرف سات روپے

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس نمبر ۱ لاہور

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوء و ارتقاء کی موجودہ منزل

حال میں سر آرتھر کیتھ نے برطانی اکاڈیمی کی صدارت کرتے ہوئے نظریۂ نشوء ارتقاء پر ایک نہایت مبسوط تقریر کی تھی، جس نے از سرِ نو اس بحث پر موافقانہ و مخالفانہ خیالات کو جنبش دیدی۔ اسوقت تک تقریباً تین چالیس علمارِ فن اس کی موافقت یا مخالفت میں اظہارِ خیال کر چکے ہیں، اور بحث و نظر کا سلسلہ جاری ہے۔

برطانی اکاڈیمی کے سالانہ اجلاس اور سر آرتھر کی تقریر کا مختصر تذکرہ اُردو اخبارات میں آچکا ہے۔ ہم چاہتے ہیں سر آرتھر کی تقریر کے بعض اہم حصے اور انکے مخالفین کے ضروری مباحث الہلال کے صفحات پر درج کردیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ موافق و مخالف خیالات کا ایک ایسا مجموعہ ہوگا، جس کے مطالعہ سے بہ یک نظر معلوم ہوجائیگا کہ بحالاتِ موجودہ ڈاروِن کا نظریہ کس منزل میں ہے اور موافق و مخالف دلائل کا وزن کیا ہے۔

ہم پہلے سر آرتھر کی تقریر کا ضروری خلاصہ درج کردیتے ہیں۔ پھر مخالف مباحث کا خلاصہ درج کرینگے:-

سر آرتھر کا خطبہ

"۶۵ برس ہوئے کہ نشوءِ انسانی کی تاریخ، عالمِ وجود میں آئی۔ آج میرا موضوعِ بحث بھی یہی ہے۔ اس بحث کے لئے اس شہر لیڈس سے زیادہ موزوں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ ڈاروِن نے توراۃ کے حامیوں پر اپنا پہلا گولہ یہیں پھینکا تھا۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ ڈاروِن کا یہ گولہ کیسا خوفناک تھا اور کس طرح اس فاتح نے تمام مخالفوں سے ہتیار رکھوائے۔ تقریباً ۹۹ برس ہوتے ہیں کہ اسی شہر میں اپنے عہد کے مشہورترین عالم سر رچرڈ اوین نے ایک طولانی خطبہ دیا تھا اور انسان کی اصلیت پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا کہ توراۃ نے انسان کی عمر جتنی قرار دی ہے، وہ اُس سے کہیں زیادہ پُرانا ہے۔ لیکن سلطہ ہی میں نکسویز نے اس نظریہ کا مضحکہ بھی اُڑایا تھا کہ انسان ادنیٰ مخلوقات سے ترقی کرکے اپنے موجودہ درجہ تک پہنچا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ انسان اور بندر میں بہت ہی عظیم فرق ہے۔ اتنا فرق کہ دونوں میں کوئی مشترک علاقہ موجود نہیں، دونوں، دو بالکل علیحدہ علیحدہ جنسیں ہیں۔

اوین اور ہکسلے

سر رچرڈ اپنے زمانے میں اس اکاڈیمی کا صدر تھا۔ اُس کے سامعین میں ایک علامۂ عصر ٹامس ہنری ہکسلے، سر رچرڈ کا خوفناک حریف بھی تھا۔ ہکسلے اسوقت جوان تھا۔ اُسے سر رچرڈ سے اسقدر مخاصمت تھی کہ وہ اسی تقریر میں مباحثہ پیش آجانے کی اُمید کرتا تھا مگر اتفاق سے یہ معرکہ پیش نہیں آیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد ہماری انجمن کا سالانہ جلسہ آکسفورڈ میں ہوا۔ یہاں سر رچرڈ نے پھر نظریۂ نشوء و ارتقاء کا مضحکہ اُڑاتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انسان دوسرے حیوانات سے بالکل علیحدہ مخلوق ہے۔ اور یہ کہ انسان کے دماغ میں بعض خصوصیتیں ایسی موجود ہیں جو انتھروپوئیڈ (وہ بندر جو انسان سے بہت زیادہ مشابہ ہے) کے دماغ میں پائی نہیں جاتیں۔

ہکسلے نے اس پر اعتراض کیا اور وہ تاریخی مباحثہ پیش آیا جس نے علمی فتوحات کے لئے میدان صاف کردیا۔ یہ معرکہ دراصل علم اور توہّم کے درمیان واقع ہوا تھا۔ تمام حامیانِ توراۃ، جن کی قیادت آکسفورڈ کا لارڈ بشپ کررہا تھا، سر رچرڈ کی پُشت پناہی پر تھے۔ ہکسلے تنہا تھا لیکن دُنیا نے تسلیم کرلیا کہ فتح ہکسلے ہی کو حاصل ہوئی!

اس واقعہ کے تین سال بعد ۱۸۶۳ء میں ہکسلے نے اپنی مشہور کتاب "کائنات میں انسان کی مرکزیت پر دلائل" شایع کی۔ یہ کتاب ہمارے اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں مصنف نے قطعی طور پر ثابت کردیا کہ انسان، چھاتی رکھنے والے حیوانات ہی کا فرد ہے اور اُس سے قریب تر مخلوق وہ بندر ہے جس کا نام "انتھروپوئیڈ" ہے۔

اصلِ انسان

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اُس عہد کی عقلِ انسانی یہ نظریہ (نظریۂ نشوء) قبول کرنے کے لئے مستعد نہ تھی۔ مدتوں سے یہ اعتقاد راسخ تھا کہ انسان ایک مستقل مخلوق ہے۔ لیکن آج حالت بدل چکی ہے۔ اسوقت جو لوگ ڈاروِن کے نظریہ پر یقین نہیں رکھتے، وہ بھی اس کے لئے مستعد ہیں کہ جب یہ نظریہ قطعی دلائل کے ساتھ سامنے آجائے تو تعصب سے انکار نہیں کردینگے۔

نظریۂ نشوءِ انسانی، انیسویں صدی کی ایک حیرت انگیز پیدائش ہے۔ چارلس ڈاروِن کا دُنیا پر بہت بڑا احسان ہے کہ اُسی کے غیر معمولی دماغ نے یہ نظریہ ظاہر کیا۔ جس وقت سر رچرڈ اپنا مذکورۂ بالا خطبہ لیڈس میں سنا رہے تھے، ڈاروِن اپنی کتاب "اصلِ انواع" تصنیف کررہا تھا۔ ۱۸۵۹ء میں یہ کتاب ظاہر ہوئی۔ مگر اُس کا ظہور کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ اُس نے اچانک ایک عظیم فکری انقلاب پیدا کردیا۔ ڈاروِن نے قدیم افکار و معتقدات سے یہ بغاوت بیٹھے بیٹھے نہیں کردی تھی۔ کامل ۲۷ برس اُس کے لئے طیاری کی تھی۔ اُس کی یہ کتاب درحقیقت اعلانِ جنگ تھا۔ اُس کا دوسرا خوفناک حملہ، ایک دوسری کتاب کی صورت میں ہوا۔ اس کا نام "حیوانات پر ماحول کی تاثیر" تھا۔ یہ کتاب ابتک علم الحیات کے حقائق کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے لیکن ابھی فیصلہ باقی تھا۔ دشمن ہنوز میدان میں اڑا ہوا تھا۔ ڈاروِن نے ۱۸۷۱ء میں اپنی تیسری کتاب "تسلسلِ انسان" شایع کی۔ یہ اُس کا فیصلہ کُن حملہ تھا۔ دشمن سراسیمہ ہوکر بھاگا اور آجتک پھر کبھی مقابلہ میں نہ آسکا!

اُسوقت سے ڈاروِن کے قدم ایسے گڑ گئے کہ پھر کبھی اُکھڑ نہ سکے۔ آج ۶۵ برس گزر چکے ہیں۔ بہت سے نئے حقائق ظاہر ہوچکے ہیں مگر ڈاروِن اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح قائم ہے۔ یہ تمام حقائق اُس کے نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ بلاشبہ بعض تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں لیکن نظریہ بحیثیت مجموعی ثابت و واضح ہے۔ اور ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔

حفریات

میں نے کہا یہ نظریہ ہمیشہ یوں ہی سربلند رہے گا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈاروِن کے بعد علماء نے اُس کا نظریہ چھوڑ نہیں دیا بلکہ کسوٹی پر رکھ کر برابر جانچتے رہے۔ اُنھوں نے قدیم انسانی آثار کی تلاش شروع کی۔ زمین کھود کر وہ اوزار اور ظروف نکالے جنھیں انسان اپنے اولین عہد میں استعمال کرتا تھا۔ یعنی اُس عہد میں جس کا نام اصطلاح میں عہد بلیسٹوسینی ہے (یہی وہ زمانہ ہے جس میں سطحِ زمین کا تیسرا طبقہ بنا تھا) یہ عہد اب سے دو لاکھ برس یا ۶ لاکھ برس پہلے تھا۔ اسی قدر نہیں بلکہ علماء کی تحقیقات، عہد بلیسٹوسینی تک پہنچ چکی ہے۔ یعنی اُس زمانے تک جبکہ زمین کا دوسرا چھلکا بنا ہے۔

ڈاروِن کی وفات سے دس برس بعد ڈاکٹر اوجین ڈیبوا کو اولین انسان کی ہڈیاں ملیں۔ اُس نے اس کا نام پتھکانتھروپس یعنی بندر انسان رکھا۔ نیز اُسی زمانے میں ڈاکٹر ریڈ مویر نے مشرقی انگلیا میں زمین کے دوسرے طبقے میں حجری ظروف اور اوزار پائے۔ ان تمام حفریات و آثار سے نشوءِ انسانی پر ڈاروِن کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

تسلسلِ انسان

بندر سے مشابہ مخلوق سے انسان کا ظاہر ہونا ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہوچکا ہے کہ بحث کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ لیکن یہ نشوء و ارتقاء اُس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور غیر منضبط تھا جتنا خود ڈاروِن سمجھتا تھا۔ پہلے علماء خیال کرتے تھے کہ ارتقاء، کامل طور پر ہوا ہے یعنی جسمِ انسانی کے ہر عضو نے یکساں طور پر تدریجی ترقی کی ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ارتقاء، نہایت غیر منظم طور پر مختلف موثرات کے تحت واقع ہوا ہے۔ قدیم انسان میں ارتقاء کی یہ بے نظمی موجودہ انسان سے کہیں زیادہ واضح تھی۔ دقیق مباحث سے اب ثابت ہوچکا ہے کہ ہر عضو نے تدریجی ترقی نہیں کی یعنی یہ نہیں ہوا کہ کھوپڑی، دماغ، جبڑا، دانت، جلد، بازو، پاؤں وغیرہ وغیرہ اعضاء میں سے ہر عضو بتدریج بندر کی شکل سے ترقی کرکے انسان کی عضویت بنتا گیا، بلکہ یہ ہوا کہ بعض اعضاء ترقی کرتے تھے، بعض ترقی نہیں کرتے تھے، بعض بالکل غائب ہوجاتے تھے۔ ذیل کی مثال سے یہ حقیقت واضح ہوجائے گی:

ڈاروِن کی وفات سے ۳۰ برس بعد یعنی ۱۹۱۲ء میں مسٹر چارلس ڈوسن کو انگلستان کے ایک مقام پلٹڈاؤن (یعنی ڈاروِن کی قیامگاہ سے ۳۰ میل کے فاصلے پر) ایک پتھرائی ہوئی کھوپڑی اور جبڑا ملا۔ سر آرتھر وڈوارڈ نے دونوں کی جانچ کی اور فیصلہ کیا کہ یہ دونوں عضو ایک ہی جسم کے ہیں اور یہ مخلوق اب سے ۵ یا ۶ لاکھ برس پہلے زمین پر موجود تھا۔ ان آثار میں کھوپڑی، موٹی دیواروں کی تھی اور موجودہ انسان کی کھوپڑی سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی لیکن نیچے کا جبڑا، بندر کے جبڑے کی طرح تھا۔ بعض علماء کے لئے یہ اختلاف، سخت حیرت کا موجب ہوا اور اُن سے اس کے سوا کچھ کہتے بن نہ پڑا کہ یہ دو مختلف چیزیں، دو مختلف جسموں کی ہیں حالانکہ اگر وہ علم تشریح کے ماہر ہوتے، تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے۔ اُنھیں معلوم ہوجاتا کہ جسم کے بعض اعضا جلد ترقی کرتے ہیں اور بعض بہت پیچھے رہجاتے ہیں۔ ارتقاء کی یہی بے ضابطگی بندر نما انسان میں بھی واضح پائی جاتی ہے۔ مثلاً اس کی ران کی ہڈی بالکل آدمی کی سی ہوتی ہے مگر کھوپڑی، بندر سے مشابہ ہوتی ہے۔ مذکورۂ بالا انکشاف

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس قدیم ترین عہد میں انگلستان کی سرزمین پر ایک ایسی مخلوق آباد تھی جو انسان اور بندر کے بیچ میں تھی۔

مطبوعات الهـلال بك ايجنسى

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم کے بيش بہا جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف کے اردو تراجم کا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے .

أسوۂ حسنه ــــ امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرۂ آفاق كتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله ــــ لفظ "وسيله" كي بحث کے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام کے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه ــــ انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورۂ الكوثر ــــ امام ابن تيميه کے مخصوص انداز تفسير كا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقى ــــ خالق و مخلوق کے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ يه ايک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات کے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے - اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين کے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالک اسلاميه کے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

منيجر الهـلال بك ايـجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24. LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف لكهين

اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين

النحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان اين دفتر پارينه را

تازه خواہی داشتن گر داغہاے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايک انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهـلال اگرچه ايک هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات کے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها - پهر اس كي ظاهري خوبياں اردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں - اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير کے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں - اِس كي جلديں جديد اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں - اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايک صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البـلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاک نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايک ذخيره الهلال کے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب کے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايک دو پرچوں كي كمي هو انهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايک حد تک مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان کے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره کے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف انهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " چهارم ۱۰ روپيه " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البـلاغ" (جب دوسري مرتبه الهـلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين کے لحاظ سے ايک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قيمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس کے علاوه هے -

منيجر "البـلاغ پريس"

کیا آپکو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا۔

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپکو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما

گائڈ بک

کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں

ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں،

قابل دید مقامات

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کردے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کی جاسکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی،

ایسی

مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to great Britain

کا دوسرا ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۳۳۲ھ میں شایع ہوئی تھی جب رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادتگاہوں کا دروازہ بلا امتیاز و مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟

قیمت ۸ھر (منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپکو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجئے۔ اپنے سے قریب دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگواکر

استعمال کیجئے

۱۹۲۷

الہلال

جلد ۱

نمبر ۲۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۱	کلکته : جمعه ۱۵ . جمادی الاولی ۱۳۴٦ هجری	جلد ۱
	Calcutta : Friday, 11, November 1927.	

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای .
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین 'الهلال
چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان
دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی .
طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی
تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۵۹۸ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۷۴۰	اردو حروف کی حق مین	۴۳۰
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۵۹۵	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۷۳	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین
هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر
کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین . الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روق - کلکته سے شايع هوتا هے

قيمت سالانه مع محصول	- -	باره روپيه
هندوستان سے باهر کيليے	- -	سوله روپيه
قيمت شش ماهي	- - -	سات روپيه
قيمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منيجر الهلال " کے نام سے کي جاے ليکن جو خطوط مضامين سے تعلق رکهتے هوں آنکے لفافه پر " ايڈيٹر " کا نام هونا چاهيے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنايت خط و کتابت ميں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکهيے

(۴) خط و کتابت ميں نمبر خريداري لکهيے جسکي اطلاع آپکو وصول قيمت کي رسيد ميں ديدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پهنچے تو تاريخ اشاعت سے ايک هفته کے اندر اطلاع ديں - ور نه بصورت تاخير بغير قيمت کے روانه نهيں کيا جائيگا -

(۶) اگر آپ دو تين ماه کيلئے ايک جگه سے دوسري جگه جا رهے هيں تو اپنا پته تبديل نه کرايے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع ديکر انتظام کر ليجيے - اگر اس سے زياده عرصه تک کے لئے تبديل مقام پيش آجاے تو ايک هفته پيشتر اطلاع ديکر پته تبديل کراليں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکهديں -

(۸) ايسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسيد زر و اطلاع اجراء اخبار وغيره) سے نهيں هے ٹکٹ ضرور بهيجيے ورنه دفتر پر غير معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑيگا -

(هندو)

هندو عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۰۵۸۲۱۸۲۵

هندو بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۰۲۵۰۰۷۵

(مسلمان)

مسلمان عورتوں کي مجموعي تعداد : ۳۲۳۸۹۸۴۸

مسلمان بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۴۷۱۲۵۶۳

(صوبوں میں بیوائیں)

مدراس	۴۰۴۹۸۱۲
بمبئي	۱۹۸۱۸۴۹
بنگال	۴۴۴۴۰۵۰
یو۔ پي	۳۷۴۶۵۳۳
پنجاب	۱۲۳۷۷۰۵
برما	۷۳۱۷۳۹
بهار اوڑیسا	۳۲۱۱۳۱۰
صوبۂ متوسط	۱۱۵۵۸۹۲
آسام	۵۷۳۳۰۱
کل برطاني هند	۲۱۰۳۰۵۰۰

هندوستان میں اپاهجوں کي تعداد (سنه ۱۹۲۱ ع) میں

صوبه	دیوانے مرد	دیوانے عورتیں	بهرے گونگے مرد	بهرے گونگے عورتیں	اندھے مرد	اندھے عورتیں	کوڑھي مرد	کوڑھي عورتیں
مدراس	۵۰۳۵	۳۵۰۴	۱۱۹۴۷	۹۳۳۷	۱۸۲۳۰	۱۸۲۶۷	۱۱۶۰۹	۳۹۸۹
بمبئي	۵۸۰۲	۳۲۵۸	۶۵۰۲	۴۲۳۰	۱۶۹۹۹	۱۸۰۸۹	۵۵۳۵	۳۴۲۸
بنگال	۱۱۱۰۲	۷۷۹۱	۱۸۹۳۹	۱۲۳۲۵	۱۸۷۰۲	۱۴۷۶۶	۱۱۴۴۸	۴۰۰۳
یو۔ پي	۴۸۳۷	۲۳۳۸	۱۴۳۱۱	۸۳۶۷	۵۰۷۷۹	۵۴۲۹۳	۱۰۱۰۵	۲۱۹۰
پنجاب	۴۱۱۱	۱۸۵۹	۱۱۷۹۳	۶۵۲۱	۲۹۱۶۶	۲۴۴۹	۱۱۸۸	۴۳۹
برما	۶۲۸۵	۵۲۸۸	۶۴۶۷	۵۴۱۰	۱۱۳۲۵	۱۳۱۹۸	۶۵۸۹	۳۱۷۶
بهار اوڑیسه	۲۳۳۴	۱۲۰۳	۱۱۴۲۳	۷۲۴۴	۱۳۸۵۲	۱۴۳۱۴	۷۸۴۲	۲۷۵۴
سي۔ پي	۲۰۸۵	۱۲۱۸	۷۶۰۵	۵۲۰۲	۱۵۰۱۴	۲۲۴۸۲	۴۴۵۰	۲۷۶۶
آسام	۲۱۸۷	۱۵۶۵	۳۱۱۵	۲۲۵۵	۳۷۴۷	۳۴۵۹	۳۲۰۸	۱۱۰۲
کل برطاني هندوستان میں	۴۴۶۷۳	۲۸۲۳۴	۹۳۶۴۳	۶۱۷۸۳	۱۸۰۹۵۹	۱۸۶۱۷۶	۶۲۱۸۰	۲۹۴۲

(بیواؤں کي تعداد عمر کے اعتبار سے)

۵ برس کي	۱۵۱۳۹
۵ برس سے ۱۰ برس تک کي	۱۰۲۲۹۳
۱۰ " ۱۵ "	۲۷۹۱۲۴
۱۵ " ۲۰ "	۵۱۷۸۹۸
۲۰ " ۲۵ "	۹۶۶۹۱۷
۲۵ " ۳۰ "	۱۵۱۶۰۴۷
۳۰ " ۳۵ "	۲۳۵۴۱۲۲
۳۵ " ۴۰ "	۲۲۳۲۵۶۹

(دنیا کے مختلف ملکوں میں شرح اموات هر هزار انسانوں میں)

	آبادي	سنه ۱۹۲۱ میں	سنه ۱۹۲۵ میں
امریکا	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۱۲٫۹	۹٫۵
انگلینڈ	۴۵۴۰۰۰۰۰	۱۴٫۶	۱۱٫۷
فرانس	۳۹۲۰۹۵۱۸	۱۳٫۷	۱۱٫۵
جرمني	۶۰۰۰۰۰۰۰	۱۶٫۴	۱۳٫۲
جاپان	۶۱۰۸۱۹۵۴	۱۶٫۲	۱۴٫۵
هندوستان	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	۲۴٫۲	۲۰٫۲
ناروے	۲۶۰۰۰۰۰	۱۳٫۲	۱٫۸
نیوزیلینڈ	۱۲۰۰۰۰۰	۹٫۵	۹٫۲
سویڈن	۶۰۰۰۰۰۰	۱۳٫۸	۱۱٫۷

(شرح پیدائش سنه ۱۹۲۱ع میں)

امریکا	۱۹٫۵
انگلینڈ	۲۲٫۴
فرانس	۱۸٫۵
جرمني	۲۳٫۵
جاپان	۲۴
هندوستان	۳۱٫۸۳
نیوزیلینڈ	۲۱٫۹۴

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں اوسط عمر سنه ۱۹۲۵ع)
(سال)

انگلینڈ اور ویلس	۵۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکا	۵۵٫۵
نیوزیلینڈ	۶۰٫۰
فرانس	۴۸٫۵
جرمني	۴۷٫۴
اٹلي	۴۷٫۰
جاپان	۴۴٫۳
هندوستان	۲۳٫۷

(دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں بچوں کي شرح اموات في هزار)

انگلینڈ اور ویلس	۵۷
فرانس	۸۵
بلجیم	۱۰۷
جرمني	۱۰۸
اسپین	۱۴۵
اٹلي	۱۲۱
جاپان	۱۶۶
هندوستان	۱۹۴
نیوزیلینڈ	۴۵

هندوستان اور مجموعه عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی ' عمرانی ' اور اقتصادي لحاظ سے هندوستان کي موجوده حیثیت کیا هے ؟

(۲)

(برطاني شهنشاهي کي قومیں)

(مجموعي آبادي ۴۴۹۲۳۳۰۰۰)

هندوستاني	۲۴۴۳۰۳۰۰۰
عرب	۵۷۵۳۰۰۰
افغان	۱۵۵۰۰۰۰
پارسي	۱۰۰۰۰۰
یهودی	۱۰۸۴۰۰۰
دوسري قومیں	۳۱۵۰۰۰۰

(یورپین)

برطاني' فرانسیسي' کنیڈین' بوئر' وغیره	۶۴۲۷۶۰۰۰

(سیاه فام)

نیگرو	۴۶۱۶۶۰۰۰
هندوستاني	۶۱۵۰۰۰۰
پاپونس	۹۶۷۰۰۰
آسٹریلیا کے دیسي	۶۰۰۰۰

(زرد فام)

ملایو وغیره	۹۵۵۶۰۰۰
برمي	۷۸۹۰۰۰۰
ترک	۶۱۰۰۰
چیني	۲۳۰۸۰۰۰
تبتي	۳۰۰۰۰۰
موئر	۵۳۰۰۰
دیسي امریکن	۱۵۶۰۰۰

(دنیا کي آبادي هر مربع میل کے حساب کے)

انگلینڈ	۳۷۵
جرمني	۳۱۰
جاپان	۲۵۵
فرانس	۱۸۹
هندوستان	۱۷۷
چین	۱۰۵
روس	۶۴
ولایات متحدهٔ امریکا	۳۱

(هندوستان کي آبادي مذهب کے اعتبار سے)

	سنه ۱۹۰۱ میں	سنه ۱۹۱۱ میں	سنه ۱۹۲۱ میں
برهمن	۲۰۷۰۵۰۵۵۷	۲۱۷۳۳۷۹۴۳	۲۱۶۲۶۰۶۲۰
آریا سماج	۹۲۴۱۹	۲۴۳۴۴۵	۴۶۷۵،۷۸
برهمو	۴۰۵۰	۵۵۰۴	۶۳۸۸
سکهه	۲۱۹۵۳۳۹	۳۰۱۴۴۶۶	۳۲۳۸۸۰۳
جین	۱۳۳۴۱۴۸	۱۲۴۸۱۸۲	۱۱۷۸۵۹۶
بودهه	۹۴۷۶۷۵۹	۱۰۷۲۱۴۵۳	۱۱۵۷۱۲۶۸
پارسي	۹۴۱۹۰	۱۰۰۰۹۶	۱۰۱۷۷۸
مسلمان	۶۲۴۵۸۰۷۷	۶۶۶۴۷۲۹۹	۶۸۷۳۵۲۳۳
عیسائي	۲۹۲۳۲۴۱	۳۸۷۶۲۰۳	۴۷۵۴۰۶۴
یهودي	۱۸۲۲۸	۲۰۹۸۰	۲۱۷۷۸
دوسرے مذاهب	۸۷۱۴۰۴۸	۱۰۳۳۶۲۲۹	۹۷۹۲۶۱۵

(هندوستان کي آبادي جنس کے اعتبار سے)

	مرد	عورت
کل هندوستاني صوبوں کي آبادي	۱۶۳۹۹۵۵۵۴	۱۵۴۹۴۶۹۲۶
مدراس	۲۰۸۷۰۷۴۹	۲۱۴۴۸۲۳۶
بمبئي	۱۰۱۷۶۹۶۹	۹۱۷۷۲۵۰
بنگال	۲۴۱۵۱۲۲۲	۲۲۵۴۴۳۱۴
یو'پي	۲۳۷۸۷۷۴۵	۲۱۵۸۸۰۴۲
پنجاب	۱۱۳۰۶۲۶۵	۹۳۷۸۷۵۹
برما	۶۷۵۶۹۶۹	۶۴۵۵۲۲۳
بهار اوڑیسه	۱۶۷۶۳۸۶۶	۱۷۲۳۸۳۲۳
صوبهٔ متوسط	۶۹۵۱۳۹۹	۶۹۶۱۳۶۱
آسام	۳۹۶۱۱۰۹	۳۶۴۵۱۲۱
صوبه سرحدي	۱۲۲۹۳۱۶	۱۰۲۲۰۲۴

(هندوستان کی آبادي زبانوں کے اعتبار سے)

هندوستاني	۹۶۷۱۴۳۶۹
بنگالي	۴۹۲۹۴۰۰۹
تیلگو	۲۳۶۰۱۴۹۲
مرهٹي	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	۱۸۷۷۹۵۷۷
پنجابي	۱۶۶۳۳۵۹۶
راجستاني	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناري	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیا	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتي	۹۵۵۱۹۹۲
برمي	۸۴۲۳۲،۵۶

هندوستان میں ۱۴۷ - زبانیں بولي جاتی هیں - ۲۳ - زبانیں دس لاکهه آدمیوں سے زیاده کے استعمال میں هیں -

(هندوستان میں بیوائیں سنه ۱۹۲۱ میں)

عورتوں کي مجموعي تعداد : ۱۵۴۹۴۶۹۲۶

بیواؤں کي مجموعي تعداد : ۲۶۸۳۴۸۳۸

ہو سکتی جبتک کہ مبلغ مشرقی زبانوں خصوصاً عربی میں مہارت حاصل نہ کریں - چنانچہ سنہ ۱۳۱۱ع میں پوپ اکلمنٹس پنجم کی زیر صدارت وائنا میں کانفرنس منعقد ہوئی ' اور اُس نے فیصلہ کیا کہ فرانس ' انگلستان ' اٹلی ' اور اسپین کے علمی مرکزوں میں ' عربی ' عبرانی ' اور سریانی ' زبانوں کی باضابطہ تعلیم جاری کی جائے -

(فرانس کا مدرسۂ طب)

اِس سے پہلے مونپلیه (فرانس) میں ایک طبی مدرسہ سنہ ۱۲۲۰ع میں قائم ہوچکا تھا - اُس میں تعلیم کا تمام دار و مدار اندلسی علماء پر تھا - عربی زبان کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی تا کہ طبی و عقلی علوم کی تحصیل کامل طور پر ہو سکے - سنہ ۱۳۶۱ع میں وسطی یورپ کی پہلی یونیورسٹی کراکو (پولینڈ) میں قائم ہوئی - اِس کے چارسال بعد وائنا کی یونیورسٹی وجود میں آئی -

(اسلامی فلسفہ اور مسیحی کلیسا)

اِس کے بعد جب یورپ میں تعلیم گاہوں کی کثرت ہوگئی تو سامی زبانوں ' خصوصاً عربی کی تعلیم بہت عام ہوگئی - مگر اب پادریوں کی جماعت عربی سے خوف کھانے لگی تھی - ابن رشد ' ابن سینا ' رازی ' ابن زہر ' وغیرہ حکماء اسلام کی تصانیف ' اُن کے خیال میں کفر و الحاد کا منبع تھیں - اِس لیے وہ طالب علموں کو بڑی سختی سے اِن تصانیف کے درس و مطالعہ سے روکتے تھے -

(اٹلی میں عربی زبان کی مقبولیت)

لیکن پادریوں کی یہ مخالفت زیادہ کار آمد نہیں ہوئی - عربی زبان اور کتابوں کا شوق برابر ترقی ہی کرتا گیا - چنانچہ اُسی زمانے میں اٹلی کے بعض امراء ' عربی زبان کے اِس قدر دلدادہ ہوگئے تھے کہ اُسے اپنی تحریر و تقریر کی زبان قرار دیدینا چاہتے تھے - اُن کے محلوں میں عربی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان سنی نہیں جاتی تھی - اُن کے درباروں میں عرب علماء کا ہجوم رہتا تھا -

(شاہ سسلی اور شریف ادریسی)

اِن امراء میں رچرڈ دوم شاہ سسلی بہت زیادہ مشہور ہے - یہ وہ پادشاہ ہے جسے شریف ادریسی نے چاندی کا کرہ نذر کیا تھا - اِس میں زمین کے پہاڑ ' سمندر ' اور اقلیمیں صاف صاف دکھائی گئی تھیں - نیز اِسی کے نام پر ادریسی نے اپنی مشہور کتاب " نزهة المشتاق في اختراق الآفاق " تصنیف کی تھی - ادریسی نے اِس پادشاہ کی بہت تعریف لکھی ہے ' اور اُسے روم کے پادشاہ سے زیادہ عادل اور نیک بتایا ہے -

صفدی نے " الوافی بالوفیات " میں لکھا ہے کہ " پادشاہ نے ادریسی کو طلب کرکے کہا تھا - میں زمین کے چشم دید حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں نہ کہ صرف کتابوں میں لکھے ہوئے حالات - چنانچہ ادریسی کے مشورہ سے بادشاہ نے عقلمند آدمی دنیا کے مختلف ممالک کے مشاہدے کے لیے بھیجے - ہر ایک کے ساتھہ ایک مصور بھی کردیا تھا ' تا کہ ہر جگہ کی تصویریں اور نقشے طیار کرلیے جائیں - یہ تمام معلومات ' تصویریں ' اور نقشے ' ادریسی کے پاس جمع ہوتے رہے ' یہاں تک کہ بادشاہ کی آرزو پوری ہوگئی " نیز صفدی نے لکھا ہے کہ بادشاہ ' ادریسی کی ازحد تعظیم و تکریم کرتا تھا - حتی کہ اُسے اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنی سواری ہی پر دربار تک چلا آیا کرے اور خود پادشاہ کے ساتھہ تخت پر بیٹھے !

سلوسٹر دی ساسی
جس نے جدید مشرقیات کی بنیاد رکھی

(سب سے پہلا مطبوعہ قرآن)

اِسی طرح اٹلی کے دوسرے امراء و سلاطین کو بھی عربی زبان سے بہت محبت تھی - فریڈریک دوم (جو چھٹی صلیبی کا سپہ سالار تھا) عربی میں پوری طرح ماہر تھا - اِسی قدر نہیں بلکہ مطبع کی ایجاد کے بعد ہی اٹلی کے کئی علم دوست امرائی خاندانوں نے مشرقی اور عربی کتابوں کی طباعت بھی شروع کردی - بحر اڈریاٹک پر پہلا مطبع شہر وانو میں قائم ہوا (سنہ ۱۵۱۴ع) یہ مطبع خاندان مدیسیس نے قائم کیا تھا - اِس میں قرآن مجید اور عربی زبان کی متعدد طبی و علمی کتابیں چھاپی گئی تھیں -

(عربی کتابوں کے ترجمے)

اٹلی کی تقریباً تمام بڑی بڑی تعلیم گاہوں میں اُس وقت عرب اساتذہ درس دیتے تھے - واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں سب سے پہلے اٹلی ہی نے عربی زبان کی قدر کی ' اور اُس سے فائدہ اُٹھایا - لاطینی زبان میں بہت سی عربی کتابوں کے ترجمے کیے گئے - بقراط اور ارسطو وغیرہ کے عربی ترجمے اور شرحیں ترجمہ ہوئیں - گرونو کریمونا نامی ایک اٹالین نے ستر سے زیادہ علمی کتابیں عربی سے لاطینی میں منتقل کی تھیں - اصل عربی کتابیں اب مفقود ہیں - مگر یہ ترجمے موجود ہیں -

(پادریوں کا مدرسہ)

سنہ ۱۵۸۴ع میں پوپ گیریگوری سیزدھم نے روم میں پادریوں کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا - اِس مدرسہ نے عربی زبان کی بہت خدمت کی - اِس کے تعلیم یافتہ لوگوں میں جبل لبنان کے تین ' جبرائیل صیہونی ' ابراہیم حلاقانی ' سمعان سمعانی بھی تھے - اُنہوں نے بہت سی عربی کتابیں ' لاطینی میں ترجمہ کیں -

(اسپین اور پرتگال)

یہ عجیب بات ہے کہ اسپین اور پرتگال نے عربی زبان سے بہت کم دلچسپی لی - حالانکہ اسپین میں کامل آٹھہ سو برس تک عربی تمدن قائم رہچکا تھا - عربی عہد میں اندلس کی سرکاری اور ملکی زبان عربی تھی - خود اسپینی امراء بھی عربی سیکھنے اور بولنے کو باعث فخر سمجھتے تھے - مگر پھر بھی اسپینیوں کو کوئی خاص شغف عربی سے نہیں ہوا - مسیحی اسپین میں پہلا عربی مدرسہ طلیطلہ میں قائم ہوا - یہ گیارھویں صدی مسیحی کے

ایڈین کاترمیر
جسنے مقدمہ ابن خلدون شائع کیا

(برطانی ہندوستان میں شرح پیدائش و موت سنہ ۱۹۲۴ ع)

صوبہ	آبادی	تناسب پیدائش	مجموعی تعداد پیدائش	تناسب اموات	بچوں کا تناسب اموات	مجموعی تعداد اموات	بخار سے	ہیضہ سے	چیچک سے	تنفس کی بیماریوں سے
مدراس	۴۱۰۰۲۶۰۶	۳۴٫۶۹	۱۴،۳۰،۸۵۸	۲۴٫۶۵	۱۷۹٫۰۲	۱۰،۰۶،۰۴۳	۳،۲۴،۲۵۹	۵۱،۹۷۱	۱۸،۸۱۰	۶۴،۷۸۲
بمبئی	۱۹۱۵۵۶۱۴	۳۵٫۶	۶،۷۹،۳۲۱	۲۷٫۶۳	۱۹۰٫۳۶	۵،۲۹،۵۷۶	۲،۱۴،۵۶۳	۸،۲۳۶	۱۱،۱۵۲	۲۸،۹۲۶
بنگال	۴۶۵۲۲۲۹۳	۲۹٫۵	۱۳،۷۰،۱۱۴	۲۵٫۹	۱۸۳٫۹	۱۲،۰۳،۲۴۱	۹،۱۲،۴۰۳	۴۸،۵۱۴	۵،۵۶۷	۲۶،۶۴۹
یو۔ پی	۴۵۳۷۵۷۸۷	۳۴٫۷۲	۱۵،۷۳،۸۱۰	۲۸٫۲۹	۱۹۱٫۶۰	۱۲،۸۳،۸۷۲	۹،۴۷،۸۰۷	۶۷،۰۰۰	۲،۷۲۴	۲۷،۴۱۲
پنجاب	۲۰۵۱۷۶۰۶	۴۰٫۱	۸،۲۱،۶۸۵	۴۳٫۴۳	۲۱۲٫۴۹	۸،۹۱،۰۲۶	۴،۵۲،۱۸۷	۳،۳۵۱	۴،۰۴۰	۵۴،۴۸۸
برما	۱۰۸۲۲۶۱۸	۲۷٫۴۰	۲،۹۳،۵۸۵	۲۱٫۵۱	۱۹۷٫۵۲	۲،۳۳،۱۶۴	۷۵،۲۸۸	۸،۰۸۳	۲،۵۰۱	۱۱،۰۹۸
بہار اڑیسہ	۳۴۰۰۲۱۹۸	۳۵٫۷	۱۲،۱۴،۱۴۶	۲۹٫۱	۱۵۸٫۲۰	۹،۸۹،۷۶۳	۱،۱۰،۶۳۵	۷۷،۴۸۰	۶،۹۳۲	۶،۹۰۶
سی۔ پی	۱۳۹۱۲۷۶۰	۴۴٫۱۸	۳،۱۴،۶۶۸	۳۲٫۵۹	۲۳۴٫۵۰	۴،۵۳،۳۶۲	۲،۴۰،۹۴۴	۹،۷۰۴	۹۱۸	۳۷،۱۳۶
آسام	۶۸۵۲۲۴۲	۳۱٫۰۴	۳،۱۲،۷۵۵	۲۷٫۳۰	۱۸۴٫۳۲	۱،۸۷،۱۲۷	۱،۱۳،۱۹۸	۱۹،۱۸۲	۱،۶۴۷	۶،۷۰۸
کل برطانی ہند	۲۴۱۴۶۹۰۲۶	۳۱٫۴۴	۸۳،۱۷،۴۰۳	۲۸٫۴۹	۱۸۸٫۳۳	۶۸،۷۹،۲۸۶	۴۰،۰۷،۶۶۲	۲،۹۳،۷۰۷	۵۵،۳۸۰	۳،۳۳،۶۳۶

مستشرقین اور استشراق

(عربوں اور اہل یورپ کے علائق)

عربوں کا اہل یورپ سے تصادم اور اتصال اُس وقت سے شروع ہوتا ہے، جب عربوں نے شام و مصر اور دوسرے رومی مقبوضات پر فاتحانہ اقدام کیا تھا - اسپین اور پرتگال کی فتح نے عربوں کو خود یورپ میں پہنچا دیا - پھر جب دوسری، تیسری، اور چوتھی صدی ہجری میں بنو امیہ نے اپنی خلافت اندلس میں قائم کر لی، تو یورپ سے تعلقات اور بھی زیادہ ہوگئے - تیسری صدی میں جزیرۂ سسلی کی فتح اور جنوبی اٹلی میں عربی اثر نے یہ تعلقات اور زیادہ وسیع کردیے -

اِس کے بعد صلیبی جنگوں کے زمانے میں تصادم و اتصال نہایت سخت ہوگیا - اہل یورپ مشرق کا تمدن، اخلاق، اور علوم دیکھہ کر دنگ ہوگئے - مال و جان کے بے شمار نقصان کے ساتھہ، تمدنی، علمی، اخلاقی فوائد بھی بے شمار حاصل کیے - بہت سے صلیبی مجاہدین نے عربی زبان کی باقاعدہ تحصیل کی - اُن کے متعدد امراء اور سپہ سالار عربی زبان اور عربی تمدن کے دل سے حامی ہوگئے -

(یورپ پر عربوں کا علمی اثر)

یورپ میں عربی زبان اور تمدن کی مقبولیت کا آغاز اِس سے پہلے ہوچکا تھا - یورپ کے مختلف ممالک سے طالب علم اسلامی اسپین میں آتے تھے اور مسلمان اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے - خود پوپ سلوسٹر دوم، جو سنہ ۹۹۹ ع میں پاپائیت کے منصب پر پہنچا، عربوں کا شاگرد تھا - اِس نے قرطبہ اور اشبیلیہ میں مسلمان علماء سے ریاضی، ہیئت، اور جغرافیہ کی تعلیم حاصل کی تھی - اِسی طرح شاہ لیون اور استوریا نے بھی قرطبہ میں علم طب حاصل کیا تھا -

والٹیر کا بیان ہے کہ قدیم زمانے میں تمام یورپین پادشاہ، عرب اور اُن کے شاگرد یہودی اطباء اپنے درباروں میں رکھتے تھے - اور اسپین اور اُس کے پڑوسی ممالک کے بکثرت مسیحی باشندے بھی عربی زبان کی تحصیل کرتے تھے، تاکہ عربی سلطنت میں ملازمت حاصل کرسکیں یا عربی ممالک میں تجارت کریں -

(مسیحی تبلیغ اور عربی زبان)

چودھویں صدی کے اوائل میں عربی زبان کے لیے یورپ میں ایک خاص سرگرمی پیدا ہوگئی - روم کے پوپ نے قرون وسطی میں رھبانیت کا ایک نیا نظام جاری کیا تاکہ ایشیا، افریقا، اسپین، اور سسلی کے غیر مسیحی باشندوں میں مسیحیت کی تبلیغ کی جائے - لیکن تجربے سے معلوم ہوگیا کہ اِس مقصد میں کامیابی نہیں

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(٣)

(مزدور اور کمیونسٹ)

تمام پچھلي سوسائٹیوں کي تعمیر، جیسا که بیان هوا، ظالم اور مظلوم جماعتوں کي باهمي دشمني کي بنیادوں پر هوئي تهي - لیکن کسي جماعت پر ظلم جاري رکهنے کیلیے کم سے کم یه ضروري هے که اُسے اُن حالات کي ضمانت دیدي جائے، جو اُسکا غلامانه وجود برقرار رکهه سکیں - قدیم سوسائٹي میں یه بات حاصل تهي، چنانچه لگاني اسامیوں نے جاگیرداري کے عهد هي میں نیابي مجالس کي ممبري کا حق حاصل کر لیا تها - لیکن موجوده سرمایه دار عهد میں مزدوروں کا معامله اس سے بالکل مختلف هے - وه صنعت کي ترقي کے ساتهه ساتهه بڑهنے اور اونچا هونے کي جگه اپنے معاشرتي حالات کے بهنور میں اور بهي زیاده غرق هوتے چلے جاتے هیں - حتی که نان شبینه تک کو محتاج هوگئے هیں - انکي محتاجي کهیں ختم نهیں هوتي، بلکه آبادي اور دولت کي ترقي سے بهي زیاده تیزي کے ساتهه بڑه رهي هے !

پس یه بات صاف هے که اب سرمایه دار نه تو سوسائٹي کے اندر اپني حکمراں حیثیت برقرار رکهنے کي اهلیت رکهتے هیں، اور نه اپنے جماعتي معاشرتي نظام کو بطور ایک برتر قانون کے اسپر عائد کرسکتے هیں - اب وه حکومت کرنے کے قابل هي نه رهے - وه اپنے غلاموں کو انکے غلامانه وجود کي بهي ضمانت نهیں دے سکتے - اب سوسائٹي هرگز سرمایه دار طبقه کے ماتحت نهیں ره سکتي - کیونکه اسکا وجود سوسائٹي کیلیے مفید نهیں رها -

سرمایه دار طبقه اور سرمایه دار حکومت کي بنیاد اُجرتي محنت پر هے، اور اُجرتي محنت کا دار و مدار مزدوروں کے باهمي مقابله پر هے - صنعت کي ترقي، جسکا خود ساخته اور نا قابل مقابله ایجنٹ سرمایه دار هے، مزدوروں کي باهمي پهوٹ کو ایک انقلابي اتحاد سے بدل رهي هے، اور وه انجمنوں کي صورت میں ظهور پذیر هو رها هے -

لهذا موجوده صنعت کی ترقي کے ساتهه ساتهه سرمایه دار طبقه کي وه بنیاد بهي کٹ کٹ کر اسکے پیروں کے نیچے سے نکل رهي هے جسپر اسکي پیداوار اور تصرف کا نظام قائم هے - وه اسکي پیداوار هي هے جو اب سب سے زیاده اسکي دشمني پر تل گئي هے اور اسکي لاش کیلیے قبر کهود رهي هے - سرمایه داروں کا زوال اور مزدوروں کي فتح دو برابر درجه کي اٹل چیزیں هوگئي هیں -

(٤)

جب جب معاشرتي حالات میں کوئي تاریخي تبدیلي هوئي هے، تو تمام املاکي رشتوں میں بهي مسلسل تاریخي تبدیلیاں رونما هوئي هیں - مثلاً انقلاب فرانس نے سرمایه دارانه ملکیت کي حمایت میں جاگیر دارانه ملکیت منسوخ کردي تهي -

کمیونزم کی امتیازي خصوصیت عام ملکیت کي منسوخي نهیں هے، بلکه صرف سرمایه دارانه ملکیت کي منسوخي هے - موجوده سرمایه دارانه ملکیت، ایک انتهائي اور کامل ظهور هے پیداوار اور اسکے استعمال کے اُس نظام کا، جو سراسر جماعتي نزاع اور باهمي تخریب پر مبني هے -

کمیونسٹ اپنے نظریه کو صرف ایک جمله میں بیان کر سکتے هیں - " سرمایه دارانه نهج کي ملکیت کي منسوخي "

هم کمیونسٹوں کو ملامت کي جاتي هے که هم شخصي ملکیت منسوخ کر دیني چاهتے هیں جو محنت سے حاصل کي گئي هے، اور جسکے متعلق دعوی کیا جاتا هے که شخصي آزادي، جماعتي حد جهد اور قومي خود مختاري کي بنیاد هے -

" بڑي دشواري سے حاصل کي هوئي، خود کمائي هوئي، خود جمع کي هوئي ملکیت ! " کیا اِس قول سے تمهارا مقصود چهوٹے چهوٹے سوداگروں اور کسانوں کي ملکیت هے جو سرمایه دارانه ملکیت کا هیولی پیش کرتي هے ؟ همیں اسکے منسوخ کرنے کي کوئي ضرورت نهیں - صنعت کي ترقي نے خود هي اُسے منسوخ کردیا هے اور برابر کر رهي هے -

یا تمهارا مقصود موجوده سرمایه دارانه ملکیت هے ؟

کیا اجرتي محنت، یعني مزدور کي محنت خود مزدور کیلیے کوئي ملکیت پیدا کرتي هے ؟ هرگز نهیں - وه تو صرف " سرمایه " پیدا کرتی هے - یعني " ملکیت " پیدا کرتي هے جو اجرتي محنت سے فائده اٹهاتي هے، اور صرف اسي حالت میں بڑه سکتي هے جبکه اجرتي محنت کي نئي نکاس برابر هوتي رهے - ملکیت اپني موجوده شکل میں سرمایه اور اجرتي محنت کي باهمي نزاع پر قائم هے - آؤ هم اِس نزاع کے دونوں پهلوؤں کي جانچ کرلیں !

سرمایه داري في نفسه کوئي شخصي پیداوار نهیں هے، بلکه سرتاسر اجتماعي حیثیت رکهتي هے - کیونکه سوسائٹي کے بے شمار ارکان کے متحده عمل سے وجود میں آتي هے -

اسي طرح سرمایه بهي شخصي نهیں هے، بلکه ایک اجتماعي طاقت کا نام هے -

لهذا جب سرمایه، عام ملکیت کي صورت میں بدل دیا جاتا هے، یعني سوسائٹي کے تمام ارکان کي ملک بنا دیا جاتا هے، تو یه کهنا صحیح نهیں که شخصي ملکیت عام ملکیت بنا دي گئي - کیونکه یهاں شخصي ملکیت کا وجود هي نهیں تها - البته جو چیز بدلي جاتي هے، وه ملکیت کي صرف معاشرتي حیثیت هے - یعني ملکیت سوسائٹي میں اپني انفرادي طاقت کهو دیتي هے -

اب هم اجرتي محنت کا مسئله لیتے هیں :

[illegible] محنت کي اوسط شرح کم سے کم هے - یعني مزدور کو [illegible] ملتي هے، جس سے وه بمشکل اپني زندگي قائم رکهه سکتا هے - پس اس طرح مزدور اپني محنت سے جتني اجرت حاصل کرتا هے، وه اتني کم هوتي هے، جس سے بسکي نهایت ساده زندگي کي ضمانت هو سکتي هے - هم کسي طرح بهي محنت کي پیداوار کا یه شخصي استعمال منسوخ کرنا نهیں چاهتے - ایسا استعمال جو انساني زندگي کے بقاء اور دوام نسل کیلیے نا گزیر هے - البته هم اِس استعمال کي وه افسوسناک حیثیت ضرور مٹا دیني چاهتے هیں جسکي وجه سے مزدور صرف سرمایه بڑهانے کیلیے زنده رهتے هیں، اور صرف اتنے عرصه تک زنده رهتے هیں، جبتک حکمران طبقه کے مفاد کو انکي ضرورت رهتي هے -

سرمایه دارانه سوسائٹي میں همیشه ماضي، حال پر حکومت کرتا هے - لیکن کمیونسٹ سوسائٹي میں حال، ماضي پر حکمراں هوتا هے - سرمایه دارانه سوسائٹي میں سرمایه، آزاد اور مستقل

ڈوزی
جسنے قاموس کا تتمہ مرتب کیا

اوائل کا واقعہ ہے - پھر سنہ ۱۲۵۴ ع میں اشبیلیہ میں ایک عربی لاطینی تعلیم گاہ بھی جاری ہوگئی، مگر کوئی خاص ترقی نہ ہو سکی -

(عربی کتابیں یورپ نے کب سے جمع کرنا شروع کیں ؟)

پندرھویں صدی یا چودھویں صدی سے یوروپین قوموں نے عربی کتابیں مشرقی ملکوں سے خریدنا شروع کیں - لوئیس نہم شاہ فرانس نے سب سے پہلے عربی کتب خانے قائم کرنے کی رسم جاری کی - یہ خیال اُسے اِس طرح پیدا ہوا کہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں بعض یوروپین نے دیکھا تھا کہ مسلمان بادشاہوں کے پاس بڑے بڑے کتب خانے ہیں، جن میں بیٹھکر وہ بہ اوقات فرصت کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں - لوئیس نہم نے یہ سنا تو اُس نے خود بھی اپنے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا - یہ واقعہ تیرھویں صدی کا ہے - اِس کے بعد لوئیس چہاردھم نے ایک آسٹرین عالم کو مشرقی ممالک میں خاص اِس غرض سے بھیجا کہ اُس کے لیے کتابیں خریدے -

اِسی طرح انیسویں صدی کے وسط ہی میں یورپ میں عربی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا تھا - کم سے کم دو لاکھ پچاس ہزار قلمی کتابیں کتب خانوں میں داخل ہوگئی تھیں -

(یورپ میں عربی کتب خانے)

یورپ اور امریکا میں عربی کے بڑے بڑے کتب خانے بہت سے شہروں میں موجود ہیں - ذیل میں صرف چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں :

لیفن گراڈ، برلن، پیرس، لندن، لبزیک، مونیخ، وائنا، لیڈن، آکسفورڈ، ایڈنبرا، ڈبلن، کیمبرج، نیویارک، شیکاگو، کیلیفورنیا وغیرہ -

ہر کتب خانے میں مرتب و منضبط فہرستیں موجود ہیں ہر کتاب پر مفصل تقریظ لکھی گئی ہے - بعض فہرستیں عام ہیں اُن سے ایک نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کون کتاب کس کس کتب خانے میں موجود ہے ؟ یہ کتب خانے برابر ترقی کر رہے ہیں - نادر سے نادر کتابیں غیر معمولی جد و جہد اور صرف کثیر سے جمع کی جاتی ہیں -

(عربی کی باقاعدہ تدریس)

یورپ کو دینی تعصبات سے جب نجات ملی اور اُس کی جگہ ملک گیری کی ہوس نے لیلی، تو عربوں اور دوسری مشرقی قوموں کے علوم و آداب سے واقفیت پیدا کرنے کی عام طور پر ضرورت محسوس ہونے لگی - چنانچہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں علم المشرقیات نے ایک منظم علم کی صورت اختیار کرلی، اور اُسکی باضابطہ تعلیم و تدریس ہونے لگی -

سب سے پہلے سنہ ۱۷۵۳ ع میں آسٹریا نے مشرقی زبانوں کا ایک مدرسہ قائم کیا - اِس میں حکومت کے سفراء اور ملک کے تاجروں کو تعلیم دی جاتی تھی - سنہ ۱۷۹۵ع میں فرانس نے اِسی مقصد سے ایک تعلیم گاہ جاری کی - سنہ ۱۸۸۷ع میں جرمنی نے اِس کی تقلید کی -

ہرڈویک ڈیر لبرگ
جسنے پچاس کتابیں عربی ادب و تاریخ کی شائع کیں

اس کے بعد روس، انگلستان، اور اٹلی نے بھی ادھر توجہ کی - لیکن یہ واقعہ ہے کہ سولھویں صدی سے یورپ کی ہر یونیورسٹی میں، خصوصاً انگلستان، جرمنی، اور ہالینڈ کی درس گاہوں میں عربی زبان داخل نصاب ہوچکی تھی -

(ائمۂ مستشرقین)

یورپ کو مشرقی زبانوں سے جو شغف رہا ہے، اُس کا ایک نمایاں ثبوت اُن مستشرقین کا وجود ہے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی اِن علوم کے لیے وقف کردی ہے - بہت سے مستشرق متعدد مشرقی زبانوں کے عالم تھے - مثلاً جرمن لوڈلف مشرق و مغرب کی ۲۵ زبانوں کا عالم تھا - سلوسٹر دی سلسی فرنچ مستشرق بیس زبانوں میں ماہر تھا - یہی حال سوئٹزر لینڈ کے واں برسمی اور جرمن محقق ہومل کا تھا - ڈچ عالم ڈوزی سات زبانوں میں اِس طرح انشا پردازی کرتا تھا، گویا اُس کی مادری زبانیں ہیں - یہی حال ہنگرین پروفیسر ویمبری کا تھا - وہ ہنگرین، ترکی، عبرانی، اور لاطینی زبانوں کا مستند عالم تھا -

یورپ نے صرف عربی کے مدارس قائم کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مشرقی زبانوں کی بحث و تحقیق کے لیے علمی انجمنیں بھی قائم کیں - سب سے پہلے سنہ ۱۷۷۸ع میں ہالینڈ نے بٹاویا (جاوہ) میں اِس قسم کی انجمن قائم کی تھی - پھر ۱۷۸۴ع میں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں قائم ہوئی - ۱۸۰ میں ایک ایسی ہی انجمن بمبئی میں بنائی گئی -

پیرس کی انجمن سب سے زیادہ اہم ہے - یہ سنہ ۱۸۲۲ ع میں قائم ہوئی - اِس کے بانیوں میں یورپ کا مشہور ترین مستشرق اور عربی زبان کا فاضل، سلوسٹر دی ساسی تھا - اسی سے جرمن، ڈچ سوئڈش، اور اٹالین مستشرقین نے استفادہ کیا - در حقیقت انیسویں صدی میں عربی زبان کا یورپ میں سب سے بڑا علم بردار یہی شخص تھا - اس نے عربی کی تحصیل علماء یورپ کے لیے نہایت آسان کردی -

جی - براؤن
مشہور انگریز مستشرق

بريد فرنگ

يورپ ميں ايک مشرقي درويش

علماء و اطباء كي حيراني

طاهر بے جو زمين ميں زنده مدفون هوجاتا هے !

قارئين الهلال كو ياد هوگا كه گزشته سال ريوٹر ايجنسي نے پيرس سے يه خبر شائع كي تهي كه " طاهر بے نامي ايک مشرقي درويش كے اعمال نے تمام پيرس ميں دلچسپي پيدا كردي هے - بڑے بڑے ڈاكٹروں كي ايک جماعت نے اس كے اعمال كا مطالعه كيا هے ' اور ان كے بے لاگ هونے كي شہادت دي هے "

آج كل يه شخص انگلستان ميں هے - گريفک كے مقاله نگار نے ايک مبسوط مقاله لكهه كر اس كي شخصيت سے دنيا كا تعارف كرايا هے اور اس كے مختلف اعمال و غرائب كي تصويريں بهي شائع كي هيں - مقاله نگار لكهتا هے :

" پيرس ميں گزشته دو سال سے وقتاً فوقتاً ايک پر اسرار شخصيت ديكهنے ميں آئي هے - يه ميانه قد آدمي جسكے بدن كا رنگ زيتون كا سا اور ڈاڑهي سياه هے ' يورپي مغربي نفاست كے ساتهه ملبوس رهتا هے - اس كے مطمئن چهرے سے ظاهر هوتا هے كه اس جوان نے بهت دنوں سے اپنے دل كي صفائي كا راز جان ليا هے - يه پر اسرار شخص مشهور درويش طاهر بے هے ' جس نے گذشته ڈهائي سال سے يورپ كو اپنے كمالات سے حيرت ميں ڈال ديا هے -

يه سنه ۱۸۹۷ع ميں طنجه ميں پيدا هوا - اسكي پيدائش كے وقت هي اسكي ماں كا انتقال هوگيا تها - اسليے تعليم و تربيت كے لئے قديم دستور كے مطابق فقراء كے گروه ميں ركهديا گيا ' اور اس طرح ابتدا هي سے فقيري كي آب و هوا ميں نشو و نما پائي - سنه ۱۹۰۵ - ميں قسطنطنيه آيا اور تركي لڑكوں كي طرح معمولي تعليم حاصل كي - اسكے بعد اس نے علم طب پڑهكر طبيب كي سند حاصل كرلي -

اسكي زندگي خاموش مطالعه اور غور و فكر ميں گزري هے ' اور جبتک اس نے اپنے آبا و اجداد كا پر اسرار علم حاصل نہيں كر ليا ' لوگوں كو اُس كے كمالات كي كوئي خبر نہيں هوئي - سنه ۱۹۱۹ع ميں اس نے ايک جمعيت قائم كي جسكا مقصد يه تها كه دنيا كے تمام ڈاكٹروں اور فلسفيوں كے سامنے روحانيت كے مسائل اور تجارب پيش كرے -

يورپ ' جنوبي امريكه ' اور انگليند كے بڑے بڑے شهروں ميں طاهر بے نے صرف ڈاكٹروں هي كو نہيں بلكه عامة الناس كو بهي عجيب عجيب اعمال دكهلائے هيں جنكي كوئي علمي توجيه ابتک نہيں كي جا سكي -

پہلے پہل جولائي سنه ۱۹۲۵ ميں يه پيرس ميں وارد هوا - وه چند ماه اٹلي ميں بهي گزار چكا تها - روم ' نيپلس ' پيلرمو ' فلورنس ' اور بولونا ميں اس نے اپنے تجربے علم كے بڑے بڑے ماهرين كو دكهلائے تهے - كئي هفتوں تک اطالوي اخبارات اس كے كار ناموں سے لبريز رهے - روم ميں اركان حكومت اور سفارتي عمال كے سامنے اس نے اپنے فن كے مظاهرے كيے - خود مسوليني نے بهي چند بار چيگي محل ميں اس كا استقبال كيا تها - شاه وكٹر ايمينوئل نے بهي اپنے حضور ميں بلايا - شاه جارج پنجم نے بهي جو اُن دنوں پيلرمو ميں مقيم تهے ' اس كے اعمال ديكهنے كي خواهش ظاهر كي -

طاهر بے

پيرس ميں پہلے علماء نے ايک خاص جلسه ميں اسكے كمالات كا مشاهده كيا تها جهاں پيرس كے مشهور اخبارات كے نماينده بهي بلائے گئے تهے - يه واقعه هے كه فرانسيسي علماء اس كے اعمال ديكهكر حيرت زده هو گئے اور متفقه طور پر يه رائے قائم كي كه " اسكے اعمال شعبده بازي سے پاک هيں " لندن كے ايک بڑے تهيٹر ميں بهي جهاں كي ايک كرسي بهي خالي نہيں رهي تهي ' اسكے كمالات ديكهے گئے - چونكه تقريباً تيس آدمي بيهوش هوگئے تهے ' اسليے اسكا عام مظاهره بند كرديا گيا !

خود طاهر بے كا بيان يه هے كه " ميرے كام ميں كوئي شعبده نہيں هے - ميں اپنے اسرار ظاهر كر دينے كے ليے راضي هوں ' مگر ميرا دعوى هے كه سوائے خاص خاص فقراء كے اور كوئي شخص يه كمالات حاصل نہيں كر سكتا "

وه كهتا هے " فقيروں كي روحاني قوت بهت مضبوط هوا كرتي هے - اُنكي تعليم تين مهينے كي عمر هي سے شروع هو جاتي هے "

شخصیت رکھتا ہے - لیکن زندہ انسان محکوم ہوتے ہیں اور اپنی شخصیت سے محروم رہتے ہیں -

سرمایہ دار اِس صورت حال کی منسوخی کو انفرادی شخصیت اور آزادی کی منسوخی بتاتے ہیں ' بلاشبہ اِس سے انکی مراد سرمایہ دارانہ شخصیت، سرمایہ دارانہ خود مختاری ' اور سرمایہ دارانہ آزادی کی منسوخی ہے !

موجودہ سرمایہ دارانہ حالات پیداوار کے ماتحت آزادی کے معنی " آزاد تجارت " اور " آزاد خرید و فروخت " کے ہیں -

لیکن اگر خود تجارت ہی مٹ جائے ' تو آزاد تجارت کہاں باقی رہتی ہے ؟ ہمارے سرمایہ دار جس طرح دوسری آزادیوں کے متعلق بے معنی ڈینگ مارا کرتے ہیں ' اسی طرح آزاد تجارت کے متعلق بھی انکی ڈینگ بالکل بے معنی ہے - بلا شبہ جب مقید تجارت کے ساتھہ یا قرون وسطی کے مقید شہریوں کے ساتھہ اسکا موازانہ کیا جاتا ہے ' تو اسکے کچھہ معنی ہوتے ہیں ' لیکن جب سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور خود سرمایہ داروں کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جاتا ہے ' تو وہ ایک بالکل بے معنی چیز رہ جاتی ہے -

تم خوف زدہ ہو رہے ہو کہ ہم شخصی ملکیت منسوخ کردینگے - مگر یہ تو سوچو، تمہاری موجودہ سوسائٹی میں ۹/۱۰ حصہ آبادی کی ملکیت پہلے ہی سے منسوخ ہو چکی ہے ' اور اب سوسائٹی کی بقاء کے لیے نا گریز ہے کہ یہ باقی ایک حصہ کی ملکیت بھی جلد سے جلد ختم ہو جائے - تم ہمیں ملکیت کے اُس طرز کی منسوخی پر ملامت کرتے ہو ' جس کے وجود کی اولین شرط ہی یہ ہے کہ سوسائٹی کی بہت بڑی اکثریت بلا کسی ملکیت کے باقی رہے ؟

سچ یہ ہے کہ تم ہمیں اس لیے ملامت کر رہے ہو کہ ہم تمہاری سرمایہ دارانہ ملکیت منسوخ کر دینی چاہتے ہیں - بے شک ہمارا یہی ارادہ ہے !

جس لمحہ سے محنت کی تبدیلی ' سرمایہ ' نقد روپیہ ' اور لگان کی صورت میں نہ ہو سکے ' جس لمحہ سے محنت ایک ایسی اجتماعی طاقت کی صورت میں بدلی نہ جا سکے جو اجارہ داری کے لائق ہو ' جس لمحہ سے شخصی ملکیت کا سرمایہ دارانہ ملکیت میں تبدیل کیا جانا ناممکن ہو جائے ؛ اُسی لمحہ سے تمہیں واویلا کرنے کا حق ہے کہ کمیونسٹ " فرد " کو مٹا دینا [illegible] ہیں - لیکن اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر تم گویا اعتراف [illegible] کہ " فرد " سے تمہاری مراد صرف " سرمایہ دار " ہے - یعنی [illegible] جائداد - حالانکہ اس قسم کے فرد کو بلا شک مٹا دینا چاہئے !

کمیونزم کسی کو بھی اس کی اجتماعی پیداوار میں تصرف کی طاقت سے محروم نہیں کرتا - البتہ وہ سب کو اُس طاقت سے ضرور محروم کر دینا چاہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کی محنت پر قابو حاصل کرتے ہیں -

کمیونزم پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شخصی ملکیت کی منسوخی کے ساتھہ ہی ہر قسم کی جد و جہد بھی موقوف ہو جائیگی ' اور سوسائٹی پر ایک عام اداسی اور کاہلی چھا جائیگی -

لیکن اگر حقیقت حال ایسی ہوتی تو سرمایہ دار سوسائٹی سستی کی وجہ سے ابتک کب کی برباد ہو چکی ہوتی - کیونکہ جو لوگ اس کے لیے محنت کرتے ہیں ' وہ کچھہ بھی نہیں پاتے ' اور جو لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں ' وہ کچھہ بھی محنت نہیں کرتے -

در اصل یہ تمام اعتراضات کا لب لباب یہ ہے کہ جب سرمایہ باقی نہ رہے گا تو اجرتی محنت بھی موقوف ہو جائیگی ' اور اس طرح سرمایہ داری کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائیگا -

جو اعتراض کمیونسٹ طریق پیداوار اور اس کے طریق تصرف پر کیے گئے ہیں ' وہی اس کی دماغی پیداوار اور اس کے استعمال پر بھی کیے گئے ہیں - سرمایہ دار کے نزدیک جس طرح اس کے فرقہ کی ملکیت کا معدوم ہو جانا ' خود پیداوار کی معدومی ہے ' اُسی طرح سرمایہ دارانہ تہذیب کی بربادی پوری تہذیب کی بربادی ہے !

وہ تمدن جس کے زوال پر سرمایہ دار یہ کچھہ ماتم کر رہے ہیں ' کیا ہے ؟ وہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کے حق میں ایک ایسا تمدن ہے ' جو بے جان مشین کی طرح محنت کرنے کی طرف لے جاتا ہے !

تمہیں اُس وقت تک ہم سے بحث کرنے کا حق نہیں ہے جبتک تم اپنی سرمایہ دارانہ ملکیت کی منسوخی کے خلاف اپنے خود ساختہ سرمایہ دارانہ اصول کی بنا پر اعتراض کرتے ہو کیونکہ تمہارے یہ اصول بھی محض سرمایہ دارانہ حالات پیداوار اور سرمایہ دارانہ ملکیت ہی کے انڈے بچے ہیں - عدل کیا ہے ؟ صرف تمہاری جماعت کی خواہش کا نام ہے جسے قانون بنا دیا گیا ہے ' اور جسے تمہاری جماعتی زندگی کے مادی حالات نے گڑھلیا ہے -

گزشتہ حکمراں طبقوں کی طرح تم بھی اِس خود غرضانہ خیال خام میں پڑے ہوے ہو کہ اپنے معاشرتی اصولوں کو فطرت و عقل کے اٹل قوانین کی صورت میں قائم کردو - تم اپنے معاملہ میں کوئی نکتہ چینی سننے کو طیار نہیں - تم جو کچھہ قدیم ملکیت کے بارے میں سمجھتے ہو ' اس کے تسلیم کرنے کی جرأ- سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملہ میں نہیں کر سکتے -

" خاندان کی منسوخی !" زیادہ سے زیادہ جمہوریت پسند بھی کمیونسٹوں کی اِس عجیب تجویز سے چراغ پا ہو جاتے ہیں -

لیکن یہ تو غور کرو کہ موجودہ خاندان ' یعنی سرمایہ دارانہ خاندان کی بنیاد کس چیز پر ہے ؟ سرمایہ پر اور شخصی ملکیت پر - کیا یہ صحیح نہیں کہ اپنی پوری ترقی یافتہ شکل میں بھی خاندان کا وجود صرف سرمایہ داروں ہی کے لیے ہے ؟ اور کیا یہ بھی صحیح نہیں کہ اپنی ترقی و تکمیل کے لیے اُسے مزدوروں کی خاندانی زندگی کی عام بربادی کی ضرورت ہے ؟

تم ہمیں ملامت کرتے ہو کہ ہم اولاد کا " خود غرضانہ استعمال " روکنا چاہتے ہیں - ہم اس جرم کا اقبال کرتے ہیں !

تم کہتے ہو کہ ہم خانگی تعلیم کی جگہ معاشرتی تعلیم عام کرکے نہایت ہی پاک خاندانی رشتے بھی برباد کر ڈالنا چاہتے ہیں - لیکن کیا تم خود اِس الزام سے بری ہو ؟ کیا تمہاری تعلیم کو بھی تمہاری سوسائٹی نے مقید نہیں کر رکھا ہے ؟ کیا موجودہ تعلیمی نظام میں سوسائٹی بالواسطہ یا بلا واسطہ مداخلت نہیں کر رہی ہے ؟ کیا اسکولوں اور کالجوں کے احاطوں میں تعلیم مقید نہیں ہو چکی ہے ؟ تعلیم میں سوسائٹی کی مداخلت کچھہ کمیونسٹوں ہی کی ایجاد نہیں ہے - وہ تو پہلے سے ہی موجود ہے - کمیونسٹ صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس مداخلت کی نوعیت بدل دیں اور تعلیم کو حکمراں طبقہ کے اثر سے آزاد کردیں -

حجة ابراهيمى

آيۂ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا اُسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريق

(از مولانا ابو الكلام)

الهلال نمبر (١٥) ميں جناب مولوي عبد الحق صاحب كا جو استفسار آيۂ مندرجۂ عنوان كي نسبت شائع هوا تها ' اُس كا جواب حسب ذيل هے :

(١) قرآن حكيم كے مطالعۂ و تدبر ميں آپ كو جو مشكلات پيش آ رهي هيں ' وه اُس تك پيش آتي رهينگي ' جب تك كه اس بارے ميں چند بنيادي اصول واضح نهيں هوجائينگے - يه موقعه تفصيل و اطناب كا نهيں هے - مختصراً يوں سمجهيے كه صدر اول كے بعد سے قرآن حكيم كے فهم و تدبر كي راهيں دو هوگئي هيں - ايک " قرآني " هے - دوسري " غير قرآني " قرآن كے فهم و تدبر كے ليے غير قرآني طريقه كيونكر هو سكتا هے ؟ ممكن هے اس پر آپ كو تعجب هو - اس ميں شک نهيں يه معامله فكر انساني كے عجائب تصرفات ميں سے هے - مگر ايسے تصرفات اس كثرت سے هوچكے هيں كه انهيں عجيب سمجهتے هوئے بهي هميں متعجب نهيں هونا چاهيے -

" قرآني " طريقه سے مقصود قرآن كے مطالعۂ و فهم كا وه طريقه هے جو تمام تر قرآن پر مبني تها - قرآن سے باهر كے اثرات كو اُس ميں دخل نه تها - عربي لغة كے صاف اور معروف معاني ' عربي بول چال كے بے تكلف اور ساده محاورات ' صدر اول كا بے لاگ ذوق و فهم ' اور انبياء كرام كا فطري اور غير صناعي اُسلوب بيان ' اس طريقه كي خصوصيات تهيں - سلف امت كا طريق تفسير يهي تها -

" غير قرآني " طريقه سے مقصود وه تمام طريقے هيں جو قرآن سے نهيں بلكه مفسرين قرآن كے ذوق و فكر سے پيدا هوے - يه علوم وضعيه كي اشاعت ' ايراني ' رومي ' اور هندي تمدن كے اقتباس ' اور عجمي اقوام كے اختلاط كا قدرتي نتيجه تها - مفسرين كے هر گروه نے قرآن كے مطالب اُسي شكل و نوعيت ميں ديكهے ' جيسي شكل و نوعيت كي فكري حالت اُن كے اندر پيدا هوگئي تهي - رفته رفته يه حالت هوگئي كه قرآن كے الفاظ ' تراكيب ' اُسلوب بيان ' دلائل و براهين ' مواعظ و حكم ' سب نے ايک دوسري هي طرح كي نوعيت پيدا كرلي - قرآن كي تعليم و بيان كي تمام تر بنياد فطرية اور فطرية كي سادگي پر تهي - علوم و فنون كي تمام تر بنياد وضعية اور وضعية كے تعمق اور كاوش پر هے - نتيجه يه نكلا كه جوں جوں وضعية كا انهماک بڑهتا گيا ' فطرية كے فهم و ذوق كي استعداد كم هوتي گئي - يهانتک كه وه زمانه آ گيا ' جب لوگوں كے دماغ اسدرجه وضعية اور وضعي طريق بحث كے عادي هوگئے ' كه كسي اهم اور عظيم بات كو اُس كي ساده اور سهل صورت ميں ديكهه هي نهيں سكتے تهے - ذهن كي كاوش پسندي جو علوم وضعيه كے اشتغال كا لازمي نتيجه هے ' آسان اور سهل مطالب كي طرف متوجه هي نهيں هوتي تهي - يه صورت حال صرف قرآن هي كو پيش نهيں آئي ' بلكه مختلف صورتوں اور حالتوں ميں تمام صحف سماوي كو پيش آچكي هے ' اور منجمله اُن اسباب كے هے جو هميشه كتب و اديان كي تحريف كا باعث هوتے رهے هيں - يهي وجه هے كه داعي قرآن (صلعم) نے اسے " تعمق " اور " تنطع " سے تعبير كيا ' اور فرمايا كه هلاكت كي راهوں ميں سے ايک راه يه بهي هے جيسا كه متعدد موقوفات ميں وارد هے - يه موقعه تشريح كا نهيں - اگر آپ دقت نظر سے كام لينگے تو ان چند جملوں كے اندر اصول تفسير كي ايک اصل عظيم آپ كے سامنے آ جائگي - يه اصل عظيم نه صرف تفسير قرآن ميں ' بلكه علم و نظر كے بے شمار گوشوں ميں آپكي رهنمائي كر سكتي هے - ذهن انساني " وضعية " ميں جس قدر كاوش پسند هوتا گيا هے ' اتنا هي " فطرية " سے دور هوتا گيا هے -

بهر حال يه دوسرا " غير قرآني " طريقه اُن تمام طريقوں پر مشتمل هے جو صدر اول كے بعد پيدا هوے - متكلمين مفسرين كا طريق تفسير كم و بيش يهي هے - كوئي اس طريقه ميں ايک خاص حد تک گيا هے ' كوئي بهت زياده دور تک - امام فخر الدين رازي رحمة الله عليه بهي اسي راه كے شهسوار هيں - ان كے بعد اكثر مفسرين نے دانسته يا نا دانسته اُنهي كا نقش قدم اختيار كرليا - قاضي ابن رشد كي كشف الادله اور فصل المقال اور شيخ الرئيس كي بعض مختصر تفسيريں امام رازي اور مفسرين متكلمين سے پهلے لكهي گئي هيں - اُن كے مطالعه سے هم معلوم كر لے سكتے هيں كه متكلمين اشاعره ' فلاسفۂ اسلام اور معتزله سے كتنا هي انكار كرتے هوں ' ليكن وه خود بهي اسي طريقه كي پيداوار تهے - بهتر قسم كي نهيں - ناقص اور كمزور قسم كي پيداوار -

ايک سخت بنيادي غلطي جو اس طريقه كي مقبوليت كا باعث هوئي ' متاخرين كا يه خيال تها كه وقت كي علمي ضرورتوں كيليے سلف كا طريقه سود مند نهيں هے - يه بات ضرب المثل كي طرح اُن كي زبانوں پر جاري هوگئي تهي كه " سلف كا طريقه ايمان كيليے بهتر هے مگر استدلال كيليے مفيد نهيں " حالانكه اگر ايمان كو جهل سے نهيں بلكه علم و بصيرت سے پيدا هونا چاهيے ' تو جو طريقه ايمان و يقين كے ليے سود مند هوگا ' وه استدلال و برهان كيليے كيوں غير مفيد هو ؟ جهانتک نام نهاد علمي ضروريات كا تعلق هے ' واقعه يه هے كه متاخرين كے طريقه سے بڑهكر كمزور اور نا مراد طريقه كوئي نهيں هو سكتا - وه " استدلال " كو فنون وضعيه كے " منطقي استدلال " سے باهر نهيں ديكهه سكے ' اور وجدان و طبيعت كي حقيقي شهادتوں سے آنكهيں بند كر ليں - آپنے اپنے استفسار ميں جا بجا لكها هے كه " امام رازي رحمة الله عليه كا طريقه موجوده زمانے ميں سود مند نهيں " ليكن ميں كهتا هوں اس تقيد كي كيا ضرورت هے ؟ يه طريقه تو كسي زمانے ميں بهي سود مند نه تها - كيا يه طريقه اُس زمانه ميں سود مند تها جب امام صاحب نے تفسير لكهي هے ؟ اس كا حال خود اُنهي

اسکا دعوی ہے کہ انہیں زخم یا ضرب شدید کا احساس نہیں ہوتا ' یہ اپنے آپ پر کامل سکتہ کی سی حالت طاری کر دے سکتے ہیں - سانس روک لیتے ہیں - زندہ دفن کر دیے جاسکتے ہیں - اپنی زندگی اور اپنے خیالات پر قابو رکھتے ہیں ' اور نیک و بد ارواح کو بلا سکتے ہیں "

" زندگی کا ابدی معما حل کرنے کے لیے فقراء موت کی عمیق غار میں اترتے ہیں - جس طرح غواص سمندر کی تہ تک پہنچ جاتا ہے ; ان کی جسمانی موت ' غفلت اور نسیان کی نیند کو ایک ایسی حد تک پہونچا دیتی ہے ' جہاں سے جسم کے مرکب حصوں کی تفریق شروع ہوجاتی ہے ' اور جہاں روح جسم سے الگ ہونا چاہتی ہے "

طاہر بے اپنے ابتدائی اعمال کی نمائش کے بعد اپنے آپ کو زندہ مدفون کرا دیتا ہے جس میں تماشائیوں کی خواہش کے مطابق دس منٹ سے لیکر نصف گھنٹے تک کا وقفہ ہوتا ہے - اس پر ایک سکتہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے - اس کے کان ' ناک ' اور منہ روئی سے بند کردیے جاتے ہیں -

اس کے بعد ایک تابوت میں لٹا کر اسے بالو سے بھر دیا جاتا ہے ' اور تابوت زمین کے اندر دفن کردیا جاتا ہے - جب وقت پورا ہوجاتا ہے تو تابوت نکالا جاتا ہے ' اور چند سکنڈ کے بعد طاہر بے کا سکتہ ختم ہوجاتا ہے - تابوت سے نکالے جانے کے وقت وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور جسم کا رنگ دھندلا مٹیالا ہو جاتا ہے - طاہر بے کے بیان کے مطابق رنگ کی یہ تبدیلی اس لیے واقع ہوتی ہے کہ جتنی دیر تک وہ تابوت کے اندر رہتا ہے ' دوران خون بند ہوجاتا ہے - اس کا قول ہے کہ اگر اپنے آپ پر سکتہ کی حالت طاری نہ کروں تو ہوا کے بغیر دس منٹ کے اندر مرجاؤں - بہت دن گزرے ' دفن کا یہ طریقہ مصر میں بھی مروج تھا - ساحروں نے مجرموں کی سزا کے لیے یہ چیز ایجاد کی تھی - کیونکہ زندگی کی قدر و منزلت جو دینی طور پر ضروری سمجھی گئی تھی ' کسی انسان کیلیے سزائے موت جائز نہیں رکھتی تھی - مجرم صرف عارضی طور پر دفن کر کے پھر باہر نکال دیے جاتے تھے - تجربہ سے اندازہ کیا گیا تھا کہ اگر ایسی سزا متواتر دی جائے اور مجموعی سزا کا وقفہ ایک سال ہوجائے ' تو مجرم کی عمر طبیعی دو سال گھٹ جاتی تھی ' کیونکہ اس طویل جمود و سکوت کی حالت میں جسم کے رگ اور پٹھے تھک جاتے تھے ' اور ان کی قوت کم ہوجاتی تھی -

لیکن انہیں ساحروں کا یہ مقولہ بھی ہے کہ اگر یہ دوا چھوٹی چھوٹی خوراکوں میں دیجائے تو بہت سے امراض کیلیے مفید ہوتی ہے -

ایک مزید انکشاف طاہر بے کے تجربوں کیلیے باقی ہے - وہ یہ کہ جسم جب مٹی کے اندر مدفون ہوجاتا ہے تو دماغ کی نشوونما تیزی سے بڑھنا شروع ہو جاتی ہے - یہ خیال پیش نظر رکھکر وہ اب مصر جانے والا ہے - وہاں وہ بڑے بڑے وقفوں کیلیے مدفون رہیگا جنکا مجموعی وقفہ تین سال تک کا ہوگا - وہ کہتا ہے کہ اس عمل سے جسم آہستہ آہستہ متغیر ہوجایگا مگر دماغ سو گنا زیادہ ترقی کر جائے گا !

طاہر کی عمر تیس سال کی ہے مگر علمی تجربوں کیلیے وہ اپنی زندگی کے پورے تین سال وقف کردیگا - وہ کہتا ہے کہ اگر دس پانچ برس اور نکل گئے ' تو اس تجربہ کا موقعہ باقی نہیں رہیگا - جوانی گذر جانے کے بعد انسان اس طویل جسمانی سکون و جمود کی حالت برداشت نہیں کر سکتا -

طاہر بے کے اعمال موجودہ انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں - وہ ایک ایسی راہ کا سالک ہے جسکا مغربی دماغ ادراک نہیں کر سکتا - وہ اپنے چہرے ' گردن ' بازو ' اور پیروں کو لوہے کی سلاخوں یا چھریوں سے چھید دیتا ہے - جب اسکے سینے سے خنجر باہر نکالا جاتا ہے تو نہایت تیزی سے خون کی دھار بہنے لگتی ہے - اور جب تماشائی یقین کر چکتے ہیں کہ واقعی خون ہی ہے ' تو وہ یکایک خون کا بہنا روک لیتا ہے - وہ اپنی نبض کی رفتار تیز اور سست کر سکتا ہے - وہ ایک ایسے تختہ پر جس پر لوہے کی نوکدار کیلیں جڑی ہوئی ہوتی ہیں ' لیٹ جاتا ہے ' اور ایک سو پچھتر پاونڈ کا پتھر اسکے پیٹ پر رکھکر لوہے کے بھاری ہتوڑے سے چور چور کردیا جاتا ہے - پھر وہ اٹھا کر کھڑا کردیا جاتا ہے ' اور ایک سکنڈ کے اندر اپنی اصلی حالت میں واپس آ جاتا ہے !

طاہر بے تابوت سے نکالا گیا ہے اور ایک ڈاکٹر اسے کھڑا کر رہا ہے

کیا پتھر کا ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا کوئی نظر کا دھوکا یا شعبدہ ہے ؟ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اس عمل کے دوران میں سب لوگ مسمریزمی عمل سے مسحور کر دیے جاتے ہیں ' اور انہیں وہی نظر آتا ہے جو عامل چاہتا ہے !

گذشتہ سال لندن تھیئٹر کے منیجر مسٹر شوبرٹ طاہر بے سے ملنے پیرس گئے تھے تا کہ امریکہ جانے کے معاملہ پر اس سے گفتگو کریں - لیکن اسکے سینے سے خون بہتا دیکھکر انہیں غش آ گیا - وہ بہ مشکل اس لائق ہوئے کہ واپس آ کر اسکے مدفون کر دینے کا عمل دیکھ سکیں - انہیں یقین ہوگیا ہے کہ یہ فقیر ایک ساحر ہے "

اگر یورپ کے علماء ' مشرق کے قدیم نفسیاتی علوم سے واقف ہوتے ' اور انہیں معلوم ہوتا کہ حبس نفس کی مشق علم وظائف اعضا (فزیا لوجی) کے قوانین پر کیسا عجیب اثر ڈال سکتی ہے ' تو وہ طاہر بے کے ان اعمال پر متعجب نہ ہوتے - اب سے تقریباً چار سو برس پہلے شیخ عبد الوهاب شعرانی نے قاہرہ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ تمام اعمال دیکھے تھے ' اگرچہ وہ انکی صحیح تعلیل نہ کر سکے -

تاریخ شرق جدید کی تاریخی شخصیتیں

مدحت پاشا

شہید حریت و دستور

مدحت پاشا کا قتل

مدحت پاشا کے رفیق محبس شیخ الاسلام خیر اللہ آفندی نے (جو خود بھی قیدخانۂ طائف میں فوت ہوئے) مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا کے ہولناک قتل کا حال اس طرح لکھا ہے:

"مدحت پاشا اور اُن کے رفقاء، طائف کے قلعہ میں تین سال قید رہے۔ تیسرے سال کے آخر میں مدحت پاشا کے ایک پھوڑا نکل آیا تھا۔ فوجی ڈاکٹر کی رائے تھی کہ چاک کر دیا جائے، مگر بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے وہ عمل جراحی پر رضامند نہ ہوئے۔ پھر یہ سبب بھی تھا کہ موصوف کو ڈاکٹر کی مہارت پر یقین نہیں تھا۔ داماد محمود پاشا نے والی حجاز کو مدحت پاشا کی لاعلمی میں تحریر کیا کہ کسی ماہر طبیب کا انتظام کیا جائے۔ اُس کے مصارف وہ خود ادا کرینگے۔ مگر والی نے اُن کی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مدحت پاشا نے اپنا علاج خود کیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ سرکاری طبیب روز معائنہ کرتا تھا اور والی کو اطلاع دیتا تھا۔ والی تار برقی کے ذریعہ روزانہ سلطان کو خبر بھیجتا تھا۔ کیونکہ سلطان کو مدحت پاشا کی موت کی جلدی تھی۔

ایک دن صوبہ دار ابراہیم آغا کے ساتھ ڈاکٹر مدحت پاشا کے کمرے میں گیا اور بغیر کسی مناسبت کے کہنے لگا "اب یورپ میں سیاسی مدبروں کو علانیہ قتل نہیں کیا جاتا۔ جلادوں کے بجائے یہ کام ڈاکٹر انجام دیتے ہیں۔ مجرم کی ناک پر کلوروفارم رکھ دیتے ہیں۔ جب سو جاتا ہے تو گلا گھونٹ دیا جاتا ہے!" لوگوں نے طبیب کے منہ سے یہ بات سُنی، مگر کوئی اُس کا مطلب سمجھ نہ سکا۔

تیسری پلٹن کا کمانڈر بکر آفندی چرکسی، قلعہ کے سیاسی قیدیوں کا محافظ تھا۔ چند مہینے سے وہ موجود نہ تھا۔ مکہ معظمہ میں مقیم تھا۔ مگر اچانک واپس آگیا اور سیدھا مدحت پاشا کے کمرے میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ ڈاکٹر اور ابراہیم آغا بھی تھے۔ لوگوں نے اُس سے اس اچانک واپسی کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا "طائف کی فوج مرتب کرنے اور طائف کے باشندوں سے سرکاری محصول وصول کرنے آیا ہوں کیونکہ کئی سال سے انھوں نے ایک پیسہ بھی ادا نہیں کیا"۔

بکر آفندی کی واپسی کے چھٹے دن قیدی پاشاؤں کے خادم، حضرت عبداللہ بن عباس کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے گئے جب عادت اُن کے ساتھ ہوا تھا۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آفندی نماز کو جا نہیں سکا کیونکہ اُس کے آقا کی طبیعت ناساز تھی۔ نماز کے بعد بکر آفندی کا [illegible] روک لیا قلعہ میں واپس جانے نہیں دیا۔ نیز ایک آدمی بھیجکر عارف آغا کو بھی طلب کیا۔ مگر اُسنے اپنے آقا کے پاس سے ہٹنا منظور نہیں کیا۔ کمانڈر نے پھر آدمی بھیجا کہ عارف کو فوراً لے آؤ۔ اس مرتبہ مدحت پاشا نے قاصد سے کہا کہ کمانڈر سے کہو وہ خود قلعہ میں آئے اور عارف سے جو کچھ کہنا ہو کہہ جائے۔

کمانڈر فوراً آیا اور خیر اللہ آفندی کے کمرہ میں گیا۔ اُسنے خیر اللہ آفندی سے کہا:

"دارالخلافہ سے حکم آیا ہے کہ تمام نوکر چاکر سیاسی قیدیوں سے علیحدہ کر دئیے جائیں۔ اب اُنھیں حکومت کی طرف سے کوئی رقم بھی نہیں دی جائے گی۔ عام قیدیوں کا کھانا کھلایا جائے گا۔ بازار سے بھی خریدنے کی ممانعت ہے۔ قلم، دوات، کاغذ بھی رکھنے کی اجازت نہیں۔ خیر اللہ آفندی کی بیوی بچی (جو طائف میں مقیم تھیں) نکال دی جائیں گی"۔

اس خبر نے تمام قیدیوں کو سخت پریشان کیا۔ محمود پاشا غصہ ور آدمی تھے۔ اُنھوں نے کمانڈر کو بہت سخت سُست کہا۔ مگر بے فائدہ تھا۔ سلطانی حکم پر عمل کیا گیا۔ تمام خادم، قلعہ کے باہر ایک گھر میں قید کر دئیے گئے۔ کمانڈر نے چلتے وقت کہا وہ طائف سے باہر جا رہا ہے مگر گیا نہیں۔ رات بھر قلعہ ہی میں رہا۔

مدحت پاشا، دو مرتبہ وزیر اعظم بن چکے تھے اور قوم کی عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں۔ مگر ظالموں نے نہ اُن کی خدمات کا کوئی لحاظ کیا، نہ بڑھاپے ہی پر ترس کھایا۔ اُنھیں بستر مرض پر اکیلا چھوڑ دیا۔ اُن کا خادم زبردستی لے گئے۔ اس وفادار خادم کے عوض ایک جنگلی سپاہی اُن کی تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔ لیکن مدحت پاشا کے رفقاء مصیبت نے اُن کی خدمتگاروں کی طرح خدمت کی۔ رات کو بھی اُنھیں تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔ علی بک اُن کے ساتھ سوتے تھے۔

مدحت پاشا، اپنی شجاعت اور ثابت قدمی میں مشہور ہیں۔ ان حالات نے اُن کے حوصلے کمزور نہیں کئے۔ وہ اب بھی خوش تھے۔ پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ وظائف کا ورد رکھتے تھے۔ تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ تفسیر بیضاوی اور کتاب الشفاء، اُن کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

وہ کہا کرتے تھے "جو کچھ یہ لوگ کر سکتے ہیں، کر گزریں۔ ہم بحمداللہ مقدس سرزمین میں موجود ہیں۔ تمام گندگیوں سے منزہ ہو چکے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ قتل کر سکتے ہیں، اور قتل ہمارے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سعادت کا ذریعہ ہوگا!" وہ حیرت انگیز طور [illegible] ذات رحمت [illegible] تھے۔

ایک دن کمانڈر بکر آفندی نے کہا وہ مرلیچ کو کہ معظمہ جا رہا ہے تاکہ خیر اللہ آفندی کی بیوی اور قیدیوں کے نوکروں کو پہنچا آئے۔ وہ مدحت پاشا کے پاس بھی گیا۔ وجہ یہ بیان کی کہ رخصت ہونے آیا ہے مگر مقصود یہ تھا کہ اُن کی زبان سے کچھ سُنے اور چغلی کھا کر ظالموں میں مقبولیت حاصل کرے۔ مدحت پاشا نے کہا "میری تقریر حرف بحرف والی حجاز سے کہہ دینا:

کہنا عبدالحمید نے تمھیں بڑا منصب بخشا ہے۔ مدحت پاشا کی خدمات، آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ آج اُس کی جو حالت ہے دیکھ رہے ہو۔ یہ سلطان، اسی طرح اپنے خیر خواہوں کی خدمات پر انعام دیا کرتا ہے۔ مدحت پاشا کو معلوم ہے کہ سلطان اُس کے قتل پر تلا ہوا ہے۔ تمھیں اس کام پر مقرر کیا ہے۔ اسوقت تمھاری جتنی خاطر مدارات ہے، صرف اسی مطلب سے ہے۔ اس کے بعد تمھارا جو حال ہوگا، وہ دوسروں کی حالت سے معلوم کر سکتے ہو۔ سرورتی آفندی نے بیس ہزار دی تھی۔ اسپر سلطان نے خوش ہو کر اُسے "قاضی عسکر" کا عہدہ دیا مگر اب سرورتی آفندی کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ گمنامی میں جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے! جودت پاشا ہمارے گرانے میں سلطان کا دست و بازو تھا۔ مگر آج اُس کی حالت کیا ہے؟ اسوقت وہ خود اپنے گھر میں قید ہے اور ذلت کی زندگی بسر کر رہا ہے! ان معاملات پر غور کرو۔ کیونکہ اس سلطان کی طبیعت ہی ایسی ہے۔ تم مسلمان ہو، قرآن پڑھو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاءه جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیما" (جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، اُس کی سزا، جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اُسپر خدا کا غضب ہوگا۔ خدا کی لعنت ہوگی۔ اور اُس کے لئے بہت بڑا عذاب طیار ہے!)

اس کے بعد مدحت پاشا نے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور کہا:

"دیکھو حضرت حسن بن علی علیہ السلام بھی بعض بادشاہوں کے اشارے سے قتل کئے گئے تھے۔ قیامت تک دنیا اُن کے قاتلوں پر لعنت کرتی رہے گی۔ خدا اُنھیں دوزخ میں ڈالے گا۔ تم والی سے میری تقریر حرف بحرف کہہ دینا"

اسپر بکر آفندی نے کہا:

"جناب عالی! میں بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا ہوں مگر میدان جنگ کے باہر آج تک ایک مرغی بھی اپنے ہاتھ سے نہیں ماری۔ میں ہرگز کوئی جرم نہیں کر سکوں گا!"

سات دن بعد بکر آفندی واپس آیا۔ اُس کے ساتھ قیدیوں کے نوکر بھی تھے۔ اُسنے مدحت پاشا سے کہا "سلطان کا حکم آیا ہے کہ نوکر قیدیوں کے پاس واپس کر دئیے جائیں۔ اُنھیں ہر طرح آرام دیا جائے۔ والی حجاز نے سلام کے بعد معذرت کی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نوکر ہوں آقا کے حکم کی اطاعت کرتا ہوں"

اس درمیان میں مدحت پاشا کی صحت اچھی ہو گئی۔ تقریباً شفا حاصل ہو گئی تھی۔

ایک دن مدحت نے ایک سپاہی سے دودھ منگایا۔ ایک نمبر نوری آفندی تلوار لے کر اُس کے ساتھ ہو گیا اور بڑی مستعدی سے دودھ لے آیا۔ لوگوں کو اس نئی بات پر بہت تعجب ہوا۔ یہ شخص کبھی قیدیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ آج کیوں اس قدر مہربان ہو گیا؟ سید بک، مدحت پاشا کے کھانے کی روز جانچ کر لیا کرتے تھے۔ اُنھوں نے پتیلی کھولی تو دودھ کا رنگ اچھا نہ تھا۔ ایک چمچ لے کر اُنھوں نے اپنی زبان پر رکھا تو تمام منہ کڑوا ہو گیا۔ دوسرے قیدیوں کو چکھایا سب نے یہی محسوس کیا [illegible] لگا لئے تھے وہ بیہوش ہو گئے اور کئی [illegible]

سے پوچھہ لینا چاھیے - اُن سے بہتر اُن کی نا رسائیوں کیلیے کوئی شاھد نہیں ہو سکتا - تفسیر اور اساس التقدیس وغیرہ اُنکے ابتدائی اور درمیانی عہد کی کوہ کندنیوں میں سے ھیں - آخری عہد کی مصنفات میں سے ایک رسالہ مباحث ذات و صفات میں ھے - اس کے دیباچہ میں مشکلات مباحث کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ھیں :

" لقد تأملت الطرق الکلامیہ و المناھج الفلسفیہ ' فما رأیتھا تشفی غلیلاً ' و لا تروی غلیلاً ' و رأیت اقرب الطرق ' طریقۃ القرآن - أقرأ فی الاثبات : الرحمن علی العرش استوی ' و أقرأ فی النفی : لیس کمثلہ شیء - و من جرب مثل تجربتی عرف مثل معرفتی "

یعنی میں نے علم کلام اور فلسفہ کے تمام طریقوں پر غور کیا ' لیکن معلوم ھوا کہ مشکلات راہ کیلیے کچھہ سودمند نہیں ھیں - سب سے بہتر طریقہ قرآن ھی کا طریقہ ھے !

" فی المحبت ما ادق بیانہ
متحیر فیہ امام الرازی !

امام صاحب کا یہ اعتراف بعینہ رھی اعتراف ھے جو موجودہ اور قدیم عہد کے تمام حکماء کی زبانوں پر بھی طاری ھوچکا ھے - یہ مذھبی مباحث کی راہ سے اِس کوچہ میں آئے تھے' اسلیے الاھیات کی اصطلاحوں میں اعتراف عجز کر رھے ھیں - لیکن لامارک ' ھیگل ' اور اسپنسر براہ راست حقائق کائنات کی جستجو میں نکلے تھے ' اسلیے وہ اِن مصطلحات کی جگہ دوسری طرح کے الفاظ استعمال کرتے ھیں ' لیکن اعتراف عجز کی ایک ھی طرح کی روح دونوں کے اندر بول رھی ھے - لامارک کے اس قول میں کہ " ھمارا سارا علم اس سے زیادہ نہیں ھے کہ جہل کا اقرار کریں " یا اسپنسر کے اس اعتراف میں کہ " اصلیت اور حقیقت کے اِن تمام سوالوں کے جواب میں ھم اِسکے سوا کچھہ نہیں کہہ سکتے کہ ھم کچھہ نہیں جانتے " اور امام رازی کے اس اعتراف میں کیا فرق ھے کہ :

نہایــۃ اقدام العقــول عقال
و اکثر سعی العالمیــن ضــلال
و لم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی أن جمعنا فیہ قیل و قالوا !

بہر حال جب تک قرآن حکیم کی تفسیر خالص قرآنی طریقہ پر نہیں کی جائیگی ' مشکلات راہ حل نہیں ہوسکتیں -

(۲) ایک اھم اور بنیادی کام اِس باب میں یہ ھے کہ قرآن حکیم کے الفاظ ' تراکیب ' اور اُسلوب بیان کو تمام وضعی اور خارجی عوارض سے پاک کر کے اُنکی اصلی صورت و نوعیت میں نمایاں کر دیا جاے - جونہی یہ اصلیت نمایاں ھوگئی ' تمام اشکال خود بخود دور ھو جائینگے -

قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ھوا - اُسکے الفاظ عربی زبان کے الفاظ تھے - وہ اُنھی معانی کیلیے استعمال کیے گیے تھے ' جن معانی کیلیے عربی لغت میں مستعمل تھے - قرآن نے خود جابجا اپنے عربی زبان میں ہونے ' نہایت کھلے اور دلنشین ھونے ' اور مطالب کے سہل اور زود فہم ھونے کا ذکر کیا ھے - مثلاً سورۂ مریم میں کہا کہ " فانما یسرناہ بلسانک لتبشر بہ المتقین " ھم نے قرآن تمھاری زبان میں سہل کردیا تا کہ متقی طبیعتوں کیلیے اس میں ھدایت کی بشارت ھو - ظاھر ھے کہ قرآن کا یہ عظیم اور ابتدائی وصف باقی نہیں رھتا ' اگر ایک لمحہ کیلیے بھی یہ فرض کر لیا جاے کہ اسکے الفاظ اُن عام اور معروف معانی کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم بھی رکھتے تھے جو عرب جاھلیت کی لغت میں نہیں سمجھے جاتے تھے - صدر اول میں چونکہ مسلمانوں کا ذوق خارجی اثرات سے متاثر نہیں ھوا تھا ' اسلیے قرآن کے تمام الفاظ اپنے لغوی معانی میں قائم رھے - بلاشبہ اُس عہد میں بھی ھر انسان جو قرآن کا علم رکھتا تھا ' الفاظ قرآنی کے مجازات سے واقف تھا - لیکن یہ زبان اور بول چال کے ویسے ھی صاف اور سادہ مجازات تھے ' جو دنیا کی ھر زبان میں ھوتے ھیں ' اور جنکے معلوم کرنے کیلیے کبھی کسی اھل زبان کو کسی فلسفیانہ نکتہ سنجی اور بلاغت آرائی کی ضرورت نہیں ھوتی - حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ابیٰ کعب جب " بل یداہ مبسوطتان " اور " الیہ یصعد الکلم الطیب " پڑھتے تھے ' تو بغیر اسکے کہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں سے آشنا ھوں اور ید و علو کے نفی و اثبات کی بحثوں میں اُلجھیں ' اسکا وہ سیدھا سادھا مطلب سمجھہ لیتے تھے جو ھر غیر متکلف عربی داں سمجھہ لیگا -

لیکن آگے چلکر جب علوم دخیلہ کی (یعنے اُن علوم و فنون کی جو باھر سے عربی زبان میں منتقل ھوے) اشاعت ھوی ' اور وضعی علوم کی اصطلاحات اور نظری مباحث کی منطقی تعریفات و حدود کا لوگوں میں مذاق پیدا ھوگیا ' تو ایک بڑی جماعت اُن لوگوں کی پیدا ھوگئی جنھوں نے قرآن کو آھستہ آھستہ منطقی و فلسفی جامہ پہنانا شروع کر دیا ' اور بہ تدریج اسکے الفاظ عربی لغت سے ھٹ کر منطقی تعریفات و حدود کی نوعیت اختیار کرنے لگے - یہاں تک کہ کچھہ عرصے کے بعد اُن الفاظ کیلیے وھی معانی سمجھے جانے لگے ' جو علوم وضعیہ میں انکے لیے قرار پا چکے تھے -

(۳) یہ تبدیلی الفاظ اور مطالب ' دونوں میں ھوئی - مطالب میں بنیادی چیز قرآن کا اُسلوب بیان و استدلال ھے - ایک عظیم اور اصولی غلطی متاخرین سے یہ ھوئی کہ وہ قرآن کے فطری اور وجدانی اُسلوب بیان کی اھمیت معلوم نہ کرسکے - یونانی فلسفہ کے اشتغال نے اُن میں منطقی استدلال کا ذوق پیدا کردیا تھا - انھوں نے کوشش کی کہ جہاں کہیں قرآن حکیم میں استدلال اور اثبات مدعا کے قسم کا کوئی بیان ھے ' اُسے کھینچ تان کر منطقی استدلال کی شکل دیدیں -

حالانکہ انبیاء کرام کے علوم کی راہ وضعی و منطقی طریق استدلال کی راہ سے بالکل مختلف ھے - انبیاء کرام کا خطاب علوم سے نہیں بلکہ قلوب سے ھوتا ھے - وہ علماء کے لیے بحث و نظر کا سامان پیدا کرنے نہیں آتے - بلکہ عامۃ الناس کے لیے ھدایت و سعادت کی راھیں کھول دینے کے لیے آتے ھیں - اُن کا مقصود یہ نہیں ھوتا کہ اشیاء کی حقیقت کا سراغ لگائیں - وہ اس لیے آتے ھیں کہ اعمال اور ان کے نتائج کی حقیقت دنیا پر واضح کردیں - پس وہ اپنی تعلیم و ھدایت میں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے ' جسے کسی طرح کی بھی مشابہت منطقی طریق بحث و استدلال سے ھو - اُن کا طریقہ سیدھا سادھا فطری طریقہ ھوتا ھے ' جسکے لیے نہ تو انسان کے بنائے ھوئے علوم و فنون کی تحصیل ضروری ھوتی ھے ' نہ پیچیدہ اور دقیق مقدمات ترتیب دینے پڑتے ھیں ' اور نہ کسی طرح کی ذھنی کاوش اور نظری سلوک کی قید ھوتی ھے - ھر انسان اپنے وجدان کی قدرتی استعداد اور طبعیت بشری کے فطری طلب و داعیہ سے اُسے سنتے ھی قبول کرلے سکتا ھے ' اور ایک فلسفی و حکیم سے لیکر ایک بادیہ نشین دھقان تک ' ھر درجہ ' ھر طبقہ ' اور ھر زمانے کا انسان یکساں طور پر اُس سے یقین و ایمان حاصل کر لیتا ھے !

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ عید آستانہ۔ ترکی طبی کانفرنس۔ ٹرکی اور ایران

غازی مصطفےٰ کمال کا خطبہ

اِس ہفتہ سب سے اہم واقعہ، انگورہ میں خلق فرقہ سی یا جمہوری جماعت کی مؤتمر ہے۔ مؤتمر میں سب سے زیادہ اہم کارروائی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا وہ تاریخی خطبہ ہے جو کامل ایک ہفتہ تک جاری رہے گا موصوف نے یہ خطبہ، کئی ماہ کی محنت سے طیار کیا ہے۔ اس میں وہ تمام تاریخی اور سیاسی حقائق جمع کر دئیے ہیں جو معاہدہ التوائے جنگ کے بعد سے ابتک ٹرکی میں واقع ہوئے ہیں۔

غازی نے اپنا خطبہ "انجمن طیارات" کو دے دیا تھا۔ اُسی نے چھاپا ہے اور وہی ٹرکی کے طول و عرض میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ تقسیم کرے گی۔ ہر روز جتنا خطبہ غازی سنائیں گے، انجمن، اُتنا حصہ اخبارات کو تقسیم کرے گی۔ ایک جرمنی کمپنی نے دنیا کے اخباروں میں اس کا خلاصہ بھیجنے اور مختلف زبانوں میں اُس کا ترجمہ شایع کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ابتک متعدد زبانوں میں ترجمہ طیار ہو چکا ہے عنقریب بازار میں آجائے گا۔

"عید آستانہ"

آپکے قارئین نے یہ لفظ شاید پہلے نہیں سُنا ہوگا۔ حالانکہ یہ لفظ ترکوں میں ایک عجیب جوش پیدا کر دیا کرتا ہے عید آستانہ، یا آستانہ کی عید ہر سال ۶ اکتوبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے ہم نے چوتھی مرتبہ یہ عید دیکھی تھی۔ تمام پچھلی عیدوں سے زیادہ شاندار تھی۔

یہ عید اتحادی فوجوں سے آستانے کی آزادی کی یادگار ہے جنگ عمومی کے خاتمہ پر دول اتحاد نے ٹرکی سے التوار جنگ کا معاہدہ طے کیا۔ اِس معاہدہ کی رُو سے ترکوں نے ہتیار رکھ دئیے۔ ہتیار رکھتے ہی اتحادی فوجیں پایۂ تخت میں گھس پڑیں۔ انگریزوں نے "پیرا" پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے استنبول پر، اٹلی نے باسفورس کے ایشیائی ساحلوں پر۔ اِن سلطنتوں کے جنگی بیڑے بحر مرمرہ اور باسفورس میں داخل ہو کر لنگر انداز ہوگئے اور اپنی توپیں شہر کی طرف سیدھی کر دیں۔ پھر ان کی بری فوجیں اُتریں اور شہر کی وہ حالت کر دی جو خونخوار فاتح، مفتوحوں کی کیا کرتے ہیں۔ ایسا ظلم و ستم شروع کیا جس کا تصور بھی کبھی ترکوں نے نہیں کیا تھا۔ مسلح سپاہی اور مسلح جاسوس ہر طرف پھرتے تھے اور جسے چاہتے تھے بدبختی میں مبتلا کر دیتے تھے بہت سے [illegible] بہت سے جلا وطن کر دئیے گئے [illegible]

اِس ظلم و جور کے مقابلے میں آستانہ کے ترکوں نے کیا کیا؟ انھوں نے کوئی بغاوت کی؟ نہیں۔ کوئی مظاہرہ کیا؟ نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ اتحادی قوتیں سمجھیں ہم نے مرعوب کر لیا۔ دنیا کی یہ سب سے زیادہ جبار قوم ہماری غلامی پر قانع ہو گئی۔ مگر یہ اُن کی غلطی تھی ترکی قوم کی طبیعت سے جہالت تھی۔ ترکی قوم کا خاصہ ہے کہ جب وہ جلال میں آتی ہے تو خاموش ہو جاتی ہے۔ جب ترک کو چُپ سناٹے میں دیکھو تو اُس سے بھاگو۔ کیونکہ وہ غصہ ہو گیا ہے۔ قہر و جلال کی قوتیں اُس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہی ہیں۔ آستانہ کے ترک بھی اتحادیوں کے مظالم کے مقابلے میں خاموش ہو گئے۔ مگر اُن کی روح بول رہی تھی۔ اتحادیوں کے لئے وہ اندر ہی اندر اناطولیہ میں بارود بچھا رہے تھے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اناطولیہ میں قومی تحریک کا قیام، زیادہ تر آستانہ کے باشندوں ہی کی سعی و ہمت سے ہوا۔ اتحادیوں کا پہرہ بہت ہی سخت تھا، مگر آستانہ سے برابر سامان جنگ، توپیں، آدمی اور روپیہ اناطولیہ پہنچ رہا تھا۔ کس راہ سے جاتا تھا؟ کون لے جاتا تھا؟ کس وقت جاتا تھا؟ ان سوالوں کا جواب ابتک تاریخ کے پاس موجود نہیں ہے۔ مگر جاتا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے۔

آستانہ کے ترکوں کی خاموشی نے آخر ۴ سال بعد رنگ دکھایا۔ اتحادیوں کے پروردہ یونان کو اناطولیہ میں ایسی شکست ہوئی کہ موت سے بدتر تھی۔ دیکھتے دیکھتے فتح مند ترکی فوجیں باسفورس کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب انگلستان، فرانس اور اٹلی کی تقریبًا تمام بحری قوتیں، باسفورس اور مرمرہ میں جمع تھیں۔ اتحادی خیال کرتے تھے یہ قوت دیکھ کر اناطولیہ کے ترک ڈر کر اُلٹے پاؤں بھاگ جائیں گے۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ خود اتحادیوں ہی کو ڈرنا پڑا۔ مدانیہ کا ذلت آمیز معاہدہ قبول کرنا پڑا۔

اس کے بعد ہم نے اپنی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ ہمنے وہ دیکھا جسے دیکھ کر ہم اپنی آنکھوں کی صحت پر شبہ کرنے لگے۔ مگر وہ واقعہ تھا۔ ہم نے یہ دیکھا کہ اتحادی بیڑے، جو ابتک سلطان کو قید کئے بیٹھے تھے، اچانک اُن کے جھنڈے، سربلند ترکی جھنڈے کے سامنے جھک پڑے جس وقت ترکی جھنڈا، وزارت جنگ کے بلند مینار پر اُڑایا گیا، تمام اتحادی قوتوں نے اُسے ذلت کے ساتھ جنگی سلام کیا۔

پھر ہمنے کیا دیکھا؟ یہ دیکھا کہ وہی اتحادی فوجیں، جو آستانہ کی سڑکوں پر فاتحانہ مظاہرے کرتی پھرتی تھیں اور ترکوں کو شریفانہ برتاؤ کی مستحق نہیں سمجھتی تھیں، خوف و دہشت سے اپنا اسباب باندھنے

اور بھاگنے کی فکر میں تھیں۔ ایک طرف سے یہ فوجیں بھاگ رہی تھیں، دوسری طرف سے مظفر و منصور ترکی فوجیں آرہی تھیں۔ بیچ سمندر میں دونوں کا سامنا ہوا۔ اول الذکر نے آخر الذکر کو فوجی سلامی دی!

"عید آستانہ" اسی واقعہ کی یادگار ہے جو ۶ اکتوبر کو پیش آیا تھا

ترکی طبی کانفرنس

انگورہ میں ترکی طبی کانفرنس منعقد ہوئی عصمت پاشا نے اس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں بہت سے اہم طبی مسائل پر بحث ہوئی نیازی بک کی رُوداد سے معلوم ہوا کہ آنکھوں کا مرض ترکوں میں بھی عام ہے۔ اسوقت ۵ لاکھ ترک اسمیں مبتلا ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر حصن منصور، دیار بکر، اور اَدنہ کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ رشاد رضا بک اور موسیٰ کاظم بک نے مرض سل پر بحث کی اور بتلایا کہ گزشتہ ۲۵ سال کے عرصہ میں صرف قسطنطنیہ میں اس بیماری سے ۶۹،۰۰۰ آدمی مر چکے ہیں۔ پورے ٹرکی میں سالانہ ۳۲،۰۰۰ آدمی اس مرض کا شکار ہوتے ہیں۔ یعنی ہر دس ہزار ترکوں میں ۳۰ آدمی اسی بیماری میں مرتے ہیں۔

ٹرکی اور ایران

ادہر کچھ مدت سے ٹرکی اور ایران کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، جیسا کہ پچھلے مکاتیب میں لکھ چکا ہوں۔ اس ہفتہ میرزا فرج اللہ خاں سابق وزیر جنگ ایران، آستانہ پہنچے ہیں اور انگورہ جا رہے ہیں۔ ان کا سفر اسی نزاع کے دُور کرنے کے لئے ہے۔ موصوف نے اخبارات کے نمائندوں کو حسب ذیل بیان دیا ہے:

"سرکش کُرد، ترکی صدود پر تاخت و تاراج کرتے ہیں جنکی حکومت خیال کرتی ہے کہ یہ مجرم، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ یہ لوگ بعض ترکی افسروں کو بھی پکڑ لے گئے ہیں۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ یہ کُرد، ایرانی سرزمین میں پناہ لیتے ہیں۔ اگر واقعہ یہی ہے تو ہم انھیں ہرگز پناہ نہیں لینے دینگے اور ترکی حکومت کو ہر طرح مطمئن کر دیں گے"

تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ترکی افسر یہ مجرم پکڑ لے گئے تھے، اب رہا ہو گئے ہیں اور اپنی سرحد میں واپس آگئے ہیں۔

شمالی افریقہ

مراکش، ٹیونس، اور الجزائر فرانسیسی استعمار کے بعد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم مصر کے قلم سے)

مراکش کی آبادی

۴ مارچ ۱۹۲۶ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے کہ فرانس کے زیر حمایت مراکش کا رقبہ ۴۱۵،۰۰۰ کیلومیٹر مربع میل ہے، اور آبادی ۴،۲۳۰،۰۰۰ ہے۔ اسمیں ۴،۰۰۰،۱۵۶ مسلمان ہیں۔ ۸۰،۰۰۰ یہودی ہیں۔ ۶۶ ہزار فرانسیسی ہیں۔ ۴۰ ہزار دوسرے یورپین ہیں۔ اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں مردم شماری ہوئی تھی۔ اُس کے مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ۵ برس کے قلیل عرصہ میں فرانسیسیوں کی تعداد میں ۱۹ ہزار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

مراکش کی دولت

مراکش کے باشندے زراعت پیشہ ہیں۔ زیادہ تر [illegible] ہوتی ہے۔ ابتک کوئی قیمتی کان دریافت نہیں ہوئی [illegible]

مدحت پاشا کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے محمد آغا کو بلا کر انجان بن کے کہا:

"دودھ والے نے ہمیں جو دودھ بھیجا تھا جس میں سے کمانڈر کو دیا کرتا ہے لیکن چکھنے بھی دودھ کا ایک قطرہ زبان پر رکھا، اُسکا حلق جل گیا۔ معلوم ہوتا ہے زہر، تانبے کے کسا ؤ سے پیدا ہو گیا ہے تم ابھی جا کر کمانڈر کو خبر کر دو۔ ایسا نہ ہو اُنھیں کوئی نقصان پہنچ جائے"

محمد آغا نے واپس آکر کہا کمانڈر ابھی دودھ والے کے برتنوں کا معائنہ کرینگے۔ اُسے مارینگے۔ قید کرینگے۔ پوری تحقیقات کریں گے۔ قیدیوں نے یہ سنا تو مسکرانے لگے۔ کیونکہ سُن چکے تھے کہ کمانڈر اپنے ساتھیوں سے پوچھتا تھا۔ ان لوگوں نے دودھ تو کھا لیا ہوگا؟ کیا مر گئے؟ کیا زہر کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے؟"

مدحت پاشا کے بعض رفقاء نے مسموم دودھ کمانڈر کے پاس بھیجا کہ اس کی کیمیاوی تحلیل کی جائے لیکن اُسنے ہنسکر دودھ واپس کر دیا۔ اور کہا "یہاں تحلیل کرنے کے آلات موجود نہیں!"

اس واقعہ کے بعد باورچی خانہ اچھی طرح بند کر دیا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے برتنوں پر علامتیں لگا دی جاتی تھیں۔ لیکن دو ہفتہ کے بعد ایک دن عارف آغا نے جوں ہی دروازہ کھولا، برتنوں پر سے علامتیں ہٹی ہوئی تھیں۔ باسی کھانے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ تحقیقات سے معلوم ہو گیا کہ زہر ملا دیا گیا ہے۔ بعد میں مُش آغا اور نوری آفندی نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے زہر ملایا تھا!

اسی اثنا میں محمود پاشا دست دقے میں مبتلا ہوگئے۔ پتہ چلا قہوہ میں کوئی زہریلا مادہ ملا ہوا ہے۔ اُنھوں نے قہوہ پینا چھوڑ دیا اور اچھے ہوگئے۔

ایک دن پانی کا رنگ اور مزہ بدلا ہوا تھا۔ اسمیں بھی زہر ملا دیا گیا تھا۔ فوراً صراحی توڑ ڈالی گئی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زہر، مصر سے مہیا کیا جاتا تھا۔ لانے والا ایک شخص طفیل آغا تھا۔ والی حجاز کو اس پر بہت اعتماد تھا اور اسی کے ذریعہ دشمنوں کو قتل کرایا تھا۔ یہ ایک مدت سے یہاں آیا ہوا تھا مگر تنہا اس خطرناک جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۸۴ء کو رسالدار محمد لطفی دو رجمنٹ فوج اور توپ خانہ لے کر مکہ معظمہ سے آیا اور قلعہ کے محافظوں میں اپنے ۵۰ سپاہی داخل کر دئے۔

محمد لطفی نے آتے ہی مدحت پاشا کے خادم عارف آغا کو طلب کر کے کہا "میں زہر لایا ہوں۔ اگر تم مدحت پاشا کو کھلا دو تو تمھیں ایک ہزار پونڈ انعام دیا جائے گا۔ ایک دوسرا شخص، محمود پاشا کو مارنے کے لئے طیار ہو گیا ہے۔ اُسے ۶۰۰ پونڈ انعام دیا جائے گا"

عارف آغا وفادار نوکر تھا۔ اُسنے بظاہر زہر لے لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے آقا کو قتل کر ڈالے گا۔ مگر قلعہ میں واپس آکر مدحت پاشا اور محمود پاشا کو پورا قصہ سنا دیا۔ اُنھوں نے باقی رفقاء کو مطلع کیا۔ سب نہایت پریشانی میں پڑ گئے۔

محمد لطفی، خاص قتل کے ارادے سے آیا تھا۔ تمام قیدی اس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ اپنی آمد کے ایک ہفتہ بعد اُسنے ارتکاب جرم کی پھر کوشش کی۔ پورے قلعے میں فوج لاکر بھر دی اور محاصرہ کر لیا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ مدحت پاشا کے خادم عارف آغا نے بڑی ہی وفاداری سے کام لیا تھا اور راز فاش کر دیا تھا۔

واقعہ یہ ہوا کہ صوبہ دار ابراہیم نے عارف آغا کو کئی دوسرے افسروں کی موجودگی میں بلا کر کہا:

"ہم آج رات مدحت پاشا کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ اب سے پہلے تم سے [illegible] وعدہ کیا، مگر اب تک کچھ بھی نہیں کیا۔ لہٰذا اب یہ کرو کہ تم مدحت پاشا کے ساتھ سوتے ہو۔ رات کو کمرے کا دروازہ کھلا رہنے دینا۔ دیکھو اگر دروازہ بند کر کے سو گے تو ہم سے بُرا کوئی نہ ہوگا"

یہاں قلعہ میں سیاسی قیدی نماز عشاء کے بعد اپنے کمروں میں جانے کے لئے رخصت ہو رہے تھے کہ عارف آغا نے آکر کہا:

"آپ لوگ جدا نہ ہوں، کیونکہ آج رات میرے آقا کو قتل کرنا چاہتے ہیں!"

تمام رفقاء گھبرا گئے اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ مدحت پاشا کو تنہا نہیں چھوڑینگے۔ ایک افسر نے عارف آغا کی گفتگو سن لی تھی۔ اُس نے محمد لطفی کو خبر پہونچائی۔ محمد لطفی نے فوراً عارف آغا کی گرفتاری اور قیدیوں کے منتشر کرنے کا حکم دے دیا۔ مُش آغا ایک افسر نے آکر کہا "میر الائی محمد لطفی سلام کے بعد کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یکجا رہنا ممنوع ہے۔ فوراً اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیے"

مدحت پاشا اور محمود پاشا نے جواب دیا "ہم ہرگز یہاں سے نہ جائینگے۔ تم تلوار کے زور سے ہمیں نکال دو!"

پھر فوراً بکر آفندی کمانڈر نے آکر کہا "عارف، ایک شریر آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا جھوٹ بولا ہے جسے پورے سمندر کا پانی بھی دھو نہیں سکتا"

مدحت پاشا نے پوچھا "ہمارے گرد یہ تمام طیاریاں کیسی ہیں؟"

بکر آفندی نے جواب دیا "ہمیں اب تک کوئی خاص حکم نہیں ملا ہے لیکن ہم ہر حکم کی اطاعت ضرور کرینگے"

پھر اُسنے قسم کھائی کہ اب تک جتنی خبریں مشہور ہوئی ہیں بالکل جھوٹ ہیں۔ اور قلعہ سے باہر چلا گیا۔

جُرم کی رات

۱۲ رجب سنہ ۱۳۰۱ھ کو رات کے پچھلے پہر میں مدحت پاشا اور داماد محمود پاشا قتل کر ڈالے گئے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

اس رات میر الائی محمد لطفی اور بکر آفندی کمانڈر، قلعہ کے پھاٹک میں رہے۔ قلعہ کے اندر بہت سی فوج جمع کر دی گئی۔ سپاہیوں کو کافی مقدار میں کارتوس تقسیم کر دئے گئے۔ آدھی رات کے بعد محمود پاشا کے خادم حاجی شکری کو جگا کر پکڑ لے گئے۔ پھر ہر قیدی کے کمرے کے سامنے دو دو مسلح سپاہی کھڑے کر دئے گئے۔ مدحت پاشا کا خادم عارف آغا پہلے ہی سے قید کر دیا گیا تھا۔ مگر موصوف تنہا نہ تھے۔ ناجی پاشا کے لڑکے علی بک اُن کے ساتھ سو رہے تھے۔

اچانک مدحت پاشا کے کمرے کا دروازہ توڑ ڈالا گیا۔ علی بک کو اُٹھا لے گئے۔ اور مدحت پاشا کو قتل کرنا چاہا۔ اُنھوں نے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ صرف خدا کے خوف سے ڈرایا اور نصیحت کی۔ اُنھوں نے کہا "دیکھو، سپاہی کا کام، وطن کی حفاظت ہے۔ نہ کہ ارتکاب جرم!"

لیکن اُن کا گلا گھونٹ ڈالا، اور وہ ہلاک ہوگئے!

اسی طرح قاتلوں نے محمود پاشا کا دروازہ بھی توڑا۔ وہ جاگ پڑے اور تکیہ اُٹھا کر دیر تک مقابلہ کرتے رہے۔ آخر تھک گئے۔ محمد آغا، ایک افسر نے اُن کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال دیا۔ وہ زور سے چلائے "امان اللہ!" اس آواز پر سب لوگ جاگ پڑے۔

خیر اللہ آفندی، پاس کے کمرے میں تھے۔ وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سپاہیوں نے کہا "ڈرئیے نہیں۔ آپکے لئے کوئی اندیشہ نہیں ہے" مگر وہ اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور رات بھر اسی حالت میں رہے۔

محمود پاشا کو قتل سے پہلے بہت تکلیف دی گئی، پھر گلا گھونٹ ڈالا گیا۔ مگر یہ ناکافی سمجھا گیا اور لاٹھیوں سے اُن کا ہاتھ توڑ ڈالا گیا!

قتل کے بعد دونوں شہیدوں کو غسل خانے اُٹھا لے گئے۔ مات کو علی بک پر وحشانہ حملہ کر کے ناجی کے کفن کے لئے کپڑا منگوایا گیا اور قلعہ کے امام یونس آفندی کو شہیدوں کے نہلانے کا حکم دیا گیا۔ مگر اُنھوں نے انکار کیا۔ اسپر دونوں کو بغیر غسل اور کفن کے دفن کر دیا گیا۔ دونوں قبروں پر دو پتھر لگا دئے گئے۔ ایک پر لکھا تھا "مدحت پاشا ۸ مارچ کو فوت ہوئے" دوسرے پر تھا "محمود پاشا ۷ مارچ کو فوت ہوئے"

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ تھا۔ کیونکہ دونوں کو ایک ہی دن قتل کیا گیا تھا۔

مدحت پاشا اپنے قتل کے بہت دن سے منتظر تھے۔ واقعہ سے دو تین دن پہلے ایک مرتبہ نہانے کے بعد سر جھکائے دیر تک بیٹھے رہے ساتھیوں نے فکر کی وجہ دریافت کی۔ کہنے لگے:

"میں موت کے بارے میں غور کر رہا ہوں جس کی تکلیف ۵ منٹ سے بھی کم میں ختم ہو جاتی ہے۔ سوچتا ہوں کون سی موت سب سے کم تکلیف دہ ہوتی ہے: گلا گھونٹنے کی موت یا گولی کی موت یا بیماری کی موت؟ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں موت کو زندگی پر ترجیح دیتا، مگر یہ معاملہ انسان کے اپنے بس کا نہیں ہے۔ دیکھو میں بیمار ہوا۔ موت سے قریب ہو کر پھر تندرست ہو گیا۔ ہماری وجہ سے کئی معصوم یہاں قید ہیں۔ شاید ہماری موت اُن کی رہائی کا سبب ہوگی"

وفات سے پہلے مدحت پاشا نے خیر اللہ آفندی کو ۴۰ پونڈ دئے اور کہا "یہ میرے کفن دفن کے لئے ہیں" مگر خیر اللہ آفندی کو اس خدمت کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے اُنھوں نے یہ رقم حکومت کے حوالے کر دی۔

مدحت پاشا اور محمود پاشا، گلا گھونٹ کر قتل کئے گئے۔ مگر حکومت نے یہی مشہور کیا کہ وہ بیمار ہوئے تھے اور اپنی قضا سے مر گئے لیکن دُنیا نے یہ جھوٹ تسلیم نہیں کیا اور بہت جلد حقیقت مشہور ہو گئی۔

سلطان عبد الحمید، ان دونوں شہیدان وطن سے اس قدر خائف تھا کہ بہت دن تک اُن کی موت کا اُسے یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ دو مرتبہ اُسنے اپنے خاص آدمی حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے طائف بھیجے اور اُنھوں نے پوری تحقیقات کی مگر سلطان کو برابر یہی شک رہا کہ دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آخر میں سلطان نے حکم دیا کہ مدحت پاشا کا سر کاٹ کے اُس کے پاس بھیجدیا جائے۔ چنانچہ قبر کھودی گئی، سر کاٹا گیا، اور ایک صندوق میں بند کر کے روانہ کر دیا گیا۔ مگر چونکہ بیچ میں بندر سویز پڑتی تھی اور وہاں کا چنگی خانہ بہت سختی سے تلاشی لیتا ہے، اس لئے صندوق پر یہ عبارت لکھ دی گئی "خاص جلالۃ السلطان کیلئے ہاتھی دانت کی مصنوعات"!

مدحت پاشا اور محمود پاشا کی قبریں کچھ دنوں موجود تھیں۔ مگر احمد راتب پاشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں اُن پر سے پتھر اُکھڑوا ڈالے اور قبریں زمین سے برابر کر دیں۔

عجیب بات ہے کہ اس واقعۂ قتل کے ایک ہفتہ بعد والی حجاز مرض فالج میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ گویا خدا کا دنیا ہی میں اُس سے انتقام تھا۔

نے ایک طریقہ دریافت کیا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ کیمیاوی افعال کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جاتی ہے۔ خون کی جانچ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کیمیاوی تفاعل کے لحاظ سے انسان اور بندر نما انسان کا خون بالکل ایک ہی طرح کا ہے۔ دونوں کا خون یکساں طور پر یکساں امراض قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور دونوں خون اپنی کیمیاوی ترکیب میں بھی ایک ہی ہیں۔ پھر اپنی ترکیب میں دونوں کے دماغ بھی یکساں ہیں۔ رحم مادر میں جس طرح انسان کا بچہ نشوونما پاتا ہے ٹھیک اُسی طرح اس بندر کا بچہ بھی نشوونما حاصل کرتا ہے۔ رحم میں دونوں بالکل یکساں حالات سے گزرتے ہیں۔ دونوں کے جسم میں ایک ہی قسم کے اثری اعضا بھی موجود ہیں اور نظریہ نشوو ارتقا کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ پھر جس طرح عورت اپنے بچے سے محبت کرتی اور پالتی پوستی ہے، بالکل اُسی طرح اور ویسے ہی جذبات کے ساتھ اِس قسم کا بندر بھی اپنے بچے کو پالتا ہے۔

یہ تمام حقائق، اُن کثیر دلائل میں سے صرف چند ہیں جن سے انسان اور اس بندر نما انسان میں کامل مشابہت ثابت ہوتی ہے۔ اگر یہ دونوں مخلوق ایک ہی اصل سے پیدا نہیں ہوئے، تو اِن مشابہت کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے؟

دماغ انسانی کا نشوو

بندر کے دماغ میں کوئی جزو ایسا موجود نہیں جس سے مشابہ جزو انسان کے دماغ میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں جو اجزا اور اُن کی ترکیب موجود ہے، بعینہ وہی گوریلا کے دماغوں میں بھی موجود ہے۔ انسان کا دماغ بندر نما انسان کے دماغ سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ فرق صرف کمیت کا ہے۔ انسان کا دماغ کمیت میں زیادہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ فرق، معمولی فرق نہیں ہے۔ انسان کے دماغ کے کمیت اور معین اجزا میں اُس کی تقسیم ہی نے انسان کو شعور و ادراک، عمل و کلام، اور تعلیم و تربیت کی قوت بخشی ہے۔

ڈارون نے انسان اور بندر نما انسان کے دماغوں کی تحقیق کی۔ ثابت ہوا کہ فرق صرف کمیت میں ہے نہ کہ نوعیت میں۔ ڈارون کے بعد دوسرے بہت سے علماء نے بھی تحقیق کی اور اس رائے کی تائید کی۔ علم وظائف الاعضاء، علم النفس، علم التشریح، اور علم الجنین، وغیرہ علوم کے مباحث سے ثابت ہو گیا ہے کہ انسان کے دماغ نے بندر نما انسان کے دماغ سے ترقی کی ہے، اور اس ترقی کے دوران میں کسی نئی ترکیب کا اُس میں اضافہ نہیں ہوا ہے۔

پیچیدہ مشکلات

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری تحقیقات بالکل مکمل ہو چکی ہیں درحقیقت ہم ابھی پہلی ہی منزل میں ہیں۔ ہمارے سامنے بہت سی ایسی پیچیدہ مشکلات ہیں جنھیں ہم حل نہیں کر سکے ہیں۔

ہم اُس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم یقین کے ساتھ ارتقائی دماغ کی ترقی اور گوریلا کے دماغ کی پستی کا سبب بیان کر سکیں گے ہم ناموس وراثت کی معقول تعلیل کر سکیں گے اور بتا سکیں گے کہ کیا ایک خاندان زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور دوسرا کمزور؟

پھر یہ عجیب بات ہے کہ عہد موسیقی میں صرف انسان کے مورث اعلیٰ کے دماغ ہی نے ترقی نہیں کی، بلکہ دوسرے بہت سے حیوانات کے دماغوں نے بھی ترقی کی ہے۔ شروع میں تمام بندروں کا دماغ بہت ہی چھوٹا تھا۔ پھر اُس میں زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ انسانی دماغ کا ظہور ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ وہ کیا موثرات تھے جنھوں نے اس دماغ کے لئے ترقی کی راہ بنائی؟ سردست ان سوالوں کا ہمارے پاس شافی جواب موجود نہیں۔

افسانہ

فرانس کا آخری مقبول ڈراما

مضحک اور غمناک عناصر کا مجموعہ

ایلن کا شوہر!

ذیل میں اُس ڈرامے کا خلاصہ ایک نقاد تماشائی کی نظر سے قلمبند کیا گیا ہے، جو گزشتہ موسم بہار میں پیرس کا سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرتے ہوئے چند امور پیش نظر رکھنے چاہئیں:

(۱) "کامیڈی" اور "ٹریجڈی" کی دو قدیم قسمیں معلوم ہیں، لیکن ایک تیسری قسم وہ ہے جس میں دونوں طرح کے جذبات جمع کر دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یعنے وہ واقعات و احساسات کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہوتا ہے، کہ اُسے ایک اعتبار سے مضحک کہہ سکتے ہیں، ایک اعتبار سے غم انگیز۔ اس اشتراک سے مقصود یہ نہیں ہے کہ سلسلۂ واقعات میں بعض حصے غم انگیز آجائیں اور بعض مضحک، جیسا کہ شکسپیر نے ہملٹ جیسی غمناکی میں ایک منظر ہملٹ اور قبر کھودنے والوں کے مضحک مکالمہ کا دکھا دیا ہے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ نفس واقعہ اور اُس کے واردات و احساسات کی نوعیت ہی ایسی ہو کہ اُسے ایک پہلو سے مضحک اور ایک پہلو سے غم انگیز قرار دے سکیں۔ یہ قسم آجکل فرانس میں سب سے زیادہ مقبول ہے، اور مندرجہ ذیل ڈراما اسی قسم کا ایک آخرین نمونہ ہے۔

(۲) سب سے زیادہ قابل غور یورپ کی موجودہ اخلاقی ذہنیت کی نمایش ہے جو اس ڈرامے میں ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ایلن اور اُسکے شوہر کی قصصی سیرت یورپ کے اعلیٰ اور متوسط طبقات کے نوّے فی صدی مرد و عورت کی حقیقی سیرت ہے۔ حیات زوجیت کی اخلاقی اور معاشرتی روح فنا ہو چکی ہے محض ایک طرح کا قانونی معاہدہ رہ گیا ہے۔ جس کی پابندی معاشرتی ضروریات کی بنا پر کی جا رہی ہے، بہت ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد یہ پابندی بھی ضروری نہ رہے۔ موجودہ تمدن کا منتہائے عروج، اخلاق اور اخلاقی حدود کا خاتمہ ہے!

(۱)

میں ہنسنا چاہتا تھا جب یہ ڈراما دیکھنے کے لئے جانے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ ہنسوں گا، کیونکہ قصہ کا نام ہی مضحک تھا۔ پھر یہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آیا تھا اور نکتہ چینیوں کی نظریں ابتک اسپر نہیں پڑی تھیں جو ایکٹر اس میں حصہ لینے والے تھے، سب فن ظرافت میں مشہور تھے۔ پیرس کے مخلوق کی عادت ہے کہ پہلے ہی سے لطف اُٹھانے لگتی ہے۔ میں نے بھی پیشگی ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

ہنستے ہوئے تھیٹر پہنچے۔ پردہ اُٹھنا تھا کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے لیکن چند ہی لمحے بعد ہنسی غائب ہو گئی۔ اپنے اندر ہم نے ایک عجیب طرح کا احساس پایا۔ الفاظ شاید اسے بیان نہیں کر سکتے کیونکہ وہ احساس نہ تو خالص مسرت تھی نہ خالص رنج۔ یا یوں کہو کہ وہ چیز خالص رنج سے بھی زیادہ قلب کو متأثر کر رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی تبسم پر بھی مجبور کرتی تھی۔ بلکہ شاید ہنسی پر۔ شاید قہقہوں پر! افسردگی میں مسکرانا! رنج میں کھلکھلا کر ہنسنا!

کیوں؟ اس لئے کہ ایکٹر تمہارے سامنے انسان کی ایسی خصلتیں پیش کر رہا ہے جن کا ظاہر ہنسانے والا ہے، ہنسنا چاہو یا نہ چاہو، باطن رلانے والا ہے، رونا چاہو یا نہ چاہو۔

(۲)

پردہ اُٹھتے ہی ایک ادھیڑ عورت تمہارے سامنے موجود ہے۔ ادھیڑ سے بھی زیادہ بوڑھی معلوم ہوتی ہے۔ اُس کا لباس اُس کے سن و سال اور مرتبہ کے مناسب ہے۔ اُسکی گفتگو سنتے ہی تم جان جاتے ہو کہ وہ پیرس کی مخلوق نہیں، اطراف ملک سے آئی ہے۔ اور یہ کہ اُس مبہم طبقہ سے تعلق رکھتی ہے جو متوسط طبقہ تو نہیں ہے مگر اس سے اُتر کر رہنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

عورت، بیوہ ہے۔ شوہر کی یادگار ایک لڑکی ایلن موجود ہے۔ یہ نہایت حسین اور خوش اندام ہے۔ ماں بیٹی زمانہ کے جور سے تنگ آکر پیرس میں پناہ ڈھونڈھتی ہیں۔ فن موسیقی کے ایک ماہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ وہ خود بھی اپنے ہنر میں بدقسمت ہے مگر قصباتی دوشیزہ پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ دونوں کو اپنے شکستہ گھر میں جگہ دیتا ہے۔ پھر بیک وقت اس رشک ناہید کا اُستاد، مربّی، اور عاشق بنجاتا ہے۔

لڑکی، رقص و سرود میں کامل ہو جاتی ہے۔ پیرس کی ایک تھیٹر کی کمپنی اُس کی خدمات قبول کر لیتی ہے۔ آج کی رات وہ پہلی مرتبہ اسٹیج پر آنے والی ہے۔ ماں اُسے بڑے ہی تأثر، اضطراب، مسرت، اور کسی قدر خوف کی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ لیکن کامیابی کی اہمیت بھی سمجھتی ہے اس لئے خوشی بھی منانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اُسنے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ میز پر ہر قسم کے کھانے چنے ہیں جو دولتمندوں کے لئے معمولی مگر غریبوں کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ وہ اپنے دل کی تمام باتیں اپنی کم سن پھر تیلی خادمہ کو سناتی ہے۔ اُس کا لہجہ بالکل دیسا ہی

کی ایک کان ملی ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ ملک میں سیسے، زنگ، تانبے کی بھی کانیں موجود ہیں، مگر زیادہ بڑی نہیں سمجھی جاتیں۔

مراکش کی تجارت

سنہ ۱۹۱۳ء سے ابتک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ مراکش میں برآمد پر درآمد کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا:

سنہ	ملین فرنک کے حساب سے زیادتی
سنہ ۱۹۱۳ء	۱۴۲
سنہ ۱۹۲۲	۵۱۴
سنہ ۱۹۲۳	۵۰۸
سنہ ۱۹۲۴	۳۰۳
سنہ ۱۹۲۵	۶۲۶
سنہ ۱۹۲۶	۹۸۰

مراکش کی تجارت میں فرانس کا حصہ بہت بڑا ہے۔ ذیل کے نقشے سے اس کا اندازہ ہوگا۔

سنہ	مجموعی تجارت	فرانس کا حصہ
سنہ ۱۹۱۳ء	۲۲۲	۱۵۲
سنہ ۱۹۲۱	۱۲۱۶	۷۵۳
سنہ ۱۹۲۵	۱۷۵۴	۹۵۳
سنہ ۱۹۲۶	۲۴۰۴	۱۴۲۷

برآمد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں مراکش کی کل برآمد ۴۰ء۱ ملین فرنک تھی پر سنہ ۱۹۲۶ء میں ۱۲، ملین تک پہنچ گئی۔ لیکن درآمد کے مقابلے میں یہ ترقی بہت معمولی ہے۔ کیونکہ برآمد میں فاسفوٹ بھی داخل ہے جو سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس کی قیمت سنہ ۱۹۲۶ء میں ۰۰۰، ۰۰۰، ۲۵، ۱۰ فرنک تھی۔ اسی طرح دوسری کانوں کی آمدنی جو فرانسیسی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہیں، ۶ ملین فرنک تھی۔

اسوقت تک مراکش کی ۶ لاکھ ہکٹار قابل کاشت زمین، ۶۶ ہزار فرانسیسیوں کی ملکیت میں جا چکی ہے۔ یہ لوگ اپنی پیداوار، فرانس بھیجتے ہیں اور بے شمار نفع حاصل کر رہے ہیں۔

مراکش کا قرضہ

فرانسیسی حمایہ سے پہلے مراکش پر ۱۹۳ ملین قرضہ تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۲۰ میں ایک نیا قرضہ اُس کے سر منڈھ دیا۔ اب اُس کی تعداد ۷۴۴ ملین فرنک ہوگئی ہے۔ حکومت مراکش کے سالانہ میزانیہ میں قرض اور سود کی ادائی کے لئے بھی ایک مد ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ میں حکومت کی آمدنی ۴۴، ۴۳، ۷۹، ۲۶ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۰۰۰، ۰۰، ۶۹، ۳ فرنک تھی۔ سنہ ۲۶ میں آمدنی ۴۰، ۶۹، ۱۵، ۷۷۲ فرنک تھی اور قرض کی قسط ۰۰۰، ۰۰، ۸۴، ۷۔

ریلوے

اسوقت مراکش میں ۱۲۵۵ کیلومیٹر ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے لائن دو قسم کی ہے: چھوٹی اور بڑی۔ چھوٹی لائن، فوجی نقل و حرکت کے لئے ہے اور حسب ذیل مقامات کو متصل کرتی ہے:

خط	درازی
دار بیضا سے مراکش تک	۲۸۴ کیلومیٹر
جدہ سے فاس تک	۴۰۱ "
قنطرہ سے وزان تک	۱۸۸ "

آخر الذکر دونوں خطوں سے جنگ ریف کے زمانے میں فرانس نے بہت فوائد حاصل کئے۔ ان پر مسافر بھی سفر کرتے ہیں، مگر کم۔

بڑی لائن کی دو شاخیں ہیں:

۱۔ فاس لائن۔ [illegible] فرانسیسی [illegible] کمپنی کی ملکیت ہے۔ ۲۔ اس کی درازی ۴۰۶ کیلومیٹر ہے۔

قنیطرہ۔ رباط لائن۔ یہ دار بیضا اور مراکش ہوتی ہوئی طنجہ۔ فاس ریلوے سے ملجاتی ہے۔ یہ سراسر فرانسیسی کمپنی کی ملکیت ہے۔

مراکش میں فرانس کے جنگی مصارف

ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا کہ فرانس کو اب تک مراکش کے محکوم کرنے کے لئے کتنے مصارف برداشت کرنا پڑے:

سنہ	ملین فرنک
سنہ ۱۹۰۷ سے سنہ ۱۹۱۱ء	۱۲۶
سنہ ۱۹۱۲ " سنہ ۱۹۱۴	۵۹۸
سنہ ۱۹۱۵ " سنہ ۱۹۱۹	۱۴۱۰
سنہ ۲۰	۴۹۰۸
سنہ ۲۱	۴۷۰۲
سنہ ۲۲	[illegible]
سنہ ۲۳	۳۹۲۵
سنہ ۲۴	۳۳۳۸
سنہ ۲۵	۹۰۴۲
سنہ ۲۶	۱۴۰۵۶

صحرا میں ریل

شمالی افریقہ کے فرانسیسی نظم و نسق کی سرکاری کانفرنس ہر سال منعقد ہوا کرتی ہے۔ حال میں اس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس نے متعدد نئی تجاویز منظور کی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم تجویز یہ ہے کہ صحرا میں ریلوے لائن تعمیر کرکے شمالی افریقہ وسطی افریقہ سے ملا دیا جائے۔ اگر یہ ریلوے خط تعمیر ہو گیا تو افریقہ کی عمرانی اور تجارتی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ صحراء کا تمام غیر آباد حصہ [illegible]

مذاکرۂ علمیہ

نظریۂ نشوء و ارتقا کی موجودہ منزل

(۲)

مشکلات

نظریۂ ارتقاء کے محقق کی راہ میں ابتک متعدد مشکلات حائل ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ طبقات الارضی تاثیرات کے ماتحت ارتقائی سلسلے کی بعض کڑیاں گم ہیں۔ ان کڑیوں کا پتہ لگانا ضروری ہے۔

حفریات کی مدد سے ہم نے عہد بلیوسینی (یعنی وہ عہد جس میں زمین کی سطح کا دوسرا طبقہ طیار ہونا شروع ہوا) کے اواخر تک کی تحقیق کرلی ہے۔ مگر خود اس عہد کی تحقیق پوری طرح مکمل اور یقینی نہیں ہے۔ بلاشبہ ہمیں بلیوسینی طبقات میں پتھرائے ہوئے دانت ملے ہیں ممکن ہے یہ بندر نما انسان، یا انسان نما بندر کے دانت ہوں۔ لیکن اس مخلوق کی تعین کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔

عہد بلیوسینی کم سے کم ڈھائی لاکھ برس دراز تھا۔ اس سے پہلے کا زمانہ، عہد میوسینی کہلاتا ہے اور کم سے کم چھ سات لاکھ سال دراز تھا۔ اسی عہد میں بندر نما انسان ظاہر ہوا تھا۔ ڈاکٹر بلگرم کو (جو ہندوستان کے شعبۂ طبقات الارض میں کام کرتے ہیں) ایسے پتھرائے ہوئے آثار دستیاب ہوئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بندر نما انسانوں کی بارہ قسمیں موجود تھیں اور عہد میوسینی کے اواسط و اواخر میں ہمالیہ کے جنگلوں کے اندر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر آج ہم بندر نما انسان کی کم از کم تین ایسی قسموں سے بھی واقف ہیں جو اُسی عہد میں یورپ کے جنگلوں کے اندر موجود تھیں لیکن افسوس ہے اُن کے جسم کے صرف وہی اجزاء مل سکے ہیں جو زیادہ پائدار تھے۔ یعنی دانت اور جبڑے۔ اُن دانتوں کو اگر قدیم انسان کے دانتوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی شخص اس امر کو انکار نہ کرسکے گا کہ عہد میوسینی کے بندر نما انسان کے دانت، موجودہ انسانی دانتوں کی اصل ہیں۔

انسان کب ظاہر ہوا؟

یہ غیر ضروری ہے کہ عہد میوسینی سے پہلے انسان کے ظہور کی تحقیقات کی جائے۔ کیونکہ اس عہد سے پہلے کے ارضی طبقات میں صرف بندر نما انسان ہی کے آثار ملتے ہیں۔ اسوقت جتنے بھی دلائل ہمارے پاس موجود ہیں، اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ انسان نے ایک ایسے بندر سے ظہور کیا ہے جو بندر نما انسان قسم کا تھا۔ یہ قسم شمپانزی قسم کے بندر سے زیادہ ترقی یافتہ نہ تھی۔ اور یہ کہ انسان کی نسل انتھروپوئیڈ سے عہد میوسینی میں جدا ہوئی ہے۔ بنابریں انسان کی عمر، دس لاکھ برس کی ہے۔

انسان کے تسلسل پر دلائل

طبقات الارضی مباحث سے ابتک قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ انسان کی اصل، بندر نما انسان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انسان اپنے ظہور کے کسی عہد میں بندر نما انسان قسم کی ایک مخلوق تھا؟ حالانکہ یہ معلوم ہے کہ انسان اور بندر میں مختلف حیثیتوں سے بہت فرق ہے۔

میں مختصر جواب دیتا ہوں۔ موجودہ صدی کے اوائل میں پروفیسر نیٹون نے ہر جنس حیوانی کا تعلق اُس کے افراد سے معلوم کرنے کے

غیر معلوم حالت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ عاشق فوراً اس کے پاس آ کر اسکی طرف دیکھتا ہو، جس کی رگوں میں گرم خون کی ایک نئی لہر دوڑ رہی ہو، اور جو اس بات پر راضی ہو چلا ہو کہ اس کی بیوی، اس کی اور بیوی کے آشنا میں مشترک رہے!

عاشق رخصت ہوتا ہو۔ ایلین مسکراتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس آتی ہو۔ گفتگو جاری ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ شوہر بیوی سے بھی اچانک کہہ دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں!" وہ ششدر رہ جاتی ہو۔ خوف سے کانپنے لگتی ہو۔ مگر وہ سنجیدگی سے کہتا ہو "کوئی حرج نہیں۔ مجھے یہ صورت منظور ہو!" بیوی بے حد حقارت سے بے غیرت شوہر کو دیکھتی ہو۔ دراصل اُس کا دل سخت مجروح ہوا ہو۔ وہ چاہتی تھی، شوہر اُس سے محبت کرتا، اور اس لئے اُس کی خیانت پر غضب ناک ہوتا۔ مگر اب دیکھتی ہو کہ شوہر کو اُس کی ذرا بھی قدر نہیں۔ آہ، وہ اپنی حیثیت کو موٹر کار سے زیادہ نہیں پاتی!

اس بے غیرتی پر شوہر کو سخت شکست کھانی پڑی ہو۔ اس کا پیمانۂ صبر بھی لبریز ہو جاتا ہو۔ جذبات بہت دبائے، اب بے قابو ہوا جاتا ہو۔ یہ دیکھو، آتش فشاں پھٹا۔ غیظ و غضب نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی محبت اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوئی۔ غیرت ہولناک درجہ تک پہنچ گئی۔ اب وہ رُک نہیں سکتا۔ خائن بیوی کو اُس کے غضب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اچانک چلاتا ہو "میری دیوثی دیکھے گی!" عورت لرزہ براندام ہو۔ بید کی طرح تھرتھراتی ہو۔ مگر دل کی گہرائی میں مسرت و سعادت محسوس کر رہی ہو۔ اب اُسنے دیکھ لیا کہ شوہر محبت سے خالی نہیں۔ ابتک آتش عشق میں جل رہا ہو۔ غیرت سے انتقام پر تلا ہوا ہو۔ وہ اُس کے قدموں پر گرنا چاہتی ہو۔ معافی کا ارادہ کرتی ہو۔ توبہ کے لئے آمادہ ہو رہی ہو۔ شوہر غصہ کی دیوانگی میں اس پر ٹوٹ پڑنے کو ہو۔ لیکن افسوس، یہ کیا ہوا؟ شوہر اچانک سنبھل جاتا ہو، رُک کر کھوکھلی آواز میں کہتا ہو "موٹر آتی ہوگی۔ اپنے آشنا کے ساتھ چلی جانا!" پھر فوراً بھاگ کر گھر سے نکل جاتا ہو۔ عورت رونا دھونا واویلا کرنا شروع کر دیتی ہو!

(۸)

بے غیرت شوہر نے کہا تھا "موٹر آتی ہوگی۔ اُس پر چلی جانا" مگر اب موٹر کہاں؟ ایلین کے آشنا نے محسوس کیا تھا کہ اس کے دل میں شوہر کی دیوثی پر نفرت و حقارت پیدا ہو گئی ہو، حالانکہ اس نفرت حقارت کی تہ میں ایک دوسری نفرت بھی پوشیدہ تھی؟ کونسی نفرت؟ ایلین سے نفرت! اُس عورت سے نفرت جس کی اب کوئی قیمت عشق باقی نہیں رہی تھی، جو اب کسی شوہر کی محبوبہ نہ تھی، بلکہ خود شوہر کی طرف سے فسق و ہوس کی پیش کش تھی!

ایلین اپنے شوہر اور اپنے آشنائے فسق، دونوں سے محروم ہو گئی۔ یہ اُس کے شوہر کا انتقام تھا۔

تاریخ و عبر

آزادی کی راہ میں

تاریخ قرطاجنہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ

فینیقیا کے باشندوں نے اپنے بادشاہ بجلیوں کے عہد میں شہر قرطاجنہ آباد کیا۔ قرطاجنہ کے معنی ہیں نیا شہر۔ یہ آبادی، شمالی افریقہ کے ساحل پر طیونس کے قریب قائم ہوئی تھی۔ فینیقیا کی کمزوری کے بعد قرطاجنہ نے عروج حاصل کیا اور بتدریج بحر ابیض کی تجارت کا مالک بن بیٹھا۔ اُس کا جنگی بیڑہ، روم کے بیڑے سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ سسلی سے جبل طارق تک اُن کا اقتدار قائم تھا۔ مراکش، الجزائر اور طیونس کے اکثر حصے اُن کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اسپین، سسلی، سرڈانیا، کارسیکا مفتوح جزائر تھے۔ تجارت نے بہت وسعت اختیار کر لی تھی۔ پوری قوم، دولت سے مالا مال ہو رہی تھی لیکن روم کو اُس سے سخت حسد تھا اور برابر جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں تین جنگیں سب سے زیادہ اہم ہیں۔

پہلی جنگ

یہ جنگ ۲۶۴ـ۲۴۱ ق م میں ہوئی۔ روم نے اسے شروع کیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ روم نے سسلی میں شہر مسنی پر قبضہ کر لیا۔ یہ شہر قرطاجنہ کے تابع تھا۔ قرطاجنہ کے بحری اسطول نے روم کو سخت نقصان پہونچایا۔ یہ دیکھ کر روم نے بھی فوراً جنگی بیڑہ طیار کیا اور بحری جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن جزائر ایجیت کے قریب قرطاجنہ والوں کو شکست ہوئی اور پورا سسلی، روم کے قبضہ میں آ گیا۔

دوسری جنگ

اس شکست کے بعد قرطاجنہ کی تنخواہ دار فوج نے سرکشی شروع کی اور طوائف الملوکی پھیل گئی۔ لیکن اُسی زمانے میں ایک عظیم آدمی ہملکار ظاہر ہوا، تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا، اور اسپین میں ایک عظیم الشان فوج، روم سے لڑنے کے لئے مرتب کی۔ کیونکہ اب روم سرڈینیا اور کارسیکا پر بھی قابض ہو چکا تھا۔

یہ جنگ، تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہو۔ کیونکہ اسی میں ہنیبال نے ظہور کیا تھا جو دنیا کا مشہور ترین سپہ سالار تسلیم کیا گیا ہو۔ ہنیبال نے بچپن ہی میں اپنے باپ سے قسم کھائی تھی کہ عمر بھر روم کا دشمن رہے گا۔ اُس کی قسم سچی ثابت ہوئی۔ پوری زندگی، روم سے جنگ میں گزار دی۔

رومانیوں کو یقین تھا کہ جنگ، اسپین میں ہوگی۔ اسی لئے انہوں نے اسپینی سرحدوں پر جنگی طیاریاں کی تھیں۔ لیکن ہنیبال، کوہ پیرنیز کو عبور کر کے فرانس پہونچا اور فرانس سے الپس کے برفانی پہاڑ عبور کر کے اچانک اٹلی کے میدانوں پر جا دھمکا۔ روم والے سخت متعجب ہوئے۔ اُنھیں ہرگز خیال نہیں گزرا تھا کہ اس طرح کوئی فوج حملہ آور ہوگی۔

ہنیبال نے روم کو سخت شکستیں دیں۔ ترازیمن کا معرکہ، جو ۲۱۷ ق م میں واقع ہوا، بہت ہولناک تھا۔ اس کے ایک برس بعد "کانی" میں روم کو اور بھی زیادہ سخت شکست ہوئی۔ پوری فوج کٹ گئی۔ ہنیبال، اٹلی میں ۱۵ برس تک جنگ کرتا رہا۔ روم کے بالکل قریب تھا۔ مگر سخت کوشش کے باوجود بھی اُسے کسی طرح فتح نہ کر سکا۔

مسلسل جنگوں نے خود ہنیبال کو بھی بہت کمزور کر دیا تھا۔ اُس نے قرطاجنہ، کمک کے لئے لکھا۔ فوراً اُس کا بھائی ہزدروبال ایک فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر دریائے متورس پر رومانیوں نے اُسے روک لیا۔ جنگ کی۔ اُسے قتل کر ڈالا، اور پوری فوج برباد ہو گئی۔

اس اثناء میں رومانیوں نے ہنیبال کو چھوڑ کر خود قرطاجنہ پر چڑھائی کر دی۔ قرطاجنہ والوں نے ہنیبال کو مدد کے لئے بلایا وہ فوراً چلا۔ مگر ۲۰۲ ق م میں قرطاجنہ کے قریب ہی اُسے رومی سپہ سالار شیپیون نے سخت شکست دیدی۔

اب قرطاجنہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ صلح کی درخواست کرے۔ روم نے صلح کی شرطیں یہ پیش کیں کہ قرطاجنہ اپنا پورا جنگی بیڑا اور بحر احمر میں اپنے تمام جزیرے اور اسپین میں تمام مقبوضات، روم کے حوالے کر دے۔ نیز کبھی کسی سے جنگ نہ کرے۔ قرطاجنہ یہ ذلت قبول کرنے پر مجبور تھا۔ لیکن ہنیبال نے انکار کر دیا۔ وہ جلا وطن ہو گیا۔ سیریا اور مقدونیا کے بادشاہوں کو روم کے خلاف جا کر کھڑا کر دیا۔ اُن کی فوجوں میں لڑتا رہا۔ لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی آخر اُسنے ۱۸۳ ق م میں زہر کھا کر خودکشی کر لی۔

تیسری جنگ

(۱۴۹ ـ ۱۴۶ ق م)

یہ قرطاجنہ اور روم کی آخری لڑائی تھی۔ مگر تاریخ میں یہ اول درجے کی لڑائی سمجھی جاتی ہو، کیونکہ اس میں مغلوبوں نے ہمت و شجاعت کے ایسے جوہر دکھلائے جو آج تک تمام محبان آزادی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی وجہ عجیب تھی۔ ظلم و حرص کی آخری حد تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ روم کے ایک شریف کاتون نے قرطاجنہ میں سیاحت کی اور دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ مسلسل جنگوں اور شکستوں کے بعد بھی قرطاجنہ بہت خوشحال اور آباد ہو۔ اُس کی تجارت و ثروت روز افزوں ترقی کر رہی ہو۔ وہ روم واپس آیا اور رومانی مجلس شیوخ کے سامنے حسب ذیل تقریر کی۔

"دیوتاؤں کا ہم پر بڑا فضل و مہر ہو کہ ہمیں ایسی سرسبز اور دولتمند سرزمینوں کا مالک بنایا ہو جہاں ہمارے ملک کا موقعہ ہمیں محصور کر رہا ہو کہ

ہو جیسا دادی کا اپنی پوتی کے مقابلہ میں ہوتا ہو۔ گفتگو کچھ اِس طرح کی ہو کہ وہ دونوں اُس میں سنجیدگی سے مصروف ہیں مگر ہم سننے والے ہنسی سے لوٹے جاتے ہیں!

اچانک موسیقی کا اُستاد آتا ہو۔ بہت خوش ہو۔ مگر خوشی نے کچھ اضطراب بھی پیدا کر رکھا ہو۔ وہ تاثر سے بے اختیار رونے لگتا ہو۔ ایسا رونا جو تماشائیوں کو ہنسانے والا ہو۔ ماں کو اُس کی بیٹی کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہو۔ پھر اس کامیابی کی نقل اُتار کر دکھاتا ہو اور وہ نغمے سناتا ہو جن سے لڑکی نے سامعین کا خراج تحسین وصول کیا تھا۔

ماں خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی غیر مطمئن بھی ہو۔ کیونکہ تھیٹروں کی آب ہوا نا پسند کرتی ہو اور دل سے چاہتی ہو کہ لڑکی کسی اور کام میں لگے۔ اُستاد موسیقی بھی خوش ہو۔ لیکن ساتھ ہی خوفزدہ بھی ہو۔ کیونکہ ڈرتا ہو، مبادا الینؔ دولتمند مداحوں کے دام میں پھنس کر اُن کی ہو رہے۔

(۳)

ماں اپنی لڑکی کے عاشق کا خوف محسوس کرتی ہو۔ ساتھ ہی اُس کی اخفاءِ راز کی کوشش کو بھی محسوس کرتی ہو۔ دونوں گو مگو حالت میں ہوتے ہیں کہ لڑکی اٹکھیلیاں کرتی، ہنستی کھیلتی، جوش میں بھری دوڑی آتی ہو۔ ماں کو پیار کرتی ہو۔ عاشق کے سامنے آتی ہو اور شکریہ ادا کرتی ہو۔

لیکن اِن کی قسمت میں صوت کا لطف تنہا اُٹھانا نہ تھا۔ تھیٹر کا منیجر ایک دولتمند رئیس کے ساتھ آ موجود ہوتا ہو۔ دونوں لڑکی کو اُس کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں اور کھیل کو دکے ایک بڑے جلسے خلوت میں گاڑی بھر ساتھ بیٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُن کی گفتگو کے انداز سے پتہ چلتا ہو کہ لڑکی پہلے ہی دعوت قبول کر چکی تھی۔ مگر اب پس و پیش کرتی ہو اور عاشق کو ساتھ نہ لے جانا خلاف مروت خیال کرتی ہو۔ آنے والے اسے محسوس کرتے ہیں اور فوراً عاشق کو بھی مدعو کرتے ہیں وہ انکار کرتا ہو۔ یہ اصرار کرتے ہیں۔ لڑکی بھی ضد کرتی ہو۔ مجبوراً اقرار کر لیتا ہو۔ آنے والے جلد موٹر بھیجنے کا وعدہ کر کے رخصت ہو جاتے ہیں۔

عاشق معشوق کمرے میں تنہا ہیں۔ اب وہ منظر سامنے آتا ہو جو ہنساتا بھی ہو اور رنج بھی دیتا ہو۔ عاشق، دعوت کا لباس پہنتا ہو مگر کوئی کپڑا بھی درست نہیں۔ سب اتنے پھٹے پرانے ہیں کہ شرم سے عرق عرق ہو جاتا اور دلی رنج محسوس کرتا ہو۔ لیکن بناوٹی خوشی کا اظہار بھی کرتا ہو۔ تمام جا بجا سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ ایک تمام ملتا ہو تو دوسرے کا پتہ نہیں۔ الینؔ بھی اپنی آرائش میں مصروف ہو۔ تھیٹر کے منیجر نے رقص کا لباس عاریتہً دیدیا ہو۔ اُسی کو پہنتی ہو اور حسن کی دیوی معلوم ہوتی ہو۔ مگر اُس کی بھی زینت کا تمام سامان موجود نہیں۔ وہ جھنجھلاتی ہو لیکن اپنے عاشق کی اندرونی تکلیف محسوس کر کے مصنوعی تبسم دکھاتی ہو اور تسلی دیتی ہو۔ عاشق وعدہ کرتا ہو کہ آئندہ دونی محنت کرے گا اور اُس کی ضرورت کی تمام چیزیں جلد مہیا کرے گا۔

موٹر آگئی۔ ماں کو دیکھو کیسی خوش ہو؟ بیٹی کے حسن پر قربان ہوئی جاتی ہو۔ لو، آس کے پیچھے چلی جاتی ہو۔ لٹکے ہوئے دامن اُٹھائے ہو کہ لڑکی کا لباس سیڑھی کے غبار سے میلا نہ ہو جائے کرسن خادمہ شوقِ خدمت میں موم بتی لئے آگے آگے چل رہی ہو۔ عاشق کو دیکھو، چہرہ اُترا ہوا ہو مگر خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ دل رو رہا ہو مگر لبوں پر مصنوعی تبسم نمایاں ہو!

(۴)

دوسرے وقفہ کے بعد انقلاب حال شروع ہو جاتا ہو۔ تماری آنکھوں کے سامنے اب ایسے لوگ ہیں جنہیں بمشکل پہچان سکتے ہو۔ دولت نے اُنکے اطوار اور انداز بدل دئے ہیں۔ اب غربت کی مسکینی کہیں نظر نہیں آتی۔ الینؔ کے کمال نے بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ ہر جگہ مقبول ہو۔ دنیا مسکرا کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ سب و روز ہن برس رہا ہو، کسی کو بھی افلاس کی شکایت باقی نہیں۔ اب نازنین کی ماں وہ بڑھیا ادھیڑ عورت نہیں ہو جسے ہم نے پہلی فصل میں دیکھا تھا۔ اب اُس کے چہرہ پر شباب کی رونق لوٹ آئی ہو نئے فیشن میں ملبوس ہو۔ گفتگو کی طرز بھی بدل گئی۔ اب وہ پیرس کی خاتون ہو آواز میں بھی بڑا تغیر ہو گیا۔ اب وہ خوش گلو ہو۔ حرکات و سکنات بھی پہلے سے نہیں رہے۔ اب پھرتیلی اور چست و چالاک ہو۔ اُستاد موسیقی بھی اب وہ پہلے کا خستہ حال، پژمردہ، گویا نہیں رہا۔ اب وہ ایک خوش حال رئیس ہو، بھاری بھرکم، سنجیدہ، باوقار! سب سے بڑھ کر یہ کہ اب اپنی محبوبہ الینؔ کا شوہر ہو۔ صرف یہی لوگ نہیں، بلکہ ان کی غریب خادمہ بھی بالکل بدل گئی ہو۔ ایک نئے نوکر کا بھی اضافہ ہوا ہو۔ پیرس کا وہ حقیر گھر بھی نہیں رہا جو موم بتی سے روشن کیا جاتا تھا اور جس کی زمین دامن میلے کر ڈالتی تھی۔ اب وہ سمندر کے خوش منظر ساحل پر ایک شاندار عمارت میں ہیں۔ ہر موسم گرما میں الینؔ کے دوستوں اور قدر دانوں کا یہاں ہجوم رہتا ہو۔ تمام چوٹی کے آدمی جمع ہوتے ہیں۔

ہم تھیٹر کے منیجر اور اُس کے مالدار ساتھی کو چند اور دوستوں کے ہمراہ الینؔ کے گھر بار بار آتے جاتے دیکھتے ہیں۔ وہ بیٹھتے ہیں کھیلتے ہیں، مذاق کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں۔ الینؔ کا شوہر مطمئن اور خوش ہو۔ اپنے دوست سے شکر گزاری کے لہجہ میں کہتا ہو "خدا کی مشیت یہی تھی کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ میں عنقریب ایک موسیقی آمیز قصہ لکھنے والا ہوں جو ضرور مقبول ہوگا۔ میرا تعلق ایک بڑے اخبار کو بھی ہو گیا ہو جس میں موسیقی پر نقد کیا کروں گا"

گفتگو جاری تھی کہ الینؔ کے دوست آگئے۔ اُستاد موسیقی اپنے دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر چلا گیا۔ الینؔ اپنے دولتمند قدر دان کے ساتھ تنہا کمرہ میں ہو۔ باقی احباب ملاقات کے ایوان میں بیٹھے ہیں۔ گھر کے مالک کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ الینؔ اور اُس کے دوست میں گفتگو ہو رہی ہے۔ عجیب صورت حال! دونوں عاشق ہیں! عورت اپنے شوہر سے خیانت کر رہی ہو۔ اب معلوم ہوا اِس تمام دولت کا سرچشمہ یہی خیانت ہو!

اسوقت ہمیں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہو کہ الینؔ کا آشنا اُس کے غبی شوہر سے تنگ آگیا ہو۔ اِس لئے تنگ ہو کہ اپنی آشنا سے دل کھول کر متمتع ہونا چاہتا ہو۔ مگر یہ غبی شوہر بیچ میں سدِ راہ ہو جاتا ہو! یہ شوہر واقعی غبی ہو، یا غباوت ظاہر کرتا ہو؟ یہ مصنوعی غباوت اِس لئے تو نہیں کہ دولت سے فائدہ اُٹھائے؟ مالدار فاسق کا یہی خیال ہو۔ مگر الینؔ ایسے ماننے سے انکار کرتی ہو۔

(۵)

دونوں تخلیہ میں ہنسی مذاق کر رہے تھے کہ باہر دوستوں کی آواز بلند ہوئی "حضرت آگئے! حضرت آگئے!"

دونوں ہوشیار ہو گئے۔ شوہر گھر میں داخل ہوا۔ احباب رخصت ہوئے۔ اب میاں بیوی تنہا ہیں۔ دونوں میں باتیں ہوتی ہیں شوہر کی اُداسی نمایاں ہو۔ بیوی وجہ پوچھتی ہو وہ لیت و لعل کرتا ہو پھر بتاتا ہو کہ لوگ اُسے "الینؔ کا شوہر کہتے ہیں"۔ اُس کا نام نہیں لیتے یہی نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر مسکراتے ہیں، آنکھیں مارتے ہیں۔ اشارے کرتے ہیں۔ لہذا اُسے کچھ شک ہو۔ بیوی اپنے تمام چلتر اور حسن کی دلفریبیاں کام میں لاتی ہو۔ شوہر کے شکوک دور کرنا چاہتی ہو۔

اب دیکھو، شوہر جاتا ہو۔ بیوی کا بٹوا کھلا رہ گیا ہو۔ اُس میں ایک بڑی رقم موجود ہو۔ اُس کا شبہ اور قوی ہو جاتا ہو۔ وہ سوچتا ہو کہ کل الینؔ جوئے میں بہت روپیہ ہار گئی لیکن اسے خبر تک نہیں۔ شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہو۔ دیکھو اُسنے میز کا خانہ کھولا۔ قیمتی جواہرات کا کنٹھا ہاتھ میں لیا۔ یہ کہاں سے آیا؟ بیوی نے اِس کا ذکر تک نہ کیا شک اب یقین کی صورت اختیار کر لیتا ہو!

لیکن الینؔ چالاک ہو۔ شوہر احمق ہو۔ آسانی سے دھوکا دے سکتی ہو۔ چند میٹھی میٹھی باتیں تمام شکوک رفع کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ شوہر اپنے نوکر اور خادمہ سے بھی زیادہ غبی ہو۔ یہ دونوں سب کچھ جانتے ہیں۔

(۶)

تیسرے وقفہ کے بعد ہم الینؔ کے شوہر کو اپنے دوست سے گفتگو میں مصروف پاتے ہیں۔ اب اُسے کامل یقین ہو گیا ہو۔ بیوی کی خیانت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔

اُسے یہ یقین اِس طرح حاصل ہوا کہ الینؔ اور اُس کے احباب نے تفریح کے لئے جانا چاہا۔ شوہر نے عذر کیا اور کسی بہانہ سے گھر ہی میں رہ گیا۔ اُن کی روانگی کے بعد خود بھی تعاقب میں پوشیدہ چلا اُسنے احباب کے ساتھ الینؔ اور اُس کے مالدار آشنا کو نہیں پایا۔ دونوں دن بھر کہیں غائب رہے۔

بدنصیب شوہر سخت اُداس ہو۔ لیکن اپنے کو سنبھالے ہوئے ہو دوست سے کہتا ہو "موجودہ شرمناک صورت حال ناقابل برداشت ہو۔ میں اِس زندگی سے بیزار ہوں۔ اپنی سابق غریبانہ مگر شریفانہ زندگی کی طرف لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ لیکن واپسی سے پہلے ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ بہت ہی دردناک کھیل!"

احباب، سیر سے واپس آگئے۔ الینؔ اور اُس کا آشنا بھی ہمراہ ہو۔ سب اپنے اپنے مشاہدے بیان کر رہے ہیں۔ شوہر دل میں کٹا جاتا ہو، مگر ظاہر میں دلچسپی کا اظہار کر رہا ہو۔ ہنسی خوشی سب کی سنتا ہو۔ سب اُسے بیوقوف بنا رہے ہیں اور سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں سمجھتا!

(۷)

رخصت کا وقت آگیا۔ سب اِس قرارداد کے ساتھ جانے لگے کہ ہوٹل میں رات کے کھانے پر جمع ہونگے۔ لیکن الینؔ کے شوہر نے اپنی بیوی کے آشنا سے چند لمحہ ٹھہرنے کی درخواست کی۔ کمرہ میں صرف تین شخص رہ گئے: میاں، بیوی، اور اُس کا آشنا۔ اِس وقت وہ مؤثر منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہو جو شوہر سے گہری ہمدردی، بیوی سے شدید نفرت، اور آشنا پر سخت غصہ کے جذبات پیدا کر دیتا ہو۔

غضبناک مایوس شوہر کو دیکھو! وہ اپنا اور اپنی شرافت کا انتقام لینا چاہتا ہو۔ لیکن بالکل نئے قسم کا انتقام! وہ کسی طرح کا تشدد کرنا پسند نہیں کرتا۔ انتقام میں بھی نرم اور بردبار رہنا چاہتا ہو۔

دیکھو، بیوی اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔ اب دونوں رقیب رُو در رُو بیٹھے ہیں۔ شوہر اپنی بیوی کے عاشق سے گفتگو کرتا ہو۔ بغیر کسی تمہید کے ظاہر کر دیتا ہو کہ "میں سب کچھ جانتا ہوں" عاشق مبہوت ہو کر رہ جاتا ہو۔ حواس بجا کر کے ڈرتے ڈرتے پوچھتا ہو۔ "تو کیا ارادہ ہو؟" اُسے یقین تھا، جواب میں "مبارزت!" سنے گا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہو کہ شوہر کچھ نہیں چاہتا موجودہ صورت حال پر رضامندی کا اظہار کرتا ہو۔ حیرت فوراً

ہم بڑی تجارتی قوم ہیں اور وہ تمام ممالک جہاں ہم تجارت کرتے ہیں ہمارے زیر اثر رہیں تاکہ ہمارا مال محفوظ رہ سکے۔ ہم نے دیوتاؤں کی مرضی پوری کی اور اپنے اقتصادی و جنگی اقتدار کا دائرہ وسیع کرنے لگے۔ لیکن وہاں دُور افق میں ایک ملک قرطاجنہ موجود ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت، بڑی فوج، بڑا بیڑہ ہے۔ اُسنے ہر طرف تجارت پر قبضہ کر رکھا ہے اور ہر جگہ ہماری راہ روک رہا ہے۔ لہذا دیوتاؤں کی مشیت کامل طور پر پوری کرنے کے لئے ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اس قوم کا بالکل قلع قمع کر ڈالیں۔ ہم نے عملاً دو مرتبہ اُسپر سخت ضربیں لگائیں، لیکن میں ابھی ابھی وہاں سے آرہا ہوں۔ اپنی اِن دونوں آنکھوں سے اُس کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی بہت مالدار، باحوصلہ، طاقتور اور ہمارے لئے دائمی خطرہ بنی ہوئی ہے۔ لازمی ہے کہ قرطاجنہ کو بالکل پائمال کر دیا جائے!"

مجلس نے مقرر کی تجویز بڑی خوشی سے منظور کرلی اور کسی جائز سبب کی جستجو شروع کردی۔

اتفاق سے اُسی زمانے میں ایک بربر بادشاہ سے قرطاجنہ کو جنگ کرنا پڑی۔ روم نے یہ جنگ خلاف معاہدہ قرار دی اور قرطاجنہ پر حملہ کردیا۔ شکست کے بعد قرطاجنہ نے اپنے معززین کے تین سو لڑکے، تمام جہاز، اور تمام ہتیار، روم کے حوالہ کر دیئے۔ کیونکہ صلح کی یہی شرط تھی مگر روم کا ارادہ دوسرا ہی تھا۔ اُسنے دیکھا اب قرطاجنہ بالکل بے بس ہوگیا ہے۔ چنانچہ [illegible] کیا کہ فوراً شہر خالی کر دیا جائے اور باشندے سمندر سے [illegible] دور ہٹ کر ایک نیا شہر بنا کے رہیں۔

یہ شرط قرطاجنہ والوں نے منظور نہیں کی اور از سرِ نو جنگ پر تُل گئے۔ اُ[illegible] نے شہر کے دروازے بند کرلئے اور طیاریاں کرنے لگے۔ ایک مقرر نے بازار میں کھڑے ہوکر تقریر کی:

"دیوتا ہماری قوم پر ہمیشہ مہربان رہے اور ہمیں سرخرو، سربلند اور مالا مال رکھا۔ لیکن روم کے ذلیل النفس اور سنگدل کمینے ہم پر حسد کرتے ہیں اور مدت سے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے خونریزی ختم کرنے کے لئے ایسی شرطیں منظور کرلی تھیں، جنھیں کوئی شریف قوم منظور نہیں کرسکتی۔ لیکن اب وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا وطن بھی اُن کے حوالے کردیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ہم مرجائینگے مگر یہ مقدس زمین دشمن کے حوالے نہیں کرینگے!"

قرطاجنہ میں سخت جوش پھیل گیا تھا، مگر ہتیار موجود نہ تھے۔ باشندے سخت متفکر تھے کہ مقابلہ کا کیا سامان کریں؟ اتنے میں ایک طرف سے شور غل بلند ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا دشمن گھس آیا مگر وہ دشمن کا شور نہ تھا، خود قوم کے نوجوان، ہتیار بنانے کے لئے لوہا جمع کرتے پھرتے تھے۔ انہیں دیکھ کر اور لوگ بھی ساتھ ہوگئے اور عبادت خانوں، عمارتوں، مکانوں میں جتنا لوہا بھی مل سکتا تھا جمع کرلیا، حتیٰ کہ دروازوں سے کیلیں تک نکال لیں۔ پھر فوراً تمام لوہا پگھلا کر تلواریں بنالی گئیں۔ عورتوں نے اپنی چوٹیاں کاٹ دیں تاکہ کمانوں کے لئے کام آئیں۔ لاچار اور بوڑھے عبادت خانوں میں بتوں کے سامنے گر پڑے اور فتح و نصرت کی دعائیں کرنے لگے۔

نئے ہتیار لے کر قرطاجنہ کے باشندے میدان میں نکلے اور رومیوں سے لڑائی شروع کردی۔ لیکن سخت جدوجہد کے باوجود بھی کامیاب نہ ہوسکے۔ شکست کھائی اور واپس ہوکر شہر کے دروازے بند کرلئے۔ روم والوں نے اب خود شہر پر حملہ شروع کیا اور ایک خونی معرکے کے بعد اندر گھس پڑے۔ مگر شہر اب بھی مفتوح نہیں ہوا کیونکہ باشندے ہر سڑک پر مورچے لگائے کھڑے تھے۔ جب روم والوں نے یہ مورچے بھی چھین لئے تو اب گھروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ ایک ایک گھر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے روم والوں کو خون بہانا پڑا لیکن قرطاجنہ والوں کی شجاعت اور ثابت قدمی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بالکل مغلوب ہوگئے۔ مغلوب ہی نہیں، سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔ تھوڑے ہی آدمی زندہ بچے مگر وہ قید ہوگئے۔

فتح حاصل کرنے کے بعد روم والوں نے قرطاجنہ میں آگ لگادی کامل سترہ دن تک شہر جلتا رہا۔ اٹھارویں دن شہر نہ تھا۔ راکھ کے انبار پڑے تھے اور ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

قرطاجنہ کی یہ شکست، تاریخ میں اب تک فتح شمار کی جاتی ہے کیونکہ اُسنے آزادی کی راہ میں موت پسند کی۔ غلامی کی زندگی گوارا نہیں کی

زرقاء بنت عدی دربار خلافت میں

ایک دن امیر معاویہؓ نے اپنے دربار میں زرقاء بنت عدی کا ذکر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے طرف تھی، اور فوج کو جنگ کی ترغیب دے رہی تھی۔

"زرقاء کی تقریر کسے یاد ہے"؟ امیر نے اپنے درباریوں سے سوال کیا۔

"ہم سب کو یاد ہے" درباریوں نے جواب دیا۔

"اُس کے بارے میں تمھارا کیا مشورہ ہے؟" امیر نے پوچھا۔

"اُسے قتل کر ڈالئے" سب نے کہا۔

"بدترین مشورہ ہے" امیر نے کہا۔ "کیا میرے جیسے شخص کے لئے روا ہے کہ حاکم ہوچکنے کے بعد لوگ کہیں اُسنے ایک عورت قتل کر ڈالی؟"

پھر اپنے کاتب کو بلاکر حکم دیا کہ عامل کوفہ کو لکھ بھیجے۔ زرقاء کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ میرے پاس روانہ کردو۔

چنانچہ زرقاء دربار میں حاضر ہوگئی۔

"اہلاً و مرحبًا!" امیر نے زرقاء کو دیکھ کر کہا "خوب آئیں! خالہ کیسا مزاج ہے؟"

"اچھی ہوں۔ راہ میں بڑا آرام ملا" زرقاء نے جواب دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمھیں کیوں بلایا ہے؟"

"میں دلوں کا حال کیونکر جان سکتی ہوں؟ وہ خدا ہی ہے جو غیب کا علم رکھتا ہے"

"میں نے تمھیں صرف یہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے کہ تم جنگ صفین میں سُرخ اونٹ پر سوار تھیں اور دونوں صفوں کے درمیان پکار پکار کر بہادروں کو جوش دلاتی پھرتی تھیں۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟"

"اے امیر المومنین! سر گیا۔ دُم کٹ چکی۔ زمانہ بدل گیا۔ آنکھ والوں کے لئے عبرتیں ہیں۔ آج کے بعد کل ہے۔ دن کے بعد رات ہے" زرقاء نے جواب دیا۔

"سچ ہے" امیر نے کہا "مگر تمھیں اپنی صفین والی تقریر یاد ہے؟"

"نہیں"

"لیکن مجھے یاد ہے" امیر نے کہا "واللہ میں نے سنا تم کہہ رہی تھیں:

"اے لوگو! تم ایک ایسے فتنے میں پڑ گئے ہو جس میں ظلم کی چادریں تم پر پھیل گئی ہیں اور صراط مستقیم سے تمھیں ہٹا دیا ہے۔ یہ ایک اندھا گونگا فتنہ ہے جس میں نہ کوئی کسی کی سنتا ہے نہ کسی کو دیکھتا ہے۔ اے لوگو! چراغ، سورج کے سامنے روشنی نہیں دیتا۔ ستارہ، چاند کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا، خچر، اصیل گھوڑے پر سبقت نہیں کرسکتا۔ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ جو ہدایت کا طالب ہے، ہم سے ہدایت لے، جو یقین چاہتا ہے ہم سے یقین لے۔ حق گم ہوچکا تھا، مگر اب مل گیا ہے۔ پس اے مہاجرین و انصار ثابت قدم رہو۔ شگاف بھر گئے ہیں، [illegible]، جڑ گیا ہے۔ کلمۂ عدل قائم ہوچکا ہے۔ حق، باطل پر غالب ہے۔ کوئی جلد بازی کرکے یہ نہ کہنے لگے کہ کیسے؟ اور کیونکر؟ خدا کی مشیت ضرور پوری ہوکر رہے گی۔ عورتوں کا رنگ، مہندی ہے؛ مردوں کا رنگ، خون ہے، صبر و ثابت قدمی کا نتیجہ ہمیشہ محمود ہوتا ہے۔ ہاں بڑھو! جنگ کی طرف بڑھو! سینے تان کر بڑھو! پیچھے قدم نہ ہٹے! آج کے بعد کوئی دن نہیں!"

"اے زرقاء!" امیر نے تقریر ختم کرکے کہا "تم ہر خون میں علی کی شریک بن چکی ہو"

"اللہ امیر المومنین کی بشارت صحیح ثابت کرے" زرقاء نے کہا۔

"تو کیا یہ بات تمھیں پسند آئی؟" معاویہ نے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بہت پسند آئی۔ خدا میرے عمل سے اُس کی تصدیق کردے"

"واللہ علی کی موت کے بعد تمھاری اُس سے یہ محبت، زندگی میں اُس کی محبت سے کہیں زیادہ مجھے پسند ہے" امیر معاویہ نے کہا "اپنی حاجت بیان کرو"

"میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی کسی امیر سے کوئی خواہش نہیں کروں گی" زرقاء نے کہا۔

معاویہ نے ایک زمین، جاگیر میں دیدی۔ زرقاء کو پہلے ہی سال اُس سے دس ہزار درہم آمدنی ہوئی۔

(بلاغات النساء و عقد الفرید وغیرہ)

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بہا جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلیٰ درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرۂ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چهه آنے -

العروۃ الوثقیٰ ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلیٰ مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بهم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اُسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کے وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را

تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الہلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الہلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الہلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنهیں دوبارہ چهپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الہلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الہلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الہلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

۱۹۲۷

بر ۲۲ جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

دنیا کی بہترین کتابوں کیلئے بہترین رہنما :

تائمز اف لنڈن کا ادبی ضمیمہ

یہ ضمیمہ دنیا کی تمام کتابوں پر ہفتہ وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا ہے -

اسکا معتدل نقد علمی حلقوں میں مسلم ہے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاری اور زیر بحث ادبی فوائد پر بھی ہوتے ہیں جنکی اہمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا ہے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضہ کیجئے کہ وہ تائمز لنڈن کا ہفتہ وار ادبی ضمیمہ آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاہیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں

دنیا کے ہر معلم اور ماہر فن تعلیم کیلئے

ضروری ہے کہ

تائمز اف لنڈن کا تعلیمی ضمیمہ مطالعہ کرے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ فن تعلیم کے تمام نظری اور عملی تغیرات و ترقیات سے بے خبر نہ رہیں' تو آپکو یہ ضمیمہ بلا ناغہ مطالعہ میں رکھنا چاہیے -

یہ ہر ہفتہ اس موضوع پر تمام اہم خبریں اور مباحث جمع کردیتا ہے - ماہرین فن اور مشاہیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب ہوتے ہیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنہ

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے ہیں -

کیا آپ تجارت کرنی چاہتے ہیں ؟

اگر آپ چاہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتی تعلقات قائم کریں' نفع بخش ایجنسیاں لیں' ہندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں' نئی نئی ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں' تھوڑی سی محنت اور تھوڑا سا سرمایہ لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں' تو آپ کو ابتدا میں بہت سی باتیں معلوم کرنی چاہئیں - اس طرح کی تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاہئیں - ہندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکہ کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاہئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے -

اگر آپ چاہتے ہیں کہ بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یہ ساری باتیں با قاعدہ علمی اصول پر معلوم کرلیں' تو آپکو چاہیے کہ ہم سے خط و کتابت کریں - ہم یہ کام بہ حیثیت ایک ماہر فن کے کر رہے ہیں - خط و کتابت کے بعد ہی آپکو معلوم ہو جائیگا کہ آپکے مقصد کیلئے ہم کس درجہ مفید ہیں ؟

ہمارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتی حلقوں سے ہیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

ہر طرح کی مشینیں جو گرم ملکوں کے میوؤں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہیں' اس کارخانے میں طیار کی جاتی ہیں - تمام دنیا میں اس قسم کی مشینوں کا یہ بہترین کارخانہ ہے - مندرجۂ بالا پتہ سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میوؤں' ترکاریوں' اور ہر طرح کے زرعی مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقہ وہ ہے جو "نئے سسٹم" کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور ہے - اس "نئے سسٹم" کے مطابق کام کرنے والی مشینیں صرف اسی کارخانہ سے مل سکتی ہیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۲ | کلکته : جمعه ۲۲ . جمادی الاولی ۱۳۴۶ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 18, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعۃ نہین رکھتی .
طباعۃ کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعۃ کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وہ هین جن مین الہلال چھپتا هی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ هی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعۃ کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اهم مسئلہ هی . ضروری هی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .
الہلال

قارئین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۶۵۰ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۴۲	اردو حروف کی حق مین	۴۴۰
موجودہ مشترك طباعۃ کی حق مین	۶۳۰	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۷۸	نستعلیق هون	۱۵۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا کہ اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین هی . اور اسلیی شرح و بیان کی ضرورت هی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین . **الہلال**

هر جمعه کو نمبر ١١ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول - -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے - -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي - - -	سات روپیه
قیمت في پرچه - - -	پانچ آنه

(١) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں أنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(٢) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(٣) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(٤) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(٥) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(٦) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جارہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(٧) مني ارڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(٨) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

متعلق کہا تھا " اُس وقت دُنیا میں کوئي دو شخص ایسے خوش نصیب نہ تھے جیسے ہم دونوں تھے - ہم ایک ایسي پاک محبت کے مزے لوٹ رہے تھے ' جیسي خواب میں بھي کسي انسان نے نہ دیکھي ہوگي ... اکثر ہم دونوں باغوں میں چلے جاتے اور درختوں پر چڑھتے اترتے - بارہا ہم دن دن بھر مخلوق کي نظروں اور شہر کے شور و غل سے دور بیٹھے باتیں کیا کرتے تھے ! "

لیکن امتداد زمانہ نے نپولین کے دل سے اِس دو شیزہ کي یاد محو کردي اور اُسے اپني ایک ہم وطن لڑکي سے عشق ہوگیا - نپولین شروع ہي سے مستبد تھا - اُس نے اپني محبوبہ کو سختي سے حکم دیدیا کہ اُس کے سوا کسي کو بھي مسکرا کر نہ دیکھے - لڑکي کے دل میں اِس جابرانہ حکم سے نفرت پیدا ہوگئي ' اور اُس کے پنجہ سے نکلنے کے لیے اُس نے ایک دن شراب میں زہر ملا دیا - اور نپولین مرتے مرتے بچا !

(ادھیڑ عورت سے عشق)

اِس واقعہ سے کچھہ عرصہ بعد نپولین کو ایک ادھیڑ عورت " میڈیم پرمون " سے محبت ہوگئي ' اور اس قدر بڑھي کہ ایک لمحہ بھي اُس کي جدائي گوارا نہ تھي - ایک دن نپولین نے اُس سے باضابطہ شادي کرلینے کي درخواست کي - عورت نے اِس خواھش پر زور سے قہقہہ لگایا " تم بیوقوف ہوگئے ہو ! مضحکہ بننا چاھتے ہو ! بھلا لوگ کیا کہینگے ؟ بیوي ہونے کے بجائے میں تمھاري ماں بننے کے زیادہ قابل ہوں ! " نپولین پر یہ بات بہت ناگوار گزري اور قطع تعلق کر لیا -

(نپولین کا طریق محبت)

ایک مورخ کا بیان ہے کہ نپولین نے بے شمار عورتوں کا دل توڑا ہے - اُس کي عادت تھي کہ تعلقات بڑھائے جاتا تھا ' اور جب عورت اُس کے دام محبت میں پھنس جاتي تھي ' تو بے اعتنائي سے بالکل چھوڑ دیتا تھا - چنانچہ " میڈیم ولسکا " پولینڈ کي ایک حسینہ کا واقعہ اِس بات کا کافي ثبوت ہے - نپولین نے اِس عورت کو دیکھا اور لبھانا چاھا - مگر اُس نے سخت نفرت کا اظہار کیا - نپولین نے اُسے قبضہ میں لانے کي بہت کوشش کي ' مگر وہ برابر بیزار رھي - آخر ایک دن غضبناک ہوکر چلایا " تو دیکھہ لیگي - میں تجھے کس طرح زیر کرتا ہوں ! تجھے میرے ارادہ کے سامنے جھکنا پڑیگا ! دیکھہ ' یہ میرے ھاتھہ میں گھڑي ہے ' جس طرح میں یہ گھڑي چور چور کیے ڈالتا ہوں' اُسي طرح پولینڈ کا ملک بھي پاش پاش کرکے پھینک دونگا ! " اُس نے یہ کہا اور گھڑي زور سے دیوار پر مار دي - اِس حرکت کا عورت پر اِتنا شدید اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہوکر نپولین کے قدموں پر گر پڑي -

لیکن چند دنوں کے بعد ہي نپولین نے اُسے اُکتا کر چھوڑ دیا !

(محبت میں استبداد)

عشق و محبت کے میدان میں بھي اِس شخص کے ظلم و استبداد کے قصے مشہور ہیں - چنانچہ کہا جاتا ہے کہ غربت کے زمانہ میں جب نپولین اور اُس کا بھائي مارسیلز کے بازاروں میں پھرا کرتے تھے ' اتفاق سے ریشم کے ایک سوداگر " فرانسوا کلاري " کے خاندان سے اُن کا تعارف ہوگیا - اِس تاجر کي دو لڑکیاں تھیں - بڑي کا نام " جولیا " تھا - چھوٹي کا " ڈیزیرا " - نپولین نے شروع میں جولیا کو پسند کیا اور اُس کے بھائي نے ڈیزیرا کو - تھوڑے دن بعد نپولین اپني محبوبہ سے سیر ہوگیا ' اور بھائي کي محبوبہ پر قبضہ جمانا چاھا - چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ چاروں عاشق و معشوق جمع تھے ' نپولین نے تحکمانہ انداز میں کہا " جوزف ! تم اور تمھاري محبوبہ دونوں غیر مستقل مزاج ہیں - لیکن مجھہ میں اور میري محبوبہ میں استقلال ہے - بہتر یہ ہے کہ ہم تم مبادلہ کر لیں تا کہ تمھارا نقص جولیا پورا کر دے ' اور میں ڈیزیرا کي کمي پوري کردوں " یہ عجیب و غریب فلسفہ بیان کرکے اُس نے اپنے بھائي کي محبوبہ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کسي کو بھي مخالفت کي جرأت نہ ہوئي !

لیکن تھوڑے ھي زمانہ کے بعد نپولین نے محسوس کیا کہ عزت و عظمت کي راھیں اُس کے سامنے کھلي ہوئي ہیں - لہذا ڈیزیرا کو یک قلم چھوڑ دیا ' اور اُس کي منتوں اور آنسوؤں کا ذرا بھي خیال نہ کیا -

(جوزیفائن سے عشق)

اُس کي طبیعت کچھہ ایسي بیچین واقع ہوئي تھي کہ ایک ھي حالت پر چلے جانا اُسے پسند نہ تھا - سابق محبت سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ھي دنوں بعد وہ جوزیفائن پر فریفتہ ہوگیا - واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۷۹۵ - میں جب نپولین بام عزت کي ابتدائي سیڑھیوں پر تھا ' اُس کے پاس ایک کم عمر لڑکا آیا ' اور اپنے باپ کي تلوار واپس مانگي - یہ لڑکا فرانس کے مشہور سپہ سالار وائکونٹ الکزنڈر کا بیٹا تھا جسے فرانسیسي انقلاب کے زمانے میں پھانسي دیدي گئي تھي - نپولین بچہ کي جرات و فصاحت سے بہت خوش ہوا اور اُس کي درخواست منظور کر لي - دوسرے دن اُس کي ماں شکریہ ادا کرنے آئي - یہي جوزیفائن تھي - نپولین پہلي ھی نظر میں اس پر عاشق ہوگیا -

مورخین کا بیان ہے کہ دوسرے دن خود نپولین جوزیفائن کے چھوٹے سے مکان پر گیا - جوزیفائن واقعي بہت خوبصورت تھي ' ساتھہ ھي عقلمند بھي تھي - اُس نے محسوس کرلیا کہ نپولین اُس کي چشم و ابرو کا شکار ہوگیا ہے - چونکہ اسراف کي وجہ سے سابق شوہر کي تمام دولت خرچ کرکے مقروض ہوچکي تھي ' اِس لیئے اس نے بھي اس نئي دعوت عشق کا پوري سرگرمي سے استقبال کیا اور تعلقات بڑھانا شروع کردیے - چند ماہ کي آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مارچ سنہ ۱۷۹۶ - میں جنرل بونا پارٹ اور جوزیفائن کي شادي ہوگئي - دلہن کي عمر دولھا سے سات سال زیادہ تھي ' مگر نکاحنامہ میں اُس کي عمر ۲۹ - برس لکھي گئي اور نپولین کي ۲۶ برس !

شادي کے دو دن بعد نپولین کو اٹلي کے حملہ پر جانا پڑا - سخت مصروفیت تھي ' مگر جوزیفائن کي یاد ہر وقت تازہ رھتي تھي - ہر منزل پر سے خط کے ساتھہ قاصد بھیجتا ' اور اپني حالت سے اُسے آگاہ کرتا رھتا تھا - پہلے خط میں لکھا تھا " جب جب اپنے دل پر ھاتھہ رکھتا ہوں ' تم اُسي میں موجود ملتي ہو جس سے مجھے بڑي تسکین ہوتي ہے - اِس دنیا میں اگر کوئي غم ہے تو صرف تمھاري فرقت کا "

جوزیفائن کي تصویر ہر وقت اُس کے پاس رھتي تھي - جب کہیں پڑاؤ ڈالتا تھا ' تصویر نکال کر سامنے رکھہ لیتا تھا - جب کوچ کرتا تھا تصویر جیب میں رکھہ لیتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ نیس میں اُس کے ھاتھہ سے تصویر کا آئینہ چھوٹ کر ٹوٹ گیا - اِسے اُس نے فال بد سمجھا - قریب تھا کہ جوزیفائن کي طرف سے

مطبوعات جدیده

نپولین اور اسکی اخلاقی زندگی

(انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی)

میدان جنگ اور حجلۂ هوس !

انسان ذهن و جسم کی کتنی هی عظمتیں حاصل کرلے ' لیکن روح اور اخلاق کی ادنی سے ادنی پاکیزگی بهی حاصل نہیں کرسکتا ' اگر اُس کا اعتقاد اور عمل روحانی هدایت کی روشنی سے محروم هے !

انسان کے لیے یه سهل هے که تمام دنیا فتح کرلے - سکندر نے دنیا کی تمام سلطنتیں تهه و بالا کرڈالی تهیں - انسان کے لیے یه بهی دشوار نہیں که ذهن و فکر کی ایسی بلندیوں تک پہنچ جائے جہاں تک دوسروں کے قدم نه پہنچ سکے هوں - ارسطو ' اقلیدس ' سولن ' اور سنیکا جیسے فاتحین علم کی فتح مندیاں لا زوال هوچکی هیں ' اور دنیا منطق ' ریاضی ' قانون ' اور فلسفۂ اخلاق میں آج تک ان کی پس رو هے - انسان کی اولو العزمی ان بلندیوں پر بهی نہیں رکتی - کچهه مشکل نہیں اگر وہ آگ کے شعلوں میں کود پڑے ' سمندر کی موجوں کی هنسی اڑائے ' پہاڑوں کی صفیں چیر ڈالے - لیکن هاں ' یه مشکل هے ' بہت هی مشکل هے ' که وہ اخلاق اور روحانی پاکیزگی کی راہ میں اپنی کسی ایک خواهش نفس کا بهی مقابله کرسکے - اس کی ساری اولو العزمی اور کوہ همتی جو دنیا کی ساری رکاوٹوں کا تن تنہا مقابله کرسکتی هے ' هوائے نفس کی ایک ادنی سی رکاوٹ بهی اپنی راہ سے هٹا دینے پر قادر نہیں هوتی - سکندر تمام دنیا کی تسخیر کی محنت سے نہیں تهکا ' لیکن بابل کی ایک عورت جب اس کے سامنے آئی ' تو اپنی خواهش نفس کے اضطراب سے بے بس هوکر گرگیا - سنیکا نے تمام نوع انسانی کو اخلاق اور اخلاقی سعادت کی دعوت دی ' لیکن خود اپنے آپ کو ایک دوسرے انسان کی منکوحه عورت سے باز نه رکهه سکا - ارسطو کے دامن علم کے دهبے بهی دنیا گن چکی هے ' اور یونان کی ایک قدیم ضرب المثل همیں بتلاتی هے " بڑا انسان بنو - اگر نیک انسان نہیں بن سکتے " !

فی الحقیقت انسانی زندگی کی یهی اخلاقی اور عملی نامرادی هے ' جو الهامی هدایت کی کسی بالاتر قوت کی ضرورت تسلیم کرنے پر مجبور کردیتی هے - انسان اپنے ذهن و جسم کی قوتوں سے سب کچهه کرلے سکتا هے ' لیکن تکلف اور بناوٹ سے بهی اپنے آپ کو نیک نہیں بنا سکتا - اگر انسانی زندگی کی سعادت کیلیے اُس عملی صداقت کی کچهه بهی ضرورت هے جسے نیکی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا هے ' تو ناگزیر هے که عام انسانی سطح سے کوئی بلند تر ذریعه ارشاد و هدایت کا هو - مذهب اور الهام اسی ذریعۂ هدایت کا نام هے -

(نپولین اعظم)

اٹهارهویں صدی میں نپولین بونا پارٹ کا ظهور بهی انسانی اولوالعزمی کا ایک عظیم ظهور تها - شاید هی یورپ کے کسی انسان کی نسبت دنیا نے اسقدر کہا اور سنا هو ' جسقدر اِس غیر معمولی انسان کی عجیب و غریب دماغی قوتوں کی نسبت کہه سن چکی هے - تاهم انسانی عظمت کی اخلاقی نامرادی کا یه کیسا عبرت انگیز منظر هے که یهی نپولین جب میدان جنگ سے باهر اپنے گهر کی محفوظ زندگی میں دیکها جاتا هے ' تو اِس میں اتنی قدرت بهی نظر نہیں آتی که نہایت ادنی درجے کی اخلاقی کمزوریوں سے اپنے آپکو باز رکهے !

حال میں جرمنی کے ایک اهل قلم گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez نے ایک کتاب " نپولین اور اُسکی دوست عورتیں " لکهی هے ' اور اُس میں مستند تاریخی ذرائع سے وہ تمام شہادتیں جمع کردی هیں جو نپولین کی عاشقانه بو الهوسیوں سے تعلق رکهتی هیں - اِس کتاب کا انگریزی ترجمه بهی شائع هوگیا هے ' اور دو تین هفته سے انگلستان اور یورپ کے اکثر اخبارات و رسائل کا موضوع بحث هے - هم اُس کی بعض تاریخی داستانیں قارئین الهلال کی عبرت و بصیرت کیلیے درج کرتے هیں -

(سوله برس کی عمر میں عشق)

محبت کے باب میں نپولین کی طرف یه قول منسوب کیا جاتا هے که " محبت کاهل آدمی کا دل بهلاوا هے " ممکن هے ' نپولین نے یه اُس وقت کہا هو ' جب وہ پاک دامن تها - لیکن بعد میں ـــ اگر مخالف مورخین کی روایت تسلیم کرلی جاے تو ـــ اُس نے اِس قول کی بنا پر حسن و هوس کی زندگی سے اجتناب نہیں کیا ' وہ همشه کسی نه کسی حسینه سے وابسته رها -

آغاز شباب میں نپولین مارسیلز اور پیرس کی سڑکوں پر پهٹے پرانے کپڑے پہنے پهرا کرتا تها - نه تو اُس کی هیئت سے کبهی کو دولتمندی کا شبه هوسکتا تها ' نه اُس میں ظاهری حسن و جمال هی کچهه ایسا غیر معمولی تها که کسی کو اپنی طرف متوجه کرلے - تاهم یه واقعه هے که اُس زمانه میں بهی بکثرت عورتیں اُس پر عاشق هوگئی تهیں - کیونکه فی الواقع اُس میں کوئی ایسی نامعلوم کشش موجود تهی ' جو دلوں کو لبها لیتی تهی - ممکن هے ' اُس کا شرمگیں انداز اور اُسکے پر غور چهره کی عجیب اداسی اُس کے دیکهنے والوں کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتی هو -

کہا جاتا هے که نپولین سوله برس کی عمر میں جب والنسا میں رهتا تها ' تو وهاں کی بہت سی حسین عورتیں اُس پر فریفته هو گئی تهیں - مگر خود اُسے بجز ایک کے کسی سے دلچسپی نہیں هوئی - اس دوشیزہ کا نام " کارولین کولومبیا " تها - وہ نہایت نازک اندام اور خوبصورت تهی - ایک مرتبه خود نپولین نے اِس لڑکی کے

حجة ابراهيمي

آیۂ کریمہ " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا اسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(۲)

(۴) انبیاء کرام (علیهم السلام) حکماء کے وضعي طريق استدلال کي جگه فطري طريق تلقين كيوں اختيار كرتے هيں ؟ ميں اسكي تشريح يهاں نهيں كرونگا ' كيونكه اول تو يه تحرير تشريح كي متحمل نهيں ' ثانياً آیۂ زیر بحث ميں بهي اسي حقيقت كي طرف اشاره كيا گيا هے اور اسكي تشريح آگے آئيگي - البته ترتيب بيان كيليے مختصر لفظوں ميں يوں سمجهيے كه :

اولاً ' انبياء كرام كي تعليم كا مقصود بحث و نظر نهيں هوتا ' ايمان و يقين هوتا هے - ايمان و يقين كيليے وضعي علوم كا طريق استدلال كسي حال ميں بهي سود مند نهيں - انبياء كرام كے تمام احكام كا دارومدار ما وراء محسوسات حقائق پر هے جسے قرآن حكيم نے عالم " غيب " سے تعبير كيا هے - عالم " غيب " كے معاملات خلاف عقل نهيں هيں مگر ما وراء عقل ضرور هيں ' اسليے انكا علم نظري استدلال كے ذريعه نهيں بلكه صرف وجداني شهادت كے ذريعه حاصل هو سكتا هے - وه وجداني شهادت جو فطرة انساني ميں وديعت كردي گئي هے اور جسكا اعلان قدرتي طور پر هر انسان كے اندر موجود هے - پس انبياء كرام كا طريق ارشاد يه هوتا هے كه وه انسان كے وجدان سے خطاب كرتے هيں ' نه كه مجرد ذهن و ادراك سے -

ثانياً ' ايك اصل عظيم اس باب ميں يه هے كه انبياء كرام كا طريق تعليم " مقدمات " كا طريقه نهيں هوتا - " براه راست " تلقين كا طريقه هوتا هے -

عام بول چال ميں اس كا مطلب يوں سمجهنا چاهيے كه كسي بات كے ثابت كرنے اور منوا دينے كے طريقے دو هيں : ايك طريقه يه هے كه پہلے مخاطب سے چند ايسے باتيں منوالي جائيں جو گو اصل مدعا نهيں هيں ' ليكن انكے تسليم كرليننے كے بعد مدعا كا تسليم كر لينا ضروري هوجايگا - يه طريقه " مقدمات " كا طريقه هے - دوسرا طريقه يه هے كه جو بات مخاطب كے دل ميں اتارني هو ' وه ايسي شكل و نوعيت ميں بيان كر دي جاے ' كه بغير كسي دوسري بات كے سهارے كے ' خود بخود دل نشيں هوجاے - اس بات كے سمجهنے مان لينے ' اور شك و انكار سے محفوظ هوجانے كيليے كسي دوسري بات كے سونچنے سمجهنے كي ضرورت هي نه هو - يه طريقه " براه راست " تلقين كا هے - كيونكه اس طريقه ميں اثبات مدعا كيليے جو كچهه كها جاتا هے ' مقدمات كا محتاج نهيں هوتا - پهلا طريقه علوم وضيعه اور نظار كا هے - دوسرا طريقه طريق فطري اور انبياء كرام كا هے -

انبياء كرام اگر اپني تعليم ميں مقدمات كا طريقه اختيار كرتے ' تو ظاهر هے كه ان كا خطاب عام نوع بشر سے نهيں هوسكتا تها - كيونكه بجز چند افراد كے جنهوں نے علوم وضيعه كے طريقه پر مقدمات كے بحث و نظر كي استعداد پيدا كرلي هو ' عامة الناس نه تو ان كي تعليم سمجهه سكتے ' نه ايمان كے ليے مكلف هوسكتے - انبياء كے ليے ضروري هوتا كه وه ايمان كي براه راست دعوت دينے كي جگه پہلے مدرسوں ميں وضعي علوم كي تعليم ديتے پهرتے ' پهر تعليم كے بعد مقدمات ترتيب ديكر اثبات مدعا كي شكليں بناتے ' پهر ان مقدمات ميں سے ايك ايك مقدمه پر لڑتے جهگڑتے - پهر جب مخاطب ان مقدمات كے جال ميں الجهه جاتا ' تو اسے بے بس كركے اقرار كرا ليتے - يه طريقه حكماء كي بحث و نظر كا هے - " دعوت " كا نهيں هے - اور انبياء كرام " داعي " هوتے هيں - " مناظر " اور " نظار " نهيں هوتے !

ثالثاً ' مقدمات كا طريقه جيسا كچهه بهي هو ' يقين نهيں پيدا كر سكتا ' عجز پيدا كر ديتا هے ' اور دونوں ميں فرق هے - انبياء اپنے مخاطبين ميں يقين پيدا كرنا چاهتے هيں - بحث ميں عاجز كركے چپ كرا دينا نهيں چاهتے - مقدمات كا طريقه پيچ در پيچ اور چند در چند نظري مسلمات پر مبني هوتا هے - اگر مخاطب اس پيچ و خم كا شاطر نهيں هے ' تو بهت جلد لاجواب هوكر چپ هوجائيگا - يه " چپ هوجانا " نه كه " مطمئن هوجانا " طريق مقدمات ميں مناظر كي فتح سمجهي جاتي هے - ليكن انبياء كرام زبان نهيں ' دل جيتنا چاهتے هيں ' اور زبان كے بے بس هو جانے سے دل ميں يقين نهيں پيدا هوجاتا - تم ايك تيز زبان آدمي سے گفتگو ميں بازي نهيں ليجا سكتے ' اس ليے هار مان ليتے هو ' مگر اس سے دل كا اعتقاد تو نهيں پيدا هو جائيگا ؟

رابعاً ' مقدمات كے طريقه كا تمام تر دار و مدار وضعي علوم كے نظري مسلمات پر هوتا هے ' اور يه مسلمات نه تو هر حاله ميں حقيقي هيں ' نه هر زمانے كي علمي استعداد يكساں طور پر ان كا اعتراف كرسكتي هے - بهت ممكن هے كه كل تك جو بات مسلم طور پر ماني جاتي تهي ' آج اتني كمزور هوجائے كه لوگ اس كي

بيوي كے پاس ليجاے - ليكن جب ڈاكٹر ملكه كے پاس پهنچا ' تو اسے ايك كانے عهده دار سے تعشق كرتے پايا - ملكه نے نپولين كا پيغام سن كر كها " ميں نے اسكي محبت كبهي اپنے دل ميں محسوس نهيں كي - اگرچه ميں يه هميشه ياد ركهنے پر مجبور هوں كه وه ميرے لڑكے كا باپ هے " ..

مذكورۂ بالا عورتوں كے علاوه اور بهي بهت سي عورتوں سے نپولين كو محبت هوئي يا انهوں نے اس سے محبت كي - انميں سب سے اهم اور قابل ذكر تين عورتيں هيں - ميڈيم پولين ' ميڈيم ڈي اسٹائل ' اور مسز ارول : هم انكے واقعات بالاختصار بيان كرينگے -

بالکل نا امید هو جاتا - مگر اُس نے فوراً خط لکھا " کاش تمهارے پر هوتے ' اور تم اُڑ کر میرے پاس آجاتیں ! "

لیکن جوزیفائن اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھی - نپولین کی اُسے ذرا بھی پڑوا نہ تھی - اب اُسے پایۂ تخت میں بڑی عزت حاصل هوگئی تھی - اچھے اچھے لوگ اُس کی خوشامد میں لگے تھے - چند هفتہ کے اندر نپولین نے اٹلی میں عظیم الشان فتوحات حاصل کرلیں اور اطمینان پاکر جوزیفائن کو بلا لینا چاها - لیکن وہ برابر حیلے حوالے کرتی رهی - آخر نپولین نے سختی سے لکھا کہ فوراً چلی آؤ - اِس مرتبہ اُس نے ایک نیا عذر پیش کیا - اُس نے لکھا کہ میں سفر نہیں کر سکتی کیونکہ حمل سے هوں - نپولین کو اس جھوٹی خبر سے بڑی هی خوشی هوئی - اُس نے فوراً خط لکھا " جوزیفائن ! میں نے سخت غلطی کی - کس طرح اپنے گناہ کا کفارہ کروں ؟ میں نے نا حق شک کیا - حالانکہ تم بیمار تھیں - سچ ھے ' محبت انسان کو اندھا کر دیتی ھے ... کاش ایک هی دن کیلیے میں تمهارے پہلو میں هوتا ! "

نیز اپنے بھائی کو لکھا " جوزیفائن کی علالت نے میرے هوش اڑا دیے هیں - کاش میں اُسے لکھ سکتا - اُس کی محبت جنون کے درجہ تک پہنچ گئی ھے - میں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا نخواستہ اگر وہ مرگئی تو زندگی میں میرے لیے کوئی لطف باقی نہیں رهے گا ! "

لیکن چند هی دن بعد نپولین کو معلوم هوگیا کہ جوزیفائن نے دهوکا دیا تھا - وہ بالکل اچھی ھے ' اور پیرس میں ضیافتیں دے رهی ھے - اب اُسکے غصہ کی کوئی حد نہ تھی - اُسنے فوراً تلخ لہجہ میں خط لکھا ' اور حکم دیا کہ بلا کسی عذر کے روانہ هوجائے - جوزیفائن بادلِ ناخواستہ روانہ هوگئی - میلان میں نپولین نے بڑی مسرت سے استقبال کیا - مگر چند هی دن بعد اُسے پھر میدان جنگ میں جانا پڑا - کیونکہ فوج ایک خطرہ میں پھنس گئی تھی - خطرہ دور کرکے اُسنے پھر اُسے طلب کیا - خط میں لکھا تھا " جدائی کے وقت تمهارے آنسوؤں نے میرے دل کو سخت مایوس کر دیا تھا - میری عقل جاتی رهی تھی - اب یہاں میرے پاس آجاؤ ' تاکہ مرنے سے پہلے هم کہہ سکیں کہ هم نے بھی چند دن خوشی کے دیکھے هیں " مورخ میسن کا بیان ھے کہ نپولین ' جوزیفائن کے سامنے اِس طرح کھڑا هوتا تھا ' گویا کسی مقدس دیوی کے حضور میں کھڑا ھے !

(نپولین کا رقیب)

جوزیفائن اپنے شوهر کے حسب الحکم جنگی پڑاؤ میں آگئی - یہاں چارلس نام فوج میں ایک کم رتبہ افسر تھا - کم عمر اور خوبصورت تھا - حتی کہ کہا جاتا ھے ' نپولین کی فوج میں اُس سے زیادہ حسین آدمی کوئی نہ تھا - جوزیفائن دیکھتے هی فریفتہ هوگئی - یا تو فوج میں رهنے سے بیزار تھی ' یا اب فوج سے جدا هونا گوارا نہیں کرتی تھی - دونوں میں شناسائی هوئی ' تعلقات بڑھے ' اور اِتنے بڑھے ' کہ خود نپولین نے محسوس کر لیا - وہ نہایت غصہ هوا مگر ضبط سے کام لیا - البتہ اِتنا ضرور کیا کہ اپنے رقیب کو فوج سے نکال کر پیرس بھیجدیا اور حکم دیا کہ آئندہ احکام کا منتظر رهے - اپنے شوهر کی اِس کارروائی سے جوزیفائن کو سخت صدمہ هوا - مگر مجبور تھی ' کچھہ کر نہیں سکتی تھی - وہ اپنی پھربھی کو ایک خط میں لکھتی ھے " زندگی سے اُکتاگئی هوں - موت کی تمنائیں کر رهی هوں ! "

جنگ اِٹلی سے فارغ هوکر دونوں میاں بیوی بڑی شان و شوکت سے پیرس لوٹے - لیکن تھوڑے هی دنوں بعد نپولین کو پھر جوزیفائن سے علحدہ هونا پڑا - وہ مصر کی مہم پر روانہ هوگیا ' اور بیوی سے وعدہ لے لیا کہ جنگ ختم هوتے هی مصر چلی آئیگی - مگر ابھی وہ مالٹا هی پہنچا تھا کہ اِس عیش پسند عورت نے خاوند کو یک قلم بھلا دیا ' اور جلسے شروع کردیے - نپولین اب فرانس میں اِس قدر هر دلعزیز هوگیا تھا کہ اُسکی بیوی کی آزادیوں پر تمام پیرس ملامت کر رها تھا - مگر خود اُسے کچھہ پروا نہ تھی - بہت جلد نپولین کو تمام روداد معلوم هوگئی - کہا جاتا ھے کہ اِسی زمانہ میں اُسے سب سے پہلے جوزیفائن کو طلاق دینے کا خیال پیدا هوا تھا -

جوزیفائن سمجھتی تھی کہ نپولین شاید کبھی واپس نہ آئیگا ' یا بہت مدت کے بعد آئیگا - اِسی لیے بالکل بیباک هوگئی تھی - مگر اچانک اُسے خبر ملی کہ اُسکا شوهر مصر سے آگیا ھے ' اور عنقریب پیرس پہنچنے والا ھے - بہت خوفزدہ اور پریشان هوئی - ایک طرف اپنی بے اعتدالیوں کا خوف تھا - دوسری طرف سخت مقروض بھی هوگئی تھی - حیران تھی شوهر کو کیا جواب دے گی ؟ مگر تھی چالاک - فوراً پیرس سے استقبال کیلیے روانہ هوگئی - نپولین کو بھی اُسکی روانگی کی خبر مل گئی تھی - اُسنے بالکل مختلف راستہ اختیار کیا ' اور محل میں آکر تمام دروازے بند کر لیے - جوزیفائن اپنی تدبیر میں ناکام هوکر سرعت سے لوٹی ' اور سیدھی محل کی طرف روانہ هوگئی - مورخ میسن کا بیان ھے " جوزیفائن محل کے دروازہ پر کھڑی دستکیں دیتی رهی - مگر نپولین نے کوئی شنوائی نہیں کی - پھر اُسنے اپنے گھٹنوں پر جھک کر پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کیا ' مگر اِس پر بھی سپہ سالار نے مطلقاً پروا نہ کی - اِس حالت پر پورا دن گزر گیا ' مگر دراوزہ نہیں کھلنا تھا نہیں کھلا - اب جوزیفائن بالکل تھک گئی - ناامید هوکر واپس جانے والی تھی کہ اُسکی ایک سہیلی اُسکے دونوں بچوں اوجین اور هورٹانس کو لے آئی - اُنھوں نے رکوع کرکے اپنے سوتیلے باپ کو پکارنا اور اپنی ماں کیلیے رو رو کر سفارشیں کرنا شروع کیا - معصوم بچوں کی آواز سنکر نپولین کا دل نرم پڑگیا اور دروازہ کھول دیا - پھر جوزیفائن کو اُٹھایا ' آنسو پونچھے ' معاف کیا ' اور اُسکا بیس لاکھہ فرنک قرضہ بھی ادا کردیا "

(جوزیفائن کو طلاق)

اِسکے بعد جوزیفائن نپولین کے ساتھہ رهی - جب وہ تخت نشین هوا ' تو اُسنے ملکۂ فرانس کا تاج پہنا اور شہنشاهی کی عزت و عظمت کے ساتھہ زندگی بسر کرتی رهی - یہانتک کہ نپولین کو اپنے بعد اپنے جانشین کی فکر هوئی - اِس خیال نے دوسرے سیاسی مصالح کے ساتھہ ملکر اُسے جوزیفائن کی طلاق پر مجبور کر دیا - چنانچہ طلاق دیدی گئی ' اور نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کی لڑکی میری سے شادی کرلی -

مشہور ھے کہ آسٹرین بیوی کو اپنے شوهر سے ذرا بھی محبت نہ تھی - بلکہ سخت نفرت کرتی تھی جیسا کہ ابھی بیان هوگا - نپولین نے جزیرۂ سینٹ هیلانا میں بستر مرگ پر اپنے ڈاکٹر کو وصیت کی تھی کہ موت کے بعد اُسکا دل شیشہ میں رکھکر اُسکی

فانما يسرناه بلسانك لعلهم يتذكرون (۴۴ : ۵۸) هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات الى النور (۵۷ : ۹) قرآنا عربيا غير ذي عوج (۳۹ : ۲۸) فانما يسرناه بلسانك لتبشر به المتقين (۱۹ : ۹۷) و انه لتنزيل رب العالمين ـ نزل به الروح الامين - على قلبك لتكون من المنذرين - بلسان عربي مبين ! (۲۶ : ۱۹۱) انه لقول فصل و ما هو بالهزل (۸۶ : ۱۴) يعني قرآن صاف اور واضح عربي زبان ميں نازل هوا هے - اُسکی تعليم بالکل کهلي هوئي اور اسکا طريق بيان تمام تر سهل اور دل ميں اُتر جانے والا هے - سچائي اس ميں کهول دي گئي هے - حقيقت کے ليے اُس ميں کوئي نقاب نهيں - اُس کا بيان يکقلم سيدها سادها هے - کسي طرح کي تيڑهه اور پيچيدگي اُس ميں راه نهيں پا سکتي - اُسکے سمجهنے بوجهنے کيليے صرف اس بات کي ضرورت هے که دل لگنے والا اور کان سننے والا هو - اُسے صرف سن لينا هي اُسے پا لينا هے ' اور اُسے ديکهه لينے سے انکار نه کرنا ' اسکي شيفتگي اور عشق کا اقرار هے !

علاوه بريں قرآن نے جابجا اپنے نام گنائے هيں - وه کهتا هے ميں " موعظة " هوں ' " ذي الذکر " هوں ' " تبياناً لکل شي " هوں ' " تذکره " هوں ' " هدى و رحمه " هوں ؛ اور يه ظاهر هے که جو بات وعظ هو ' تذکير هو ' نصيحت هو ' هدايت هو ' روح و دل کے روگوں کي شفا هو ' وه منطقي شکلوں کا اُلجهاؤ اور مقدمات در مقدمات طلسموں کا کاردانه نهيں هو سکتي !

(۷) ضرورت هے که مختصراً اس معامله کي توضيح کے ليے ايک دو مثاليں بهي ديدي جائيں :

متکلمين نے جو طريقه الاهيات ميں اثبات مدعا کا اختيار کيا تها ' اُس ميں سب سے زياده اُن کا اعتماد حدوث عالم کے اثبات پر تها - يعنے عالم قديم (مصطلحهٔ فلسفه) نهيں هے - پيدا شده هے - حدوث عالم کے ليے سب سے زياده قوي استدلال حرکت اور تغير کا استدلال سمجها جاتا تها - بچپنے ميں هم نے يه شکل رٹي تهي : " العالم متغير ' و کل متغير حادث ـ فالعالم حادث " (عالم متغير هے ' اور هر چيز جو متغير هے ' حادث هے - پس عالم حادث هے) چونکه متکلمين کے دماغ ميں اثبات مدعا کي يهي شکليں بسي هوئي تهيں ' اسليے اُنهوں نے قرآن کے استدلالات کو بهي کهينچ تان کر يهي جامه پهنا دينا چاها - قرآن حکيم نے جس طرح آيت زير تدبر ميں حضرت ابراهيم (على نبينا و عليه الصلوة و السلام) کي ايک " حجة " کا ذکر کيا هے ' اُسي طرح سورهٔ انعام ميں ايک دوسري " حجة " کا بهي ذکر کيا هے : و تلک حجتنا اتيناها ابراهيم على قومه ' نرفع درجات من نشاء ' ان ربک حکيم عليم (۶ : ۸۳) يه " حجة " کيا تهي ؟ يه " حجة " وه تهي جس ميں حضرت ابراهيم کے مشاهدهٔ " ملکوت السماوات و الارض " کے واردات کا ذکر هے : فلما جن عليه الليل ' رأى کوکبا ' قال هذا ربي ' فلما افل ' قال لا احب الافلين ! (۶ : ۷۶) يعني حضرت ابراهيم نے ستاره ' چاند ' اور سورج ديکها ' اور جب اُن ميں سے هر کوکب ڈوب گيا ' تو فرمايا " اني لا احب الافلين " چونکه اس معامله کو قرآن نے " حجة " کے لفظ سے تعبير کيا تها ' اور جيسا که آگے چل کر معلوم هوگا ' متکلمين نے " حجة " مستعملهٔ قرآن کو وهي حجة قرار دے ليا تها جو اُن کي مصطلحهٔ منطق " حجة " تهي ' اسليے انهوں نے اس آيت کي تفسير کرتے هوئے اپنے منطقي استدلال کي شکل يهاں بهي چپکا دي - مطلب يه قرار ديا که حضرت ابراهيم نے حدوث عالم پر حرکت و تغير سے استدلال کيا هے - يعني اُن کي حجة بهي يهي تهي که " العالم متغير و کل متغير حادث " انهوں نے کواکب کے صانع عالم نه هونے پر اس بات سے استدلال کيا هے که اُن ميں حرکت هے - حرکت تغير کو کهتے هيں ' اور جس ميں تغير هو وه محدث هے ' اور جو محدث هے ' وه قديم نهيں ' اور جو قديم نهيں ' وه صانع عالم نهيں هو سکتا ! اس تفسير پر همارے متکلمين کو اس درجه وثوق بلکه فخر هے که حضرت امام رازي تغير سے استدلال حدوث کو " طريق ابراهيمي " قرار ديتے هيں ' اور فرماتے هيں " پهلا حکيم رباني جس نے اس حکمت سے مخلوق کو آشنا کيا ' وه حضرت ابراهيم خليل هيں " !

ابهي اِس سے قطع نظر کيجئے که اِس استدلال کي کمزوريوں کا کيا حال هے ' اور اسکا صغرى اور کبرى هي کونسا قطعي اور مسلم هے که نتيجه قطعي الثبوت هو - اِس پر بهي بحث نه کيجئے که اِس طرح کا استدلال انبياء کرام کي طرف منسوب کرنا طريق دعوت نبوت سے کس درجه نا آشنائي اور حقيقت فراموشي هے - صرف اِس بات پر غور کيجئے که لغت و عربيت کے لحاظ سے اِس تفسير کا کيا حال هے ؟ آيت کريمه ميں کوکب ' چاند ' اور سورج کا ذکر هے ' اور تينوں کيليے " افل " کا لفظ آيا هے - متکلمين کي يه تفسير " افول " کے معنى حرکت و تغير قرار ديتي هے ' اور جب تک يه معني قرار نه ديے جائيں ' اُن کے گڑهے هوے استدلال کي ديوار کهڑي نهيں هو سکتي ' ليکن جزم و قطع کے ساتهه کها جاسکتا هے که عربي لغت ميں کسي ايسے " افول " کا وجود هي نهيں جو حرکت و تغير کے معني ميں بولا جاتا هو - جو " افول " عربي زبان ميں مستعمل هے ' اُسکے معني تو کسي چيز کے چهپ جانے اور غائب هو جانے کے هيں - قد أفلت الشمس تأفل و تأفل افولا ـ اي غابت و احتجبت - اس کے سوا کوئي معني اس لفظ کے مفهوم ميں داخل نهيں - آيت کا صاف مطلب يه هے که جب چاند ڈوب گيا ' سورج غروب هوگيا ' تو حضرت ابراهيم نے کها " اني لا احب الافلين " ميں چهپ جانے والوں کو دوست نهيں رکهتا - يهاں حرکت و تغير کي مصيبت کهاں سے آگئي ؟

پهر قيامت پر قيامت يه هے که " حرکت " سے بهي انکا مقصود حرکت لغوي نهيں هے - بلکه حرکت مصطلحهٔ فلسفه هے - يعنے وه حرکت جو ايک حالت سے دوسري حالت ميں انتقال کو کهتے هيں ' خواه مکان ميں هو يا زمان ميں ' اور کم ميں هو يا کيفيت ميں - مثلاً درخت کا نمؤ بهي حرکت هے ' اور يه حرکت في الکم هے ' اور کسي رنگ کا تغير بهي حرکت هے ' اور يه حرکت في الکيف هے - ظاهر هے که اگر " افول " کے مفهوم ميں کسي نه طرح کهينچ تان کر حرکت کي دلالة پيدا بهي کرلي جائے ' تو لغت اور قرآن پر يه کيسا صريح اتهام هوگا که حرکت کا يه فلسفيانه مفهوم اُن کے سر تهوپا جائے ؟

علاوه بريں متکلمين اپنے ذوق تفلسف ميں يه حقيقت بهي بهول گئے که حضرت ابراهيم عليه السلام کا خطاب جن لوگوں سے تها ' وه کواکب کو صانع کائنات نهيں سمجهتے تهے که اُنکے ليے اِس مزعومه استدلال کي ضرورت هوتي - اُن لوگوں کا اعتقاد اجرام سماويه خصوصاً چاند سورج کي نسبت وهي تها ' جو دنيا کي تمام مشرک عقول کا اپنے اپنے ديوتاؤں کي نسبت رهچکا هے اور اب تک هے - يعنے يه ايسي روحاني اور ملکوتي هستياں هيں جنهيں دنيا کي تدبير و

هنسي اورائیں - ایمان کي بنیاد ایسي متغیر اور متلون بنیاد پر نہیں هوسکتي - وہ تو هر فرد ' هر جماعت ' هر طبقه ; اور هر زمانه کے لیے ایک یکساں حقیقت هے - یه محل تفصیل کا نہیں ' ورنه مثالوں سے یه بات بالکل واضح هو جاتي - همارے حکماء اور متکلمین نے حدوث عالم اور اثبات صانع کے کتنے هي استدلال ترتیب دیے تھے ' جن کی بنیاد اُس وقت کے مذاهب فلسفه کے نظری مسلمات پر رکھي گئي تھي ' لیکن آج هم کسي پڑھے لکھے آدمي کے سامنے اُنہیں دهرانے کي جرأت نہیں کرسکتے !

(۵۰) صرف یہي نہیں که قرآن کا "یه طریقه نہیں هے" بلکه اُس نے واضح طور پر اس طریقه کي مذمت کي هے ' اور اسے بھي اُنھي طریقوں میں سے قرار دیا هے جو اُس کے نزدیک " جدل " کے طریقے هیں ' اور جو طریق " دعوت " و " هدایت " کے ساتھه جمع نہیں هو سکتے - یه طریقه جھگڑنے اور لفظوں اور باتوں کے پیچ میں مخاطب کو کس دینے کے لیے ضرور مفید هے - مگر اذعان و یقین کیلیے که طریق دعوت و هدایت کا مقصد وحید هے ' کچھه مفید نہیں - بلاشبه اس طریق کا عامل ایک علمي قسم کا جھگڑالو آدمي بن جاتا هے ' لیکن مرشد اور هادي نہیں بن سکتا - اس کي طبیعت ابھي اِس طرف نہیں جاتي که سچائي اور حق معلوم کرے - وہ اس کا عادي هوجاتا هے که اپنے بنائے هوے قاعدوں ' گڑھے هوے مقدموں ' اور منوائی هوي اصطلاحوں سے کسي نه کسي طرح مخاطب کو لاجواب کردے - رفته رفته خود اُسکا قلب بھي حقیقت سے نا آشنا اور اُسی قسم کی باتوں پر قانع هو جاتا هے جسے انگریزي میں " تکنیکل " قسم کي باتیں کہتے هیں (لفظ صناعی اسکا پورا مفہوم ادا کرنے کیلیے کافي نہیں ' الا یه که اختیار کرلیا جائے) اگر وہ ایک مخاطب کو جو حق کي جستجو اور یقین کي راہ میں اُس سے نزاع کر رها هے ' صرف ایک لفظ کي غلطي ' یا کسي اصطلاحی قاعدہ کي نا آشنائي ' یا ترتیب مقدمات کے پیچ و خم کے اُلجھاؤ سے شرمندہ کر دے سکے اور لا جواب بنا دے ' تو وہ اسے اپني بڑي سے بڑي فتح مندي سمجھے گا ' اور اِسے " مناظرہ میں هرا دینے " سے تعبیر کریگا - لیکن ایک لمحه کیلیے بھي یه نہیں سونچے گا که اِس نام نہاد فتح و شکست سے حقیقت اور سچائي کا فیصله کیونکر هوگیا ؟ یه زیادہ سے زیادہ مناظرہ کي جیت هے - لیکن حقیقت کا فیصله تو نہیں هے ؟ اگر وہ اِس مناظرانه کج اندیشي کی مدهوشي سے افاقه پائے ' اور خود اپنے دل کی گہرائیوں کا حساب لے ' تو اُسے معلوم هو جائے که جس بات کے منوانے کیلیے وہ ایک عالم کو چپ کراتا پهرتا هے ' خود اُسي کے دل کو اُسپر قرار نہیں هے - قرآن و سنت پر تدبر کرنے سے معلوم هوتا هے که یه ' اور اِس طرح کے تمام طریقے ' نه صرف حصول مقصد کیلیے سود مند نہیں هیں ' بلکه هدایت و یقین کي راهوں سے دور کر دینے والے هیں - قرآن اُن تمام طریقوں کو " خصومت " اور " جدل " یعنی لڑنے جھگڑنے کي راہ قرار دیتا هے - اُس نے جا بجا اِس نوعیت کے اعتراضات اور تشکیکات نقل کي هیں - پھر بتلایا هے که یه حق و هدایت کی راہ نہیں هے ' خصومت اور جھگڑنے کی روش هے - سورۂ یاسین میں منکرین کا یه استفہام تشکیکي نقل کرنے کے بعد که " و یقولون متی هذ الوعد ان کنتم صادقین ؟ " فرمایا " ما ینظرون الا صیحة واحدة ' تاخذهم و هم یخصمون ! " " خصومت " کا لفظ یہاں اسي حقیقت کی طرف اِشارہ هے - سورۂ زخرف میں منکرین کا یه انداز سخن نقل کیا هے که " ولما ضرب اِبن مریم مثلاً ' اذا قومک منه یصدون - و قالوا : الهتنا خیر أم هو ؟ " اِسکے بعد کہا " ما ضربوا لک الا جدلا ' بل هم قوم خصمون ! " یعنے منکروں کي یه فکري حالت که وہ بات کي حقیقت پر غور کرنے کي جگه فرضي اور تخمیني صورتیں پیدا کرکے کج بحثي کرني چاهتے هیں ' راستي و حق پرستي کا طریقه نہیں هے - " جدل " کا ڈھنگ هے -

چنانچه یہي وجه هے که قرآن حکیم نے دعوت الي الحق کا طریقه واضح کرتے هوے کہا : ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنه ' و جادلهم بالتی هي احسن (۱۶ : ۱۲۶) اِس آیت میں بالترتیب تین طریقوں کا ذکر کیا هے : حکمت - موعظۂ حسنه - اور جدل - لیکن جدل کو " بالتی هي احسن " کے ساتھه مقید کر دیا هے - یعنے ایسا جدل جو اچھے طریقه پر کیا جائے - اِس سے معلوم هوا که قرآن کے نزدیک " جدل " حکمت و موعظت کي طرح محمود و مطلوب نہیں هے ' اِلا یه که " بالتی هی احسن " هو -

جس آیت کي نسبت آپنے استفسار کیا هے ' دراصل وہ اسي حقیقت کا ایک بہترین نمونه پیش کرتي هے - وہ واضح کرتي هے که انبیاء کا طریق دعوت و هدایت کا هے ; جدل کا نہیں هے - اور تشریح اسکي آگے آئیگي -

(۹) لیکن افسوس هے که متکلمین کا منطقي ذوق طریق قرآني کي اهمیت و حقیقت معلوم نه کرسکا - اُنہوں نے قرآن کو بھي وهي منطقي جامه پہنا دینا چاها ' جو خود انھوں نے علم و نظر کے هر گوشے میں پہن لیا تھا - چونکه یه طریقه قرآن کیلیے ایک مصنوعي طریقه تھا ' اسلیے قدم قدم پر طرح طرح کي مشکلات پیش آئیں - لغت ساتھه نہیں دیتي تھی ' عربي اُسلوب بیان قطعاً مخالف تھا - سباق و سیاق کا مقتضا کچھه اور هي کہتا تھا - سب سے بڑھکر یه که قرآن کا عام نظم بیان اس طریق کے ساتھه چل نہیں سکتا تھا - تاهم وہ اپني موشگافیوں اور کوہ کندنیوں میں برابر بڑھتے هي گئے ' اور کسي نه کسي طرح کھینچ تان کر ایک لمبا کارخانۂ استدلال گڑھکر کھڑا کر دیا - اب دنیا کہتي هے که قرآن کي مشکلات حل نہیں هوتیں - لیکن کوئي نہیں جو اس حقیقت پر سے پردہ اُٹھائے که مشکلیں قرآن کی مشکلیں نہیں هیں - مفسرین کي پیدا کي هوئي مشکلیں هیں - اگر ایک بات کو اُس کی زبان ' اُس کے اُسلوب ' اور اُس کے قدرتي معانی سے هٹا کر ایک دوسري طرح کي شکل دیدي جائیگي ' تو یقیناً وہ صاف نہیں رهیگي ' مشکلات کا ایک معما هي بن جائیگي !

یاد رکھنا چاهیے که قرآن کے ساتھه هم دو هی طرح کا سلوک کرسکتے هیں - یا تو اس کي سچائی تسلیم کریں - یا انکار کردیں - اگر هم اس کی سچائي تسلیم کرتے هیں تو ضروري هے که وہ تمام اوصاف بھي تسلیم کرلیں جو اُس نے اپني نسبت بار بار بیان کیے هیں - اِن اوصاف میں سب سے پہلا اور بنیادي وصف یه هے که وہ هر اعتبار سے سہل هے - کسي اعتبار سے بھي مشکل نہیں - پس قرآن سب کچھه هوسکتا هے مگر مشکل اور پیچیدہ نہیں هوسکتا - کوئی تفسیر ' کوئی تاویل ' کوئی ایسي بات جس سے اُس کي کوئي ایک سورت ' کوئي ایک رکوع ' کوئي ایک آیت ' بلکه اُس کا کوئي ایک لفظ بھي مشکل اور مقدمات طلب بن جائے ' قرآن کے لیے سچي تفسیر اور سچي بات نہیں هو سکتي - یقیناً وہ سچي نہیں هوسکتی - اس لیے که قرآن جسے سچ هونا چاهیے ' بار بار کہتا هے : ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر (۵۴ : ۱۷)

"کمیونیزم" اور اُسکے مقاصد

(کارل مارکس کے مباحث)

(۳)

" لیکن تم کمیونسٹ ' سرمایہ دار عورتوں کی عمومیت بھی رواج دوگے "

ایک ہی طرح کے سر میں تمام سرمایہ دار یہ راگ آلاپ رہے ہیں !

چونکہ سرمایہ دار اپنی بیوی کو بھی پیداوار کا ایک آلہ تصور کرتا ہے ' اس لیے جب کبھی سنتا ہے کہ آلات پیداوار عام ملکیت ہوجانے والے ہیں ' تو قدرتی طور پر خیال کرتا ہے کہ عورتوں پر بھی اس کا اثر پڑے گا !

اُسے کبھی یہ خیال نہیں گزرتا کہ کمیونسٹوں کا مقصود تو صرف اس قدر ہے کہ عورت پیداوار کا محض ایک آلہ نہ سمجھی جائے - وہ عورتوں کی موجودہ حیثیت بدل دینی چاہتے ہیں -

ہمارے سرمایہ داروں کے اس عیارانہ خوف سے زیادہ کوئی چیز مضحکہ انگیز نہیں جس کی وہ اس باطل دعوی میں نمائش کر رہے ہیں - کمیونسٹوں کو عورتوں کے عام بنانے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ان کی یہ صورت حال تقریباً ہمیشہ موجود رہی ہے اور آج بھی موجود ہے !

ہمارے سرمایہ دار بزرگ کیا کر رہے ہیں ؟ اپنے مزدوروں کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھنے سے سیر نہ ہوکر نیز باضابطہ عصمت فروشی پر بھی قانع نہ ہوکر ' وہ اب آپس میں ایک دوسرے کی بیویوں سے علانیہ تعلقات پیدا کر رہے ہیں ' اور یہ تعلقات سرمایہ دار سوسائٹی کی بہترین معاشرتی دلچسپی ہیں !

خود سرمایہ دارانہ شادی بھی درحقیقت عورتوں کی عمومیت ہی ہے - کمیونسٹوں کو زیادہ سے زیادہ الزام یہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ عورتوں کی موجودہ ریاکارانہ اور خفیہ عمومیت ختم کر دینی چاہتے ہیں - ظاہر ہے کہ پیداوار کے موجودہ نظام کی منسوخی کے ساتھہ اُس کا نتیجہ یعنی عورتوں کی عمومیت بھی معدوم ہو جائیگی ' اور اُس وقت عام عصمت فروشی کا بازار بھی گرم نہیں ہو سکیگا -

کمیونسٹوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ وطنی و قومی روح فنا کردینی چاہتے ہیں -

مزدوروں کی نہ تو کوئی قوم ہے نہ وطن - پس جو چیز اُنھیں ملی ہی نہیں ' چھینی بھی نہیں جاسکتی !

مزدوروں کو پہلے سیاسی طاقت حاصل کرنی چاہیے ' پھر اپنے تئیں بطور ایک قوم کے قائم کردینا چاہیے - یہ کام بذات خود ایک قومی کام ہے ' اگرچہ سرمایہ دار اُسے کچھہ نہ سمجھیں -

جوں جوں سرمایہ دار ترقی کرتے جاتے ہیں' آزاد تجارت پھیلتی جاتی ہے ' عالمگیر بازار کھلتے جاتے ہیں ' صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ' قومی اختلافات بھی کم ہوتے جاتے ہیں ' اور حالات زندگی میں ہمرنگی و یکسانیت بڑھتی جاتی ہے -

مزدوروں کی فتحمندی ان اختلافات کو اور زیادہ کم کردیگی کیونکہ ان کی تجارت کے لیے تمام دنیا اور کم سے کم مہذب ممالک کا متحدہ عمل اولین شرط ہے -

افراد کے باہمی خود غرضانہ استعمال میں جس قدر کمی ہوتی جائیگی ' اسی قدر قوموں کا باہمی خود غرضانہ استعمال بھی کم ہوتا جائیگا -

جوں جوں فرقہ بندیاں معدوم ہوتی جائینگی ' قوموں کی باہمی دشمنی بھی مٹتی جائیگی -

رہے باقی الزام جو کمیونزم پر مذہبی ' فلسفی ' اور نظری نقطۂ نظر سے لگائے گئے ہیں ' تو وہ اس قدر پوچ ہیں کہ کسی سنجیدہ بحث کے محتاج نہیں -

کیا اِس حقیقت کے سمجھنے کے لیے کسی گہری بصیرت کی ضرورت ہے کہ مادی حالات زندگی اور اجتماعی نظام کی تبدیلی کے ساتھہ انسان کے خیالات ' نظریے ' تصورات ' حتی کہ ضمیر و وجدان تک بدل جاتا ہے ؟

خیالات کی تاریخ بجز اس کے اور کیا ثابت کرتی ہے کہ دماغی پیداوار ' مادی پیداوار کے ساتھہ ہمیشہ بدل جاتی ہے ؟ ہر عہد کے حکمراں خیالات ہمیشہ رہی رہے ہیں' جو اس کے حکمراں طبقہ کے تھے -

جب لوگ اُن خیالات پر بحث کرتے ہیں جو سوسائٹی میں انقلاب پیدا کردیا کرتے ہیں ' تو یہ حقیقت صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ پرانی سوسائٹی کے اندر ہی نئی سوسائٹی کے عناصر کی تکوین پوشیدہ تھی ' اور یہ کہ قدیم خیالات کے انحلال کے ساتھہ ہی قدیم اجتماعی رشتے بھی پراگندہ ہوجاتے ہیں -

جب قدیم دنیا اپنے زوال کی آخری گھڑیوں سے گزر رہی تھی ' تو قدیم مذاہب بھی ایڑیاں رگڑ رہے تھے - یہاں تک کہ مسیحیت نے ظاہر ہوکر انھیں نگل لیا - اسی طرح جب اٹھارھویں صدی میں مسیحی خیالات کی جگہ عقلیت نے لے لی ' تو جاگیر دار سوسائٹی نے اُس وقت کے انقلابی سرمایہ داروں سے فیصلہ کن لڑائی لڑی - پھر مذہبی آزادی اور وجدانی آزادی کے خیالات نے علم کی علمداری اور آزاد مقابلہ کا اصول ظاہر کر دیا '

تصرف میں دخل ہے ' اور اسلیے اِنکی پرستش ضروری ہے - پس جب وہ کواکب کو صانع کائنات سمجھتے ھی نہ تیے ' تو اُنکے محدث و مخلوق ہونے کے دلائل پر حضرت ابراھیم کیوں زور دیتے ' اور کیوں قرآن اسے " تلک حجۃ ایتنا ھا ابراھیم علی قومہ " سے تعبیر کرتا ؟ اُنکے علم میں تو کوئی ایسی بات آئی تھی ' جس سے کواکب کے تدبیر و تصرف عالم میں دخیل ہونے کا بطلان ثابت ہوتا ' کیونکہ اُنکے ہم وطنوں کی اصلی گمراہی یہی تھی -

یہ محل مزید تشریح و اطناب کا متحمل نہیں ' ورنہ یہی ایک تفسیر اِس حقیقت کی توضیح کیلیے کافی تھی کہ متکلمین کے طریقہ نے قرآن حکیم کے معارف و حقائق پر کیسے تو بر تو پردے ڈالدیے ھیں ' اور اُنکی ذھنیت معارف قرآنیہ کی روح سے کس درجہ مختلف بلکہ متضاد ہے - فی الحقیقت قرآن حکیم کا یہ مقام من جملہ اھم ترین دلائل قرآنیہ کے ہے ' لیکن متکلمین نے ایک دور از کار اور تقریباً بے معنی منطقی استدلال کا جامہ پہنا کر اُس کی ساری دلاویزی اور خوبی غارت کردی ہے ' جو کسی طرح بھی اُس پر راست نہیں آتا - لطف یہ ہے کہ یہ استدلال حضرت ابراھیم کی طرف اِس جوش و سرگرمی کے ساتھہ منسوب کیا جاتا ہے ' گویا انکے لیے ابراھیم خلیل کی جگہ اِمام الحرمین یا اِمام رازی بن جانا کوئی بڑی ھی فضیلت کی بات ہے !

میں نے یہاں ارسطو کی جگہ اِمام الحرمین اور اِمام رازی اسلیے کہا کہ جو بات حضرت ابراھیم کی طرف منسوب کی گئی ہے ' وہ اِتنا وزن بھی نہیں رکھتی ' جسقدر عامۂ حکماء کی عقلیات کا تسلیم کرنا پڑتا ہے - شیخ الاسلام اِبن تیمیہ نے سچ کہا ہے کہ " متکلمین نے طریق قرآنی اسلیے ترک کیا ' تاکہ فلاسفۂ و عقلیین کے ساتھہ چل سکیں ' مگر افسوس کہ یہ بھی نہ کرسکے - اِنکی خام خالیوں سے تو پھر حکماء کی باتیں غنیمت ھیں "

یا مثلاً ' قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے صفات کا ذکر کرتے ہوے " احد " اور " واحد " کا لفظ استعمال کیا ہے - " احد " اور " واحد " کے معنی اُس زبان میں جسمیں قرآن نازل ہوا ہے ' اسکے سوا کچھہ نہیں ھیں کہ یہ صفت ' تعدد کی نفی کرتی ہے - یعنی وہ ایک ہے ' اکیلا ہے ' اسکا کوئی شریک نہیں - کوئی عرب یا عربی داں انسان " احد " کا لفظ سنکر اس سے زائد کسی مفہوم کا تخیل ھی نہیں کرسکتا ' لیکن متکلمین نے اسکے لیے فلسفیانہ معانی اور التزامات پیدا کر لیے ' اور بلا تکلف اُنہی معانی میں استعمال کرنے لگے - مثلاً وہ کہتے ھیں ' خدا نے اپنا وصف احد قرار دیا ہے - احد وہ ہے جو منقسم نہ ہو سکے ' پس معلوم ہوا کہ وہ جسم نہیں ہے ' کیونکہ اجسام قابل انقسام ھیں - ھمیں بھی اِسکا شوق نہیں کہ خدا کی جسمیت ثابت کی جاے ' لیکن یہ قطعی ہے کہ قرآن نے عربی کا لفظ " احد " اِس مصطلحۂ متکلمین مفہوم میں استعمال نہیں کیا ہے ' اور نہ اس انقسام و عدم انقسام کی دقیقہ سنجیوں سے اسے کوئی تعلق ہے -

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " مثل " ہے - " مثول " کے اصلی معنی کسی چیز کے نصب ہونے کے ہیں - مصور صورت بنا دیتا ہے ' اس لیے اُسے ممثل کہنے لگے - مثل الشی - ای انتصب و تصور - سورۂ مریم میں ہے " فتمثل لہا بشراً سویا " یعنی آدمی کی شکل میں نمایاں ہوا - پھر اسی نسبت سے اِسکا استعمال مشابہت کے معنوں میں بھی ہونے لگا - فلاں چیز فلاں چیز کے مثل ہے - یعنی اُس جیسی ہے - تاج محل کے مثل کوئی عمارت نہیں - یعنی اُس جیسی کوئی عمارت نہیں - قرآن نے بھی جا بجا مثل کا لفظ اِنہی معنوں میں استعمال کیا ہے -

لیکن جب فلسفیانہ مصطلحات رائج ہوگئیں ' تو " تمثیل " کا استعمال ایک خاص تعریف و حدود کے ساتھہ ہونے لگا - مثلاً مماثلت کے مفہوم میں منطقی اطلاق پیدا کرکے اُسے مماثلۃ فی الجوھر ' مماثلۃ فی الکیفیۃ ' مماثلۃ فی الکمیۃ ' مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ؛ وغیرہ میں لے گئے ' اور اسکے بعد " مثل " مستعملۂ قرآن سے بھی وہی استدلال کرنے لگے - مثلاً " لیس کمثلہ شی " میں " مثل " کو وہی " مثل " مصطلحہ قرار دیتے ھیں ' اور اسپر اپنی تمام فلسفہ آرائیوں کی عمارت اُستوار کرتے ھیں - وہ کہتے ھیں - تمام اجسام متماثل ھیں ' اور جسم وہ ہے جو جواھر فرد سے مرکب ہو ' یا جسکی طرف اِشارہ کیا جاسکے ' اور جسکی مقدار ہو ' پس جب خدا نے فرمایا " لیس کمثلہ شی " تو اِس سے اُن تمام جسمی (مصطلحہ فلسفہ) مماثلتوں کی نفی ہوگئی جو جواھر میں یا اعراض میں ہو سکتی ھیں - فلو کان جسماً لکان لہ مثل ' و اذا لم یکن جسماً ' لزم نفی ملزومات الجسم - یقیناً خدا کے مثل کوئی شے نہیں ' لیکن سوال یہ ہے کہ " لیس کمثلہ شی " میں قرآن نے عربی کا جو لفظ استعمال کیا ہے ' اور اسکا جو مطلب دو سو برس تک تمام عرب مخاطبین سمجھتے رہے ' وہ کیا تھا ؟ کیا وہ یہی مثلیت مصطلحۂ فلسفہ تھی ؟ حاشا و کلا - عربی میں مثل کا لفظ ٹھیک اُنہی سیدھے سادھے معنوں میں بولا جاتا ہے ' جن معنوں میں ہم آجکل اُردو میں بولا کرتے ھیں - مثلاً ایک شخص کہتا ہے " تاج محل آگرہ کے مثل کوئی عمارت موجود نہیں " تو اِس سے اُسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ مماثلۃ فی الجوھر یا مماثلۃ فی الکمیۃ ' یا مماثلۃ فی الکیفیۃ ' یا مماثلۃ فی القدر و المساحۃ ' یا مماثلۃ فی ای معنی اصطلاحی فلسفی کی نفی کر رہا ہے - بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ ایسی خوشنمائی رکھنے والی کوئی دوسری عمارت موجود نہیں - قرآن نے بھی ٹھیک ٹھیک اِسی سادہ اور لغوی معنی میں " مثل " کا لفظ استعمال کیا ہے - یہ فلسفیانہ دقیقہ سنجیاں یہاں کہاں سے آ گئیں ؟

یا مثلاً ' عربی کا ایک لفظ " خلد " اور " خلود " ہے جسکے معنی لغت اور زبان میں طول عہد کے ھیں ' اور اِسی نسبت سے وہ ھمیشگی کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - لیکن یہ ھمیشگی ایسی ھی ہوتی ہے جیسے بول چال میں ہم کہتے ھیں " یہ آدمی ھمیشہ کلکتہ ھی میں رھیگا " اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ ابد تک رھیگا اور مستقبل میں کوئی وقت ایسا نہیں آیگا جب وہ کلکتہ میں موجود نہو ' بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ یہیں ٹہرا ہوا ہے اور عرصہ تک یہیں ٹہریگا - قرآن نے بھی جا بجا اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے ' لیکن بعد کو جب فلسفیانہ بحثیں پیدا ہوگئیں ' تو " خلود " کے معنی ایسی ھمیشگی کے ہوگئے جسکی کوئی نہایت نہ ہو -

یا مثلاً ' عربی میں لفظ " قدیم " کے وہی معنی ھیں ' جو اردو میں " پرانے " کے ھیں " یہ مکان بہت قدیم ہے " یعنی بہت مدت سے ہے - لیکن متکلمین نے فلسفیانہ مباحث میں " قدم " و " حدوث " کی خاص مصطلحات اختیار کیں ' اور اسلیے " قدیم " کی بھی ایک خاص منطقی تعریف بن گئی - اب کتاب و سنۃ کا مستعملہ " قدیم " بھی اسی معنی میں لیا جانے لگا !

مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات

پیرس کے مصور رساله نے ایک سلسلۂ مقالات بلاد اسلامیه کي جدید نسواني تحریکات پر شائع کرنا شروع کیا هے - مقاله نگار حال میں قسطنطنیه اور قاهرہ کے سفر سے واپس آیا هے - وہ لکھتا هے :

" سنه ١٩٢٧ کي جو فکري لهر قاهرہ اور قسطنطنیه کي عورتوں کے دماغوں میں دوڑ رهي هے ' اُسے میں لفظوں میں منتقل کر دینا چاهتا هوں "

مقاله نگار کے تاثرات کا خلاصه حسب ذیل هے :

(١) ترک اور مصري عورتوں میں نئے خیالات کي نشؤ و نما اگرچه گذشته صدي کے اواخر سے شروع هوگئي تهي ' مگر وہ ایک خاص حد سے آگے نه بڑھسکي - سنه ١٩٠٠ تک قسطنطیه اور قاهرہ میں نئي قسم کي خواتین کا مطلب صرف یه سمجها جاتا تها که وہ فرانسیسي زبان سے واقف هیں ' مغربي روش کا لباس مشرقي اصلاحات کے ساتهه پسند کرتي هیں ' اور اُن میں اهل قلم عورتوں کي بهي ایک محدود تعداد پیدا هوگئي هے -

(٢) لیکن موجودہ صدي کے اوائل سے صورت حال میں نئي نئي تبدیلیاں رو نما هوئیں - اِن تبدیلیوں میں سب سے زیادہ اهم تبدیلیاں دو تهیں - ترک اور مصري خواتین کا یورپ میں آزادانه سفر و قیام - اور ترک نقاب - چنانچه سنه ١٩٠٥ سے لیکر سنه ١٩٠٨ تک ترکي اور مصر کي پچاس سے زیادہ خواتین یورپ کے بڑے بڑے شهروں میں دیکھي گئیں - ان میں بڑي تعداد اُن کم عمر خواتین کي تهي جو تعلیم کي غرض سے یورپ آگي تهیں - ان متعلمات میں مصر کے خاندان خدیوي کي بهي بعض خواتین تهیں -
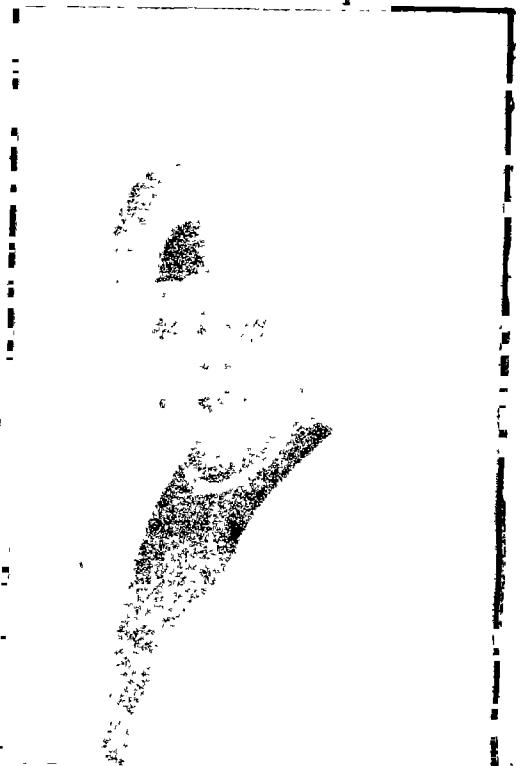
جدید مصري خاتون . بیگم زغلول اپنے معمولي لباس میں .

مصري خواتین کا نقاب جو اب رخصت هو رها هے !

(٣) سنه ١٩٠٨ع میں جب ترکي میں انقلاب دستوري هوا تو حالات نے یکایک ایک دوسري هي صورت اختیار کرلي ' اور ترکي کے خواتین کي معاشرتي زندگي میں انقلاب عظیم هوگیا - اُس وقت تک دار الخلافه میں خال خال مسلمان عورتوں کے کلب تهے ' اور جتنے بهي تهے ' زیادہ تر امریکن مشنیري جماعتوں کے قائم کیے هوئے تهے - لیکن اب یکایک زنانه کلبوں کي تعداد میں عظیم اضافه هوگیا - سب سے پہلے انجمن اتحاد و ترقي نے زنانه کلب قائم کیے - پهر عام تحریک شروع هوگئي ' اور ایسے ایسے عظیم الشان کلب قائم هوگئے ' جن کے ارکان کي تعداد سیکڑوں سے بهي متجاوز تهی - اُسي وقت سے ترک خواتین نے ملک کي سیاسي و معاشرتي تحریکات میں بهي علانیه حصه لینا شروع کردیا - ایک کثیر تعداد مقرروں اور ادیبوں کي بهي پیدا هوگئي جن میں ایک کافي تعداد ترکي زبان کے اچهے خطیبوں اور اهل قلم کي تهي - چهرہ کا نقاب بهي تمام تعلیم یافته خواتین نے تقریباً ترک کردیا - البته باهر نکلنے کے لیے ایک خاص طرح کا جسم پوش لباس پهن لیا جاتا تها جس سے نه صرف تمام جسم اور لباس کي آرائش چهپ جاتي تهي ' بلکه سر کے بال بهي پوشیدہ رهتے تهے - صرف نصف پیشاني سے لیکر تهڈي تک چهرہ کهلا رهتا تها - - "

بلاشبہ اعتراض کیا جائیگا کہ مذہبی ' اخلاقی ' فلسفی ' سیاسی ' اور قانونی خیالات تاریخی ترقی کے دوران میں تبدیل ہوتے رہے ہیں ' مگر ان تبدیلیوں کے با وجود بھی مذہب ' اخلاق ' فلسفہ ' سیاست ' اور قانون کی حقیقت کبھی نہیں بدلی ' بلکہ یہ چیزیں بدستور باقی رہیں - مزید براں کچھہ اٹل سچائیاں بھی ہیں ' جو تمام اجتماعی نظاموں میں ہمیشہ قائم رہی ہیں اور اُن میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی - لیکن کمیونزم یہ تمام سچائیاں نئی بنیادوں پر قائم کرنے کی جگہ اُنھیں سرے سے مٹا دینا چاہتا ہے ' اور یہ ایک ایسی بات ہے جو تمام تاریخی ترقیوں کے بالکل مخالف ہے -

لیکن ہم کہتے ہیں کہ تمام پچھلی سوسائٹیوں کی تاریخ ' جماعتی نزاع کی تاریخ ہے جس نے مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں اختیار کیں - جماعتی نزاع نے کوئی شکل بھی اختیار کی ہو ' لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں سوسائٹی کا ایک حصہ دوسرے حصوں کو خود غرضانہ استعمال میں لاتا رہا ہے - لہذا کچھہ عجب نہیں ' اگر اِن تمام زمانوں کا اجتماعی ضمیر ہمیشہ تقریباً ایک ہی قسم کے خیالات کا پابند رہا ہو - ظاہر ہے کہ اِس اجتماعی ضمیر کی تبدیلی اسی وقت ممکن ہے ' جب جماعتی نزاع کا پورے طور پر خاتمہ کر دیا جائے -

کمیونیزم کیا ہے ؟ ملکیت کا انقلاب اور اسکے روایتی رشتوں کا ایک براہ راست طبعی انفجار ! لہذا کچھہ عجیب نہیں ' اگر وہ اپنے دوران ترقی میں تمام روایتی نظریوں سے آزادانہ قطع تعلق کرلے اور ایک نیا نظام قائم کر دے !

لیکن ہمیں سرمایہ داروں کے اعتراضات کی پروا نہیں کرنی چاہئے - اپنے کام میں بدستور منہمک رہنا چاہئے -

ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ مزدوری پیشہ طبقہ کے انقلاب کا پہلا قدم یہ ہے کہ وہ حکمراں طبقہ کی حیثیت حاصل کرلے - یعنی حقیقی جمہوریت کو کامل فتح حاصل ہو جائے -

مزدور ' سرمایہ داروں سے تمام سرمایہ بتدریج چھین لینے اور پیداوار کے تمام آلات حکومت کے ہاتھوں میں جمع کر دینے کیلیے اپنی سیاسی طاقت استعمال کرینگے ' یعنی پیداوار کے تمام ذرائع وہ خود اپنے ہاتھوں میں لے لینگے - کیونکہ وہی حکمراں طبقہ ہونگے ' اور کوشش کرینگے کہ جلد سے جلد بار آور طاقتوں کی مجموعی مقدار بڑھا دیں -

یہ مقصد ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ حقوق ملکیت اور سرمایہ دارانہ حالات پیداوار پر علانیہ سخت حملے نہ کیے جائیں - یہ حملے اُن ذرائع سے کیے جائینگے جو گو ابھی اقتصادی حیثیت سے ناقابل حصول معلوم ہوتے ہیں ' مگر بتدریج بڑھینگے اور ضروری ہوجائینگے - اِس سے مقصود وہی ذرائع ہیں ' جو پیداوار کے تمام طریقوں میں انقلاب پیدا کر دیں -

یہ ذرائع مختلف ممالک میں قدرتی طور پر مختلف ہونگے - تاہم ترقی یافتہ ممالک میں حسب ذیل ذرائع سے بہتر کام لیا جاسکتا ہے :

(۱) زمین کی ملکیت کی منسوخی اور زمین کے لگان پر حکومت کا قبضہ -

(۲) بھاری اور برابر بڑھنے والا اِنکم ٹیکس -

(۳) سرمایہ دارانہ وراثت کی منسوخی -

(۴) باغیوں اور جلاوطنوں کے اِملاک کی ضبطی -

(۵) حکومت کے ہاتھوں میں قرض کی مرکزیت ' اور یہ اِس طرح کہ ایک قومی بنک قائم کیا جائے جس میں صرف حکومت کا سرمایہ ہو ' اور جسے بلا شرکت غیرے اجارہ داری کا حق حاصل ہو -

(۶) ذرائع مواصلات اور برآمد کی حکومت کے ہاتھوں میں مرکزیت -

(۷) قومی کارخانوں اور آلات پیداوار کی توسیع ' اور بنجر زمینوں کی ایک عام اجتماعی خاکہ کے مطابق اصلاح -

(۸) سب کو محنت کیلیے مجبور کرنا ' اور صنعتی فوجوں کی تنظیم ' خصوصاً زراعت کیلیے -

(۹) زرعی اور صنعتی محنت کی آمیزش ' تا کہ شہر اور دیہات کی باہمی تفریق مٹ جائے -

(۱۰) تمام بچوں کیلیے عام مفت تعلیم -

جب دوران ترقی میں جماعتی اِمتیازات معدوم ہو جائینگے ' اور تمام پیداوار قوم کی بڑی اکثریت کے ہاتھوں میں سمٹ آئیگی ' تو عام اجتماعی طاقت اپنی سیاسی حیثیت کھو دیگی - سیاسی طاقت درحقیقت ایک منظم طاقت ہے تا کہ دوسری جماعتوں پر مسلسل ظلم کیا جاسکے -

اگر مزدور انقلاب کے ذریعہ بر سر اقتدار آجائیں ' اور طاقت کے زور سے پرانے حالات پیداوار برباد کر ڈالیں ' تو اِن حالات کے ساتھہ قدرتی طور پر وہ موجودہ جماعتی نزاعات اور خود جماعتوں کو بھی برباد کر ڈالینگے ' بلکہ ساتھہ ساتھہ خود اپنی جماعتی حکمرانی کی حیثیت بھی مٹا دینگے -

الہلال کو

اشاعت کی کمی کی شکایت نہ ہوتی ' اگر مصارف کی زیادتی پیش نہ آتی - سنہ ۱۹۱۴ع میں الہلال کی یہی قیمت تھی - یعنی بارہ روپیہ سالانہ ' مگر تمام طباعتی اشیاء کی قیمت موجودہ قیمتوں سے آدھی تھی - اِس وقت اگرچہ الہلال کا حلقۂ اشاعت اردو کے تمام رسالوں سے زیادہ ہے ' لیکن مصارف کی زیادتی کی وجہ سے اب تک آمدنی اور خرچ برابر نہیں ہوسکے ہیں - کیا آپ اِس معاملہ پر توجہ ضروری نہیں سمجھتے ؟ اگر ضروری سمجھتے ہیں تو توسیع اشاعت کے لیے کوشش کیجیے -

(مُنیجر الہلال)

تاریخ و عبر

ہندوستان

انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریزی حکومت کے بعد

خود انگریز مدبّروں اور مصنّفوں کی نظر میں

اٹھارویں اور اُنیسویں صدی کے مدبّروں کی شہادت

(۲)

ہندوستان کی صنعتِ پارچہ بافی

ہندوستان نے پارچہ بافی کو ہر زمانہ میں بے نظیر کمال اور ناقابل تصور ہنرمندی کے ساتھ برقرار رکھا ہو۔ اُن کے بعض کپڑے تو ایسی حیرت انگیز نفاست سے طیار ہوتے ہیں کہ پرستان کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کمال دراصل، ہندوستانیوں کے بہترین ذوق، نفاست پسندی، اور سلیقہ کا نتیجہ ہو۔ (برلن ۱۸۲۴ء میں)

ہندوستان کے جنگلی درختوں میں پھلوں کی جگہ اون (سن) پیدا ہوتی ہو جو اپنی نفاست اور خوبصورتی میں بھیڑ کے اون کو بھی مات کرتی ہو۔ ہندوستانی اسی سے اون کے کپڑے بناتے ہیں۔

(ہیروڈوٹس ۴۴۵ قبل مسیح)

اس بات کا ثبوت موجود ہو کہ ہندوستان اور بابل کے مابین ۳۰۰۰ قبل مسیح میں تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ۲۰۰۰ قبل مسیح کی مصری مومیا کی ہوئی لاشیں نفیس ہندوستانی تنزیب میں لپٹی ہوئی دستیاب ہوئی ہیں۔ روم میں ہندوستانی پارچہ جات کی بہت بڑی کھپت تھی۔ یہ واقعہ اس طرح محقق ہوتا ہو کہ "ایلڈر پلینی" نے شکایت کی ہو کہ روم کی بہت بڑی رقم ہر سال ہندوستانی کپڑے پر خرچ ہوتی ہو۔ ڈھاکہ کی ململ یونان میں "گنجی تیکا" کے نام سے مشہور تھی۔ (پروفیسر ٹرسی)

ہم جانتے ہیں کہ یہودیوں نے اپنی توریت کے ابتدائی رسول (لیجی) قبل مسیح ۲۰۰۰ سال میں ہندوستان کا کپڑا استعمال کیا ہو۔

(دیکھیے صفحہ ۳۰۶)

یعنی مسیح سے ۲۰۰۰ سال پہلے مصر اور عرب کی درآمد کے تذکرہ میں بنگال کی ململ کا ذکر کرتا ہو۔ (جیمس ملنا)

افریقہ سے لیکر شنگھائی تک، ہر بندرگاہ میں ہندوستان کا بنا ہوا ہر طرح کا کپڑا بکثرت دستیاب ہوتا تھا۔ (مارکو پولو ۱۲۹۰ء)

۱۷۰۰ء کے بدنام قانون کی رُو سے انگلستان میں ۲۹ر ستمبر ۱۷۰۱ء سے چین، ایران، ہندوستان کے ہر قسم کے کپڑوں کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اس تاریخ سے جتنا بھی کپڑا آئیگا وہ یا تو ضبط کر لیا جائے گا، یا واپس کر دیا جائے گا"

(سر جارج برڈوڈ)

"مسیحی" انگلینڈ میں یہ سخت جرم تھا کہ کوئی عورت ہندوستانی چھینٹ استعمال کرے۔ ۱۷۶۶ء میں گلڈہال میں ایک انگریز خاتون کو دو ہزار پونڈ جرمانہ اس لئے ادا کرنا پڑا کہ اُس کا رومال ہندوستانی کپڑے کا تھا۔ (پروفیسر لیکی)

سترہویں صدی کے آخر میں نفیس اور عمدہ ہندوستانی چھینٹ اور ململ بہت بڑی مقدار میں انگلینڈ بھیجی گئی اور وہاں اس قدر مقبول ہوئی کہ مقامی اونی ریشمی کپڑے کی تجارت سخت خطرہ میں پڑ گئی۔ چنانچہ اس کی روک تھام کے لئے ۱۷۰۰ء اور ۱۷۲۱ء میں پارلیمنٹ نے ایسے قانون پاس کئے جن کی رُو سے انگلینڈ میں ہندوستانی کپڑے کا استعمال قطعاً ممنوع قرار پا گیا۔ (پروفیسر لیکی)

نفیس کپڑا بننے، رنگوں کے بنانے، دھات پر نقش و نگار بنانے، جواہرات گڑھنے، عطر کے طیار کرنے، اور جملہ قسم کی دقیق و لطیف صنعتوں میں ہندوستانیوں کا کمال قدیم زمانہ سے شہرۂ آفاق ہو۔

(پروفیسر ویبر)

۱۷۸۷ء سے ۱۸۰۲ء تک کا زمانہ انگلستان کی پارچہ بافی کا سنہرا زمانہ سمجھا جاتا ہو۔ عین اُس وقت جبکہ انگریزی کپڑے کی پیداواری جادوؤں کی طلسمی تیز رفتاری اور میکانیکی ایجادات کی محیر العقول تاثیر کے ماتحت روز افزوں ترقی کر رہی تھی، ہندوستانی کپڑے پر ۷۵ فیصدی چنگی لگا دی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھاکہ کا نفیس کپڑا اس زبردست چنگی کی وجہ سے انگلستان جانا موقوف ہو گیا اور بالآخر یہ کپڑا بازار سے مفقود ہو گیا۔ (پروفیسر ویبر)

۱۸۱۳ء تک ہندوستان کا سوتی اور ریشمی کپڑا انگلستان کے بازاروں میں معقول نفع کے ساتھ خود انگریزی کپڑے سے ۵۰ اور ۶۰ فیصدی کم قیمت پر بکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کپڑے کو بچانے کے لئے ہندوستانی کپڑے پر ۷۰ اور ۸۰ فیصدی چنگی لگا دی گئی۔ اگر یہ ظالمانہ چنگی نہ لگائی جاتی اور ممانعت کے قانون نافذ نہ کئے جاتے، تو "پیسلی" اور "مانچسٹر" کے تمام کارخانے شروع ہی میں بند ہو جاتے اور باوجود مشینوں کی قوت سے مسلح ہونے کے ہرگز نہ چل سکتے۔ درحقیقت یہ کارخانے، ہندوستانی کپڑے کی لاش پر کھڑے کئے گئے ہیں۔ اگر ہندوستان خود مختار ہوتا تو وہ اس زیادتی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ وہ بھی انگریزی مصنوعات پر بھاری چنگی لگا دیتا اور اس طرح اپنی تجارت کو فنا ہونے سے بچا لیتا۔ مدافعت کا یہ حق ہندوستان کو نہیں دیا گیا۔ وہ بے رحم بدیشیوں کے رحم پر تھا۔ انگریزی مصنوعات بغیر چنگی ادا کئے جبراً اس ملک میں رائج کی گئیں۔ بدیشی تاجروں نے غیر منصفانہ سیاسی حربے استعمال کر کے اپنے اُس حریف کا گلا گھونٹ ڈالا جس سے وہ کسی طرح بھی مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ (ہسٹری آف انڈیا از "مل")

۱۸۲۷ء میں مسٹر تھامسن نامی ایک شخص نے صرف ۸ گھنٹے کے اندر ڈھاکہ میں ۲۱ تھان ململ کے خریدے۔ (ڈاکٹر ٹیلر)

اس وقت انگلستان میں ایک شخص موجود ہو جسنے نواب کے زمانہ میں ایک صبح اپنے ہی مکان پر ۸۰۰ تھان ململ کے خریدے تھے جنھیں خود کاریگر لائے تھے۔ پہلے ایسٹ انڈین کمپنی کے گماشتوں کا ظلم وجور بے روک ٹوک تھا۔ لیکن سراج الدولہ کے عہد سے شروع ہوا۔ خود مذکورہ بالا شخص کا عینی مشاہدہ ہو کہ جنگل باڑی کے کئی سو نوربافوں نے اپنا پیشہ اور گھر بار محض انہی ظلموں کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اسوقت یہ ظلم صرف شروع ہوا تھا۔

(بولٹس کے خیالات صفحہ ۹۵-۱۹۱)

نوربافان جب کمپنی کے سخت اور جابرانہ معاہدے منظور کرنے سے انکار کر دیتے تھے تو کمپنی کے ایجنٹ اُن کا سامان نیلام کر کے قیمت ضبط کر لیتے۔ یہی ظلم کاتنے والوں پر بھی یہی ظلم کیا جاتا تھا۔ ایسی بکثرت مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں کے انگوٹھے محض اس لئے کاٹ دالے گئے کہ وہ مہین تاگا نہ بنا سکیں! (ولیم بولٹس)

جب کمپنی کا گماشتہ کسی صنعتی شہر میں پہنچتا تو اپنے لئے آباد جگہوں کی گھر منتخب کر لیتا۔ گماشتہ کا گھر "کچہری" کہلاتا تھا۔ یہاں وہ اپنے ہرکاروں کے ذریعہ سے بیکاروں اور دلالوں کو نوربافوں کے جمع کرنے کا حکم دیتا۔ پھر اُنھیں کچھ پیشگی دیکر معاہدہ پر دستخط کرتا جس کی رُو سے اُنھیں معین وقت میں خاص قیمت پر مال مہیا کرنا پڑتا۔ یہ دستخط کے لئے غریبوں کی رضامندی کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی

سنہ ۱۹۲۱ میں قسطنطنیہ کي مسلمان عورتوں کا مظاھرہ

سب سے زیادہ اهم تبدیلي یہ هوئي کہ مسلمان خواتین نے سرکاري دفاتر میں کام کرنا شروع کردیا جس کي کوئي سابق مثال موجود نہ تھي - ٹیلي فون اور ٹیلي گراف کے اکثر مراکز میں عورتیں هي عورتیں نظر آنے لگیں - دفاتر میں ٹائپسٹ عورتیں بھي پیدا هوگئیں - اس صورت حال نے مشرقي ممالک میں بھي اس اسلوب حیات سے عورت کو آشنا کردیا ' جو اس وقت تک صرف یورپ اور امریکہ هي کي مضطرب آبادیوں میں محدود تھا -

(۴) ٹرکي کي اس تبدیلي نے قاهرہ پر بھي اثر ڈالا جہاں مغربیت کہیں زیادہ قوت و وسعت کے ساتھہ نشو و نما پا رهي تھي - سنہ ۱۹۰۱ - میں جب قاسم امین بک نے مسلمان عورتوں کي معاشرتي زندگي میں اصلاح کي ضرورت محسوس کي تھي ' اور پردہ کے خلاف اپني مشہور کتابیں شائع کي تھیں ' تو اس وقت مصر کے اندر بمشکل پچیس مسلمان عورتیں ایسي نکل سکتي تھیں جو بغیر نقاب کے گھر سے باهر نکلنا گوارا کرتیں ' لیکن اب ایک بڑي تعداد ایسي عورتوں کي پیدا هوگئي ' جو بغیر کسي جھجھک کے کھلے منہ باهر نکلنے لگي تھیں ' اور انھوں نے پوري طرح مغربي لباس اختیار کرلیا تھا - سنہ ۱۹۱۲ - میں جب میں قاهرہ گیا تھا ' تو مجھے یہ دیکھکر تعجب هوا تھا کہ نئے تعلیم یافتہ طبقہ کي عورتیں تمام قدیم رسوم و عوائد ترک کرچکي هیں ' اور بعض خال خال گھرانوں کے قدیم مصري زندگي کا نظارہ کہیں دکھائي نہیں دیتا - بعض گھرانوں کي خواتین سڑکوں پر بالکل کھلے ڈلے نکلنے سے پرهیز کرتي تھیں ' لیکن اپنے گھر میں انھیں اس سے انکار نہ تھا کہ ایک یورپین خاتون کي طرح مہمانوں کي پذیرائي کریں ' اور ان کي صحبتوں میں اپنے شوهروں اور عزیزوں کے ساتھہ شریک هوں -

(۵) جنگ کے بعد دنیا میں جو تعجب انگیز تغیرات هوے هیں ' شاید ان میں کوئي چیز بھي اس درجہ موثر اور قابل غور نہیں ہے ' جسقدر مشرقي عورت کي کامل مغربیت ہے - اب همیں وہ تمام پر اسرار اور قصہ نما تذکرے بھلا دینے چاهئیں ' جو کسي زمانے میں مشرقي عورتوں اور مشرقي حرمسراؤں کي داستانوں میں هماري تعجب آمیز دلچسپي کا ذریعہ هوا کرتے تھے ' اور هر مغربي سیاح جو مشرق کا قصد کرتا تھا ' سمجھتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو الف لیلہ کي شاهراهوں میں سرگرداں

پایگا - اب مشرق کي ساري چیزوں کي طرح مشرق کي عورت بھي تقریباً نابود هوگئي ہے - وہ وقت دور نہیں ہے جب اس کا سراغ ڈھونڈھنے کیلیے مورخین کو کتابوں کے سیکڑوں اوراق الٹنے پڑینگے - اب انگورہ ' قسطنطنیہ ' اور قاهرہ هي میں نہیں ' بلکہ بغداد اور شام میں بھي "مشرقي عورت" بغیر ڈھونڈھے نہیں مل سکتي - گذشتہ سال میں نے بیروت میں بہت کوشش کي کہ کسي ایسے امیر گھرانے کا سراغ لگاؤں جہاں مجھے کامل مشرقي زندگي نظر آے - کچھہ عرصہ کے بعد ایک دوست نے رهنمائي کي ' اور میں ایک گھرانے میں مدعو کیا گیا - یہ گھرانا بیروت کے ایک قدیم امیر خاندان کا گھرانا تھا - اسکے ارکان مغربیت کے دلدادوں میں " قدامت پرستي " کیلیے بدنام هیں - یہ مخالفانہ شہرت سنکر مجھے بڑي خوشي هوئي تھي - میں نے خیال کیا تھا کہ بیسویں صدي میں کم از کم ایک مرتبہ " الف لیلہ " کے عالم میں واپس جا سکونگا - لیکن آپ میري مایوسي کا اندازہ کرسکتے هیں ' جو اس وقت مجھپر طاري هوئي ' جب میں نے اس " قدامت پرست " گھرانے میں اپنے آپکو ایک کامل قسم کے فرانسیسي ایوان ملاقات کے صوفے پر پایا ' اور صاحب مکان نے یہ کہکر اپني دوازدہ سالہ لڑکي کي تقریب کي کہ " یہ میڈ موزیل ...... هیں ! "

یہ بیروت کا قدامت پرست گھرانا ہے ! بعد کو مجھے معلوم هوا کہ اس گھرانے کي ساري قدامت پرستي اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اس کي مسن عورتیں مغربي لباس نہیں پہنتیں ' اگرچہ اپني لڑکیوں کے لیے اسي کو پسند کرتي هیں !

مقالہ نگار نے آخر میں افسوس کیا ہے کہ مشرق نے مغرب کي تقلید کے شوق میں اسکي بالکل پروا نہ کي کہ مغربي معاشرت کي بے اعتدالیوں سے اپني نگہداشت کرے - وہ کہتا ہے " بلا شبہ مشرقي عورت کو مغرب سے بہت کچھہ حاصل کرنا تھا ' لیکن ساتھہ هي اپني قدیم زندگي کي بہت سي قیمتي چیزیں محفوظ بھي رکھني تھیں جن کے فقدان پر آج مغرب افسوس کر رہا ہے "

قسطنطنیہ میں خواتین کے ایک خیراتي بازار کا افتتاح

(ب) ہندستانی ہمارے جیسے آدمیوں پر ہماری ہی طرح فخر کرنے لگیں گے۔

(ج) ہماری ہی طرح تعلیم حاصل کرنے، ہماری ہی طرح ایک خاص مقصد سے دلچسپی لینے، ہماری ہی طرح ایک خاص نتیجہ کے لئے کوشاں ہونے سے، وہ ہندستانی ہونے کے بجائے انگریز ہو جائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح رومیوں کی ماتحت قومیں رومن ہو گئی تھیں!

(د) اس طرح وہ قدیم ہندستانی بنیادوں پر آزادی حاصل کرنے کی خواہش سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد کوئی فوری تبدیلی ناممکن ہوگی۔ ہمارا قبضہ مدت دراز تک بے خطر برقرار رہ سکے گا

(ہ) تعلیم یافتہ طبقہ یہ سمجھ کر کہ اُس کے ملک کی بھلائی ہماری ہی سرپرستی میں ہو سکتی ہے، قدرتی طور پر ہم سے وابستہ رہے گا۔

(سرکاری مراسلہ ۱۸۵۳ء)

زمین کی فتح کے بعد ہندستان کا دماغ بھی فتح کر لیا گیا۔

(ہنٹر)

دماغ ہی سلطنتیں برباد کرتے اور قائم کرتے ہیں، دماغ پر قبضہ کر لو۔ قوم پر بھی حکومت کر سکو گے۔ (واسٹ ڈیمینین)

بغیر دماغی انقلاب کے سیاسی انقلاب ناممکن ہے۔ پوری ایک فوج کی یلغار بآسانی روکی جا سکتی ہے، لیکن دماغی حملہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا!

(میرس)

کوئی بھی ہندستانی ذہانت اور زیرکی پر شبہ نہیں کر سکتا۔ مگر یہ حیرت ہے کہ مغربی طریق تعلیم نے اُسے کس طرح اپنا شکار کر لیا ہے اور ہندستان کی روایتی ذہانت کی مشتعل قوت بالکل افسردہ ہو کر رہ گئی ہے!

(رر)

ہم نے بنگالیوں کو جو تعلیم دی ہے وہ صنعت و حرفت کی طرف راغب کرنے کے بجائے صرف ادبیت سکھاتی ہے۔

(سر ای، سی، بوک)

جہاں باشندے خوشحال ہوتے ہیں، وہاں تعلیمی ترقی خطرناک نہیں ہوتی۔ مگر جہاں افلاس اور تعلیم کا ساتھ ہوتا ہے، وہاں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے، لیکن کتنے آدمی ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حقیقت ہندستان میں کتنی سچی ہے! (ڈبلیو۔ ایس۔ بلنٹ)

شروع میں گورنمنٹ کا تعلیمی دستور العمل یہ تھا کہ ملک کے انتظام کے لئے آدمی فراہم کئے جائیں۔ نیز علمی تعلیم کے بجائے صرف ادبی تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ادبی تعلیم یافتوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور علمی تعلیم تقریباً مفقود رہی۔ (سیڈلر کمیشن)

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر یعنی نمبر ۱ سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے طیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دی جائے۔ منیجر

برید شرق

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

بعد از جنگ حوادث و اعمال کی مستند روداد

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

کامل ایک ہفتہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا جمہوری مؤتمر میں اپنا تاریخی خطبہ سناتے رہے۔ خطبہ بہت ہی طویل ہے۔ تلخیص کے سوا چارہ نہیں۔

۱۹۱۹ء میں التوار جنگ

موصوف نے بیان کیا:

۱۹ مئی ۱۹۱۹ء میں وہ بحر اسود کے ساحل سمسون پہنچے۔ یہ وہ وقت تھا جب ٹرکی کی داخلی حالت از حد ابتر ہو چکی تھی۔ سلطان وحید الدین اور اُن کے وزیر اعظم داماد فرید پاشا، ملک کو اُس قعر ذلت سے نکالنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے تھے جس میں وہ التوار جنگ کے بعد گر پڑا تھا۔ اتحادی سلطنتیں، معاہدۂ التوار کی کسی شرط کی بھی پابند نہ تھیں۔ برطانی، فرانسیسی، اور اطالی فوجیں، ٹرکی کی بہت سی سرزمینوں پر قابض ہو گئی تھیں۔ پھر انہی اتحادیوں کے اشارے سے ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء میں یونانی فوجیں سمرنا پر قابض ہو گئی تھیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ ٹرکی سے مطالبہ کیا جا رہا تھا کہ تھریس سے دست بردار ہو جائے تاکہ وہاں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ کردستان کو خود مختاری دیدے۔ علاقۂ پونتوس کو آزاد کر دے اور اُس میں بھی ایک خود مختار حکومت بنجائے، جس کا پایۂ تخت، طرابزون ہو۔

"انجمن محبان انگریز"

استانبول، تمام سازشوں کا مرکز تھا۔ "انجمن محبان انگریز" سب سے زیادہ خطرناک سازشی مرکز تھا۔ یہ انجمن خود سلطان کی سرپرستی میں تھی۔ وزیر اعظم اور دوسرے ارکان سلطنت، اُس کے ممبر تھے۔ اس انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ترکی قومی تحریک کو کچل ڈالے۔ فوج کی ابتری، آخری حد سے بھی تجاوز کر چکی تھی، لیکن وہ بدستور سلطان سے وفادار تھی۔ ملک میں یہ تحریک بھی پھیل رہی تھی کہ ٹرکی اب خود کچھ نہیں کر سکتا، لہذا کسی بڑی سلطنت سے امداد حاصل کرنا چاہیے۔ اس غرض کے لئے تین ذریعے لوگوں کے پیش نظر تھے:

"انگلستان کی سرپرستی قبول کر لی جائے۔ یا امریکہ کی حمایت منظور کر لی جائے۔ یا خود اندرون ملک میں متعدد حکومتیں قائم کر دی جائیں"

غازی کی ابتدائی مساعی

اس کے بعد غازی نے اپنی ذاتی کوششوں کی طرف اشارہ کیا:

"میرے دشمنوں نے مجھے آستانہ سے نکلوانے کی کوشش کی تھی میرے ماتحت پہلے تین فوجیں تھیں۔ نیز انگورہ اور دیار بکر کی فوجوں پر بھی مجھے نگرانی کا حق حاصل تھا۔ میں یہ کسی طرح بھی گوارا نہیں کر [illegible]

اس حالت پر میں موت کو ترجیح دیتا تھا۔ میں نے فوراً یونان سے مقابلہ کی طیاری شروع کر دی۔ جون اور جولائی (۱۹۱۹ء) کے مہینوں میں اماسیا اور ارض روم کے شہروں میں میں نے کانفرنسیں منعقد کیں لیکن میری [illegible] ریاں دیکھ کر استنبول کے حکام سخت برہم ہو گئے علی کمال بک وزیر داخلیہ نے مجھے طلب کر کے کہا کہ باب عالی میری تجویز کا مخالف ہے۔

۳ جولائی کو میں نے اپنے دوستوں کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور صاف لفظوں میں اُن تمام خطروں سے آگاہ کر دیا جو میرے ساتھ قومی تحریک میں شرکت سے انھیں پیش آنے والے تھے۔ [illegible] انھوں نے نہایت بہادری سے سرگرم عمل رہنے پر اصرار کیا اور اخلاص و رفاقت کی قسمیں کھائیں۔

تب میں اپنے فوجی منصب سے مستعفی ہو گیا تاکہ آزادی سے جد و جہد جاری رکھ سکوں۔ لیکن ارض روم میں میرے دوستوں میں باہم ناچاقی پیدا ہو گئی۔ میں نے اُن سے صاف کہہ دیا کہ "تاریخ ثابت کر چکی ہے کہ کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک قابل مستقل مزاج، اور جیت سردار کی اطاعت نہ کی جائے۔ ایسے نازک وقت میں اختلاف سے ہرگز کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"

قومی حرکت کا دوسرا قدم

قومی تحریک نے دوسرا قدم، سیواس کانفرنس سے اُٹھایا۔ اس کانفرنس میں تمام ترکی علاقوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے یہیں صاف طور پر یہ بات طے پا گئی کہ اتحادیوں، خصوصاً یونان کی مقاومت کی جائے اور ہر ممکن تدبیر سے ترکی سرزمین، اجنبی فوجوں سے پاک کی جائے۔

اُس موقعہ پر ایک فرانسیسی افسر نے سیواس میں آ کر کہا کہ فرانس عنقریب اس وطنی تحریک کا سر کچل ڈالے گا! میں نے اُسے جواب دیا "سیواس پر تم ہرگز قبضہ نہیں کر سکتے۔ فرانس یا کوئی اور طاقت اگر ہماری تحریک کچلنا چاہتی ہے تو اُسے ایک طویل ہولناک جنگ کے لئے طیار ہو جانا چاہیے"

اسی کانفرنس میں یہ مسئلہ پیش ہوا تھا کہ امریکہ کی حمایت میں ٹرکی کو چلا جانا چاہیے۔ کپتان رؤف بک، جنرل رافت پاشا، خالدہ ادیب خانم (زوجہ عدنان بک) اس تجویز کے سرگرم حامی تھے مگر میں نے ارکان مجلس سے درخواست کی کہ سر دست یہ مسئلہ ملتوی کر دیا جائے۔ میری درخواست منظور کر لی گئی۔

گماشتے جو شرطیں بھی چاہتے، زبردستی منوالیتے تھے۔ اگر کاریگر کمپنی کا روپیہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا تو اُسے کوڑے لگا کر اُس کے لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ (ولیم بولٹس)

کاریگروں کو کمپنی کے لئے کام کرنے پر زبردستی مجبور کیا جاتا تھا اُن سے ایسے معاہدے لئے جاتے تھے جو اُن کے حق میں سراسر نقصان دہ ہوتے تھے۔ اُن کی فریادوں کی کوئی شنوائی نہیں تھی، اور اُنھیں اپنے ذاتی مفاد اور ضمیر کے خلاف کام کرنے پر بڑی سختی سے مجبور کردیا جاتا تھا بارہا ایسا ہوتا تھا کہ کاریگروں کو بھاری بھاری جرمانے کام سے انکار کرنے کی وجہ سے ادا کرنے پڑتے .... نوربافوں کو ہولناک اور عبرت انگیز سزائیں دی جاتی تھیں .... جبر و تشدد کی حد یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کاریگروں کو مجبوراً اپنا پیشہ ترک کردینا پڑتا تھا۔ (۱۷۹۳ء اور ۱۸۱۱ء کی کمرشل بورڈ کی ڈائری)

غریب ہندوستانی دستکاروں اور کاریگروں پر ایسے ایسے ظلم توڑے گئے ہیں جن کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ غریب کمپنی کے گویا غلام بنا دیئے گئے تھے۔ جرمانے، قید، جبری معاہدے، اور بیدکی مار نے نوربافوں کی نسل معدوم کردی! (بولٹس صفحہ ۷۳)

صنعت و حرفت اور تجارت کے تنزل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر (ڈھاکہ) کی آبادی تقریباً برباد ہوگئی۔ ۱۸۰۰ء میں اس کی آبادی ۲۰ لاکھ تھی، مگر اب صرف ۶۸۰۳۸ رہ گئی ہے جیسا کہ ۱۸۳۸ء کی مردم شماری سے ثابت ہوتا ہے ... جتنی تیزی سے آبادی گھٹی ہے، اُس سے کہیں زیادہ سرعت سے افلاس بڑھ گیا ہے!

(جیمس ٹیلر)

مسٹر بروکل ہرسٹ کا سوال:

"انگلستان یا ہندوستان، دونوں میں سے کسی ایک کی صنعت و حرفت کا قربان کرنا دوسرے کی ترقی کیلئے لازمی ہے۔ بنابریں ہندوستانی صنعت و حرفت کی قربانی کردی گئی۔ کیا تم ہندوستان کو دوبارہ خوشحال کرنے کے لئے انگلستان کو تباہ کرنا چاہتے ہو؟"

مسٹر مارٹن کا جواب:

"میں ہرگز ہندوستان کو ازسرِنو زندہ کرنے کے لئے نہیں کہتا۔ لیکن میں ہندوستان کو مسلسل نقصان پہنچانے کے خلاف ہوں پھر یہ بھی لازمی نہیں کہ ہندوستانی نوربافوں کی ترقی سے انگلستان برباد ہوجائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کے پاس نہ گلاسگو اور مانچسٹر کی طرح مشینیں ہیں نہ تجارتی بازار ہیں نہ سرمایہ ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

آپ سے جو سوال کیا گیا ہے اُس کا تعلق اُس نفیس سُوت سے ہے جو مشین میں طیار نہیں ہوسکتا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا اس نفیس سُوت کی صنعت اس ملک (انگلستان) میں باقی رکھی جائے یا ہمیشہ کے لئے اُٹھادی جائے؟"

مسٹر مارٹن:

"اگر انگلستان میں اس صنعت کا بقا ہندوستان سے ناانصافی ہی پر موقوف ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ انگلستان کو انصاف سے کام لینا چاہئے۔ خواہ اُس کا نتیجہ کچھ ہو۔ کیونکہ انگریزوں کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ محض اپنے ذاتی مفاد کے لئے اُس ملک کے باشندوں کو تباہ کر ڈالیں جسے اُنھوں نے فتح کیا ہے"

مسٹر بروکل ہرسٹ:

۱۸۱۳ء میں جب کمپنی نے ہندوستان کو تاج کے حوالہ کیا تو اُس سے پہلے ہی ہندوستان کی صنعت تباہ ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس وقت تو یہی کا سوال درپیش نہیں ہے جو واقع ہوچکی ہے۔ نیز ہمارے پاس شہادت موجود ہے کہ ہندوستان صنعتی ملک ہونے کے بجائے زرعی ملک ہے۔ اور وہ جماعتیں جو پہلے دستکاری میں مصروف تھیں، اب زراعت میں مشغول ہوگئی ہیں"

مسٹر مارٹن:

"میں اسے ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ ہندوستان صرف زراعتی ملک ہے۔ ہندوستان جس طرح زراعتی ملک ہے اُسی طرح صنعتی ملک بھی ہے۔ اُس کی مصنوعات ہر زمانہ میں نہایت کامیاب رہی ہیں اور کوئی قوم بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکی ہے۔ اب ہندوستان کو محض زراعتی ملک بنادینا، اُس کے لئے سخت ناانصافی اور ظلم ہے"

(۱۸۴۰ء کی پارلیمنٹری سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ)

ہندوستان سے انگلستان کو اور انگلستان سے ہندوستان کو جو کپڑا بھیجا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے:

سنہ	ہندوستان سے	انگلستان سے
۱۸۱۴ء	۱۲۶۶۶۰۸ تھان	۸۱۸۲۰۸ گز
۱۸۲۱ء	۵۳۴۴۹۵ "	۱۰۱۳۸۷۲۶ "
۱۸۲۸ء	۴۲۲۵۰۴ "	۴۲۸۸۲۰۷۷ "
۱۸۳۵ء	۳۰۶۰۸۶ "	۵۱۷۷۷۲۷۷ "

(مسٹر لارپنٹ)

ہندوستان کا سُوت

ہندوستان میں انگریزی سُوت سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں آیا اس کے بعد اُس کی مقدار بڑھتی گئی۔ چنانچہ

۱۸۲۴ء	میں	۱۲۰۰۰ گز
۱۸۲۵ء	"	۸۰۰۰۰۰ "
۱۸۳۰ء	"	......۴ "

(ایسٹ انڈین کمپنی کے حالات ضمیمہ ۴)

ڈاکٹر بوچینن نے ۱۸۰۹ء میں لکھا ہے کہ "ڈھاکہ میں جیسا سُوت کتتا ہے اور ململ طیار ہوتی ہے اُس کا مقابلہ انگریزی ذہانت اور صنعت کسی طرح بھی نہیں کرسکتی"۔ (براؤن)

ضلع (ڈھاکہ) میں قدیم زمانہ سے ہر گھر کا مشغلہ سوت طیار کرنا تھا۔ لیکن اب ارزاں انگریزی سُوت کی وجہ سے یہ کام بالکل موقوف ہوگیا ہے۔ اس طرح کاتنے اور بُننے کی صنعت، جس سے مدتوں لاکھوں محنتی مخلوق پیٹ پالتی تھی، ۶۰ برس کے قلیل زمانہ میں اجنبی ہاتھوں میں چلی گئی۔ (")

سب سے پہلے ۱۸۲۱ء میں انگریزی سُوت ہندوستان آیا۔ ۱۸۲۷ء میں اُس کی مقدار ۴۳۸۲۹ من تک پہنچ گئی۔ پھر ۱۸۳۱ء میں ۸۲۸۱۰ من ہوگئی۔ اور ۱۸۳۸ء کے بعد سے تو اُس نے ہندوستانی سُوت کو بالکل بے دخل کرکے ملک بھر میں اُس کی جگہ لے لی۔

(جیمس ٹیلر)

تعلیم

جب کبھی میں ہندوستان کی بے شمار مخلوق کی جہالت کا خیال کرتا ہوں، تو مجھے کارلائل کا پُر از حسرت مقولہ یاد آجاتا ہے "علم کی صلاحیت رکھنے والے انسان کا جاہل رہنا میرے نزدیک ایک اندوہناک مصیبت ہے۔" (ڈاکٹر اسی ہال)

یہ بالکل یقینی ہے کہ ہندوستان ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جہاں سے یورپ کی قدیم مہذب ترین قوموں نے اپنا علم، صنعت اور ادب حاصل کیا تھا۔ (اے ایف ٹیڈل)

جب کبھی کوئی ملک یا قوم کسی زبردست طاقت سے مفتوح ہوجاتی ہے تو یقین کرلینا چاہئے کہ حکمران طاقت سب سے پہلا کام یہی کریگی کہ مفتوح قوم کی تعلیم تباہ کرڈالے گی یا سختی کے ساتھ اُسے اپنے ہاتھ میں لے لیگی تاکہ اُس سے فائدہ اُٹھاسکے۔ کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علم اور غلامی پہلو بہ پہلو نہیں رہ سکتے۔ (جانے میڈی)

۱۷۹۳ء میں تعلیمی کمیٹی کے ایک ڈائرکٹر نے کہا تھا "ہم نے امریکہ محض اپنی حماقت سے، اس لئے کھودیا کہ وہاں اسکول اور کالج قائم کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اب ہمیں ہندوستان میں اس حماقت کا اعادہ نہیں کرنا چاہئے۔" (ایجوکیشن کمیٹی ۱۷۹۳ء)

ہمارے مشرقی مقبوضات میں مشنری بھیجنے کی تجویز ایک نہایت ہی ناعاقبت اندیشانہ، اور مسرفانہ تجویز ہے۔ یہ تجویز نہایت ہی مہلک، مہمل، جاہلانہ، بے فائدہ، مضرت رساں، خطرناک، اور متعصبانہ ہے۔ یہ ہر طرح کے تدبّر اور صحیح سیاست کے خلاف ہے۔ یہ ہمارے مقبوضات کی سلامتی اور دوام کو خطرہ میں ڈالنے والی ہے۔

(ہندوستان میں کیری ہ کی آمد پر ایسٹ انڈین کمپنی کے ڈائرکٹروں کا رزولیوشن ۱۷۹۳ء)

۱۷۹۳ء میں کمپنی کے ڈائرکٹر کہتے ہیں "تم (انگریز) ہندوستانیوں کو تعلیم دینا کیوں چاہتے ہو؟ تعلیم دیکر تم اُنھیں اپنی بے انصافیوں سے آگاہ کردگے۔ تم نے اُن کا ملک لوٹ لیا ہے۔ تم نے اُنکے ہموطنوں کو برباد اور ذلیل کردیا ہے۔ تم نے اُنکے بادشاہوں کو قتل کرڈالا ہے۔ لہٰذا تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اُنھیں اسی طرح فریب خوردہ خود فراموش، اور جاہل رہنے دو!

(مرتھامس ٹرینٹن ۱۷؍ مارچ ۱۸۱۳ء)

ہمیں صرف اُسی حد تک ہندوستانیوں کو تعلیم و تربیت دینی چاہئے جس حد تک ہم اُن سے اپنی تجارت اور حکومت چلانے میں فائدہ اُٹھاسکیں۔ (کلکتہ جرنل ۱۸۱۹ء)

ہمیں ہندوستانیوں کی ایک ایسی جماعت طیار کرنی چاہئے جو رنگ اور خون میں ہندوستانی ہوں، مگر ذوق، خیال، اور ذہنیت انگریزوں کی رکھیں۔ (میکالے)

ہمیں ہندوستان میں ہندوستانی مدبروں، سپہ سالاروں اور مقنّنوں کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہمیں محنتی کسان مطلوب ہیں! (تھیکرے)

ہندوستان میں انگریزوں کے اندرونی تعلیمی مقاصد حسب ذیل ہیں:
(الف) انگریزی تعلیم کی ترویج ہمارے قبضہ کے لئے مفید ہوگی۔

گئے۔ ترکی میں جو اعلان شایع کیا گیا تھا، وہ اس عبارت سے شروع ہوتا تھا "آزادی کی اس مقدس جنگ میں خدا ہمارے ساتھ ہو!"

اسی زمانے میں عسکی شہر اور افیون قرہ حصار سے ہم اتحادی فوجیں نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ ریلوے بھی کئی جگہ سے توڑ ڈالی گئی۔ نئی مجلس وطنی بھی منعقد ہوئی۔ یہ واقعہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کا ہے۔

اس کے بعد غازی نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا "میں نے اُنھیں سمرنا کے میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ مگر اُنھوں نے تعمیل نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ایک فرانسیسی آب دوز پر خفیہ آستانہ چلے گئے۔ آج تک معلوم نہ ہو سکا اس سفر کی غرض کیا تھی؟"

اس کے بعد کاظم قارا بکر پاشا کی مذمت کرتے ہوئے غازی نے کہا:

"یہ مجلس وطنی کے سیداس سے انگورہ آنے پر معترض تھے۔ پھر جب آستانہ میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو انھوں نے زور دیا کہ مجلس وطنی توڑ دی جائے۔ لیکن میں نے اُن کے مشورہ کی کوئی پروا نہیں کی"

اس کے بعد غازی نے وہ رُودادیں پڑھیں جو مشہور خائن سعید ملا، انگریز راہب فرو کو بھیجا کرتا تھا۔ پھر بتایا کہ نورالدین بک قسطنطنیہ کا پولیس کمشنر انگریز جاسوسوں کو پناہ دیتا تھا۔

اس کے بعد غازی نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ مجلس وطنی کی تاسیس کے بعد موجودہ سیاسی مسلک کیونکر اختیار کیا گیا؟ اُنھوں نے کہا:

"اُس وقت تین سیاسی رجحان ملک میں موجود تھے: پان اسلامزم، پان تورانیزم، ترکی قومیت۔ میری رائے اسی آخری رجحان کی طرف تھی۔ یہ اس لئے کہ جملہ ترکی قوموں کا ایک علم کے نیچے جمع ہو جانا ناممکن ہے۔ اسی طرح تورانی تحریک یا اسلامی تحریک پر بھروسہ کرنا ایک وہم اور جنون تھا۔ لہذا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راہ باز نہ تھی کہ اپنی خالص قومی تحریک پر تکیہ کریں۔ ہمارے لئے ایک قومی سیاست ضروری تھی۔ قومی سیاست سے مقصود، وہ زندگی ہے جو سب سے پہلے قوم کی قوت پر قائم ہو۔ پھر تمام متمدن دنیا کی ہمدردی حاصل کر سکے"

جب میں نے مجلس وطنی کے سامنے اپنا یہ نقطۂ نظر پیش کیا تو یہ بحث شروع ہوئی کہ آخر حکومت کی شکل کیا ہونی چاہیے۔ اُس وقت سلطان اور خلیفہ آستانہ میں موجود تھا۔ بہت سے لوگ اُسے معذور اور بے گناہ سمجھتے تھے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے جو حالات کے مناسب ہو۔ چنانچہ یہ تجویز منظور کی گئی:

"مجلس وطنی سے بالا کوئی قوت تسلیم نہ کی جائے۔ مجلس وطنی میں تشریعی اور تنفیذی دونوں قوتیں جمع ہیں۔ جب سلطان اور خلیفہ، قید سے آزاد ہوگا اُس وقت اُس کی وہ حیثیت ہو جائے گی جو مجلس وطنی طے کرے گی"

فرید پاشا کی وزارت

پھر مجلس وطنی کے انتخابات پیش کئے اور میں اُس کا صدر منتخب کیا گیا۔ عین اُسی زمانے میں سلطان وحیدالدین نے ہماری ضد پر فرید پاشا کو دوبارہ وزیراعظم بنا دیا۔ ہماری قومی حکومت کے خلاف فتوے شایع کئے گئے اور دشمن کے ہوائی جہازوں سے تمام ملک میں تقسیم کئے گئے۔ اب ہر طرف شورش پیدا ہوئی۔ خفیہ اور علانیہ قومی حکومت پر یورش شروع ہوئی۔ بولو، اوا بازار، مشرقی انگورہ، توقاد، یوزغاد وغیرہ، سیورک، الغیفین، قونیہ، غرضکہ تمام علاقوں میں مسلح بغاوت برپا ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ازمیت میں جیش خلافت نے ظہور کیا اور قومی حکومت مجبور ہوئی کہ ان تمام فتنوں سے بیک وقت جنگ کرے۔ چنانچہ خیانت وطنی کا قانون بنایا گیا اور "محاکم استقلال" مرتب کر دئے گئے۔

ساتھ ہی یونانی سیلاب کے روکنے کے لئے سمرنا میں اور فرانسیسیوں کی سرکوبی کے لئے اطنہ میں میدان جنگ قائم کئے گئے۔ ہماری کوششیں جلد بارآور ہوئیں۔ اطنہ، طرطوس، اور مرسین میں ہم نے فرانسیسیوں کا محاصرہ کر لیا اور فرانس کو ہماری تمام سرزمین خالی کر دینی پڑیں۔

ساتھ ہی مجلس وطنی نے اپنا ایک وفد روس بھی بھیجا۔ پورے ایک برس تک گفت و شنید جاری رہی۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں ماسکو سے ہمارے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

جون ۱۹۲۰ء میں یونانیوں نے حملہ شروع کیا۔ قومی فوج مجبور ہوئی کہ پیچھے ہٹ جائے۔ اُس وقت میں خود میدان جنگ گیا۔ علی فواد پاشا کی زیر قیادت عسکی شہر اور افیون قرہ حصار کے خط پر از سر نو مورچے قائم ہو گئے۔

دو نئی مشکلیں

اسی اثنا میں دو نئی مشکلات پیدا ہوئیں: ایک مشکل "سبز فوج" کی تھی۔ یہ ایک خفیہ انجمن تھی اور ادہم چرکسی کے ماتحت تھی۔ دوسرا معاملہ جلال الدین عارف بک کا تھا۔ انھوں نے چاہا کہ مشرقی صوبوں میں اپنے لئے ایک خاص حیثیت پیدا کریں۔ مگر ہم ان دونوں مشکلوں پر بھی غالب آگئے۔

ارمنی فتنہ

اُسی دوران میں اتحادیوں کے اشارے سے ارمن قوم نے سر اُٹھایا اور مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اب ہمیں اس نئی مصیبت کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہماری فوجیں متحرک ہوئیں۔ ارمنوں کی اچھی طرح گوشمالی کی اور قارص پر قبضہ کر لیا۔ پھر ارمنوں کو مجبور کیا کہ صلح کی درخواست کریں۔ اس کا نتیجہ معاہدۂ کومری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس معاہدہ کی رُو سے ترکی سرحدیں وہی ہو گئیں جو ۱۸۷۶ء میں تھیں۔ اس طرح ارمنی خطرہ بالکل زائل ہو گیا۔ روس نے بھی یہ معاہدہ قبول کر لیا بشرطیکہ باطوم اُس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس تدبیر سے ہم مشرق کی طرف سے کلیتہً مطمئن ہو گئے۔

قونیہ کی بغاوت

اس کے بعد قونیہ میں پھر بغاوت ظاہر ہوئی۔ ہم مجبور ہوئے کہ از سر نو ایک فوج مرتب کریں۔ ادہم چرکسی نے اس امر کی مخالفت کی اور جب ہم نے اُس کی پروا نہیں کی تو وہ یونان سے مل گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر قومی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئی۔ ہم نے فوراً علی فواد پاشا کو میدان جنگ سے واپس کر کے ماسکو کی سفارت پر بھیج دیا اور عصمت پاشا اور رأفت پاشا کو سپہ سالار مقرر کیا۔

عین اسی زمانہ میں داماد فرید پاشا پھر معزول ہو گئے اور توفیق پاشا، صالح پاشا کے ساتھ برسر حکومت آئے۔ اُنھوں نے اناطولیہ مفاہمت کے لئے ایک وفد بھیجا۔ یہ وفد اُس وقت پہونچا جب عصمت پاشا اینونی میں یونان کو شکست دے چکے تھے۔ یہ قومی حکومت کی پہلی فتح تھی۔ لیکن اس فتح کے بعد ہی یونانیوں نے علی ادہم چرکسی کی اعانت سے کوتاہیہ پر حملہ کر دیا اور ہماری فوجوں کو پھر پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ صورت صرف اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ رأفت پاشا بروقت دشمن کے محاصرہ کے لئے میدان جنگ میں نہیں پہنچ تھے۔

لندن کانفرنس

اس کے بعد لندن کانفرنس منعقد ہوئی اور اُس میں حکومت انگورہ بھی مدعو کی گئی۔ مگر میں نے وزیراعظم توفیق پاشا سے مطالبہ کیا کہ وہ دول اتحاد سے کہہ دیں کہ براہ راست حکومت انگورہ کانفرنس میں بلائی جائے، کیونکہ ترکی میں تنہا وہی حکومت موجود ہے۔ ساتھ ہی وزیراعظم کو مجلس وطنی کی حسب ذیل دو تجویزوں سے مطلع کر دیا:

(۱) مجلس وطنی، سلطان کی ذات شاہانہ کو تسلیم کرتی ہے۔

(۲) سلطان کا قیام، آستانہ میں رہے، لیکن حکومت اور پارلیمنٹ کا مرکز، انگورہ میں رہے گا۔

لیکن توفیق پاشا اور سلطان نے یہ تجویزیں منظور نہیں کیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے لندن میں اپنا علیحدہ وفد بھیجا اور کانفرنس کی شرطیں نامنظور کر دیں۔

اسی اثنا میں یونانیوں نے دوبارہ حملہ شروع کیا لیکن پھر عصمت پاشا کے ہاتھوں شکست کھائی۔ مگر دملو پینار میں رأفت پاشا سے سخت مقابلہ جاری رہا۔ آخر ہم نے رأفت پاشا کو واپس بلا لیا اور عصمت پاشا پورے میدان کے سپہ سالار مقرر ہو گئے۔

جعفر طیار اور رأفت پاشا

غازی نے جعفر طیار پاشا کا ذکر کیا جو مشرقی تھریس میں قومی تحریک کے علمبردار تھے:

"اُنھوں نے کوئی قابلیت بھی ظاہر نہیں کی۔ اس علاقہ میں تحریک کی ناکامی کے سراسر ذمہ دار وہی ہیں۔ تاریخ اُنھیں ہرگز معاف نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بغیر کسی مقابلہ کے دشمن کے ہاتھ میں قید ہو گئے!"

اس کے بعد مقرر نے رأفت پاشا کا پھر ذکر کیا:

"رأفت پاشا نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ فوزی پاشا، وزیر جنگ بنائے جائیں عصمت پاشا، میدان جنگ کے سپہ سالار ہوں اور وہ خود (یعنی رأفت پاشا) جنگی اسٹاف کے صدر مقرر کئے جائیں"

میں نے اُنھیں حسب ذیل جواب دیا:

"آپ جنگی اسٹاف کے صدر بننا چاہتے ہیں؟ جنگی اسٹاف کی صدارت کے معنی یہ ہیں کہ عملی طور پر پورے میدان جنگ کی سپہ سالاری۔ لیکن آپ میں اس کی ہرگز قابلیت نہیں ہے!"

اس کے بعد رأفت پاشا گوشہ نشین ہو گئے اور پھر کچھ بھی نہیں کیا۔

کامل فتح

تین مہینے سکون کے بعد ۱۰ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بہت بڑے پیمانہ پر عشاق اور بروسہ کی طرف حملہ شروع کیا۔ سہ ماہ دن سخت معرکہ جاری رہا۔ آخر ترکی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور دریائے سقاریہ کے اس پار آگر رکیں۔

مجلس وطنی، ترکی فوجوں کی واپسی سے سخت پریشان ہوئی اور مجھے حکم دیا کہ خود اپنے ہاتھ میں سپہ سالاری لے لوں۔ میں نے اس شرط پر یہ منصب قبول کر لیا کہ مجلس مجھے وہ تمام اختیارات بھی بخش دے جو اُسے فوج پر حاصل ہیں۔ مجلس نے یہ شرط منظور کر لی اور تین مہینے کے لئے اپنے اختیارات مجھے عطا کر دیئے۔

میں نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ دو سقاریا کا وہ معرکہ پیش آیا، جسنے حملہ آور یونانیوں کی کمر توڑ ڈالی۔ تب مجلس وطنی نے مجھے "مارشل" کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی "غازی" کا لقب بخشا۔ اس فتحمندی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہم سے معاہدہ کر لیا۔ ترکی کی کامل خود مختاری تسلیم کر لی اور اُن تمام علاقوں سے دست بردار ہو گیا جو جنوبی اناطولیہ میں اُس کے قبضہ میں تھے۔

اُنہی دنوں میں یونانیوں نے بحر اسود پر ترکی علاقے میں اپنی جمہوریت قائم کرنا چاہی۔ بعض یورپین سلطنتیں اُن کی ہمت افزائی کر رہی تھیں۔ ۵ ہزار فوج یونانیوں کی تائید پر تھی۔ مگر ہم نے اس فتنہ کا بھی سر کچل ڈالا۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں خود مجلس وطنی کے اندر مخالفت نے زور پکڑا۔ مخالفت کے سرگروہ رؤف بک اور قرہ واصف بک تھے۔ رأفت پاشا کا میلان بھی اسی جماعت کی طرف تھا [illegible]

حکومت آستانہ اور سیواس کانفرنس

حکومت آستانہ، سیواس کانفرنس دیکھ کر گھبرا گئی اور قومی تحریک کا گلا گھونٹ دینے پر کربستہ ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے اُسنے صوبۂ معمورۃ العزیز کے حاکم علی غالب کو منتخب کیا۔ اُسے حکم دیا کہ مشرقی صوبوں کے تمام کردوں کو قومی تحریک کے خلاف کھڑا کردے۔ نیز ایک اجنبی افسر اُس کی مدد کے لئے مقرر کیا۔

علی غالب بک کو یقین تھا کہ وہ سیواس تک پہنچ سکتا ہو اور حکومت پر قابض ہو کے قومی تحریک کا خاتمہ کردے سکتا ہو۔ لیکن ہم قومی کارکن پُورے طور پر بیدار تھے۔ ہم نے بروقت ضروری تدابیر اختیار کیں۔ مجرموں کا تعاقب شروع کردیا۔ جلد ہی ان کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اجنبی حمایت میں بھاگ کر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ نیز میں نے عام حکم صادر کردیا کہ کردستان میں اجنبی افسروں کی موجودگی قطعاً ممنوع ہو۔ الا یہ کہ اُن کے پاس ہماری خاص اجازت موجود ہو۔

پھر میں نے سلطان کو ایک طویل برقی پیغام بھیجا۔ اسمیں انتہائی تعظیم و تکریم کے الفاظ استعمال کئے اور درخواست کی کہ موجودہ خائن وزارت کو توڑ دیں اور ایک ایسی وزارت مرتب فرمائیں جو قومی آرزوؤں کی موید ہو۔

فرید پاشا یہ پیغام دیکھ کر بہت چراغ پا ہوئے۔ اُنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ قومی کارکنوں کو بہت ڈرایا دھمکایا اور بالآخر آستانہ اور اناطولیہ کے مابین گفتگو کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔

سیواس کانفرنس کے بعد ہم نے پارلیمنٹ منعقد کرنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن آستانہ کی حکومت اسے جمع ہونے دینا نہیں چاہتی تھی تاکہ قوم کی مرضی کے خلاف صلح حاصل کرسکے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے تمام عہدہ داروں کو حکم دے دیا کہ پُوری مستعدی سے انتخابات کی طیاریاں شروع کردیں۔ نیز سیواس کانفرنس کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمربستہ ہوگئے کہ اندرون ملک میں ایک نمائندہ جماعت، مجلس قومی، کے نام سے قائم ہو اور جملہ معاملات وہی انجام دے، یہاں تک کہ ملک میں ایسی حکومت قائم ہوجائے جسپر قوم کو اعتماد ہو۔

اس جدوجہد میں ہمیں بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اعتراضات، اختلافات، سوءظن، رشک و حسد کی کوئی حد نہ تھی۔ ساتھ ہی دشمنوں کی علانیہ عداوت اور خفیہ سازشوں نے اب اور بھی زیادہ زور کیا۔ ضروری تھا کہ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا جائے اور سب کا سر کچل ڈالا جائے۔ ہم نے یہی کیا۔

اسی دَوران میں ہر طرف سے سلطان پر تار برقیوں کی بارش ہوئی کہ فوراً اس خائن وزارت کو توڑ دیں۔ اسی دَوران میں علی فواد پاشا مغربی میدان جنگ کے سپہ سالار اور انگریزوں میں جھگڑا پیدا ہوگیا۔ میں نے مداخلت کی اور پُرامن طریقہ پر تصفیہ ہوگیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر انگریزی فوجیں، مرزیفون اور سامسون سے ہٹ گئیں۔

اب حکومت آستانہ کو یقین ہوگیا کہ اناطولیہ کی قومی تحریک کا مٹانا ناممکن ہو۔ اُس کے خلاف جتنی کوشش کی جاتی ہو، وہ اتنی ہی زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہو، لہذا اُسنے یہی مناسب سمجھا کہ سختی کے بجائے، نرم تدبیروں سے اُس کا خاتمہ کردے۔ چنانچہ مرحوم عبدالکریم پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ ۲۷ اور ۲۸ ستمبر کی درمیانی رات کو ہم دونوں تاربرقی کے آلہ پر ۸ گھنٹے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ مگر کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اب داماد فرید پاشا کے لئے اسکے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تھا کہ وزارت کی کرسی خالی کردیں چنانچہ تین دن بعد وہ مستعفی ہوگئے۔

اُسی زمانے میں طرابزون کے بعض لوگ ایک وفد مرتب کرکے بطور خود سمجھوتہ کے لئے آستانہ جانے لگے۔ مگر اُنھیں روک دیا گیا اور طرابزون کے صوبہ دار کو قید کردیا گیا۔

اس کا جواب حکومت آستانہ نے یہ دیا کہ پھوٹ ڈالنے کے لئے بعض منافق اناطولیہ میں بھیجدیئے۔ مگر اسمیں اُسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ اناطولیہ کی قومی مجلس نے آستانہ کے باشندوں کی اور زیادہ حمایت حاصل کرلی اور سلطانی حکومت کے شر سے اُنھیں باخبر کردیا۔ ہم نے یہی نہیں کیا بلکہ اُن پُرجوش ناعاقبت اندیش وطن پرستوں کی ناک میں بھی نکیل ڈال دی جو قسطنطنیہ پر حملہ کردینے اور تلوار کے زور سے فیصلہ حاصل کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ ہم نے ہر جگہ اپنی دعوت پھیلادی حتی کہ دول اتحاد کے اہل الحل والعقد کو بھی، جو آستانہ میں موجود تھے، متأثر کردیا۔

علی رضا کی وزارت

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان نے ۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو علی رضا پاشا کی وزارت قائم کردی۔ علی رضا پاشا کا مسلک، فرید پاشا سے بالکل مختلف تھا۔ نئی وزارت، مفاہمت چاہتی تھی۔ مگر وہ بھی اس مفاہمت میں مخلص نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی نرمی سے گلا گھونٹ دے۔

علی رضا پاشا نے مجھے مفاہمت کی دعوت دی۔ میں نے گفتگو کے لئے ۵ شرطیں پیش کیں:

(۱) اگر جدید وزارت، قومی آرزوؤں کی موید ہوگی تو قومی مجلس بھی اُس کی تائید کرے گی۔

(۲) جدید وزارت، ملک کی قسمت کا کوئی فیصلہ اُسوقت تک نہ کرے، جب تک پارلیمنٹ منعقد نہ ہو اور حکومت پر اُس کی کامل اور آزاد نگرانی قائم نہ ہوجائے۔

(۳) صلح کانفرنس میں جو نمائندے جائیں، وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن پر قوم اعتماد کرتی ہو۔

(۴) جدید وزارت، پُوری صفائی سے اپنا مسلک ظاہر کردے۔

(۵) وہ تمام عہدہ دار، سپہ سالار برطرف کردئے جائیں جو قومی تحریک کے مخالف ہیں۔ اُن کی جگہ وطن پرور آدمی مقرر کئے جائیں۔

کئی دن تک گفت و شنید جاری رہی۔ علی رضا پاشا صرف زبان سے وعدہ کرتے تھے کہ ہماری شرطیں منظور کرتے ہیں۔ وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہمارے طرفدار ہیں۔ جمال پاشا مرسینی کو وزارت میں اسی لئے داخل کیا تھا کہ قوم کو غلط فہمی میں ڈال سکیں۔ کیونکہ جمال پاشا مرسینی، قومی آدمی خیال کئے جاتے تھے۔

لیکن ہم دھوکا نہیں کھاسکتے تھے۔ جب ہم نے دیکھ لیا کہ گفتگو سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تو ہماری قومی مجلس بدستور قائم رہی اس کی بیداری اور مستعدی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد پُورے اناطولیہ پر اُس کی حکومت قائم ہوگئی۔ ساتھ ہی ہماری خفیہ انجمنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ خود آستانہ اور سمرنا میں بھی ہم متعدد طاقتور انجمنیں قائم کرسکے۔ ان کوششوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرلیں۔ ہم چاہتے تھے پارلیمنٹ، آستانہ کے بجائے اناطولیہ کی سرزمین میں منعقد ہو۔

اُسی زمانے میں امریکن جنرل ہاربرڈ اناطولیہ میں سیاحت کر رہا تھا۔ اُسنے مجھ سے سیواس میں ملاقات کی اور سوال کیا:

"اگر تمام قربانیوں کے بعد بھی قوم کوئی نتیجہ حاصل نہ کرسکی تو کیا کروگے؟"

میں نے جواب دیا:

"اگر قوم تمام قربانیاں کرے گی تو ضرور کامیاب ہوجائے گی۔ لیکن اگر اسپر بھی کامیاب نہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ قوم مرچکی!"

اس کے بعد غازی نے وہاب پاشا کی مذمت کی۔ کہا:

"میں نے اُنھیں حکم دیا کہ صوبۂ قونیہ کی حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ مگر اُنھوں نے مجھ سے منصب کی ترقی کا مطالبہ کیا۔ پھر میں نے اُنھیں قونیہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجنا چاہا، مگر اُنھوں نے دوبارہ منصب کا مطالبہ کیا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا جب میں خود تمام مناصب سے برخواست کردیا گیا تھا اور مجھے پھانسی کی سزا کا حکم مل چکا تھا!"

علی رضا پاشا نے ایک چال اور چلنا چاہی۔ صالح پاشا کو مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے آماسیا بھیجا۔ مگر عین اُسی وقت سیواس میں شورش بھی پیدا کردی۔ یہ شورش انجمن محبان انگریز کی کوششوں سے برپا ہوئی تھی۔ اس علاقے میں انجمن کا روح رواں ایک انگریز راہب "فرو" نام تھا۔ سیواس کی طرح ادا بازار، بروسہ میں بھی شورش نے ظہور کیا۔ مگر ہم نے بروقت سب کا خاتمہ کردیا۔

میں اس بات پر مصر تھا کہ پارلیمنٹ، اناطولیہ میں منعقد ہو لیکن احمد عزت پاشا، جمال پاشا مرسینی، احمد عبوق پاشا اسکے خلاف تھے۔ صالح پاشا کی مجھ سے گفتگو اس سمجھوتہ پر ختم ہوئی کہ طرفین نے اناطولیہ، اطنہ، سمرنا اور آدرنہ کو ترکی قومی وطن تسلیم کرلیا۔ اُس کی تقسیم و تجزی کو ناجائز قرار دیا۔ سلطنت و خلافت کے برقرار رہنے پر اتفاق کرلیا۔ نیز یہ طے پاگیا کہ پارلیمنٹ کے انتخابات پُوری آزادی کے ساتھ جاری ہوں۔

ہم نے علی رضا پاشا کی حکومت سے یہ بھی منوالیا کہ فرانسیسیوں سے جنگ کی جائے جنھوں نے انگریزوں کے بعد اطنہ پر قبضہ کرلیا تھا اور اجنبی جاسوسوں کو قطعی طور پر شرارت پھیلانے سے روک دیا جائے۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہ کوئی ایسی صلح قبول نہیں کی جائے جسے مجلس قومی نامنظور کرے۔ اس کے مقابلے میں ہم نے مان لیا کہ پارلیمنٹ آستانہ ہی میں منعقد ہو۔

قومی مجلس انگورہ

۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہماری قومی مجلس سیواس سے انگورہ میں منتقل ہوگئی کیونکہ اب ضرورت تھی کہ ہم یونانی میدان جنگ سے قریب ہیں۔

پارلیمنٹ، آستانہ میں منعقد ہوئی، مگر اتحادیوں نے اُسے جبراً بند کردیا۔ میں نے پارلیمنٹ کو انگورہ میں جمع ہونے کی دعوت دیدی۔ مجھے پہلے سے معلوم ہوگیا تھا کہ اتحادی، پارلیمنٹ کے ممبروں کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ممبروں کو متنبہ کردیا اور فوراً انگورہ چلے آنے پر زور دیا۔ مگر اُنھوں نے میری نصیحت قبول نہیں کی اور قید ہوگئے۔

اُسی زمانے میں جمال پاشا مرسینی نے کوشش کی کہ اناطولیہ کی قومی تحریک پر قابض ہوجائیں۔ قومی فوج پر اپنے طرفدار افسر مقرر کردیں۔ مگر اُنھیں کامیابی نہ ہوسکی۔ پھر اُنھوں نے اتحادیوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر چاہا کہ ترکی فوج، یونانیوں کے مقابلے سے ہٹ جائے۔ مگر اُن کی یہ کوشش بھی رائگاں گئی۔

جب پارلیمنٹ کے ممبر انگورہ پہنچے تو میں نے اُنھیں باہمی اتحاد کی نصیحت کی۔ میں چاہتا تھا پارلیمنٹ کا صدر مجھے منتخب کیا جائے، تاکہ میں جب چاہوں، اُسے اناطولیہ میں طلب کرسکوں مگر اُسوقت ارکان مجلس، اتحادیوں کے خوف سے اس کی جرأت نہ کرسکے۔

اب بہت سی نئی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔ ہمیں سب پر غالب آنا تھا۔ میں نے ترکی میں اور تمام اسلامی ممالک میں، اعلان شائع

عالمِ مطبوعات و صحائف

تاریخ کا سب سے بڑا سوانگ

نام نہاد "مجلس اقوام" اور چھوٹی قومیں

حال میں امریکن اخبارات کا ایک سربرآوردہ نمائندہ مجلس اقوام کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے جینوا گیا تھا۔ واپسی کے بعد اسنے امریکن اخبارات میں حسب ذیل تاثرات شایع کئے ہیں:

"یہ انجمن صرف دول عظمیٰ نے اپنی دلچسپی اور خودغرضی کے لئے بنائی ہو۔ تمام چھوٹی سلطنتیں ان کے جور و استبداد سے فریاد کررہی ہیں۔ مظلوم قوموں کو یہاں ذبح کیا جاتا ہو اور اُن کی کھال کھینچکر قہقہے لگائے جاتے ہیں۔ کمزور قوموں کی فریادیں، ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں اور وہ مجلس اقوام کو لعنت کرتی، روتی پیٹتی نامراد لوٹ جاتی ہیں۔

"یہ انجمن کچھ مفید ہوسکتی تھی اگر دول عظمیٰ اپنی سازشی طبیعت بدل ڈالتیں۔ مگر یہ ناممکن ہو۔ سازش اُنکے خمیر میں داخل ہوچکی ہو۔ انجمن کی تمام رکن سلطنتیں اس امر سے بخوبی واقف ہیں اور اب چھوٹی سلطنتیں بغاوت پر طیار ہوگئی ہیں۔ چنانچہ انجمن کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں انھوں نے اپنے غصے اور نفرت کا علانیہ مظاہرہ کردیا۔ سویڈن، ہالینڈ، پولینڈ، فنلینڈ، لیتھونیا، استھونیا وغیرہ نے بلکہ پگڑی لے دے کی۔ انھوں نے صاف لفظوں میں کہدیا۔ دول عظمیٰ نے امن و امان کی کشتی، جان بوجھکر غرق کردی ہو۔ وہ تمام اضطراب اور بے چینی واپس لے آئی ہیں جو گزشتہ جنگ کا سبب تھی۔ وہ باہم سازشیں کرتی ہیں۔ خفیہ معاہدے طیار کرتی ہیں اور وہ تمام خطرناک کام کررہی ہیں جو مجلس اقوام کے مقاصد سے قطعی مخالفت رکھتے ہیں"

"چھوٹی قوموں کی بغاوت کا علم ہالینڈ بلند کیا۔ اسنے مطالبہ کیا کہ سنہ ۱۹۲۶ء والا جینوا کا پروٹوکول زندہ کیا جائے جس کی رُو سے جبری تحکیم ہتیاروں کی تقلیل اور چھوٹی سلطنتوں کی زبردست سلطنتوں سے حمایت ضروری ہو۔ ہالینڈ کی اس تجویز کی سویڈن نے تائید کی اور اُس کے نمائندے نے تصریح کی کہ اسوقت بعینہ وہی مسلک، دول عظمیٰ نے اختیار کرلیا ہو جو گزشتہ جنگ کا سبب ہوا تھا اور آئندہ بھی ایک بہت زیادہ ہولناک جنگ کا موجب بنے گا۔

"پولینڈ نے اس کی تائید کرتے ہوئے تجویز کی کہ مجلس اقوام، جنگ کی حرمت کا قطعی فیصلہ صادر کرے۔ لیتھونیا اور فنلینڈ نے تجویز کی کہ تمام سلطنتیں اس بات کا عہد کریں کہ ہر مظلوم سلطنت کو مالی مدد دیں گی تاکہ وہ اپنی مدافعت پوری طرح کرسکے۔ فنلینڈ کے وزیر خارجیہ نے بیان کیا کہ گزشتہ سال یورپ نے اپنے جنگی سامان پر

۰۰۰،۰۰۰،۹۰۰،۰۰۰ پونڈ خرچ کئے ہیں۔ یہ بعینہ اتنی ہی رقم ہو جتنی سنہ ۱۹۱۳ء میں اُسنے خرچ کی تھی، جس سے جنگ عمومی کا ظہور ہوا۔ یورپ کی اسوقت مجموعی جنگی قوت، ۵۰۰،۰۰۰،۳۰۰،۰۰۰ سپاہی ہیں۔ یعنی سنہ ۱۹۱۳ء میں یورپ کے پاس جتنی فوج تھی، اُس سے اسوقت تھوڑی ہی کم ہو۔ حالانکہ معلوم ہو جنگ عمومی میں جن سلطنتوں نے شکست کھائی تھی اُن کے ہتیار چھین لئے گئے ہیں اور اُن کے پاس کوئی فوج بھی نہیں ہو۔

"خود مجلس اقوام کے صدر سینو وازریک دلگز کو اعتراف کرنا پڑا کہ تین دول عظمیٰ: برطانیہ، امریکہ، اور جاپان اپنے جنگی جہازوں کے محدود کرنے پر متفق نہیں ہوئیں، لہذا کوئی امید نہیں کہ باقی سلطنتیں باہم کوئی سمجھوتہ کرسکیں گی!"

غرضکہ اب "مجلس اقوام" کی حقیقت کھل گئی ہو اور یورپ میں بھی کوئی اُسپر اعتماد نہیں رکھتا۔

جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ

ڈاکٹر کارل ویکلنڈ، امریکہ کا ایک مشہور ڈاکٹر ہو اور عقلی امراض میں خاص شہرت رکھتا ہو۔ حال میں اسنے جنون کے متعلق ایک نیا نظریہ پیش کیا ہو۔ اس نظریہ کو بہت سے علماء، خود ڈاکٹر کا جنون بتاتے ہیں، مگر وہ اسپر از حد مصر ہو، اس قدر مصر کہ اسے "نظریہ" نہیں کہتا۔ ایک مسلم حقیقت بتاتا ہو!

نظریہ یہ ہو کہ "موت جس سے تمام لوگ اس قدر ڈرتے ہیں، محض ایک معمولی حادثہ ہو۔ موت کے معنی یہ ہیں کہ رُوح ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوجاتی ہو۔ اس سے زیادہ، موت کی کوئی حقیقت نہیں۔ خود روح کو بھی اس انتقال کی خبر نہیں ہوتی بسا اوقات ایسا ہوتا ہو کہ بھٹکتے بھٹکتے روح پھر عالم مادہ کی طرف لوٹ آتی ہو اور کسی زندہ آدمی کے جسم میں حلول کرجاتی ہو۔ جب ایسی صورت پیش آتی ہو تو آدمی مجنون ہوجاتا ہو۔ پس جنون کی علت یہ ہو کہ کوئی گم گشتہ راہ روح جسم میں حلول کرگئی ہو۔

ڈاکٹر اپنے مضمون میں لکھتا ہو:

"۳۰ برس کی تحقیقات کے بعد مجھے ثابت ہوگیا ہو کہ موت کے بعد بھی روح باقی اور زندہ رہتی ہو۔ ہمارے گرد بے شمار روحیں پھرتی ہیں اور ہم سے مخاطب ہونا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم نہ اُنھیں دیکھتے ہیں نہ کسی اور طرح محسوس کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہو کہ خود یہ روحیں بھی جاہل ہوتی ہیں۔ نہ اپنی حالت پوری طرح جانتی ہیں نہ ہمارے سکوت ہی کے سبب سے واقف ہوتی ہیں۔ یہی جہالت اُنھیں ایک تاریک عالم میں لیجاتی ہو اور وہ اسمیں سرگرداں رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی روحیں بھٹک کر اس دنیا میں واپس آجاتی ہیں اور بعض جسموں میں داخل ہوکر اُنھیں مجنون بنادیتی ہیں۔

"ہر انسان کے جسم سے ایک مقناطیسی سیال مادہ نکلتا رہتا ہو یہی مادہ روحوں کو جسم کی طرف کھینچتا ہو۔ بعض جسموں سے یہ مادہ کا خروج زیادہ ہوتا ہو، بعض سے کم۔ اول الذکر اجسام میں کبھی کبھی بیک وقت کئی کئی روحیں حلول کرجاتی ہیں اور وہ صد درجہ جنون میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

آگے چلکر ڈاکٹر نے روحوں سے اپنی کئی گفتگوئیں بھی نقل کی ہیں۔ چنانچہ شاہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کے دن اُسنے ایک انگریز ایکٹرس "لیلیان" کی روح سے گفتگو کی۔ وہ لکھتا ہو میں نے سوال کیا:

"کاش تم مجھے بتا دیتیں کہ موت کے بعد کیا ہوتا ہو!"

رُوح نے یُوں جواب دیا۔

"بہت سے لوگ تمھاری دُنیا سے یہاں آتے رہتے ہیں۔ لیکن میں اُن سے نہیں ملتی۔ حالانکہ وہ ملاقات کے لئے بہت اصرار کرتے ہیں۔ یہ دیکھو ایک شخص مجھے پکار رہا ہو۔ کہتا ہو کہ وہ عالم فنا میں شاہ ایڈورڈ کے نام سے مشہور تھا اور اُس کی ماں بہت بڑی ملکہ تھی۔ لیکن اب یہاں وہ خود اور اُس کی ماں، محض دو روحیں ہیں اور باقی روحوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتیں۔ ہم یہاں اُسوقت تک ٹھہرے ہیں جبتک ہم پر اس عالم اور وجود و فنا کے تمام راز نہ کھل جائیں!"

حیوانات کی عمر

تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہو کہ بُری حیوانات اپنی طبیعی موت سے کم مرتے ہیں۔ زیادہ تر قبل از وقت موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ سردی، گرمی، بھوک پیاس، قتل اور دوسرے بہت سے حادثے اُن کی زندگی ختم کردیتے ہیں۔

حال میں ایک جرمن ڈاکٹر ٹیمن نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ظاہر کیا ہو کہ علماء نے ابتک حیوانات کی عمر کے متعلق جتنے نظرئے قائم لئے ہیں، اکثر غلط ہیں۔ اور یہ کہ عمر کی درازی، جسم کے قد و قامت پر موقوف نہیں ہو، بلکہ دوسرے اسباب سے تعلق رکھتی ہو۔ ہوئیل مچھلی کو مستثنیٰ کرکے، جس کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہو، بعض دوسرے حیوانات کی عمریں اس ڈاکٹر کی رائے میں حسب ذیل ہیں:

حیوان	عمر
کچھوا	۳۰۰ برس
طوطا	۳۰۰ 〃
کوا	۳۰۰ 〃
بط	۳۰۰ 〃
ہاتھی	۲۰۰ 〃
شکرا	۱۶۲ 〃
گدھ	۱۴۴ 〃
شتر مرغ	۶۰ 〃
بوم	۶۰ 〃
بگلا	۶۰ 〃
اونٹ، گھوڑا، گدھا،	۵۰ 〃
ریچھ، گرگدن، دریائی گھوڑا،	۵۰ 〃
مگرمچھ اور مینڈک،	۴۰ 〃
جنگلی سور،	۳۰ 〃
شیر، چیتا، دریائی گائے،	۲۵ 〃
گوریا	۲۰ 〃
ہرن	۱۴ 〃
کتا اور بھیڑیا،	۱۵ 〃
لومڑی	۱۰ 〃
چوہا	۳ 〃

اور فتح سے ناامید تھی۔ حالانکہ انجام کافی حد تک معلوم تھا ۱۹۲۲ء کا جولائی ابھی آیا بھی نہ تھا کہ ترکی فوج، فیصلہ کن معرکہ کے لئے کمربستہ ہوگئی اور دشمن کے مقابلہ پر ۲۰ فوجوں نے حرکت کی۔ اب ہماری جنگی طاقت، دشمن کے برابر تھی۔ لیکن ہوائی جہاز اور توپیں اُسکے پاس ہم سے زیادہ تھیں۔ مغربی میدان جنگ کے ۲ حصے کر دئے گئے ایک حصہ نورالدین پاشا کی قیادت میں تھا اور دوسرا یعقوب پاشا کے سپرد کیا گیا۔ عصمت پاشا، سپہ سالار عام تھے۔

چند ہی آدمیوں کو اصلی حالات کا علم تھا۔ عام طور پر مایوسی پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ہم بالکل مطمئن تھے، کیونکہ اپنی قوت سے واقف تھے۔ اچانک ۲۶ر اگست کو ہم نے حملہ شروع کیا اور صرف ۵ دن کے اندر دشمن کا قلع قمع کر ڈالا! تمام دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اب ہماری مظفر و منصور فوجوں نے تھریس اور استنبول کی طرف پیشقدمی شروع کی دول اتحاد ہماری مقاومت پر اُٹھیں۔ ہم نے کہا اگر یونان، تھریس اور آدرنہ سے دست بردار ہو جائے تو ہماری فوجوں کو آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تھریس اور آستانہ بھی آزاد ہو گیا!

دو عملی کا خاتمہ

پھر لوزان کانفرنس منعقد ہوئی لیکن اتحادیوں نے قومی حکومت پر پھر ایک ضرب لگانا چاہی۔ اُنھوں نے صلح کانفرنس میں حکومت آستانہ کو بھی دعوت دی۔ اب میں مجبور ہوا کہ اس دو عملی کا خاتمہ کر دوں چنانچہ میں نے مجلس وطنی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"سیادت، دی نہیں جاتی، لی جاتی ہے۔ آل عثمان نے یہ سیادت غصب کر لی تھی۔ لیکن اب قوم نے واپس لے لی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ اب ہمیں اس کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ مجھے یقین ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں، سب یہ اعتراف کرتے ہیں لیکن اگر وہ اعتراف نہ بھی کریں تو حقیقت بہرحال عنقریب روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی"

اس تقریر کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس وطنی نے سلطنت کو خلافت سے الگ کر دیا۔ شخصی فرمانروائی کا خاتمہ کر دیا۔ آخری سلطان نے یہ دیکھا تو بدحواس ہو کر اجنبی حمایت میں پناہ لی اور ترکی سے بھاگ گیا۔

اس طرح وحید الدین، منصب خلافت سے ہٹا دیا گیا اور اُس کی جگہ عبدالمجید آفندی کا انتخاب ۲۸ر نومبر ۱۹۲۲ء کو عمل میں آیا پھر لوزان میں صلح کانفرنس شروع ہوئی۔

اس اثنا میں میں نے تمام اناطولیہ کا دورہ شروع کیا۔ علم باشندوں سے طویل گفتگو کی اور تمام داخلی اور خارجی معاملات، کاشت کاروں پر واضح کرنا شروع کئے۔

"شاہ پسندوں کی تحریک"

عین اُسی وقت شاہ پسندوں نے بھی اپنی تحریک پھیلانا شروع کی۔ وہ کہتے تھے خلیفہ، دُنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے۔ ترکی قوم خدا کی تلوار ہے جسے خلیفہ، خلافت کے مقاصد میں استعمال کرتا ہے لیکن میں اس خیال کا مخالف تھا۔ میں کہتا تھا یہ محض اوہام ہیں۔ اگر خلیفہ، دنیا بھر کے مسلمانوں کا سلطان ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف ایک ترکی ہی قوم، اُس کی تلوار بنے۔ پھر ترکی قوم اپنا خون، پوری فیاضی سے صدیوں بہا چکی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنے بقاء حیات کی فکر کرے اور اوہام سے باز آجائے۔ یہی مختلف دعاوی منصب خلافت کی منسوخی کا سبب بنیں"

موجودہ دورِ حکمرانی

اس کے بعد مقرر نے موجودہ ترکی حکمرانی کی اس طرح تشریح کی: "۱۱ر اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون اساسی میں لکھا گیا ہے کہ ترکی سلطنت کا سرکاری دین، اسلام ہے لیکن اب یہ جملہ حذف کر دینا ہوگا۔ کیونکہ ہماری جدید جماعت کے قانون میں خلافت کی منسوخی، جمہوریت کا اعلان، شرعی امور کی وزارت، دینی مدارس کی بندش خانقاہوں کی منسوخی، اور ترکی ٹوپی کی موقوفی، یہ تمام باتیں اہل ہیں۔ شروع شروع اس کا اعلان اس لئے نہیں کیا گیا کہ ہم قول سے پہلے عمل کو پسند کرتے ہیں!

جب عصمت پاشا لوزان سے پہلی مرتبہ واپس آئے تو مخالفین نے اُن پر بڑی سختی سے حملہ شروع کیا۔ لہٰذا میں نے از سر نو انتخابات کا فیصلہ کر دیا۔

ایک دن رات کو رؤف بک میرے پاس آئے اور مجھ اپنے ساتھ رافت پاشا کے مکان پر لے گئے۔ وہاں علی فواد پاشا بھی موجود تھے۔ رؤف بک نے مجھ سے کہا:

"میں آل عثمان اور سلاطین آل عثمان سے وابستہ ہوں۔ میں اُنہی کا پروردہ ہوں۔ سلطنت اور خلافت، وہ درجے ہیں جن تک ہر آدمی پہنچ نہیں سکتا۔ اگر یہ منصب منسوخ کر دئے جائیں گے تو ملک ہولناک مصائب میں مبتلا ہو جائے گا!"

رافت پاشا نے اُن کی تائید کرتے ہوئے کہا "ہم شاہی فرمانروا کے بغیر اس سرزمین پر زندہ ہی نہیں رہ سکتے!" علی فواد پاشا نے کہا "میں نے اب تک اس معاملے میں کوئی غور نہیں کیا ہے"

میں نے اِن لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کہا ابھی تک یہ مسئلہ معرض بحث میں نہیں آیا ہے۔ لہٰذا یہ گفتگو قبل از وقت ہے لیکن جب وہ وقت آیا تو بلا کسی مشکل کے سلطنت اور خلافت میں تفریق کر دی گئی۔ خلیفہ عبدالمجید سے ہم نے مطالبہ کیا کہ اپنے نام سے ایک اعلان شایع کریں اور اپنے خائن پیشرو کے اعمال کی مذمت کریں مگر اُنھوں نے اس سے قطعی انکار کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اپنے دستخط اِن لفظوں میں کرنے پر اصرار کیا "خلیفہ رسول اللہ عبدالمجید بن عبدالعزیز خان" اُسی زمانہ میں رافت پاشا نے خلیفہ عبدالمجید کو ایک گھوڑا ہدیۃً پیش کیا۔ اُنھوں نے اُسے قبول کر لیا تو رافت پاشا نے اسے "لطف الٰہی" قرار دیا!"

سابق خلیفہ عبدالمجید کی فرانسیسی شادی

جنیوا کی خبروں سے معلوم ہوا کہ سابق خلیفہ عبدالمجید آفندی عنقریب پیرس کی ایک حسین دوشیزہ سے شادی کرنے والے ہیں۔ اس عورت کا نام "جولیٹ لیبان" ہے۔ ایک فرانسیسی سرمایہ دار کی لڑکی ہے جو سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہے۔ عبدالمجید کی عمر آدھی سے زیادہ ختم ہو چکی ہے۔ بڑھاپا آ گیا ہے۔ مگر دوشیزہ کی عمر صرف ۲۲ برس ہے۔

خلیفہ کے محل میں ۵۰۰ عورتیں تھیں۔ مگر شریعت اسلامیہ کے بموجب اِن میں سے صرف چار اُن کی شرعی بیویاں تھیں۔ اِن چار میں سے دو مر چکی ہیں۔ ایک نے پیرس میں خودکشی کر لی دوسری اٹلی میں ایک ریل کے حادثہ میں مر گئی۔

سلطان عبدالمجید اس وقت جنیوا کے مضافات میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں بالکل گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کے مصاحبوں میں سے صرف گیارہ آدمی ساتھ ہیں۔ اُن کا سالانہ وظیفہ جو ترکی حکومت نے دینا منظور کیا ہے صرف اٹھارہ ہزار پونڈ ہے۔ لیکن اُن کی جائداد کی آمدنی اس سے کئی گنی زیادہ ہے۔ اس لئے وہ اپنی جلاوطنی میں بھی آرام کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

پیرس کی دوشیزہ نے ایک اخبار کے نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اور سلطان نے پوری کوشش کی کہ ہماری منگنی مخفی رہے لیکن یہ راز کسی طرح فاش ہو گیا۔ مجھے یقین ہے ہم دونوں نہایت پُرمسرت زندگی بسر کر سکیں گے۔ بلاشبہ سلطان کی عمر زیادہ ہے، حتیٰ کہ وہ میرے دادا معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس سے میرے دل کے تعلق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ سلطان نے وعدہ کیا ہے کہ ہنی مون" رویرا کے ساحلوں پر گزار کے پیرس میں ساتھ رہیں گے"

"تمھیں معلوم ہے کہ اب سے پہلے سلطان کے پاس ۵۰۰ عورتیں تھیں؟" نامہ نگار نے سوال کیا۔

"ہاں میں جانتی ہوں" نازنین نے جواب دیا "لیکن مجھے اس سے کیا سروکار؟ عقلمند عورت کبھی اپنے شوہر کے پُرانے حالات نہیں کریدتی۔ یہ عقل اور ادب، دونوں کے خلاف ہے!"

تھوڑے وقفہ کے بعد اُس نے اتنا اور اضافہ کیا:

"جس مرد کے پاس اب سے پہلے ۵۰۰ عورتیں رہ چکی ہیں وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ایک عورت کو کس طرح خوش رکھ سکے؟"

عبدالمجید آفندی ابھی شادی کے لئے وسیع پیمانے پر تیاری کر رہے ہیں۔ لیکن اب تک اُس کی تاریخ اور شادی کا مقام کسی کو معلوم نہیں ہے۔

عظیم الشان توام ستارہ

پچھلے دنوں امریکن ڈاکٹر جی۔ ایس۔ پلاسکٹ نے ایک عجیب کوکب دریافت کیا ہے۔ یہ ستارہ توام ہے یعنی جڑواں ہے۔ ۲ ستارے ایک ساتھ ہیں۔ ملتہب گیس سے مرکب ہیں۔ اس گیس کی حرارت پگھلے ہوئے لوہے کی حرارت سے بارہ گنی زیادہ ہے۔ ایک ستارہ بڑا ہے۔ دوسرا چھوٹا ہے۔ چھوٹے کی روشنی آفتاب کی روشنی سے ۱۲،۵۰۰ گنی زیادہ ہے۔ اور قطر، زمین کے قطر سے ۲،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ دونوں کا حجم، زمین کے حجم سے ۸،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گنا زیادہ ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ حرکت کا دائرہ، بیضاوی شکل کا ہے اور دائرہ، ۱۲،۰۳۰،۰۰۰،۰۰۰ میل طویل ہے۔ ایک ہفتہ میں وہ یہ مسافت طے کر لیتے ہیں۔ رفتار کی سرعت ہر منٹ میں ۱۲۸،۳۰۵ میل ہے۔

مطبوعات جامعہ

تاریخ فلسفۂ اسلام۔ ہالینڈ کے مشہور فلسفی اور مستشرق ٹی۔ جے۔ دی بوئر صنیف کا براہ راست جرمن زبان سے ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی (برلن) استاذ فلسفہ و تعلیمات و ناظم اردو اکاڈمی جامعہ ملیہ قیمت (عا) برہان۔ تفسیر سورۂ نور مصنفہ خواجہ عبد الحی صاحب فاروقی۔ خواجہ صاحب کا سلسلۂ تفسیر الفرقان فی معارف القرآن کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہو۔ مصنف کی دیگر تفاسیر بھی ہم سے مل سکتی ہیں۔ ہدیہ مجلد عہ (ایک روپیہ)

مبادی معاشیات۔ ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف کا سلیس اردو میں ترجمہ از ڈاکٹر ذاکر حسین خاں۔ ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی شیخ الجامعہ (عه)

تاریخ الامت۔ تاریخ اسلام کا وہ سلسلہ جو صحیح تاریخی اصول اور تحقیق و تنقید کے ساتھ مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری نے اردو خوان پبلک اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے تالیف فرمایا ہو۔ طرز تحریر نہایت سادہ اور زبان بہت سلیس اور عام فہم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اور محکمہ تعلیم صوبہ متوسط برار نے اسکو اپنے مدارس کے لئے پسند کیا ہو:۔

(۱) حصہ اول سیرۃ الرسول عہ (۲) حصہ دوم خلافت راشدہ عا (۳) حصہ سوم خلافت بنی امیہ عہ (۴) حصہ چہارم خلافت عباسیہ عا (۵) حصہ پنجم خلافت عباسیہ جلد دوم عا

دیوان غالب اردو (طبع ثانی) مطبوعہ برلن جرمنی۔ ہندوستان کے مایہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کے کلام کا مجموعہ بڑی لطافت و نفاست کے ساتھ طبع کرایا ہو۔ پاکٹ سائز۔ ملائم جلد۔ سنہرے نقش و نگار طلائی اوراق اور غالب کی لاثانی عکسی رنگین تصویر جرمن ہنرمندی کا اعلیٰ نمونہ ہو دیوان مکمل ہو جس میں مرزا مرحوم کا خود نوشتہ مقدمہ غزلیات۔ قصائد اور رباعیات ہیں۔ آخر میں بیاض کے لئے حاشیہ دار سادہ اوراق شامل ہیں۔ جلد کا رنگ سرخ۔ نیلا یا سبز قیمت صرف چار روپے (للعہ)

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۳)

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی آبادی مع شرح پیدائش و اموات

نام شہر	آبادی سنہ ۱۹۲۱ء	آبادی سنہ ۱۹۱۱ء	آبادی سنہ ۱۹۰۱ء	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: پیدائش	شرح پیدائش و اموات فی ہزار: موت
کلکتہ	۹۰۷۸۵۱	۸۹۶۰۶۷	۸۴۷۷۹۶	۱۸٫۹	۳۲٫۷
بمبئی	۱۱۷۵۹۱۴	۹۷۹۴۴۵	۷۷۶۰۰۶	۱۷٫۰	۲۷٫۰
مدراس	۵۲۶۹۱۱	۵۱۸۶۶۰	۵۰۹۳۴۶	۴۳٫۶	۴۷٫۳
ہوڑہ	۱۹۵۳۰۱	۱۷۹۳۸۹	۱۵۷۵۹۴	۲۴٫۶	۳۳٫۸
ڈھاکہ	۱۱۹۴۵۰	۱۰۸۵۵۱	۷۹۷۳۳	۳۳٫۶	۲۷٫۲
پٹنہ	۱۱۹۹۷۶	۱۳۶۱۵۳	۱۳۴۷۸۳	۲۱٫۵	۱۴٫۷
بنارس	۱۹۵۲۷۳	۲۰۸۱۲۱	۲۰۹۳۳۱	۵۰٫۱۵	۴۶٫۱۵
الہ آباد	۱۴۵۶۰۵	۱۵۹۷۰۱	۱۷۲۶۳۲	۴۲٫۰۱	۲۷٫۴۷
آگرہ	۱۸۳۷۵۰	۱۸۳۶۱۹	۱۸۸۰۲۲	۶۰٫۴۷	۳۹٫۰۴
کانپور	۱۹۵۰۸۸	۱۸۷۰۴۰	۱۹۷۱۴۰	۳۶٫۲۱	۴۳٫۱۷
لکھنؤ	۲۱۷۱۶۷	۲۶۰۶۲۱	۲۶۴۰۴۹	۴۶٫۱۲	۳۶٫۷۵
دہلی	۲۴۶۹۸۷	[illegible]	۲۰۸۵۷۵	۴۶٫۲۳	۲۹٫۲۷
لاہور	۲۵۷۲۹۵	۲۱۰۲۷۱	۲۰۲۹۰۴	۴۳٫۲۷	۳۷٫۸۴
کراچی	۲۰۶۱۹۸	۱۵۹۲۷۰	۱۱۶۶۶۸	۴۶٫۹۰	۲۶٫۹۴
بڑودہ	۹۴۸۰۰	۹۹۳۷۶	۱۰۳۷۹۰	۲۸٫۱	۳۴٫۰۱
جے پور	۱۲۰۱۹۶	۱۳۶۱۹۹	۱۶۰۵۰۷	۲۴٫۹۷	۳۴٫۹۰
ناگپور	۱۴۴۵۰۳	۱۰۶۴۴۲	۱۲۷۷۳۴	۶۰٫۰۳	۴۷٫۳۶
رنگون	۳۴۴۵۰۵	۲۹۳۳۱۶	۲۳۴۸۸۱	۱۸٫۷۶	۳۵٫۸۱

برطانی ہندوستان میں محنتی آبادی کی بربادی (۱۹۲۴ء)

عمر ۲۰—۴۰

صوبہ	مرد	عورتیں	مجموعی تعداد
مدراس	۶۹۷۹۰	۷۹۸۶۴	۱۴۹۶۵۴
بمبئی	۴۱۳۷۳	۴۲۴۴۳	۸۳۸۱۶
بنگال	۱۳۹۳۴۷	۱۳۳۳۳۰	۲۷۳۳۸۶
یوپی	۱۰۷۲۲۲	۱۰۷۰۲۳	۲۱۴۲۴۵
پنجاب	۷۲۳۳۲	۷۲۱۳۵	۱۴۵۰۸۷
برما	۲۲۳۹۷	۲۲۴۵۶	۴۲۷۵۳
بہار	۸۳۳۴۹	۸۵۸۲۷	۱۷۴۸۷۶
سی پی	۲۸۳۶۴	۲۹۷۷۳	۵۸۱۳۷
آسام	۲۹۳۴۷	۲۳۱۵۲	۵۲۴۹۹
کل برطانی ہند	۹۰۰۸۹۳	۹۰۶۶۲۸	۱۸۰۷۵۲۱

دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں ہر آدمی کی سالانہ آمدنی

(سنہ ۱۹۲۶ء میں)

امریکہ	۳۳۲۸	روپیہ
برطانیہ	۱۴۵۶	”
فرانس	۱۳۹۲	”
اٹلی	۵۴۰	”
جاپان	۱۱۸۰	”
ہندوستان	۳۰	”

فی کس روزانہ آمدنی

امریکہ	لعہ ۲ر
برطانیہ	للعہ ار
فرانس	سہ ۹ر
اٹلی	عہ ۹ر
جاپان	سہ ۲ر
ہندوستان	ار

ٹیکس کی فی آدمی شرح بحساب روپیہ آنہ

سال	برطانیہ	فرانس	جرمنی	اٹلی	امریکہ	ہندوستان
سنہ ۱۴-۱۹۱۳ء	۵۲-۸-۰	۲۸-۳-۰	۲۲-۰-۰	۱۸-۰-۰	۲۱-۰-۰	۲-۱۲-۰
سنہ ۲۱-۱۹۲۰ء	۳۲۰-۸-۰	۱۲۱-۰-۰	؟	۸۴-۰-۰	۱۲۵-۰-۰	۴-۸-۰
سنہ ۲۳-۱۹۲۲ء	۲۹۱-۰-۰	۱۵۹-۰-۰	؟	۱۰۹-۰-۰	۸۴-۰-۰	۵-۶-۰
سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء	۲۳۰-۶-۰	۲۲۵-۰-۰	۹۳-۰-۰	۱۲۰-۰-۰	۸۱-۰-۰	۵-۱۰-۰

ہندوستان اور جزائر برطانیہ میں پیشوں کے اعتبار سے آبادی کا تناسب

ہندوستان		جزائر برطانیہ
مجموعی آبادی	۳۱۹۳۶۱۰۰۰	مجموعی آبادی ۴۷۳۰۷۰۰۰
زراعت پیشہ	۷۱٫۸	۱۱٫۶
صنعت پیشہ	۱۱٫۲	۵۱٫۲
تجارت پیشہ	۷٫۲	۱۳٫۳
آزاد پیشہ	۲٫۶	۵٫۶
نیچ کی نوکریاں	۱٫۵	۱۲٫۸
دوسرے پیشے	۵٫۵	۰۰۰
کان کن	۱٫۱۷	۹٫۵

دنیا کی مزدوری پیشہ آبادی

ملک	مجموعی آبادی	مزدوری
امریکہ	۱۰۵۷۱۶۰۰۰	۴۷۶۷۷۰۰۰
برطانیہ	۴۷۳۰۷۰۰۰	۲۵۷۳۳۰۰۰
فرانس	۳۹۲۰۹۰۰۰	۲۰۹۳۱۰۰۰
جرمنی	۵۹۸۵۸۰۰۰	۳۰۲۳۲۰۰۰
اٹلی	۳۸۸۳۶۰۰۰	۱۸۷۱۸۰۰۰
ہندوستان	۳۱۶۳۶۱۰۰۰	۹۸۸۹۴۰۰۰
کینیڈا	۸۷۸۸۰۰۰	۳۲۲۱۰۰۰
آسٹریلیا	۵۵۱۰۰۰۰	۲۳۹۷۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۳۲۲۰۰۰	۴۷۴۰۰
نیوزی لینڈ	۱۲۸۴۰۰۰	۵۱۵۰۰۰

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسى

معارف ابن تيمية و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه " سلسلۂ تراجم " بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ ــــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب " زاد المعاد " کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ارھائي روپیه -

کتاب الوسیله ــــ لفظ " وسیله " کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول " توحید " کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ارھائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ــــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر ــــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی ــــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چھه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ــــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ــــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازہ کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ــــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے
خلاف الامه ــــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ــــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منيجر الهـــلال بك ايـــجنسى

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کے وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداري ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھي -

الهـــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تھا ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تھا ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق کا مجموعه تھا - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تھے - اور اُسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تھا - پھر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تھیں - اردو کا وہ پہلا هفته وار رساله تھا ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتھر کي چھپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بھي موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بھي علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں " البـــلاغ پریس " کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھي محفوظ ملا هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو اُنھیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیدے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنھیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه   الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه
" " چهارم ۱۰ روپیه   " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد " البـــلاغ " (جب دوسري مرتبه الهـــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بھي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر " البـــلاغ پریس "

۱۹۲۷

نمبر ۲۳

جلد ۱

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ انہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۳ — کلکتہ : جمعہ ۲۹ . جمادی الاولی ۱۳٤٦ ھجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 25, November 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای .
پتھر کی چھپائی مین محدود رھکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی .

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ھین ، وہ ھین جن مین الھلال چھپتا ھی . اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ھی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ھین . آپ ان دونون مین سی جسی چاھین پسند کر لین . لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ھمین اطلاع دیجیی . یاد رکھیی . طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اھم مسئلہ ھی . ضروری ھی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الھلال

قارئین الھلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٧٤٢ مراسلات وصول ھوی ھین . تقسیم آراء حسب ذیل ھی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	٤٥٢
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	٦٨٠	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق ھون	١٦٠

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاھر کیا ھی .

آراء کی دیکھنی سی معلوم ھوا کہ اس باری مین بعض اھم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ھی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ھی . آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاھر کرینگی مگر ضرورت ھی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین .

الھلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جارهے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

عکا کے یہاں قیام کرے - رستم نے لکھا ہے کہ احمد باشا نے اپني دوستي کا حق اِس طرح ادا کیا کہ مصري امیر کو زہر دے کر مار ڈالا !

(نپولین تک رسائي)

رستم نے اب اپنے سامنے ایک نئي مصیبت دیکھي - مجبوراً مصر بھاگ گیا - مصر میں ایک دوست نے اُسے مشہور خاندان بکري کے سجادہ نشین شیخ السادات کي خدمت میں پیش کر دیا - شیخ اُسے دیکھہ کر بہت خوش ہوا اور اپنے غلاموں کا افسر بنا دیا -

شام کے حملے سے واپسي پر نپولین کے استقبال کیلیے مصر کے تمام اُمراء شہر کے باہر کھڑے تھے - سید بکري بھي موجود تھے - وہ نپولین کي سواري کے لیے ایک گھوڑا بھي لے گئے تھے - گھوڑے کي لگام ' رستم کے ھاتھہ میں تھي - نپولین نے گھوڑا شکریہ کے ساتھہ قبول کر لیا - چند دن بعد دو غلاموں کي فرمائش کي - سید بکري نے دو غلام حاضر کر دیے - انھي غلاموں میں ایک رستم تھا - نپولین نے اپني خدمت میں لیتے وقت رستم کو ایک مرصع تلوار اور طلائي دستے کے دو طپنچے عطا کیے -

(فرانس میں داخلہ)

فرانس کي واپسي میں رستم بھي نپولین کے ساتھہ تھا - راستے میں کوئي خاص واقعہ پیش نہیں آیا - البتہ ایک دن نپولین نے ساتھیوں نے سنانے کیلیے کہدیا کہ " جنرل تمھیں اِس لیے ساتھہ لیے جاتا ہے ' تاکہ پیرس نے جلسے میں تمھاري بھینٹ چڑھائے " سادہ لوح غلام ڈر گیا ' اور واویلا مچانا شروع کر دیا - نپولین نے سنا تو بہت ھنسا - اور وہ تمام رقم اُسے بخش دي ' جو دوران سفر میں ' اپنے ساتھیوں سے جوئے میں جیتي تھي !

نپولین نے رستم کو مارسیلز میں چھوڑ دیا - ہر طرف لوگوں کي نظریں اُس پر پڑتي تھیں - عورتیں تو اسپر ٹوٹ پڑیں - اسکے عجیب مشرقي اطوار اور چرکسي چشم و ابرو اُنکے لیے نئي قسم کي چیز تھي - چند دن بعد نپولین کا اسباب لیکر وہ پیرس روانہ ہوا - راستے میں ڈاکو مل گئے ' اور تمام اسباب لوٹ لیا - رستم کي مرصع تلوار اور چھہ ہزار فرنک کي تھیلي بھي چھین لي -

جوزیفائن ' نپولین کي بیوي ' رستم کو دیکھہ کر بہت خوش ہوئي اور اپني خدمت میں قبول کر لیا - بعد میں لوگوں نے اِس پر طرح طرح کي چہ میگوئیاں کیں - کہا گیا کہ جوزیفائن غلام پر عاشق ہے - اِسي قدر نہیں ' بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ نپولین رستم کو محض اِسي نیت سے لایا تھا ' تاکہ جوزیفائن کیلیے دلچسپي کا سامان مہیا کر دے ' اور خود اُس کي نگراني اور رشک سے آزاد ہو جائے -

(رستم اور پیرس)

کچھہ ھي سبب ہو ' لیکن پیرس میں رستم کے ظہور نے نپولین کي عظمت میں غیر معمول اضافہ کردیا تھا - رستم اپنے بیش

شیخ خلیل بکري نقیب السادات مصر، جس کے ذریعہ نپولین کو رستم ملا

قیمت لباس میں " قنصل " (نپولین) کے ساتھہ ساتھہ پھرا کرتا تھا اور پیرس کي مخلوق اُسے دیکھہ کر متحیر رهجاتي تھي !

قنصل مقرر ہونے کے بعد نپولین اُس محل میں اُٹھہ گیا ' جو حکومت نے اُسے دیا تھا - رات کو اُس کے خاص کمرے کي نگہباني رستم ھي کے ذمے تھي - وہ رات بھر دروازے پر پڑا رهتا تھا ' اور کسي کو اندر جانے نہیں دیتا تھا -

ایک دن جوزیفائن کو معلوم ہوا کہ نپولین کے ساتھہ ایک عورت موجود ہے - وہ غصے میں بھري ہوئي اٹھي اور کمرے میں گھس پڑنا چاھا - مگر رستم دروازے پر سو رہا تھا - اُس کے خراٹے اِتنے بلند اور خوفناک تھے کہ جوزیفائن ڈر گئي - شمع ھاتھہ سے گر پڑي ' اور بدحواس الٹے پاؤں بھاگي !

دن کے وقت رستم کے فرائض یہ تھے کہ صبح اپنے آقا کو حجامت میں مدد دیتا تھا - نپولین نہایت تنک مزاج تھا - بار بار چلا اٹھتا تھا " گدھے ! آئینہ سیدھا کر - خوش قسمتي سے تیرا آقا مصري نہیں ہے ورنہ گردن اڑا دیتا ! " حجامت کے بعد اپنے آقا کو نہلاتا تھا - پھر اُس کے ساتھہ دفتر جاتا تھا اور ایک لمحہ کیلیے بھي جدا نہیں ہوتا تھا -

کلیپر کہتا ہے :

" نپولین نے کبھي کسي سے محبت نہیں کي - لیکن وہ اپني فیاضي سے دوسروں کي محبت خرید لیا کرتا تھا - ہمیشہ جوئے میں اپني تمام جیت ' رستم کو دیدیا کرتا - ایک مرتبہ پانچ دن کے اندر تین ہزار فرنک رستم کو مل گئے - اِس تقرب کي وجہ سے تمام خادم رستم پر حسد کرنے لگے تھے - صرف خادم ھي نہیں ' بہت سے بڑے بڑے آدمي بھي جلتے تھے - اُن کا خیال تھا : رستم کي یہ تمام قدرداني صرف اِس لیے ہے کہ وہ اُس کے دشمنوں کو خفیہ قتل کر ڈالتا ہے -

رستم نپولین کے ساتھہ سایہ کي طرح لگا رهتا تھا - حتي کہ فوج کي قواعد کے وقت بھي آقا کے گھوڑے کے پہلو میں اُس کا عربي گھوڑا نمایاں نظر آتا تھا - گھوڑے پر چیتے کي کھال کا زین ہوتا تھا - زین پر سونے کا کام تھا - خود رستم کا لباس ' ریشم کا زرچوبي ہوتا - دور دور تک اُس کي چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتي تھي - وہ اِس قدر شاندار ہوتا تھا کہ رستم ' عرب پادشاہ معلوم ہوتا تھا ' اور نپولین اُس کا فرنگي سپہ سالار - تھیٹر میں بھي وہ نپولین کے پہلو میں بیٹھتا تھا - تمام نظریں غلام کي شان و شوکت کے تماشہ میں محو ہوجاتي تھیں ! "

جب کبھي وہ راستے میں تنہا ہوتا ' مخلوق ھجوم کرکے ساتھہ ہوجاتي - مسرت کے نعرے بلند ہونے لگتے - اپنے فاتح آقا کي طرح یہ غلام بھي اپني عظمت و غرور میں مدھوش رهتا تھا - وہ بالکل پروا نہ کرتا کہ لوگ اُس کي تعریف میں نعرے لگا رہے ہیں ' یا تضحیک کر رہے ہیں !

مطبوعات جدیدہ

رستم بن رضا

(نپولین کا چرکسي غلام اور معتمد)

الھلال کے گذشتہ نمبر میں ھم نے ایک جرمن اھل قلم کي جدید کتاب کا ذکر کیا تھا جس میں اُس نے نپولین کے بعض غیر مشھور گوشہ ھاے حیات پر روشني ڈالنے کي کوشش کي ھے - ابھي اس کتاب کي بہت سي دلچسپ اور عبرت انگیز داستانیں باقي ھیں ' لیکن ھم چاھتے ھیں ' مجلس کے تبدیل ذائقہ کیلیے اُسکے ایک دوسرے حصہ پر قارئین الھلال کو توجہ دلائیں - یہ حصہ بھي تاریخي دلچسپي کے لحاظ سے پچھلي داستانوں سے کمتر نہیں ھے - اِس میں نپولین کي درباري زندگي کي ایک عجیب و غریب تاریخي شخصیت سے آنکي تقریب ھوگي - یہ شخصیت دس برس تک نپولین کے تمام عجائبات زندگي کي طرح یورپ کي ایک عجیب و غریب ھستي کا درجہ رکھتي تھي - حالانکہ اُسکي ابتدائي زندگي اس طرح شروع ھوي تھي کہ وہ مصر کا ایک چرکسي غلام تھا !

رستم بن رضا

یورپ کے تمام مورخین نے اس کا [illegible] رستم بن رضا لکھا ھے - فرانس کے قیام کے بعد اُس نے فرانسیسي زبان میں اسقدر قابلیت حاصل کرلي تھي کہ آخري عمر میں اپني یاد داشت حیات قلمبند کي - اس یاد داشت میں اُس نے خود اپنے قلم سے اپنے ابتدائي حالات لکھے ھیں - جرمن مصنف ھمیں بتلاتا ھے کہ یہ کتاب اسکے پیش نظر ھے -

(مہیب آقا اور عجیب غلام !)

گزشتہ صدي کے اوائل میں روئے زمین پر ایک طوفاني آندھي آئي - اُس نے بادشاھوں کے تخت اُلٹ دیے - تاجداروں کے تاج گرا دیے - یہ ایک مہیب جبار تھا جس کے سامنے تمام یورپ سر بسجود ھوگیا تھا - اِس مہیب آقا کے ساتھہ ھمیشہ ایک عجیب و غریب غلام بھي دیکھا جاتا تھا - مہیب آقا نپولین تھا ' اور عجیب الھیئت غلام رستم تھا !

رستم بن رضا کوفان سنہ ۱۷۸۲ع میں تفلیس (قوقاز) میں پیدا ھوا اُس کا بچپن کوہ قاف کے مرغزاروں میں بسر ھوا تھا لیکن زمانے کے انقلابات نے اُس کے دل و دماغ پر اُس سرزمین کے حسن و جمال طبیعت کا کوئي اثر باقي نہیں چھوڑا - وہ نہ تو شاعر ھوا ' نہ مصور - اُس کي قسمت میں ایک عجیب انسان کا عجیب غلام بننا تھا !

نپولین کے سکرٹری میذول نے اپنے روز نامچے میں لکھا ھے :

" رستم کا باپ طبیب تھا - بعض مورخین نے اُسے تاجر بھي بتایا ھے - اُس کے چار اولاد تھي - انمیں ایک رستم تھا - سنہ ۱۷۹۵ - تک وہ اپنے والدین کے ساتھہ رھا "

خود رستم نے اپني یاد داشتوں میں لکھا ھے کہ وہ اپني ماں سے از حد محبت رکھتا تھا - یہي محبت اُس کي تمام مصائب کا سبب ھوئي - باپ نے اُسے گھر سے نکال دیا اور وہ آورہ گردوں کي طرح گاؤں گاؤں پھرنے لگا - اتفاق سے اُسي زمانے میں وھاں کے اُمراء میں خانہ جنگي شروع ھوگئي - رستم اس جنگ میں قید ھوگیا ' اور بہت دنوں تک ایک قلعہ میں بند رھا - پھر وھاں سے بھاگا تا کہ اپني ماں کي کفالت کرے - اب وہ اپنے شوھر سے علحدہ ھوگئي تھي اور چھوٹے چھوٹے بچے ساتھہ لے کر کسي طرف چلي گئي تھي - بہت تلاش کے بعد رستم نے ماں کا پتہ لگالیا اور اُس کے ساتھہ رھنے لگا - کچھہ عرصہ کے بعد اُس نے ارادہ کیا کہ کسي شہر میں جاکر آباد ھو جاے اور اپنے خاندان کي پرورش کا انتظام کرے - وہ سب کو ساتھہ لے کر چل دیا ' مگر راستے میں بردہ فروش قزاقوں نے گھیر لیا ' اور پورا قافلہ گرفتار ھوگیا - بردہ فروشوں سے ایک مالدار عورت نے رستم کو خرید لیا اور اپنا لڑکا بنا کر گھر میں رکھا - لیکن اُس کے شوھر کو گھر میں اِس خوبصورت نوجوان کي موجودگي ناگوار ھوئي - اُس نے مصر کے ایک امیر کے ھاتھہ بیچ ڈالا -

مصري امیر رستم کو مصر لایا - پھر اپنے ساتھہ مکۂ معظمہ لے گیا - حج کے بعد دونوں شام کے راستے واپس ھوئے - مگر ابھي راہ ھي میں تھے کہ معلوم ھوا ' نپولین نے مصر پر قبضہ کرلیا ھے - امیر نے فیصلہ کیا کہ مصر نہ جائے اور اپنے دوست احمد باشا جزار والي

" تمهارا فرض ہے که اِس نازک وقت میں اپنے
نهه نه چهوڑو " نپولین کو امید نہیں تهي که رستم
ر دوسرے دن دیکها تو وہ موجود تها - اُس نے اپنے
جانے پر افسوس و ندامت کا اظہار کیا اور نپولین کا
ے سے صاف هوگیا -

میں نپولین نے اپني ناکامیوں سے مضطرب هوکر زهر
ڈاکٹروں نے اُسکي جان بچالي - ایک دن اُس نے
رستم سے پستول طلب کیا - رستم نے مارشل برتیه سے مشورہ کیا -
مارشل نے کہا جو جي میں آئے کرو - میں کوئي مشورہ نہیں دونگا -
لیکن بعض دوستوں نے کہا - اگر شہنشاہ خود کشي کرلیگا تو دنیا
تمهیں کو الزام دے گي - کہا جائیگا ' تم نے دشمنوں سے رشوت لیکر
پستول نپولین کے حواله کردیا - تاکه وہ خود کشي کرلے -

اِس واقعه کو رستم نے حیله بنایا ' اور نپولین سے همیشه کے لیے
علحدہ هوگیا - جلا وطن هوتے وقت شہنشاہ نے اپنے غلام کی بابت
سوال کیا - اور جب اُس کي بے وفائي کا حال سنا تو قدرتي طور
پر بہت رنجیدہ هوا -

رستم کي بے وفائي اِسي پر ختم نہیں هوگئي ' بلکه وہ دو مرتبه
انگلستان بهي گیا - وهاں نپولین کے دشمنوں کے سامنے اپنا شاهي
خلعت پہنکر جایا کرتا تها - انگریزوں کے هاتهه اُس نے اپنے آقا کي
بہت سي یادگاریں بهي بیچ ڈالیں - اِنهي میں سونے کا ایک
تکڑہ بهي تها - اِس پر لکها تها " نپولین کي یادگار اپنے وفادار
غلام رستم کے لیے "

٧ - دسمبر سنه ١٨٤٥ع کو اُس کا انتقال هوا - اُس کي قبر
ابتک پیرس میں موجود هے ' اور اُس پر یه عبارت کندہ هے :
" یہاں شہنشاہ نپولین کا غلام رستم رضا سو رها هے "

اُس کي زندگي هي میں اُس کے دونوں لڑکے مر چکے تهے -
صرف بیوہ اور ایک لڑکي باقي رهي - لڑکي کي شادي ایک
فرانسیسي تاجر سے هوگئي تهي -

حجة ابراهیمی

آیۂ کریمه " الم تر الي الذي حاج ابراهیم " کي تفسیر

قرآن حکیم کا اُسلوب بیان اور طریق استدلال

تفسیر کا قرآني اور غیر قرآني طریقه

(از مولانا ابو الکلام)

(٣)

افسوس هے که محل اِس کا متحمل نہیں که مثالوں کے بیان میں اطناب سے کام لیا جائے - ورنه آپ دیکهتے که تفسیر قرآن کا کوئي گوشه بهي ایسا نہیں هے جو اس غیر قرآني طریق تفسیر سے متاثر نه هو چکا هو ' اور اصلیت پر بے شمار پردے نه پڑ گئے هوں - اگر آپ صرف امام راغب اصفهاني کي مفردات هي اُٹها کر دیکهه لیں جو آج کل کے نئے محققین قرآن میں سے اکثر کا توشۂ عام هے ' تو آپ کو معلوم هو جائیگا که نه صرف قرآن کے مطالب و دلائل کي صورت بدل دي گئي هے ' بلکه اُسکے تمام الفاظ کے لیے بهي ایک نیا فلسفیانه قاموس ترتیب دیدیا گیا هے ' اور وہ چیز جسے اپنے " عربي مبین " هونے پر ناز تها ' اب ایک مشکل ترین عجمي چیستاں بنکے رهگئي هے !

(آیۂ زیر تدبر)

اب جب که یه تمهیدي مطالب ایک حد تک واضح هوگئے هیں ' آیۂ زیر تدبر کي تفسیر نہایت سہل هے - چند سطروں کے اندر تمام مشکلات دور هو جائینگي - البته تفسیر سے پہلے چند مبادیات کي مختصراً تشریح اب بهي ضروري هے :

(١) اس آیت میں قرآن حکیم نے حضرت ابراهیم علیه السلام اور اُن کے عهد کے ایک انسان کا مکالمه نقل کیا هے - سب سے پہلي اور بنیادي غلطي جس کي وجه سے تمام مشکلیں پیدا هوگئي هیں ' یه هے که مکالمه کي نوعیت هي غلط سمجهه لي گئي هے - آیت میں " حاج " کا لفظ آیا هے : الم تر الي الذي حاج ابراهیم في ربه - یعني کیا تمهیں اُس آدمي کا حال معلوم نہیں جس نے ابراهیم سے پروردگار عالم کے بارے میں حجت کي تهي ؟ چونکه مفسرین متکلمین کے دماغ میں منطقي طریق مناظرہ و حجت بسا هوا تها ' اور انبیاء کرام کے حجج و براهین فطریه کو بهي وهي جامه پہنانا چاهتے تهے ' اس لیے انهوں نے اِس مکالمه کو " مناظرہ " مصطلحۂ منطق قرار دیدیا ' اور پهر لگے فن مناظرہ کے تمام اُصول و اداب اُس پر

(رستمی فیشن)

پیرس کی نازنینوں کے لیے رستم ایک متحرک فتنہ بن گیا تھا - وہ اُن کی نظر میں مشرقی حسن و جمال کا ایک پر اسرار پیکر تھا - یہاں تک کہ اُس کے لباس کی بھی نقل اتاری جانے لگی - پیرس کا سب سے زیادہ مقبول فیشن " رستمی فیشن " ہوگیا - خود جوزیفائن اِس لباس پر فخر کرتی تھی - فرانس سے نکل کر یہ فیشن جرمنی پہنچا ' اور لوئیزا ملکۂ پروشیا تک نے اختیار کرلیا - عورتوں کی طرح مرد بھی اس کی تقلید کرنے لگے تھے - یہ بیماری ایسی عام ہوئی کہ خود نپولین بھی مبتلا ہوگیا - اُس نے بھی رستم کا سا لباس اپنے لیے بنوایا تھا اور بڑے بڑے جلسوں میں پہن کر جاتا تھا !

اُس عہد کے ماہر مصوروں نے رستم کی تصویریں اُتاریں - اخبارات و رسائل نے خاص اہتمام سے شائع کیں - پورے یورپ میں اُس کی شہرت عام ہوگئی -

جب نپولین کی تاج پوشی قریب آئی ' تو اُس نے درباری درزی کو حکم دیا کہ رستم کے لیے بیش قیمت خلعت طیار کرے - یہ خلعت اس قدر گرانقدر تھا کہ صرف کوٹ پر سات ہزار تین سو فرنک خرچ ہوے تھے - جوتے کی قیمت ایک سو بیس فرنک تھی - یہ رقم اُس زمانے میں ایک شاہی لباس ہی پر خرچ ہوسکتی تھی !

تاج پوشی کے جلوس میں رستم اپنے خاص لباس میں ملبوس شہنشاہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا تھا - وہ خود بھی اپنے گھوڑے پر ایک شہنشاہ معلوم ہوتا تھا - ہر طرف اُس کے اعزاز میں تالیوں کا شور بلند تھا !

(منتہاء عروج)

رستم نے اپنی زندگی کے بہترین ایام شہنشاہ نپولین کے زیر سایہ بسر کیے - دربار میں اُسے اتنا عروج حاصل تھا کہ خاص و عام سب حسد کرتے تھے - نپولین جب کوئی شہر فتح کرتا تھا تو شاہی گاڑی میں فاتح کے پیچھے رستم ہی بیٹھتا تھا - نا واقف اُسے سلطنت کا رکن اعظم خیال کرتے تھے - بہت سے لوگ اُس کی خوشامدیں کرتے ' تا کہ اس کے ذریعہ نپولین کی خوشنودی حاصل کرلیں !

جب نپولین پیرس میں ہوتا تو رستم کو دو گھنٹے تفریح کی اجازت ملتی - وہ اپنے اُن دوستوں سے ملنے جایا کرتا جن کے یہاں خوبصورت عورتیں ہوتیں - لیکن میدان جنگ میں اُسے ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی - کیونکہ اُس کے فرائض ہر لمحہ اُسے شہنشاہ کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے تھے - وہی اس کے لیے کھانے کا بھی انتظام کرتا تھا -

نپولین کے کھانے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا - بسا اوقات وہ کھائے بغیر ہی سو جاتا - ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نپولین آدھی رات کو اپنے بستر پر گیا اور کھانا طلب نہ کیا - رستم نے خیال کیا ' اب وہ کھانا نہیں کھائیگا - اُس نے بھنی ہوئی مرغی خوشی خوشی کھانا شروع کردی - لیکن ابھی آدھی مرغی بھی کھانے نہیں پایا تھا کہ نپولین نے کھانا مانگا - رستم بہت گھبرایا ! مگر اب کر ہی کیا سکتا تھا ؟ رہی بچی ہوئی مرغی لیکر حاضر ہوگیا - نپولین دیر تک مرغی دیکھتا رہا - پھر غلام پر غضبناک نظریں ڈالیں اور کہا " میں نہیں جانتا تھا کہ بعض مرغیوں کا صرف ایک ہی بازو اور ایک ہی ٹانگ ہوتی ہے - مجھے کبھی اِس بات کا وہم بھی نہیں گزرا تھا کہ دوسروں کا جھوٹا کھانا پڑیگا ! "

رستم ڈر گیا - رنگ فق ہوگیا - کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگا " مہربان آقا ! میں بہت بھوکا تھا - پہلے ارادہ صرف ران کھانے کا تھا - مگر افسوس - بازو بھی میں نے کھا لیا ! " نپولین چپ ہوگیا ' اور مرغی کھالی ' صبح اُس نے ایک سپہ سالار کو بعض احکام دینے کیلیے طلب کیا - رستم بھی سامنے کھڑا تھا - نپولین نے سپہ سالار سے کہا " تم نے کچھ سنا ؟ کل رات میں نے آقائے رستم کا پس ماندہ کھایا تھا ! ملعون ! ادھر آ - میں تیرے کان ملونگا - خبردار ' پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرنا ! " یہ کہکر نپولین زور سے ہنس پڑا -

(شادی)

رستم ' اپنے آقا کو روز پیرس کی عورتوں سے اپنے عشقیہ معرکوں کی داستانیں سنایا کرتا تھا - نپولین کو اِن واقعات سے بڑی دلچسپی ہوتی تھی اور وہ غلام کی ہمت افزائی کیا کرتا تھا - آخر رستم کا یہ شوق رنگ لایا - اور وہ ایک عورت پر عاشق ہوگیا - اُس نے شہنشاہ سے شادی کی درخواست کی - نپولین نے پوچھا " وہ کچھ مالدار بھی ہے ؟ " رستم نے جواب دیا " جب تک حضور کے قدموں سے لگا ہوں ' مجھے مال کی کیوں فکر ہو ؟ " نپولین کو یہ جواب پسند آیا اور شادی کی اجازت دیدی -

یکم فروری سنہ ۱۸۰۶ع میں الکزندرائن دوربل سے رستم کی شادی ہوگئی - خود شہنشاہ جلسہ میں شریک ہوا ' اور تمام خرچ اپنی جیب خاص سے ادا کیا - شادی کے ایک برس بعد لڑکا پیدا ہوا - رستم نے اُس کا نام ایشیل رکھا - نپولین کو یہ بچہ بہت پیارا تھا - اکثر بلا کر اُس سے کھیلا کرتا تھا - جب وہ لوٹتا تھا ' تو اُس کی دونوں مٹھیوں میں اشرفیاں ہوتی تھیں !

نپولین کو رستم اِس قدر عزیز تھا کہ سفر اٹلی کے موقعہ پر جب وہ بیمار ہوگیا تو نپولین نے چلتے وقت اُس سے کہا " رنج نہ کرنا - میں جلد واپس آؤنگا - میری بیوی تمہاری خبر لیگی - "

خود رستم نے اپنی یاد داشت میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اُس پر بے حد مہربان تھا - شروع میں نپولین نے اُس کی کوئی تنخواہ مقرر نہیں کی تھی - ایک دن اتفاق سے یاد آگیا تو فوراً ۱۲۰۰ فرنک مقرر کر دیے - تھوڑی ہی مدت بعد یہ رقم دوگنی کردی گئی - یعنی ۲۴۰۰ فرنک ملنے لگے - نیز ۲۴۰۰ فرنک شکار میں بادشاہ کی بندوق اٹھانے کیلیے ' اور ۹۰۰ فرنک دائمی انعام کے طور پر بھی ملتے تھے - اسکے علاوہ کھیل میں جسقدر روپیہ نپولین جیتتا تھا ' سب اسے دیدیتا تھا - عیدوں اور جشنوں کے موقعہ پر بھی بہت کچھ دیتا تھا - چنانچہ ۲۰۰۰ فرنک سنہ ۱۸۰۸ع میں دیے - ۳۰۰۰ سنہ ۱۸۱۰ میں دیے - ۴۰۰۰ سنہ ۱۸۱۱ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۳ع میں دیے - ۶۰۰۰ سنہ ۱۸۱۴ع میں دیے - پھر معزولی سے پہلے ایک مرتبہ یکمشت ۵۰۰۰۰ فرنک عطا کیے !

(رستم کا خاتمہ)

لیکن افسوس ہے کہ مصیبت کے وقت رستم بے وفا ثابت ہوا - آقا کے تمام احسانات بھول کر اُس سے رخ پھیر لیا !

۶ - اپریل سنہ ۱۸۱۴ میں نپولین کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا تھا - وہ جب جزیرۂ البا کی طرف روانہ ہونے لگا ' تو رستم ' بلا اجازت اپنی بیوی سے مشورہ کرنے چلا گیا - بیوی شریف تھی -

مجیب کے فرائض هیں - جو مدعي هو' اسے دلیل پیش کرني چاهیے - جو منکر هو' اسے توڑ کرنا چاهیے - چونکه مقصود اس تمام کارخانه سے اسکات خصم هے - یعنے مخاطب کو چپ کرا دینا ' اس لیے تمام اصول و آداب اسي محور کے گرد حرکت کرتے هیں - امام رازي نے جب اسے مناظرہ قرار دیا ' تو ضروري هوا که پوري بات اسي سانچے میں ڈهال کر دکها دي جائے - بات اُس سانچے میں ڈهلتي نهیں - بس ساري مشکلیں اسي سے پیدا هو گئي هیں -

آپ خود اپنے استفسار میں لکهتے هیں :

" یه در اصل حضرت ابراهیم علیه السلام اور نمرود کا مناظرہ هے ' جس میں نمرود کي حیثیت خدائي کے مدعي کي هے اور حضرت ابراهیم اُس کے زعم باطل کا بطلان ثابت کرنا چاهتے هیں "

یه جو آپ نے " در اصل مناظرہ هے " کهدیا' بس یهي تمام فساد کي جڑ هے - " مناظرہ هے ' تو حضرت ابراهیم کي حیثیت ایک مناظر کي هے - اگر وہ مناظر هیں ' تو چاهئے که اُن قواعد کلام سے سرمو تجاوز نه کریں جو فن مناظرہ کے ساخته پرداخته هیں - یا مثلاً رشیدیه میں درج هیں - اور چاهیے که بد بخت نمرود بهي اُنهي مقدمات اور مبادیات کے مطابق سرگرم ضلالت و شقاوت هو' جو هم شرح مواقف وغیرہ میں پڑہ چکے هیں ! "

امام رازي اور متکلمین کے اصول تفسیر یهي هیں ' اور آپ بهي اُنهي کے قدم بقدم چلنا چاهتے هیں - سوال یه هے که حضرت ابراهیم " مناظر " مصطلحۂ قوم کیوں هوں ؟ اور اگر وہ مناظر هوں ' تو کیوں اُن تمام گڑهے هوئے قاعدوں کے پابند هوں جو علوم وضیعه کي تدوین کے بعد هم نے اپنے اوپر لازم کر رکهے هیں ؟ کونسي عقل کي قطعیت اور وحي کي تنزیل موجود هے که حضرت ابراهیم کو بهي اُن قواعد کلام کي پابندي کرني چاهیے جو مناظرہ رشیدیه میں هم رٹ چکے هیں ' یا جنهیں بحر العلوم نے اپنے حواشي میں لکها هے ؟ " مناظر کے لیے یه جائز نهیں " اور " مستدل کے لیے یه ضروري هے " سوال یه هے که کیوں جائز نهیں ؟ کیوں ضروري هے ؟ اور کیوں ان اصول موضوعه اور قواعد مصنوعه " ما انزل الله بها من سلطان " کے انبیاۓ رسل پابند هوں ؟ کیوں ان کے لیے جائز نه هو که سرمو اِن سے تجاوز کریں ؟ کیا مصیبت هے که قرآن عربي زبان میں اُترتا هے - تمام فصحاء قریش اُس کي فصاحت کے آگے سربسجود هو جاتے هیں ' لیکن چار سو برس کے بعد همارے مفسرین بحث کرتے هیں که سیبویه اور کسائي کے بنائے هوئے قواعد کے مطابق وہ ٹهیک هے یا نهیں ؟ چار هزار برس پہلے ایک داعي الی الحق فطرت الهي اور وجدان انساني کے مطابق رشد و هدایت کا دروازہ کهولتا هے ' اور ایک منکر حق کو شک و انکار کي جگه یقین و ایمان کي راہ دکهلادیتا هے' لیکن پانچویں صدي هجري میں امام رازي آ کر بحث کرتے هیں که منطقي طریق مناظرہ کے مطابق یه مکالمه صحیح هے یا نهیں ؟ اور پهر چودهویں صدي میں آپ آتے هیں اور کهتے هیں که مشکلات حل نهیں هوتیں - مشکلات حل هوں تو کیسے هوں جب صدیوں سے مشکلات هي کو بلاوا دے دے کر سمیٹا گیا هے ' اور اصلیت کي سادگي وضعیت اور صناعت کي کج اندیشیوں اور پیچیدگیوں کے اندر گم هوگئي هے ؟

(۳) ایک دوسري بنیادي غلطي جو یهاں اُلجهاؤ پیدا کر رهي هے ' حضرت ابراهیم کے مخاطب کي اعتقادي حیثیت هے - مفسرین سے ایک سخت تسامح قرآن حکیم کے اُن مقامات کي تفسیر میں هوا هے ' جهاں بابل کے اس پادشاہ کا (جسے نمرود کهتے هیں) اور مصر کے فرعون کا (جو کچهه بهي اُس کا نام هو) ذکر کیا گیا هے - قرآن حکیم نے اُن کا ذکر ایسے لفظوں میں کیا هے ' جن سے معلوم هوتا هے که وہ اُس خدا کے اقرار سے منکر تهے جسکي دعوت حضرت ابراهیم اور حضرت موسی علیهما السلام نے اُنکے سامنے پیش کي تهي ' اور خود اپني خداوندي اور خداوندي کي طاقتوں کا دعوی رکهتے تهے - چونکه مفسرین کے پیش نظر صحیح تاریخي معلومات نه تهیں ' اسلیے وہ صحت کے ساتهه اس انکار اور ادعا کي نوعیت متعین نه کر سکے - یه خیال پیدا هوگیا که یه دونوں پادشاہ اپني خدائی کے اس معني میں مدعي تهے که وهي صانع کائنات هیں - چنانچه دونوں مقامات کے تمام مکالمات و مخاطبات میں فریق ثاني کي یهي اعتقادي حیثیت قرار دي گئي هے اور اسلیے حضرت ابراهیم اور حضرت موسی (علیهما السلام) کے تمام دلائل و ارشادات اسي پهلو سے دیکهے جاتے هیں - چونکه یه بات حقیقت حال کے خلاف هے ' اسلیے اس کي وجه سے طرح طرح کے نئے اُلجهاؤ پیدا هوگئے هیں - واقعه یه هے که نه صرف دنیا کي تاریخي معلومات کي بنا پر ' بلکه خود قرآن حکیم کي تصریحات کي بنا پر کها جاسکتا هے که دنیا میں آج تک کسي انسان نے بهي اس معني میں خدا هونے کا دعوی نهیں کیا هے که وهي صانع کائنات هے - ایسا دعوی کرنا ' بلکه ایسے ادعا کا تخیل کرنا فطرت انساني کے اسدرجه خلاف هے که کوئي انساني هستي اِسکي جرأت هي نهیں کرسکتي -

تحریر اندازہ سے زیادہ بڑهتي چلي جاتي هے ' اسلیے اس مقام کے دلائل و مباحث درج نهیں کیے جا سکتے - حقیقت حال سمجهنے کیلیے حسب ذیل اشارات کافي هونگے :

اولاً ' نوع انساني نے خدا کي صفات کے تصور میں جو ٹهوکریں کهائي هیں ' من جمله اُن کے ایک عالمگیر گمراهي شاهیت و الوهیت کا تشابه هے - یعنے شاهیت کے اختیارات نے بهي مافوق الفطرت اختیارات کي حیثیت اختیار کرلي تهي - جب کبهي کوئي انسان اپني غیر معمولي جسماني قوتوں سے مخالفوں کو زیر کرکے پادشاہ بن جاتا ' لوگ خیال کرتے ' وہ دیوتاؤں کا انساني مظهر هے ' بلکه خود بهي دیوتا هے - پهر جب شاهیت نے نسل و خاندان کے سلسله کي صورت اختیار کرلي' تو کسي انسان کا شاهي نسل سے هونا ' اس کے دیوتائي رشتوں کي دلیل سمجها جانے لگا - رفته رفته اس خیال نے پوري طرح ایک عام عقیدہ کي نوعیت پیدا کر لي که پادشاہ انسان نهیں هے - انسانیت سے بلند تر هستي هے - اُسکي طاقت بهي الهي طاقت ' اور اُسکا حکم بهي حکم خداوندي هے -

قرآن حکیم نے بابل اور مصر کے جن دو پادشاهوں کا حال بیان کیا هے ' اُنکي اور اُن کے قوم کي گمراهي یهي تهي - وہ اپني قوم میں ایک دیوتا کي طرح مانے جاتے تهے - اس لیے نهیں که اِن دو انسانوں نے خصوصیت سے اسکا دعوی کیا تها ' بلکه اِس لیے که وہ پادشاہ تهے ' اور پاشاہ کیلیے ایسا هي اعتقاد پیدا هو گیا تها -

ثانیاً ' اس سے یه بات بهي واضح هو گئي که مفسرین کا یه سمجهنا که فرعون اور نمرود نامي دو انسان خدائي کے مدعي تهے ' صحیح نهیں هے - جس طرح کي خدائي کے یه مدعي تهے ' اُس طرح کي خدائي کا اعتقاد اُس عهد کے بے شمار پادشاهوں اور پادشاهي کے سلسلوں کیلیے رہ چکا هے - هندوستان میں بهي پادشاہ کے لیے ایسا هي اعتقاد موجود تها - حتی که اُن کا سلسلۂ نسب چاند سورج سے ملا دیا گیا تها - تاتاریوں کي ابتدائي تاریخ بهي

منطبق کرنے ' اور جب منطبق نه هوسکے تو لا یعني اور دور ازکار توجیهیں کرنے لگے - حضرت امام رازي رحمة الله علیه اس آیت کي تفسیر میں سب سے پہلي بات جو کہتے هیں ' یہي هے که " و القصة الاولی مناظرة ابراهیم صلی الله علیه و سلم مع ملک زمانه " (جلد ۲ : ۳۱۷) جونہي انهوں نے اس معامله کو " مناظره " کے لفظ سے تعبیر کیا ' حقیقت سے الگ هوگئے ' اور پہلا قدم هي اُلٹا پڑ گیا - اب جس قدر آگے بڑھتے جاتے هیں ' حقیقت سے زیاده دور هوتے جاتے هیں ' اور یکے بعد دیگرے اُلجهاؤ پر الجهاؤ پڑتے جاتے هیں - اُنهوں نے اپني عادت کے مطابق " المسئلة الاولی " اور " المسئلة الثانیه " اور " الاشکال الاول " اور " الاشکال الثاني " کا سلسله یہاں بهي پوري قوت اور وضاحت کے ساتهه جاري رکها هے ' لیکن جب جواب کا موقعه آیا هے ' تو پانچ پانچ اور چهه چهه وجوه اشکال بیان کرنے کے بعد ایک شافي جواب بهي نہیں دے سکتے ' اور ایک ایسے طریقه سے جو پڑھنے والے کو حیرت و ارتیاب میں غرق کردیتا هے ' رخصت هو جاتے هیں !

امام رازي کے بعد جس قدر مفسرین پیدا هوئے ' سب نے اس مکالمه پر اسي حیثیت سے نظر ڈالي - البته حافظ عماد الدین ابن کثیر جو شیخ الاسلام ابن تیمیه کے تلامذه میں سے هیں ' اس سے مستثنی هیں - وه سلف کے طریق تفسیر سے آشنا هوچکے تھے ' اس لیے ان موشگافیوں میں نہیں پڑے - بلکه صاف صاف کہدیا " وهذا التنزیل علي هذا المعني احسن مما ذکره کثیر من المنطقیین " (حاشیه فتح البیان جلد ۲ : ۱۵۶) یعنے یه مطلب اس سے کہیں زیاده بہتر هے جو بہت سے منطقیوں نے قرار دیا هے - لیکن افسوس هے که منطقیوں کے طریقه سے الگ رهکر بهي وه پوري طرح اُن کي لغزشوں سے محفوظ نه رهسکے - یعني اس الجهاؤ سے وه بهي نه نکل سکے جو حضرت ابراهیم کے ایک دلیل چهوڑ کر دوسري دلیل اختیار کرنے کے معامله میں پڑ گیا تها -

یه بات معلوم کرنے کیلیے که متاخرین کي پیدا کي هوي مشکلات سے متقدمین کس طرح محفوظ تھے ' امام ابن جریر طبری کي تفسیر پر نظر ڈالیے جو محدثین کے صاف اور ساده طریق پر روایات جمع کر دیتے هیں - انهوں نے سرے سے یه فتنه انگیز لفظ " مناظره " استعمال هي نہیں کیا هے - وه " حاج ابراهیم في ربه " کا ترجمه " الذي خاصم ابراهیم في ربه " کرتے هیں ' جو في الحقیقت اس محل کیلیے خود قرآن کا بتلایا هوا لفظ هے ' اور پهر سیدها سادها مطلب بیان کرکے خاموش هو جاتے هیں -

یه واضح رهے که همیں یہاں مناظره کے لغوي اطلاق سے اختلاف نہیں هے ' بلکه اصطلاحي اور وضعي اطلاق سے اختلاف هے - وضعي علوم کي اصطلاح میں " مناظره " ایک خاص فن هے جسمیں مباحثه کے اصول و آداب وضع کیے گیے هیں ' اور اس کا مقصود اِسکات خصم هے - یعنے جهگڑنے والے کو چپ کرا دینا - نه یه که اسکے شکوک دور کردینا - نه صرف یه که انبیاء کرام کا طریق بیان یه نہیں هوتا ' بلکه قرآن بتلاتا هے که کسي طالب حق کا بهي طریقه یه نہیں هونا چاهیے - کیونکه یه طلب حق اور علم حقیقت کي راه نہیں هے - " جدل " اور " خصومت " کي راه هے - اب غور کیجیے - یه کیسي مصیبت هے که جس طریق بحث و کلام کو قرآن مذموم ٹهراتا هے - اسي کو همارے مفسرین متفلسفین محمود و مطلوب قرار دیتے هیں ' اور قرآن کے تمام دلائل اور انبیاء کرام کے تمام مکالمات و مخاطبات کو اسي شکل و صورت میں آراسته کرنا چاهتے هیں ' اور پهر ذهن کي اس کجي اور فکر کے اِس مرض کو علم و معرفت کي ایک ایسي

عظمت سمجهتے هیں ' جسے ابراهیم خلیل علیه الصلوة و السلام کے منه سے نکلوا دینا ' انکي بزرگي کي بڑي هي دلیل اور اُنکے مرتبۂ نبوت و خلت کي بڑي هي خوبروئی هے !

اس سے بهي بڑھکر اعجب العجائب معامله یه هے که قرآن حکیم اس مقام پر جس حقیقت کا اعلان کر رها هے ' وه یہي هے که انبیاء کرام کا طریق دعوت ' " هدایت " کا طریقه هوتا هے - " جدل " و " خصومت " کا نہیں هوتا - چنانچه حضرت خلیل نے با وجود اسکے که ایک الد الخصام کج بحثي کرنے لگا تها ' سر رشتۂ هدایت هاتهه سے نه چهوڑا ' اور مجادلانه نزاع کي جگه طریق هدایت سے اُسے اعتراف حق پر مجبور کر دیا - لیکن متکلمین هیں که عین اسي مقام کو مجادلانه انداز استدلال کی شکل دے رهے هیں ' اور بڑي کوه کندنیوں اور کاه برآوردنیوں کے بعد ثابت کر دینا چاهتے هیں که اصل حقیقت یه نہیں هے - بالکل اس سے اُلٹي هے - یعني طریق ' طریق جدل اور مناظره هے - نه که ارشاد الی الحق اور هدایت الی المقصود !

تفسیر کبیر کا یه پورا مقام پڑھ جایئے - معلوم هوتا هے ' حضرت خلیل اور نمرود کا مکالمه منطقیوں کي ایک اچهي خاصي مجلس مناظره هے - ایک طرف نمرود بیٹها هے ' اور ایک پخته کار فلسفي کي طرح شفا اور اشارات کے تمام مباحث رٹ چکا هے - دوسري طرف حضرت ابراهیم هیں ' اور امام رازي اور قاضی عضد کے علم کلام کا ایک ایک لفظ نوک زبان رکهتے هیں - نمرود ایک سوال کرتا هے - یه اُس کا جواب دیتے هیں - وه اِن کے جواب کا توڑ کرتا هے ' اور نئے مقدموں میں اُلجهانا چاهتا هے - یه ایک شاطر مناظر کي طرح فوراً پینترا بدلتے هیں ' اور اُنهي مقدمات کے داؤ سے اُسے گرا دینا چاهتے هیں - وه سبب اور واسطه کے طرف رخ کرتا هے - یه حرکت افلاک کا پیچ کس دیتے هیں - سبحان الله ! حضرت ابراهیم علیه السلام کي دعوت نبوت نه هوئي - میر زاهد اور سیالکوٹي کا مباحثه هوگیا ! حاشا و کلا که انبیاء کرام جو تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت کے لیے آتے هیں ' یه مجادلانه انداز سخن اور مخاصمانه طریق مخاطبت رکهتے هوں - اگر ایک لمحه کے لیے بهي یه طریق تفسیر تسلیم کر لیا جاے تو ساتهه هي یه بهي تسلیم کر لینا پڑیگا که دنیا کے سارے نبیوں اور رسولوں کی سب سے بڑي بڑائي یه تهي که وه منطقي اور متکلم هوں - لیکن اگر یہی معیار نبوت هے ' تو دنیا کا سب سے بڑا نبي ارسطو تها جس نے سب سے پہلے منطق کے اصول و قواعد سے دنیا کو آشنا کیا ' نه که ابراهیم خلیل اور محمد بن عبد الله علیهما الصلوة و السلام ' جن کا لکهنے پڑھنے کے طریقے سے آشنا هونا بهي ثابت نہیں !

(۲) اب غور کیجیے - اس مکالمه کو " مناظره " قرار دیکر کس طرح انهوں نے اپنے آپکو مشکلات کے حواله کر دیا هے ؟ اگر یه " مناظره " هے ' اور حضرت ابراهیم کي بڑي فضیلت یہي هے که مناظرین کي طرح مخاطب کو سخن پروري میں هرا دیں ' تو ضروري هے که مناظره کے جو اصول و آداب وضع کیے گئے هیں ' اُنهیں کسي نه کسي طرح اس مکالمه پر منطبق کیا جاے - مصیبت یه هے وه منطبق نہیں هوتے - کیونکه سرے سے یه مناظرۂ مصطلحۂ قوم تها هي نہیں - نتیجه یه هے که مشکلات کا کوئي تشفي بخش حل نظر نہیں آتا - فن مناظرۂ وضعیه کے لحاظ سے پہلي چیز فریقین کي حیثیت کا تعین هے - یعنے اُن میں سے کون مدعي هے کون منکر - کون مثبت هے ' کون منفي - پهر مستدل کے واجبات هیں ' اور

علم الآثار مصر کا جديد ذخيره

فراعنهٔ مصر کے عظيم هيکل

ريمسيس ثاني اور اُسکي لڑکي کا مجسمه ' جسکے محل ميں حضرت موسى عليه السلام پيدا هوے تهے !

گذشته دس سال کے اندر علم الآثار مصر ميں جديد انکشافات کا جو اضافه هوا هے ' وه نهايت قيمتي هے ' اور علماء آثار کا خيال هے ' اس سے مصري اثريات ميں تحقيق و نظر کا ايک نيا دور شروع هو جايگا هے - وادي الملوک اور الاقصر کے دو مقبروں کا حال نهايت تفصيل کے ساتهه دنيا کے علم ميں آچکا هے ' ليکن ان مقبروں کے علاوه اور بهي بے شمار نئي نئي چيزيں هيں جو تاريخ مصر کے بعض اهم زمانوں سے تعلق رکهتي هيں ' اور اسليے علماء آثار اُن کے درس و مطالعه ميں مشغول هيں -

آج هم قارئين الهلال کي دلچسپي کے ليے ان ميں سے بعض اهم آثار کا مرقع شائع کرتے هيں -

سب سے پہلے آپ کي نظر دو چهوٹي چهوٹي تصويروں پر پڑيگي ' جن ميں سے ايک پر منقش تصويريں هيں - دوسري ميں ايک شکسته مجسمه نظر آ رها هے - پهلي تصوير ابيڈس مندر کي ايک ديوار کا مرقع هے جس ميں فرعون " ستي " اول اپنے معبود کے سامنے کهڑا هے ' اور اُسے نذر پيش کر رها هے - مرقع ميں فرعون کي صورت اور وضع اتني نزاکت اور خوبى کے ساتهه کنده کي گئي هے که مصر کے تمام حجري مرقعوں ميں صرف چند تصويريں هي اس کا مقابله کرسکتي هيں - اس مرقع ميں همارے سامنے چار هزار برس پہلے کا ايک انسان اپني اصلي صورت و وضع ميں کهڑا هے !

دوسرا مرقع مصري ديوتا " ممنن " کا بت هے - اس کي نسبت يقين کيا جاتا تها که هر روز طلوع آفتاب کے وقت اس ميں سے الهي نغموں کے ترانے بلند هوتے تهے - اب يه بالکل ٹوٹي پهوٹي حالت ميں برامد هوا هے - ليکن علم کي خوش قسمتي سے اس کے کتبے محفوظ هيں ' اور پورى طرح پڑهے جا سکتے هيں -

ان کے بعد آپ دو بڑي تصويريں ' اوپر تلے ديکهه رهے هيں - پهلي تصوير ابيڈيس مندر کي ايک ديوار پر کنده هے - اس ميں مصريوں کے دو ديوتا دکهائے گئے هيں - هورس اور اوسائرس - هورس هر طرح کي اچهائيوں کا معبود تها - اوسائرس سورج ديوتا تها - مصري يقين کرتے تهے که سورج ديوتا کي بهن اور لڑکي " آئي سس " نے اپنے مقدس آنسوؤں کے چند قطرے ملا کر هميشه کيليے درياے نيل کو شيريں اور مقدس بنا ديا هے !

دوسرا مرقع ايک عظيم مجسمه کا نهايت قيمتي ٹکڑا هے جو الاقصر سے بر آمد هوا هے - نقوش کے پڑهنے سے معلوم هوتا هے که يه دراصل فرعون ريمسس دوم کا مجسمه تها - تصوير ميں صرف کمر سے ليکر پانوں تک کا حصه نماياں هے - پانوں کے پيچهے ايک عورت کا چهوٹا سا مجسمه هے جو کهڑي هے - يه ريمسس کي لڑکي هے - ريمسس دوم وهي فرعون هے ' جس کے محل ميں حضرت موسى عليه السلام کي پيدايش هوئي تهي - خيال کيا جاتا هے که يهي لڑکي محل شاهي کي وه عورت هے ' جس نے دريا سے حضرت موسى کو نکالا تها !

اسکي شهادت ديتي هے - بنو اسرائيل نے جب فلسطين اور شام پر قبضه کيا تو جو قوميں وهاں آباد تهيں ' اُن کا بهي اپنے پادشاهوں کي نسبت ايسا هي خيال تها - خود قرآن اور تورات نے حضرت موسىٰ عليه السلام کي مصري زندگي کے جو واقعات بيان کيے هيں ' اُن کا تعلق بهي ايک پادشاه سے نهيں هے - دو پادشاهوں سے هے جو يکے بعد ديگرے تخت نشين هوئے تهے - ايک فرعون وه هے جس کے محل ميں حضرت موسىٰ پيدا هوئے - دوسرا وه هے جو اُن کا تعاقب کرتا هوا خليج سوئز ميں غرق هوا - اگر فرعون کے ادعاء الوهيت سے مقصود يه هوتا که وه کسبتي ايک انسان کا شخصي ادعا تها ' تو ظاهر هے ' بغير کسي امتياز کے دونوں کي نسبت ايک هي طرح کي ادعائي ذهنيت قرآن کيوں ظاهر کرتا ؟ دراصل قرآن نے اسي ليے اُن کے ناموں کي جگه اُن کا عام لقب " فرعون " استعمال کيا - کيوں که کسي ايک پادشاه کا تمرد و طغيان دکهلانا مقصود نهيں تها - تمام فراعنه کا طغيان دکهلانا مقصود تها -

بهر حال قرآن حکيم نے اِن دونوں پادشاهوں کا ذکر اس ليے کيا هے که انساني گمراهي کي ايک خاص حالت کا نمونه دکهلا دے - اس نوع کي گمراهي کےليے يه کامل قسم کے نمونے تهے - اس ليے انهي کو بطور مثال کے چن ليا گيا -

باقي رهے فرعونوں کے وه متکبرانه اور مدعيانه اقوال جو قرآن حکيم نے نقل کيے هيں ' تو اُن ميں ايک جمله بهي ايسا نهيں هے جس کا مطلب يه هو که وه اپنے آپ کو خدا بمعني صانع کائنات سمجهتے تهے - چونکه مفسرين نے يهي مطلب ٹهرا ليا تها ' اس ليے ان کي نظر آيات کے صاف صاف مطلب کے طرف نهيں گئي - دوسري راهوں ميں پهنچ گئے - ليکن يه محل تفصيل کا نهيں هے -

ثالثاً ' آيت زير تدبر ميں جس پادشاه کا ذکر کيا گيا هے ' اُس کي شخصيت بهي صحيح طور پر متعين نهيں کي گئي - عام طور پر مشهور هے که وه نمرود تها - ليکن بابل اور نينوا کے آثار قديمه سے جس قدر معلومات فراهم هوچکي هيں ' اُن سے اس خيال کي تصديق نهيں هوتي - " نمرود " سے مقصود وه پادشاه هے ' جس کے خاندان نے سب سے پہلے بابل پر حکمراني کي تهي - اس خاندان کا سب سے زياده مشهور شخص " آور " پنجم تها جس کے سوانح حيات کي منقش اينٹيں جرمن وفد کي کوششوں سے سنه ۱۹۰۴ع ميں برامد هوئي هيں - اِن اينٹوں کي عبارت سے جو خط مسماري ميں کنده هيں ' معلوم هوتا هے که نمرود اور اُسکے خاندان کا زمانه دو هزار سات سو برس قبل مسيح تها - اگر تورات کے سنين تسليم کرليے جائيں ' تو حضرت ابراهيم عليه السلام کا زمانه دو هزار تين سو برس قبل مسيح کا زمانه هے - ظاهر هے که اِس حساب سے حضرت ابراهيم کا ظهور نمرود سے کئي سو برس بعد هوا هے - اُن کے زمانه ميں نه صرف نمرود کي ' بلکه اُس کے خاندان کي بهي حکومت باقي نهيں رهي تهي -

خاندان نمرود کے دو سو برس بعد بابل ميں ايک نيا سلسلهٔ شاهي قائم هوا جسے " ايلامي " خاندان سے تعبير کيا جاتا هے - اس خاندان کا ايک پادشاه دو هزار تين سو برس قبل مسيح بابل ميں حکمران تها جس کا نام " کادولا اومر " تها - غالباً يهي بادشاه حضرت ابراهيم کا معاصر تها ' اور اسي سے اُن کا يه مکالمه هوا هے - بابل کے آثار ميں اس پادشاه کی تصويريں اور بعض فرامين کي اينٹيں بهي ملي هيں - اِن کتبوں سے معلوم هوتا هے که وه نهايت خود سر اور جبار تها ' - اُس کي نسبت يقين کيا جاتا تها که آسماني ديوتاؤں کا قهر و جبروت اُس کے اندر مجسم هوگيا هے -

يه اوصاف ٹهيک ٹهيک اُس متکبرانه انداز سخن کے مطابق هيں جو اس مکالمه سے ظاهر هوتا هے -

ايسا معلوم هوتا هے که جس طرح عربوں ميں شاهان روم ' قيصر ' شاهان ايران کسرىٰ ' اور شاهان مصر فرعون کهے جاتے تهے ' اسي طرح بابل کے پادشاهوں کے ليے " نمرود " کا لفظ بطور لقب کے مشهور هوگيا تها - يه تلقب بے اصل بهي نه تها ' کيونکه جس طرح روم ميں سيزر اور ايران ميں خسرو پادشاهوں کا نام رهچکا تها ' اُسي طرح بابل کے پہلے فرمانروا کا نام نمرود تها - پس ابتدا ميں جب لوگوں نے يه کها هوگا که مکالمه نمرود سے هوا ' تو اُن کا مقصد يه هوگا که بابل کے ايک پادشاه سے هوا - يه مطلب نه هوگا که نمرود نامي انسان سے هوا تها -

رابعاً ' يوناني مورخوں کے بيانات اور علم الآثار کي تحقيقات سے معلوم هوتا هے که اهل بابل کواکب پرست تهے - اسي کواکب پرستي نے اُنهيں علم هئيت کے علمي مباديات سے آشنا کيا تها - اُن کا اعتقاد تها که اجرام سماويه کائنات کي ايسي ملکوتي هستياں هيں ' جنهيں تدبير و تصرف عالم کي تمام قوتيں حاصل هيں - دنيا ميں جو کچهه هوتا هے ' اُنهي کے عمل و تصرف سے هوتا هے - اِن ميں سات ستارے بڑے ديوتا هيں ' اور سورج ان سب ميں بڑا هے - آج کل علم نجوم کے نام سے جو خرافات دنيا ميں پهيلے هوئے هيں ' يه هندوستان اور بابل هي کي کواکب پرستي کا بقايا هيں - اپنے پادشاهوں کي نسبت اُن کا بهي وهي اعتقاد تها ' جو اُس عهد کي تمام قوموں کا رهچکا هے - يعنے وه سورج ديوتا کے زنده مظهر سمجهے جاتے تهے - ان کي تقديس بهي اُسي طرح کي جاتي تهي ' جيسي تمام ديوتاؤں کي کي جاتي تهي -

(۳) مکالمه کے آخر ميں هے : " فبهت الذي کفر " يعني جب حضرت ابراهيم نے دوسري دليل پيش کي تو مجادل کچهه نه کهه سکا - هکا بکا هوکر رهگيا - مفسرين نے اس مکالمه کو منطقي مناظره بنا ديا تها - مناظره اور جدل کا ما حصل يه هے که مخاطب کو لا جواب کر ديا جاے - اس ليے انهوں نے " فبهت الذي کفر " کا مطلب يه قرار ديا که حضرت ابراهيم کي دوسري دليل کے جواب ميں وه کوئي بات نه بنا سکا - اس ليے مبهوت هو کر رهگيا - اس ميں کوئي شبه نهيں که حضرت ابراهيم کي بات کا وه کوئي جواب نهيں دے سکا تها - اور شوخ چشمي اور کج بحثي کي جگه اُس پر حيرانگي کي حالت طاري هوگئي تهي ' ليکن يه حيراني محض اس بات کا نتيجه نه تهي که وه سخن پروري ميں لا جواب هو گيا تها - کيونکه ابهي تفصيل کے ساتهه آپ سن چکے هيں که انبياء کرام کي مخاطبت بات ميں لا جواب کر دينے کے ليے نهيں هوتي - يقين و ايمان کے ليے هوتي هے - پس اُس کے مبهوت هو جانے کا سبب يه تها که حضرت ابراهيم کي دوسري بات اُس کے دل ميں اُتر گئي - پهلي بات پر تو اُس نے مجادلانه کج بحثي کرکے جواب ديديا تها - کيونکه اپنے جهل و ضلالت کي وجه سے اُسکي حقيقت سمجهه نه سکا تها - ليکن دوسري بات اُسکی فکري اور اعتقادي استعداد کے مطابق کچهه ايسي دل کو لگتي هوئي تهي ' که سنتے هي متاثر هوگيا ' اور تير نشانه پر لگ گيا - نتيجه يه نکلا که مبهوت هو کر رهگيا - يعنے وه سچائي جسے اپني کور چشمي کي وجه سے ابتک نهيں ديکهه سکا تها ' اب يکايک اُس کے سامنے چمک اُٹهی ' اور با وجود کمال تمرد اور ضلالت کے اُس ميں جهٹلانے اور شوخ چشمي سے کج بحثي کرنے کي جرأت باقي نه رهي !

علم اور مسیحی کلیسا

کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات

برمنگھم کے بشپ کا کفر اور زندقہ !

تھوڑا عرصہ گزرا ہے ' لندن سے ریوٹر ایجنسی نے یہ خبر تمام دنیا میں مشہور کردی تھی کہ برمنگھم کے لارڈ بشپ نے ویسٹ منسٹر میں تقریر کرتے ہوئے ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے ' جس نے یورپ کے تمام کلیسائی حلقوں میں ہلچل ڈالدی ہے - اُس نے صاف صاف لفظوں میں اعتراف کرلیا ہے کہ پیدایش کائنات کا قدیم مسیحی اعتقاد (یعنے تورات کی کتاب پیدایش کا بیان) قابل ترمیم ہے ' اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمی تحقیقات کی مخالفت کرنے یا غلط مذہبی تاویلوں کے ذریعہ تطبیق دینے کی ناکام کوششوں سے باز آجائیں - یعنی تسلیم کرلیں کہ تورات کی کتاب پیدایش کا بیان ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے !

اس کے بعد ایک دوسرے واقعہ کی خبر مشتہر ہوئی - یہی بشپ جب سینٹ پال چرچ میں وعظ کررہا تھا تو اچانک ایک واقعہ نے تمام مجلس میں اضطراب پھیلا دیا - ایک طرف سے تیز صدا اُٹھی " یہ بدعت و زندقہ کا معلم ہے " لوگوں نے جب اُس طرف نظر اُٹھائی ' تو معلوم ہوا ' پادری کینن ویبسٹر غیظ و غضب کی شدت سے بے قابو ہوکر کھڑا ہوگیا ہے ' اور واعظ کے کفر و زندقہ کا اعلان کر رہا ہے - اس پر غضب طریقہ سے مجلس کو اپنی طرف متوجہ کرکے اُس نے بشپ پر لعن و طعن کی بوچھاڑ شروع کردی ' اور پھر یہ کہکر کہ " ایسے زندیق کا وعظ سننا جائز نہیں " اپنی جماعت کے ساتھ گرجے سے رخصت ہوگیا !

پادری کینن ویبسٹر بشپ کے زندقہ کا اعلان کرکے سینٹ پال سے واپس جا رہا ہے !

اب انگلستان کے اخبارات و رسائل میں اس معاملہ کی تمام تفصیلات آگئی ہیں - در اصل یہ معاملہ بھی اُسی سلسلۂ بحث کی ایک کڑی ہے جو سر آرتھر کیتھ کی تقریر (مندرجۂ الہلال) سے تمام یورپ اور امریکہ میں چھڑ گیا ہے - بشپ اف برمنگھم کا نام ڈاکٹر بارنس ہے - اُس نے اسی تقریر کا حوالہ دیکر اپنے خیالات ظاہر کیے تھے - معاملہ کا اہم اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ اعتراف برطانی کلیسہ کے ایک بہت بڑے ذمہ دار شخص کی زبان سے ہوا ہے - اُس نے پوری دلیری کے ساتھ وہ خیال علانیہ ظاہر کردیا ' جو آج ہزاروں لاکھوں عیسائیوں کے دلوں پر ثبت ہے !

یقیناً قارئین الہلال خواہشمند ہونگے کہ بشپ کی تقریر سے واقفیت حاصل کریں - ہم اختصار کے ساتھ اُس کا خلاصہ درج کردیتے ہیں-

بشپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا :

" اِس عہد کے انسانوں سے میں کیا کہوں ؟ کیا یہ کہوں کہ قدیم عقیدہ ہی پر اُستوار رہو ؟ ہرگز نہیں - میں اُن سے جو کچھہ کہہ سکتا ہوں ' وہ اِس کے سوا کچھہ نہیں ہے کہ حق کی تلاش کرو - خوش ہو ' کیونکہ تم ایک ایسی صدی کی مخلوق ہو ' جو اپنی علمی ترقیوں کی وجہ سے تاریخ کی سب سے زیادہ عظیم الشان صدی ہے - میں اُن سے کہتا ہوں ' جدید انکشافات کا خیر مقدم بجا لاؤ - علماء عصر کی تعظیم کرو - لیکن ساتھہ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ اِس تمام علمی ترقی کے پیچھے ہم برابر ایک کثیف پردہ پڑا دیکھتے ہیں - یہ پردہ ' زندگی کے تمام بنیادی مسائل کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے ' اور ہماری نظروں کو اُن کی حقیقت معلوم کرنے سے روک رہا ہے - تم پر فرض ہے کہ اِن مسائل سے قریب تر ہو - تمہارا قلب ایمان سے لبریز ہو جائے - تمہاری رہبر ' عقل ہو ' نہ کہ خوش اعتقادی - اگر تم ایسا کروگے ' تو تمہارا ایمان اُن دونوں جماعتوں سے مختلف ہوگا جن میں سے ایک نے مغرورانہ انکار کی اور دوسری نے جاہلانہ خوش اعتقادی کی غلطی کی ہے ! "

" سر آرتھر کیتھ کے خطبہ کے بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟ مذہب نشوء و ارتقاء کے مقابلہ میں ہمارا مسلک کیا ہونا چاہیے ؟ کیا ہم حقیقت کو جدل کے موٹے پردوں میں چھپا دیں ؟ میں تم سے آج یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اِس روشن زمانے کی مخلوق ہو کر حقائق سے تجاہل نہیں برت سکتے ! "

" کیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ لوگوں کی عقلوں میں شک پیدا کردیں ' حالانکہ یہاں شک کا کوئی موقعہ ہی نہیں ؟ کیا یہ مناسب ہے کہ مسیحی عقائد کی تاریخ

محض اس لیے بدل دی جائے کہ ڈاروین کا مذہب نیا نہیں ہے ' پرانا مذہب ہے ؟ یا یہ مناسب ہے کہ جدید حقائق تسلیم کرتے ہوے حقیقت کا صاف صاف اعتراف کرلیں ' اور تسلیم کرلیں کہ مسیحی عقائد کی بعض تقلیدی آراء قابل تبدیل ہیں ؟ "

" میرے خیال میں آخری تجویز بہتر اور مناسب ہے - آؤ ' ہم بے خوف و خطر حقائق کا ویسا ہی خیر مقدم کریں ' جیسا کہ وہ علمی حلقوں میں اپنا خیر مقدم دیکھہ رہے ہیں - تمام اہل علم متفق ہیں کہ انسان نے بندر کی ایک قسم سے ترقی کی ہے ممکن ہے ' انسان کی یہ ترقی دس لاکھہ برس پہلے شروع ہوئی ہو - تمام حیوانی اصلوں نے مختلف سمتوں میں ترقی کی ہے ' لیکن انسان کی حقیقی ترقی اُس کے دماغ اور نفسی مرکزوں میں واقع ہوئی ہے - اسی لیے وہ اپنے ہم جنس حیوانوں پر بازی لیگیا - بندر کی دوسری قسموں نے اور قسم کی ترقی کی - چنانچہ

بریڈ رنگ

یورپ کا ایک نیا نقشہ

تجارت کی حفاظت اور آزادی کا حصار

مطالب کے بیان و تفہیم کا ایک موثر ذریعہ

بحث طلب مطالب پر تقریر کرتے ہوئے مقرر اور مدرس عموماً شمار و اعداد کی جدولوں یا تناسب کے رنگوں اور نقشوں سے کام لیا کرتے تھے - پھر میجک لینٹرن استعمال کیا جانے لگا - ایسے مطالب جن کے فہم میں تصاویر کا معائنہ مدد دیتا تھا ' فانوس کی تصویروں کے ذریعہ ذہن نشین کیے جاتے تھے - حال میں سینما کی ایجاد نے بھی ایک زیادہ موثر اور اصلیت نما ذریعہ بہم پہنچا دیا ہے - امریکہ میں بحث و تقریر کے بے شمار کلب ' سینما کا اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح عام طور پر میجک لنٹرن استعمال کیا جاتا ہے -

لیکن جو طریقہ حال میں سر آرتھر کلایو مارینسن نے مجلس اقوام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے تمثیل مطالب کے لیے اختیار کیا تھا ' وہ ان تمام طریقوں سے جدا گانہ قسم کا ہے ' اور چونکہ نہایت آسان اور سادہ قسم کا ہے اس لیے نہایت درجہ پسند کیا گیا ہے - اُن کی تقریر کا موضوع یہ تھا کہ تجارت کی آزادی اور بندش کے لحاظ سے اس وقت یورپ کی مختلف قوموں کا حال کیا ہے ؟ اور کس طرح یہی چیز آئندہ ایک بین الاقوامی جنگ کا دروازہ کھول دینے والی ہے ؟ اس حقیقت کی وضاحت کے لیے انھوں نے یورپ کا ایک نقشہ اس طرح کا طیار کرایا ' کہ سرحد کے خطوط کی جگہ حصار کی دیواریں کھڑی کر دی گئیں ' اور تمام یورپ ٹیڑھی سیدھی چار دیواریوں کا مجموعہ بن گیا - نقشہ کے بننے کے بعد جب اُس پر نظر ڈالی گئی ' تو معلوم ہوا ' جو حقیقت ایک بہت بڑی کتاب لکھکر بھی واضح نہیں کی جاسکتی تھی ' اب وہ صرف اس نقشہ پر ایک نگاہ ڈال لینے سے سامنے آجاتی ہے - جنیوا کے پچھلے اجلاس کے موقعہ پر یہ نقشہ حاضرین کے معائنہ کے لیے ایک نمایاں موقعہ پر رکھدیا گیا تھا -

اس نقشہ کا عکس آپکے سامنے ہے - اگر یورپ کا نقشہ آپکے کمرے میں آویزاں ہے تو پہلے اُس پر ایک نظر ڈال لیجیے - پھر اسے دیکھیے - یہ ٹھیک وہی نقشہ ہے - فرق صرف اسقدر ہے کہ اُس میں حدود کی وضاحت کیلیے لکیریں کھینچ دی گئی ہیں - اس میں لکیروں کی جگہ دیواریں کھڑی ہیں - یہ دیواریں کیا ہیں ؟ تجارت کی حفاظت کی دیواریں ہیں جنھوں نے ہر قوم کو دوسری قوم کا دائمی رقیب بنا دیا ہے - فوجی اور ملکی حفاظت کے اعتبار سے بھی دیکھا جاے ' تو یہی دیواریں متقابل دشمنوں اور حریفوں کو ایک دوسرے کے کچل ڈالنے سے روک رہی ہیں - یہ دیواریں کب تک قائم رہینگی ؟ سر آرتھر کہتے ہیں " انھیں توڑ دو " لیکن اگر انسان اِسکے لیے آمادہ نہ ہوا ' تو عجب نہیں ' قدرت کی خانہ بر اندازیاں خود ہی انھیں توڑ کر تمام یورپ کو ایک کھلی زمین کی شکل میں منقلب کر دیں !

خریداران الہلال

توجہ فرمائیں

جن جن حضرات سے چھ ماہ کی قیمت وصول ہوئی تھی ' اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۴) پر ختم ہو جائگا - یعنے آئیندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر - اگر وہ آئیندہ بھی الہلال کا مطالعہ جاری رکھنا چاہتے ہیں ' تو دفتر نہایت شکر گزار ہوگا اگر وی - پی کی درخواست کی جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کر دیں - وی - پی کی رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتی ہے ' اور اسلیے پرچہ کے مسلسل اجراء میں خلل واقع ہو جاتا ہے - اگر وہ ایک ہفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۴ کے بعد سے اُنکی جدید خریداری کا اندراج ہو جائے ' اور پرچہ کی ترسیل بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے -

یہ کہنا ضروری نہیں کہ نئی شش ماہی جلد سے الہلال کا نیا دور حیات شروع ہوگا ' اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا ' جس حالت میں اس وقت تک نکلتا رہا ہے -

منیجر

تاریخ و عبر

تاریخ جنگ صلیبی کا ایک صفحہ

عربوں کے آتش بار اسلحہ

لوئی نہم کے مورخ کا چشم دید بیان

صلیبی جنگوں میں سب سے بڑی جنگ ساتویں جنگ تھی۔ یہ معلوم ہے کہ ان جنگوں میں مصر پیش پیش تھا، بلکہ اُسی پر پورا بار تھا۔ لہذا صلیبی مجاہدوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے خود مصر پر حملہ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ لوئی نہم شاہ فرانس کی زیر قیادت ایک عظیم فوج یورپ سے روانہ ہوئی اور ساحل "دمیاط" پر اُتار دی گئی جہاں دریائے نیل سمندر میں گرتا ہے۔

اس جنگ کی ایک مستند تاریخ انوئل کی یادداشتوں میں ملتی ہے۔ یہ شخص لوئی نہم کا مصاحب اور اُس کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمیاط کی جنگ میں یہ ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ رہا۔ اُس کے بیانات چشم دید ہیں۔ بادشاہ کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے لوئی دہم کا بھی مصاحب تھا۔ اُس نے بیوہ ملکہ کے حکم سے یہ کتاب لکھی تھی جیسا کہ دیباچہ میں ظاہر کیا ہے۔

یہ کتاب اُس عہد کی تاریخ کے لئے ایک نہایت قیمتی دستاویز ہے۔ تاریخ کی خوش قسمتی سے یہ ضائع نہیں ہوئی، اور شاہی کتبخانہ میں محفوظ رہی۔

انوئل کے بیان میں سب سے اہم واقعہ، مصری فوجوں کی جنگی استعداد اور آتشی مادوں کی صلیبیوں پر بارش ہے۔ ان آتشی مادوں کو مورخ "یونانی آگ" سے تعبیر کرتا ہے۔ اس تعبیر کی بنیاد یہ ہے کہ یہ آگ فی الحقیقت یونانیوں ہی کی ایجاد ہے۔ قسطنطنیہ کی بیزنطینی سلطنت سب سے پہلے اس سے واقف ہوئی، اور صدیوں تک بطور ایک راز کے محفوظ رکھا۔ یہی وہ بے پناہ اسلحہ تھا جس کے ذریعہ اُس نے ۶۷۳ء اور ۷۱۸ء میں عربوں کو شکست دی تھی جنھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔

بیزنطینیوں کو اس آتشی مادے کا پتہ مستنطین چہارم کے عہد میں لگا۔ یعنی ساتویں صدی عیسوی میں۔ اور تقریباً ۴۰۰ برس تک تنہا وہی استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گیارہویں صدی کے اواخر میں عربوں نے کسی ذریعہ سے اس کی حقیقت معلوم کر لی اور اپنی جنگوں میں استعمال کرنے لگے۔ جس طرح اس آگ نے بیزنطینیوں کے مقابلے میں عربوں کو نقصان پہنچایا تھا، اُسی طرح عربوں کے مقابلے میں صلیبیوں کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ [illegible] کو قدیم یونانی طریقے سے زیادہ مکمل اور مؤثر بنا لیا تھا۔

۱۲۴۹ء (۶۴۷ھ) میں صلیبی، دمیاط کی سرزمین پر اُترے یہ زمانہ، ملک صالح بن کامل کی حکومت کا تھا۔ بادشاہ اُس وقت بیمار تھا۔ لوئی نہم نے اُسے سخت تہدید آمیز خط لکھا، اور مسیحی قوموں کے نام پر مطالبہ کیا کہ مصر اُس کے حوالے کر دے۔ مصری بادشاہ نے قاضی بہاء الدین زہیر سے جواب لکھوایا۔ یہ تاریخی جواب تاریخ کے صفحات میں اب تک محفوظ ہے!

ملک صالح کی بیماری کی وجہ سے دمیاط کی مدافعت نہیں کی جا سکی اور صلیبیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر، مقام منصورہ میں جمع ہوا، اور بادشاہ کی وفات کے بعد ہی حملہ شروع کر دیا۔ اس حملہ میں سب سے زیادہ خوفناک حربہ وہی "یونانی آگ" تھی، جس کی ہولناکی کا حال ہم اس مورخ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتا ہے:

"ایک رات جبکہ ہم اپنے برجوں کی حفاظت میں سرگرم تھے، مسلمان میدان جنگ میں ایک ایسا آلہ لائے، جسے اب تک اُنھوں نے استعمال نہیں کیا تھا۔ پھر اس آلہ کے ذریعہ یونانی آگ برسانا شروع کر دیا۔ آقائے نامدار والٹر دوکیری نے، جو میرے قریب ہی کھڑے تھے، یہ دیکھ کر کہا:

"بھائیو! اسوقت ہم ایک ایسے خطرے کے سامنے ہیں جو ابھی تک کبھی پیش نہیں آیا۔ اگر مسلمان ہمارے برجوں میں آگ لگا دینگے تو بڑی ہی مشکل پیش آئے گی۔ اگر ہم یہاں کھڑے رہیں گے تو جلکر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ اگر ہٹ جائیں گے تو قلعے دشمن کے ہاتھوں میں چلے جائیں گے اور ابد الآباد تک ہماری ذلت و رسوائی ہو جائے گی۔ لہذا اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ اپنے مہربان خدا کو پکاریں اور اُس سے عزت و سلامتی کی دعائیں کریں۔ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے"

چنانچہ ہم نے اس دانشمندانہ رائے پر عمل کیا۔ جب ہم پر آگ کی پہلی بارش ہوئی اور برج میں ہمارے سامنے آ گری، تو ہم نے خداوند کے حضور سجدہ کیا اور نالہ و زاری کرنے لگے۔ آگ بجھانے والے پاس کھڑے تھے، اور بڑی مستعدی سے اپنا کام کر رہے تھے۔

یونانی آگ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ ایک عظیم مرتبان کی صورت میں سیدھی نکلتی ہے۔ لمبے نیزے کی طرح ایک بڑی سی دُم اُس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اُس کی آواز، بجلی کی کڑک کی طرح ہولناک ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی جناتی درندہ ہوا میں اُڑا چلا آتا ہے۔ روشنی اتنی تیز ہوتی ہے کہ رات کی تاریکی میں دن نکل آتا ہے۔ مسلمانوں نے پھر یہ آگ اُس رات تین مرتبہ بڑے بڑے آلوں سے پھینکی اور چار مرتبہ چھوٹے آلوں سے۔

ہمارا مقدس بادشاہ جب سنتا کہ یونانی آگ آرہی ہے تو اپنے فرش سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہو جاتا اور ہمارے نجات دہندہ خداوند یسوع کی طرف ہاتھ اُٹھا کر چلاتا: "اے آقا! معبود عظیم! اپنے خادموں کو بچا لے!" مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کی دعاؤں سے ہمیں بہت فائدہ پہونچا۔ جب جب آگ آکر گرتی تھی، یہ مقدس بادشاہ فوراً آدمی بھیجکر معلوم کرتا تھا کہ آگ نے کیا کیا اور ہماری حالت کیا ہے؟

ایک رات ایسا ہوا کہ آگ اُس برج کے قریب آکر گری جس کی حفاظت ایک افسر دی کورتنی نامی کے ذمہ تھی۔ فوراً ایک سوار دوڑ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا "اگر آپ فوراً مدد پر نہیں آئیں گے تو ہم سب جل کر راکھ ہو جائینگے۔ کیونکہ مسلمانوں نے بہت بڑی تعداد میں آگ پھینکنا شروع کر دی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آگ کا دریا ہم پر اُمڈا چلا آتا ہے!"

میں دوڑ کر گیا۔ واقعی سوار کا بیان بالکل درست تھا۔ ہم نے فوراً آگ بجھا دی۔ لیکن ابھی ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ مسلمانوں نے پھر بڑی شدت سے آتش باری شروع کر دی۔

بادشاہ کے بھائی، دن کے وقت برجوں کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ وہ برجوں پر چڑھ گئے تاکہ مسلمانوں پر تیر برسائیں۔ بادشاہ نے یہی طے کیا تھا کہ رات کو برجوں کی حفاظت ہم لوگ کریں اور دن کو شاہ سسلی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ شاہ سسلی پہرے پر تھا۔ [illegible] مسلمانوں نے اپنی منجنیقوں سے بہت سخت حملہ کر دیا اور تمام [illegible] تقریباً توڑ ڈالے۔ اُنھوں نے یہی نہیں کیا، بلکہ دن دوپہر کو یونانی آگ کے آلے بھی نصب کر دیئے۔ حالانکہ اب سے پہلے ہمیشہ راتہی کو اُن سے کام لیتے تھے۔ اب آگ برسنے لگی۔ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ پل کے قریب بھی منجنیقیں لگا دیں۔ پس، مزدور بنا رہے تھے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کوئی آدمی نہ پل کے قریب جا سکتا تھا، نہ برجوں کے قریب پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ ایک طرف بہت بڑے بڑے پتھر برس رہے تھے۔ دوسری طرف آگ کا طوفان برپا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برج جل گئے۔ شاہ سسلی غصہ سے کانپنے لگا۔ آگ بجھانے کے لئے وہ خود آگ کے اندر کودنا چاہتا تھا مگر اُسے پکڑ لیا گیا!

بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی، تو تمام سرداروں سے درخواست کی کہ تھوڑی تھوڑی لکڑی اپنے اپنے جہازوں سے منگا دیں، تاکہ ایک نیا برج طیار کیا جائے اور نہر کو عبور کیا جا سکے۔

پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ برج اُسوقت چلایا جائے جب شاہ سسلی کی باری ہو، تاکہ پچھلی شکست کا غم اُس سے دور ہو جائے۔ چنانچہ یہی کیا گیا، اور برج اُس مقام پر پہنچایا گیا جہاں دوسرے برج جل گئے تھے۔

مسلمانوں نے یہ دیکھ کر اپنی ۱۶ منجنیقیں نصب کر دیں اور یکبارگی سب کے دہانے کھول دیئے۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے آدمی خوف زدہ ہو گئے ہیں تو فوراً یونانی آگ برسانا شروع کر دی، اور نیا برج بھی جل کر راکھ ہو گیا!"

اسی طرح یہ مورخ بڑی تفصیل سے دوسرے تمام معرکوں میں بھی اس "یونانی آگ" کا ذکر کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے بیان کے مطابق ایک مرتبہ یہ آگ پورے مسیحی لشکر پر پھیل گئی تھی اور خود بادشاہ کا خیمہ بھی جلا ڈالا تھا!

مشرق میں بیزنطینیوں کے بعد سب سے پہلے مصر اور شام کے مسلمانوں نے یہ آگ استعمال کی [illegible] دوسری اسلامی سلطنتوں نے بھی اسے معلوم کر لیا [illegible]

بتدریج شمپانزی ، گوریلا ، ارانگ ، اور اوتان کی قدموں سے ظہور کیا - یہ تمام بندر انسان کے قریبی عم زاد ھیں - علماء اس ترقی کی جزئیات میں کتنا ھی مختلف ھوں ، لیکن کوئی دو مستند عالم بھی اس معاملہ میں اختلاف نہیں رکھتے کہ انسان نے بندر ھی سے ترقی کی ھے - اور یہ ، کہ یہ ترقی ایک مسلم و ثابت حقیقت ھے - ڈارون کا مذھب پچاس برس سے موجود ھے اور پوری طرح صحیح ثابت ہو چکا ھے ... "

" علم الحیات کے مباحث سے ثابت ھو چکا ھے کہ شر اور برائی کا میلان انسان کی طبیعت میں فطری ھے ، اور یہ اُس نے اپنے اسلاف سے ورثہ میں پایا ھے - یہ بالکل یقینی ھے کہ انسان ، ایک حیوان ھی ہو ، اور اپنے اعضاء اور روح میں بتدریج ترقی کرکے خالص حیوانیت سے اس درجہ تک پہنچ گیا ھو - وہ کوئی دیوتا نہ تھا ، جو طہارت و تقوی کے لباس میں ملبوس ، آسمان سے زمین پر اتر پڑا ھو - انسان کی روحی ترقی ھی نے اُسے باقی تمام حیوانات سے ممتاز کر دیا ھے "

" ھمیں ھمیشہ حق کی جستجو میں لگے رھنا چاھیے - جب کبھی کسی حقیقت پر سے پردہ اٹھے ، تو قدیم سے قدیم تقلیدی خیال کے بھی ترک کردینے میں ھمارے اندر کوئی پس و پیش نہیں ھونا چاھیے ، اور نہ اس تبدیلی پر کسی طرح کا رنج محسوس کرنا چاھیے "

جب کبھی کوئی حقیقت ظاھر ھوتی ھے ، تو ایک خاص قسم کے لوگ چلا اٹھتے ھیں : " ایمان خطرے میں پڑگیا ھے ! "

" لیکن میرا تاریخی مطالعہ مجھے بتاتا ھے کہ ایمان صرف اُس وقت خطرے میں ھوتا ھے ، جب عقل قید کردی جاتی ھے ، اور دماغ پر مہر لگا دی جاتی ھے - بعض لوگ کہتے ھیں " ھمیں مسیحی حقائق کو اُسی طرح محفوظ رکھنا چاھیے ، جس طرح ھمارے عقائد چلے آتے ھیں " لیکن میں من گھڑت حقائق کے وجود سے اپنی لا علمی کا صریح اعلان کرتا ھوں - بعض لوگ کہتے ھیں " جدید خیالات کفر و الحاد ھیں " لیکن میں کہتا ھوں " آج کا کفر ممکن ھے ، کل کا ایک راسخ دینی عقیدہ بن جائے ! "

" تمام وہ مسیحی جو تقلیدی بندشوں سے آزاد ھیں ، جانتے ھیں کہ مذھب نشوء و ارتقاء اور حقیقی مسیحی تعلیم میں کوئی نزاع نہیں ھے - کیونکہ خدا اپنی قدرت تدریجی ترقی میں بھی اُسی طرح ظاھر کرسکتا ھے ، جس طرح فوری تخلیق میں "

یہ پہلا موقعہ نہیں ھے کہ اس موضوع پر اس بشپ نے اظہار خیال کیا ھے - اب سے دو سال پہلے بھی اسی قسم کے خیالات ظاھر کیے تھے - اُس زمانے میں امریکا کے پروفیسر سکوپس پر اس لیے مقدمہ چلایا گیا تھا ، کہ اُس نے ایک سرکاری مدرسہ میں اپنے شاگردوں کے سامنے ڈارون کا مذھب پیش کردیا تھا - اس مناسبت سے رسالۂ " نیچر " نے بشپ مذکور سے اس مسئلہ کی نسبت استفتا کیا تھا - بشپ کا جواب حسب ذیل تھا :

" یہ جاھلانہ تعصب جس نے مذھب نشوء و ارتقاء کی تعلیم کو امریکا کے سرکاری مدارس میں ممنوع قرار دیدیا ھے ، ایک سخت مذموم تعصب ھے - میں آزادی خیال کا حامی ھونے کی حیثیت سے نہایت نا پسند کرتا ھوں کہ ایک انگلو سکسن جماعت قانون کے زور سے علم کی اشاعت روکے - میں ایک مسیحی ھونے کی حیثیت سے ھر ایسی تعریف کو انتہائی رنج و غم سے دیکھتا ھوں ، جو مسیحی دین کو معقول بنیادوں پر استوار کرنے سے روکتی ھے "

" بے شمار دلائل سے ثابت ھو چکا ھے ، اور متمدن دنیا میں ھر مستند عالم اس کا اعتراف کر رھا ھے ، کہ انسان نے ایک ایسی مخلوق سے ترقی کی جو بندر سے مشابہ تھی ، انگلستان میں ھر روشن خیال مسیحی کا اعتقاد یہی ھے - یہاں کے تمام مشاھیر لاھوتی علماء بھی اس رائے کو خیال صحیح سمجھتے ھیں - یہ اعتراف مسیحیت کو اور بھی زیادہ مستحکم کردے گا - کیونکہ یہ اُس روحانی اساس کو جو ھم مسیح سے اخذ کرتے ھیں ، اس درجہ معقول بنا دیتا ھے کہ کوئی بھی اُس سے انکار نہیں کر سکتا "

" ھم کتنا ھی انکار و مغالطہ کام میں لائیں ، مگر مسیح کی تعلیمات سے جو عہد جدید میں موجود ھیں ، ھرگز ثابت نہیں کرسکتے کہ عہد قدیم کی کتاب پیدائش حرف بحرف صحیح ھے - لوگ یہ بھول گئے کہ کتاب مقدس روحی حقائق کا خزانہ ھے ، نہ کہ تعلیم و تدریس کی کوئی علمی کتاب ھے - لوگ یہ مسیحی عقیدہ بھی بالکل بھول گئے کہ " روح القدس برابر لوگوں کی عقلیں وسیع کرتی رھیگی تا کہ وہ حق تک پہنچ سکیں " یہ لوگ حق کے جاننے سے ڈرتے ھیں ، کیونکہ سمجھتے ھیں ، حق کے اعتراف سے مسیحی عقیدہ کمزور ھوجائے گا - مگر یہ اُن کی غلطی ھے - علم کی اس مقاومت کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھہ نہیں ھو سکتا کہ ھزار ھا طالب علم ، مسیحیت کے دائرے سے یہ یقین کرتے ھوے نکل جائیں کہ مسیحیت کی بنیاد سراسر جہل و خرافات پر ھے ! "

کمیونزم یا اشتراکیت

کمیونیزم کے مداحوں کے بعض اقوال

اشتراکیت کا مطمح نظر ، خیر مشترک ھے (نارمن انجل)

اشتراکیت کی سب سے بہتر مجمل تعریف یہ ھے کہ وہ سوسائٹی کے مادی اقتصادی قوی کو منظم کرکے انسانی قوی کے ماتحت کر دینا چاھتی ھے (رامسے میکڈانلڈ)

اشتراکیت کی غرض بجز اسکے کچھہ نہیں ھے کہ انسان کیلیے ایک نیا عالمگیر ضمیر پیدا کردے (ولز)

اشتراکیت ، تعلیمات مسیح کی عملی صورت ھے - (چارلس امرن)

عملی اشتراکیت ، حد سے زیادہ سادہ چیز ھے - یعنی عالمگیر انسانی تعاون کا نظام ایک حکومت کے ماتحت (رابرٹ)

اشتراکیت ، ایک ایسی مثل اعلی ھے جسے ابتک دنیا کی آنکھوں نے نہیں دیکھا (ھاتجس)

اشتراکیت ، عنقریب محنت کو اس طور پر منظم کردیگی ، کہ ھر آدمی محسوس کرنے لگے گا ، وہ اپنے عمل سے پوری نوع انسانی کی خدمت کر رھا ھے (رتن) !

اشتراکیت کا مقصود یہ ھے کہ اعلی نظام جمہوری کے ساتھہ زمیں اور سرمایہ کو قوم کی ملکیت بنا دے (برٹرنڈ رسل)

درآمد

مجموعی درآمد:

تفصیل

ریلوے کا سامان	۱۸۹۱۰۶۰۰۰
ظروف	۹۵۲۹۳۰۰۰
سوت	۷۱۳۴۲۷۰۰۰
ریشم	۳۲۳۵۴۰۰۰
خام ریشم	۱۵۷۸۸۰۰۰
شکر	۲۷۵۰۲۸۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۴۳۲۲۰۰۰
کیمیادی اجزاء، رنگ اور سمیات وغیرہ	۶۲۰۸۸۰۰۰
روغن، بیزی اور مویشی	۹۳۵۱۱۰۰۰
کاغذ	۳۰۳۴۷۰۰۰
شیشہ اور مٹی کا سامان	۵۱۲۷۰۰۰
صابن	۱۳۲۴۸۰۰۰
تمباکو	۲۲۶۱۸۰۰۰
دیاسلائی	۲۲۶۱۸۰۰۰
شراب	۳۵۴۸۷۰۰۰

مجموعی برآمد: برآمد ۲۹۹۱۶۱۹۰۰۰ روپیہ

تفصیل

روئی	۷۱۰۹۹۱۰۰۰
جوٹ	۶۳۱۲۴۰۰۰
سوت	۱۳۱۵۹۳۰۰۰
اون خام	۴۴۱۴۳۰۰۰
غلہ اور آٹا	۵۳۰۰۰۰۰۰
چائے	۲۲۰۴۰۰۰۰
خام چمڑا	۵۷۰۶۰۰۰۰
مدبوغ چمڑا	۵۰۵۷۱۰۰۰
بیج	۲۷۳۵۳۸۰۰۰
لیس	۱۰۲۶۵۲۰۰۰
روغن، سبزی وغیرہ	۳۱۹۸۱۰۰۰
کیمیادی اجزاء، سمیات اور دوائیں	۳۵۱۳۰۰۰
ابرک وغیرہ	۵۸۶۴۰۰۰۰

دُنیا کے بڑے بڑے تجارتی ملکوں کی تجارت کا تناسب

سنہ ۱۹۲۲ء میں

(بحساب ملین پونڈ۔ ایک ملین، دس لاکھ کا ہوتا ہے)

ملک	برآمد	درآمد	میزان
جنوبی افریقہ	۶۰٫۳	۵۱٫۶	۱۱۱٫۹
کوبا	۷۳٫۱	۴۰٫۷	۱۱۳٫۸
برازیل	۶۸٫۶	۴۸٫۶	۱۱۷٫۲
ڈنمارک	۵۸٫۷	۷۱٫۱	۱۲۹٫۸
سویڈن	۶۸٫۰	۶۸٫۷	۱۳۶٫۷
آسٹریا	۴۳٫۶	۶۶٫۳	۱۰۹٫۹
زیکوسلاویا	۹۱٫۶	۶۴٫۷	۱۵۶٫۳
اسپین	۵۰٫۸	۱۰۶٫۲	۱۵۷
سوئٹزرلینڈ	۷۶٫۹	۸۲٫۸	۱۵۹
میکسیکو	۹۷٫۰	۹۷٫۶	۱۹۴٫۶
ڈچ ایسٹ انڈیز	۹۹٫۳	۶۵٫۸	۱۶۶٫۱
آسٹریلیا	۱۲۷٫۸	۱۰۳٫۱	۲۳۰٫۹
روس	۸٫۶	۲۹٫۳	۳۷٫۹
بلجیم	۱۰۵٫۰	۱۵۷٫۳	۲۶۲٫۲
ارجنٹائن	۱۲۴٫۷	۱۳۹٫۴	۲۶۴٫۱
اٹلی	۱۰۳٫۸	۱۷۰٫۶	۲۷۱٫۴
ہالینڈ	۱۰۵٫۴	۱۷۶٫۲	۲۸۱٫۶
چین	۱۲۲٫۸	۱۷۷٫۲	۳۰۰٫۰
کنیڈا	۱۹۸٫۲	۱۷۰٫۸	۳۶۹٫۰
جاپان	۱۷۹٫۵	۲۰۷٫۳	۳۸۶٫۸
جرمنی	۱۹۴٫۳	۳۰۳٫۵	۴۹۷٫۸
فرانس	۳۷۷٫۹	۴۷۳٫۵	۸۵۱٫۴
ولایات متحدہ امریکہ	۸۶۶٫۰	۸۲۸٫۰	۱۶۹۴٫۰
برطانیہ	۸۲۳٫۲	۱۰۰۳٫۱	۱۸۲۶٫۳
ہندوستان	۱۸۰٫۹	۱۵۷٫۴	۳۳۸٫۳

چاول

دنیا میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۲ء)

ملک	رقبہ بحساب ایکڑ
ہندوستان	۸۰۷۸۷۰۰۰
بلغاریہ	۱۰۰۰۰
مصر	۲۳۱۰۰۰
فارموسا	۱۳۱۰۰۰۰
اٹلی	۰۳۴۰۰۰۰
انڈوچائنا	۱۱۷۸۲۰۰۰
جاپان	۷۶۹۹۰۰۰
اسپین	۱۱۶۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۸۹۲۰۰۰

برطانی ہندوستان میں چاول کی پیداوار (سنہ ۱۹۲۴ء)

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بنگال	۲۰۸۶۸۷۰۰	۴۹۰۸۰۰۰
مدراس	۱۰۸۷۰۲۴۰	۴۹۰۸۰۰۰
بمبئی	۳۰۶۲۵۷۷	۱۳۹۶۰۰۰
یوپی	۷۱۰۵۴۱۷	۲۲۷۵۰۰۰
پنجاب	۷۷۹۶۲۷	۳۲۷۰۰۰
بہار اوڑیسہ	۱۴۵۴۲۰۰۰	۶۰۲۳۰۰۰
برما	۱۲۱۱۲۲۹۶	۵۰۴۰۰۰
سی پی اور برار	۵۱۷۱۳۰۸	۱۱۷۴۰۰۰
آسام	۴۶۸۲۳۱۷	۱۵۰۵۰۰۰

ہندوستان میں چاول کے کارخانے

برما	۳۱۹	کارخانے
مدراس	۱۳۰	؍؍
بنگال	۶۲	؍؍

چاول کی برآمد

ہندوستان سے سالانہ تقریباً ۲ کروڑ من چاول باہر چلا جاتا ہے۔

ہندوستان اور مجموعۂ عالم
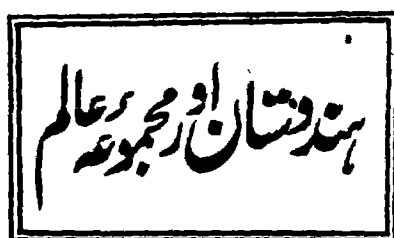
تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۴)

برطانی ہندوستان کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

مد	مجموعی آمدنی	مجموعی خرچ
چنگی	۴۵۷۵۲۱۵۱۶	۷۷۱۲۲۹۰
انکم ٹیکس	۱۶۰۱۴۸۲۵۳	۶۰۳۷۵۳۱
نمک	۷۳۹۰۴۸۶۰	۱۲۰۲۰۷۲۰
افیون	۳۷۹۷۶۱۷۷	۲۳۵۵۷۱۲۷
لگان	۳۷۸۰۷۴۸	۱۱۲۶۶۹۵
شراب	۴۱۹۹۲۳۹	۲۲۸۲۰۶
سٹیمپ	۲۶۸۹۶۸۹	۱۱۹۷۸۷
جنگل	۱۶۱۴۶۹۸	۳۱۱۶۱۶۶
رجسٹریشن	۱۶۴۳۹۲	۲۹۰۵۳
ہندوستانی ریاستوں کا خراج	۸۲۴۴۳۸۴	......
ریلوے	۳۶۹۲۶۸۷۱۰	۳۰۴۴۵۳۰۱۵
آب پاشی	۱۰۹۱۹۲۵	۲۱۴۳۷۵۱
ڈاک اور تار	۱۱۳۵۰۸۷	۳۷۷۲۱۸۰
سود	۳۴۱۰۰۲۶۵	۱۸۶۸۲۲۸۵۷
شہری انتظام	۷۳۹۷۵۳۳	۱۰۱۲۵۹۱۰۳
ٹکسال اور شرح مبادلہ	۳۹۹۳۲۸۹۴	۷۱۴۱۰۷۹
رفاہ عام	۱۳۲۱۲۶۳	۱۷۷۷۲۸۷۵
متفرقات	۴۵۸۹۹۷۱	۴۳۵۳۱۸۶۱
فوج	۴۰۳۱۱۶۵۹	۵۹۶۶۵۱۸۷۷
صوبوں کا خراج	۸۷۴۴۶۸۱۳	......
میزان کل	۱۳۷۵۳۱۸۱۱۹	۱۳۱۸۴۹۲۲۲۱

صوبوں کی سرکاری آمدنی اور خرچ سنہ ۲۴ و ۲۵ء میں

صوبہ	آمدنی	خرچ
مدراس	۱۴۷۹۰۳۱۵۸	۱۳۰۸۵۰۴۷۲
بمبئی	۱۳۹۹۱۷۹۷۱	۱۳۷۲۵۹۷۹۱
بنگال	۱۰۳۴۲۳۷۱۰	۹۷۶۰۱۷۳۸
یوپی	۹۹۹۵۳۱۱۵	۱۰۴۲۴۹۰۷۸
پنجاب	۹۷۷۷۱۸۴۰	۷۹۷۳۳۴۷۹
برما	۹۸۵۷۹۲۳۹	۹۸۹۷۳۵۵۵
بہار و اڑیسہ	۵۳۶۵۳۳۶۷	۵۱۳۶۲۳۹۲
سی پی	۵۲۵۳۴۲۱۰	۴۸۲۵۵۵۴
آسام	۲۳۰۴۸۶۶۱	۲۰۰۲۸۷۵۴

ہندوستانی صوبوں کی شراب اور منشی اشیاء میں سرکاری آمدنی سنہ ۱۹۲۵ء میں

صوبہ	شراب کی دوکانیں	دیگر منشی اشیاء کی دوکانیں	آمدنی شراب	آمدنی منشیات
صوبہ سرحدی	۷۴	۱۸۲	۲۳۷۵۳۵	۳۰۰۹۶۴
مدراس	۱۹۸۷۸	۱۰۲۸	۴۴۵۸۳۰۹۱	۴۱۰۹۸۷۶
بمبئی	۹۲۱۰	۱۶۰۹	۳۵۰۹۵۷۵۴	۵۹۸۰۴۹۰
بنگال	۳۵۵۸	۲۳۸۹	۱۳۴۴۵۹۲۲	۸۰۵۷۲۳۷
یوپی	۴۳۳۹	۲۹۴۶	۷۵۲۷۵۲۹	۵۹۴۹۲۳۴
پنجاب	۱۵۲۵	۱۱۷۸	۷۴۷۸۸۳۹	۴۴۵۴۳۱۲
برما	۱۲۵۶	۱۲۳	۷۶۹۹۸۹۸	۳۶۸۱۷۳۹
بہار و اڑیسہ	۷۹۳۹	۲۳۰۷	۱۱۷۳۶۴۳۵	۵۸۵۹۲۶۰
سی پی اور برار	۲۳۵۴	۲۰۱۹	۱۰۵۵۸۹۰۷	۴۳۸۱۳۷۱
آسام	۳۰۸	۵۵۵	۱۸۹۸۱۵۴	۴۷۳۴۹۰۱
دہلی	۲۲	۱۹	۱۳۵۰۳۰	۲۵۲۵۰۸
کورگ	۸۱	۱۰	۲۷۲۸۹۱	۱۶۴۲۴

برطانی ہندوستان میں نمک کی سرکاری آمدنی

صوبہ	سنہ ۲۱ و ۲۲	سنہ ۲۲ و ۲۳	سنہ ۲۳ و ۲۴	سنہ ۲۴ و ۲۵
شمالی ہندوستان	۱۸۴۷۶۵۷۲	۱۳۹۳۸۸۲	۳۱۸۰۶۸۶۹	۱۰۷۰۵۳۶۸
بلوچستان	۱۸۵	۱۲۰	۳۱۰	۳۶۲
مدراس	۱۳۹۰۱۷۶۴	۱۵۱۷۵۹۷۵	۲۱۳۶۲۹۹۶	۱۸۹۹۱۷۲۷
بمبئی	۱۲۱۳۵۵۹۶	۱۲۲۲۰۷۴۲	۲۲۶۷۹۷۰۷	۱۷۳۳۳۹۰۲
بنگال	۱۵۵۷۷۵۶۹	۱۸۴۱۰۸۹۲	۱۸۱۶۱۵۲۳	۲۳۵۹۰۸۹۷
برما	۳۳۴۵۷۳۳	۳۰۴۳۰۱۳	۶۱۳۹۱۸۷	۳۲۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۲۹	۴۸۸	۲۷۸	۴۵۰
آسام	...	...	...	۱۱۵۴
میزان	۶۳۳۳۷۸۴۸	۶۸۲۴۶۱۱۲	۱۰۰۱۵۰۸۷۰	۷۳۹۰۴۸۶۰

ہندوستان کا قرضہ سنہ ۱۹۲۴ و ۲۵ء میں

مرکزی حکومت

اندرونی قرضہ: ۳۱۳۶۰۰۵۱۷۵- روپیہ

انگلستان سے لیا گیا: ۳۴۱۰۴۴۳۰- پاؤنڈ

میزان کل: ۸۲۵۱۹۱۴۶۲۴- روپیہ

صوبوں پر

۱۲۱۹۳۵۵۲۱۰- روپیہ

ہندوستان کی تجارت سنہ ۱۹۲۲ میں

درآمد

مجموعی درآمد: ۲۶۶۳۴۶۳۰۰۰ روپیہ

تفصیل

لوہا اور آہنی مصنوعات	۲۱۱۳۳۸۰۰۰
دوسری دھاتیں اور انکی "	۵۳۷۵۰۰۰
کوئلہ	۳۲۲۴۷۰۰۰
مشین اور بجلی کے آلات	۲۴۴۶۱۱۰۰۰

سخت تکلیف پہنچے گی، جن کا ذکر مخالفانہ طریقہ پر کیا گیا ہو۔ لیکن اب تک صرف تین ہی آوازیں مخالفت میں بلند ہوئی ہیں: ایک اندرون ملک سے۔ دو باہر سے۔ اندرون ملک میں محمود پاشا جو رول صوبی کی آواز ہو۔ بیرون ملک سے خالدہ ادیب ہانم نے اعتراض کیا ہو اور اخبار لندن ٹائمس نے شکایت کی ہو جو گویا برطانیہ کی آواز ہو۔

محمود پاشا کی نسبت غازی نے اپنے خطبہ میں کہا تھا کہ اُنھوں نے ۱۹۱۹ء میں اخبار "باسفورس" کے نمائندے سے کہا "ترکی اپنی حدود میں ایسی تبدیلی کر دینے پر راضی ہو، جس سے ارمنی خوش ہو جائیں"

محمود پاشا نے اس سے انکار کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں میں نے ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو اخبار "استقلال" کے نمائندہ سے بیان کیا تھا کہ ترکی قوم اپنی سرزمین کا ایک بالشت بھی چھوڑنے کے لئے طیار نہیں ہو"

محمود پاشا کے جواب میں "خلق فرقہ سی" کے سکرٹری نے اعلان کیا ہو کہ عنقریب وہ تمام دستاویزیں شایع کر دی جائیں گی، جو غازی کے خطبہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اُسوقت محمود پاشا کو معلوم ہوگا کہ غازی نے اپنے خطبہ میں اُن کی کس قدر رعایت کی ہو۔ ساتھ ہی ترکی اخبارات نے محمود پاشا کا اصلی بیان بھی شایع کر دیا ہو، جو بعینہ وہی ہو جس کا حوالہ غازی نے اپنے خطبہ میں دیا ہو۔ اسی قدر نہیں بلکہ غازی کا وہ برقی پیغام بھی نقل کیا گیا ہو جو اُنھوں نے ۷ر نومبر ۱۹۱۹ء کو محمود پاشا کو بھیجا تھا۔ اسمیں لکھا ہو "آپ کی تصریح سے مشرقی صوبوں کے باشندے سخت ناراض ہیں۔ ترکی قوم ہرگز ارمنوں کو اپنی ایک انچ زمین بھی نہیں دے گی، بلکہ اس کے برعکس اپنے خون سے اسکی حفاظت کرے گی!"

خالدہ ادیب ہانم نے اخبار ٹائمس میں اپنی برأت ظاہر کرتے ہوئے غازی کے رد میں لکھا ہو "میں ہرگز امریکن حمایہ کی موید نہیں تھی، جیسا کہ غازی نے بیان کیا ہو۔ البتہ میں انجمن ولسن کی ایک رکن ضرور تھی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ ٹرکی کے لئے آمریکہ سے مالی اور اقتصادی امداد حاصل کی جائے۔ خود غازی اس انجمن سے اور اس کے مقاصد سے واقف تھے۔ اُنھوں نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا"

لیکن خالدہ ادیب کا یہ جواب صحیح نہیں ہو۔ دراصل اُنھوں نے غازی کا پورا خطبہ پڑھنے سے پہلے ہی جواب لکھ مارا۔ خطبہ میں وہ تمام خطوط بھی غازی نے نقل کئے تھے جو موصوفہ نے بکر سامی بک اور خود غازی کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ امریکن حکمرداری کو ٹرکی کے لئے ضروری خیال کرتی تھیں۔

برطانیہ بھی غازی کی صاف گوئی سے شاکی ہو۔ لندن ٹائمز شکایت سے پہلے اعتراف پر مجبور ہوا کہ "یہ خطبہ، غازی کی عظمت میں چار چاند لگا دیگا، کیونکہ اُنھوں نے اپنی ذرا بھی تعریف نہیں کی۔ حالانکہ دنیا جانتی ہو، ٹرکی میں جو کچھ ہوا ہو، محض اُنہی کی ہمت و تدبیر سے ہوا ہو!" لیکن ساتھ ہی ان لفظوں میں شکایت بھی کرتا ہو:

"غازی نے اپنے خطبہ میں بار بار برطانیہ کا ذکر کیا ہو۔ ٹرکی کے ساتھ جو طرز عمل یورپ نے اختیار کیا تھا، وہ اُس کی ذمہ داری تمام اتحادیوں پر نہیں ڈالتے، بلکہ سراسر الزام برطانیہ ہی کو دیتے ہیں۔ گویا دوسرے اتحادیوں نے کچھ کیا ہی نہیں۔ یہ افسوس کا مقام ہو کہ ترکی دماغ میں اب تک برطانیہ کے خلاف زہریلے افکار موجود ہیں!"

ان تین اعتراضوں کے علاوہ کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ غازی نے جو کچھ کہا، مدلل کہا ہو۔ تمام ملک میں اُن کے خطبے کے بعد ایک نیا جوش پیدا ہو گیا ہو۔ ادھر ہر طرف اُن کے پاس پیغام آ رہے ہیں کہ ترکی قوم، قیامت تک [illegible] جمہوریت برقرار رکھے گی۔

جمہوری ترکی کا [illegible]

غازی کے خطبہ کے بعد خلق فرقہ [illegible] ضروری تھا کہ اپنے مسلک کا اعلان عام کرے۔ چنانچہ وزیر اعظم عصمت پاشا اور انجمن کے صدر دوم نے اُس کا آیندہ مسلک مفصل طور پر شایع کر دیا ہو۔ ذیل میں اُس کا خلاصہ دیا جاتا ہو:

"خلق فرقہ سی" کیا ہو؟

عصمت پاشا نے اپنا بیان، خلق فرقہ سی کی حقیقت کی تشریح سے شروع کیا ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

"یہ انجمن جمہوری ہو۔ کسی خاص مذہب سے تعلق نہیں رکھتی۔ وہ یقین کرتی ہو کہ قوم کی کامیابی کا راز، اُس کی اقتصادی حالت کی درستگی میں ہو۔ یہی باعث ہو کہ اُس کا پورا مسلک، اسی اصل پر مبنی ہو اور اُس کے جملہ قوانین میں اسی کی رعایت کی جاتی ہو"

داخلی امن

"ملک میں امن و امان برقرار رکھنا ہمارا اولین فرض ہو تاکہ قوم کا ہر فرد اپنی سعی و ہمت کا ثمرہ بلا کسی اندیشہ کے حاصل کر سکے"

عدالتی مسلک

"مدنی قوانین کا اجرا اور ان قوانین کی جمہوری روح کی تعمیم، اُس کا عدالتی مسلک ہو۔ وہ چاہتی ہو جلد سے جلد اور زیادہ سے زیادہ آسان طریقہ پر عدل و انصاف ہر انسان کے دسترس میں آ جائے"

خارجی مسلک

"ترکی جمہوریت کی عزت کی حفاظت، ترکی قوم کے حقوق کی حمایت وہ حقوق جو قوم نے طویل جہاد کے بعد حاصل کئے ہیں۔ تمام قوموں کے ساتھ مساوات کے دائرے میں دوستانہ تعلقات؛ اُس کا خارجی مسلک ہو"

تعلیمی مسلک

"ہمارا تعلیمی مسلک یہ ہو کہ تعلیم قومی ہو اور مذہب اس سے الگ رکھا جائے۔ نظام تعلیم ایک ہو۔ نئی نسلوں کی ایسی تربیت کی جائے جس سے ہماری مدنی و اجتماعی برتری قائم ہو اور اقتصادی زندگی مستحکم ہو جائے۔ ہماری کوشش یہ ہو کہ قوم ابتدائی مفت تعلیم سے پوری طرح مستفید ہو۔ غیر تعلیم یافتہ افراد کو شبینہ مدارس کے ذریعہ تعلیم دی جائے ترکی جامعہ کو مزید تقویت دی جائے اور زیادہ سے زیادہ جدید تعلیم گاہیں جاری کی جائیں۔ ہم فنون جمیلہ کے بھی پرجوش حامی ہیں۔ ترکی زبان کی ترقی و تہذیب کا ہمیں از حد اہتمام ہو۔ ترکی حروف کا مسئلہ بہت مشکل ہو۔ اور ہم اس پر بھی غور کر رہے ہیں"

مردم شماری

ٹرکی کی تاریخ میں اب پہلی مرتبہ مردم شماری ہوئی ہو۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ مرحوم حکومت عثمانیہ نے اس کی کوشش کی تھی، مگر تنگ نظر علماء نے اس کی سخت مخالفت کی، اور اسے دین کے خلاف قرار دیا۔ چنانچہ البانیہ اور بعض دوسرے علاقوں میں بغاوت شروع ہو گئی مجبوراً حکومت کو اس "خلاف شرع" فعل سے باز رہنا پڑا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کو بھی ملک کی صحیح آبادی معلوم نہ تھی۔ خود ترکی حکومت بھی اپنی آبادی کی قوت سے ناواقف تھی۔ اور اس وجہ سے بے شمار سیاسی، اقتصادی، اور جنگی مضرتیں ملک کو پہنچا کرتی تھیں۔

اب ترکی جمہوریت نے یہ اہم مسئلہ قطعی طور پر حل کر دیا۔ چنانچہ ۲۸ر اکتوبر کی تاریخ مردم شماری کے لئے مقرر کی گئی۔ حکم تھا، کوئی شخص بھی اپنے گھر سے نہ نکلے، یہاں تک کہ توپ داغی جائے۔ اس حکم پر اجنبی باشندوں نے یہ اعتراض کیا کہ دن بھر وہ اپنے کام معطل نہیں رکھ سکتے۔ مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں سنا اور مردم شماری پوری ہو گئی۔

ان سطور کی تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ مردم شماری سے ثابت ہوا ہو کہ ٹرکی کی موجودہ آبادی ایک کروڑ ۴۰ لاکھ ہو۔ قسطنطنیہ کی آبادی ۸ لاکھ [illegible]

[illegible]

[illegible] بحث میرا کام نہیں ہو۔ میں نے غازی کے خطبہ کا خلاصہ اور "خلق فرقہ سی" کا مسلک پیش کر دیا۔ البتہ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ جماعت خلق کی موجودہ اجتماعی ذہنیت سے اکثر مسلمانان عالم کو اتفاق نہیں ہوگا۔ وہ اپنے جدید اجتماعی زندگی کے عناصر میں مذہب کو کوئی نمایاں جگہ نہیں دینی چاہتے۔ خود ترکوں کی اکثریت اسوقت اس سے متفق نہیں ہو۔ بیرونی دنیا کی عام اسلامی رائے تو یقیناً مخالف ہوگی۔ میں اپنے حدود صحافت سے ایک دو قدم آگے بڑھ کر، آیندہ تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی کوشش کرونگا۔

عالم مطبوعات و صحائف

روسی راہب راسپوٹین کا قتل

پرنس یوسوپوف کا اعتراف

قارئین الہلال روس کے پُراسرار راہب راسپوٹین کے نام اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں: الہلال نمبر (۹) میں اس کی پوری سرگزشت ان کی نظروں سے گزر چکی ہو۔ جو حیرت انگیز اقتدار اور تسلط اسے زار اور ملکۂ روس پر حاصل ہو گیا تھا، اُسکی کوئی دوسری نظیر بیسویں صدی کی تاریخ میں موجود نہیں۔ یہ اُن کا مذہبی رہنما تھا۔ پھر روحانی معلم اور مرشد کی طرح مانا جانے لگا، پھر مشیر اور وزیر سب کچھ بن گیا۔ زار اور زارینہ بیجان آلہ کی طرح اس کی انگلیوں میں تھے۔ جس طرح چاہتا تھا، اُنھیں استعمال کرتا تھا۔ ملک میں بہت سی سیاسی اصلاحات جو ڈوما (روسی پارلیمنٹ) کی شکل میں جاری ہو گئی تھیں، اسی کے اشارے سے غارت ہوئیں، روشن خیال اور اصلاح پسند امراء کو اسی نے قتل اور جلاوطن کرایا، زار کے بہترین دوست اور مدۃ العمر کے وفادار خادم اسی کے حکم سے سائبیریا بھیجے گئے۔ پھر جب عالمگیر جنگ عالم شروع ہوئی، تو جرمن نے بے شمار روپیہ خرچ کر کے اس کی خدمات حاصل کر لیں۔ یہ جرمن جاسوس تھا، لیکن روس کے تمام اسرار جنگ اسی کے قبضہ میں تھے۔ ایک طرف یہ زار کو یقین دلاتا کہ میری روحانی برکتوں اور دعاؤں سے جرمن فوجیں اور روس کے تمام حریف چند ہلاک ہو جائینگے۔ دوسری طرف جرمن دفتر جنگ کو فوجی نقل و حرکت کی بروقت خبریں بھیجتا تاکہ تمام روسی فوج کا خاتمہ کر دیں!

زار پر یہ حیرت انگیز اقتدار اُسے کیسے حاصل ہوا تھا؟ ملکہ کے ذریعہ۔ ملکہ کیوں اُس کے احکام سے سرمو تجاوز نہیں کر سکتی تھی؟ خود راسپوٹین کی لڑکی صوفیا نے اپنی حیرت انگیز یادداشتیں شائع کر کے دنیا کو بتلایا ہو کہ "اُس میں اور ملکہ میں ناجائز تعلق تھا۔ راسپوٹین سے اُسے عقیدت ہی نہیں تھی، بلکہ ہوس پرستی کا عشق بھی تھا"

صوفیا کے علاوہ ایک اور شخص بھی یورپ میں موجود ہو، جو روس کے شاہی خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو، اور اس روسی راہب کی تمام سرگزشت حیات سے واقف ہو۔ یہ پرنس یوسوپوف ہو۔ اسی

برید شرق

مکتوب قسطنطنیہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی کے تاریخی خطبہ کا بقیہ حصہ۔ مسئلۂ خلافت۔ خطبہ کا عام اثر۔ جمہوری ترکی کا آئندہ مسلک۔ ترکی کی نئی مردم شماری۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے تاریخی اور ہفت روزہ خطبہ کا بڑا حصہ گذشتہ چٹھی میں بھیج چکا ہوں۔ اب خطبہ کے صرف دو ضروری حصے باقی ہیں۔ "مسئلہ خلافت" اور "خاتمۂ کلام"۔

مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں غازی نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن کی تقریر کا نہایت اہم حصہ ہے۔ کیونکہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ موجودہ ترکی حکومت کے سب سے بڑے آدمی نے صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیا کہ کون کون لوگ موقوفی خلافت کے مخالف تھے اور کون موافق تھے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ مخالفین موقوفی میں سب سے زیادہ نامور شخصیت رؤف بے کی تھی۔ اب خود غازی کی زبان سے بھی اسکی تصدیق ہو گئی۔

مسئلہ خلافت کے بعد اُنھوں نے اُن رقوم کے داخل و مصارف کی تفصیلاً بیان کیں جو وطنی تحریک کے شروع ہونے کے بعد سے لیکر اُن کے رئیس جمہوریت منتخب ہونے تک اُن کے اور اُنکے ساتھیوں کے تصرف میں آئی تھیں۔ ممکن ہے، آپکے قارئین خیال کریں کہ ایک عظیم الشان رئیس جمہوریت کے لئے یہ بہت ہی ناموزوں بات تھی کہ کسی سکریٹری اور خزانچی کی طرح ایک ایک پیسہ کا حساب پیش کرے، لیکن یہاں ترکی رائے عامہ نے اسے دوسرے ہی نقطۂ خیال سے دیکھا ہے۔ تمام اخبارات نے بالاتفاق اسے خطبہ کا ایک وقیع اور موثر حصہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں، اس طرز عمل کے ذریعہ غازی مصطفیٰ کمال نے ہمیں یہ سبق سکھلا دیا ہے کہ قوم کا رہنما قوم کا امین ہے، اور ہر حال میں اُس کا فرض ہے کہ قومی امانت کا حساب، پیسہ پیسہ اور پائی پائی قوم کے سامنے پیش کر دے۔ اس بات سے کہ قوم نے اپنے رہنما کو اپنی حکومت کا بڑا سے بڑا منصب پیش کر دیا ہے، امین قوم ہونے کی ذمہ داریاں معدوم نہیں ہو جاتیں، بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں!

خاتمۂ کلام میں انھوں نے ایک اور حقیقت بھی آشکارا کر دی۔ انھوں نے کہا کہ ان کی رہنمائی اور ریاست کے زمانے میں قوم نے اُنھیں جسقدر بھی مکانات اور اراضی دی ہیں، یا جس قدر جائداد اُنھوں نے اپنے جیب خاص سے خریدی ہے، وہ سب کی سب اُنھوں نے "قومی جماعت" کے نام منتقل کر دی ہے، اور اب اُنکے پاس قوم کی خدمت اور محبت کے سوا کوئی جائداد اور ملکیت باقی نہیں!

خلافت کی موقوفی

مسئلہ خلافت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنھوں نے کہا:

"نوزائیدہ جمہوریت [illegible] حاصل کرنے کے بعد ابھی عصمت پاشا انگورہ پہنچے بھی نہ تھے کہ رؤف [illegible] سے مستعفی ہو گئے تاکہ عصمت پاشا کو مبارکباد دینے سے بچ جائیں۔ استعفا دینے کے بعد وہ خاموش نہیں رہے بلکہ خلیفہ کا اقتدار بڑھانے کی کوششیں کرنے لگے، حالانکہ ملک میں عام رجحان، جمہوریت کی طرف پیدا ہو چکا تھا۔ رؤف بک کی جگہ فتحی بک وزیر اعظم ہوئے اور طویل مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پایۂ تخت، انگورہ ہی رہے۔ مگر مخالف جماعت مُصر تھی کہ آستانہ واپس جانا چاہئے۔

لہذا اب ضروری ہو گیا کہ اس تمام جھگڑے کا ایک مرتبہ فیصلہ کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے ۲۸ر اکتوبر کو اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ اعلان جمہوریت کے لئے تمام تدابیر مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے دن جمہوریت کا اعلان ہو گیا، اور آدھی رات کو تمام ملک میں خبر مشتہر کر دی گئی۔ عصمت پاشا پہلی جمہوری وزارت کے صدر مقرر ہوئے، اور فتحی بک مجلس وطنی کے رئیس قرار پائے۔

پوری ترکی قوم نے اعلان جمہوریت، انتہائی مسرت کے ساتھ سنا مگر مخالف جماعت سخت برہم ہوئی، اور اخبارات میں اپنی دعایتہ وسیع پیمانہ پر شروع کر دی۔ اس جماعت کے سرگروہ، رؤف بک، رفعت پاشا، ڈاکٹر عدنان بک، کاظم قرہ بکر پاشا، اور علی فواد پاشا تھے۔ یہ لوگ شب و روز مخالف کوششوں میں سرگرم تھے۔ یہ مشہور کرتے تھے کہ خلافت وہ رفیع مقام ہے، جس کا تمام جہان کے مسلمان احترام کرتے ہیں۔ وہ ترکی قوم کا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے، لہذا اُسکے اقتدار میں کسی قسم کی کمی نہیں کرنی چاہئے، نیز انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ ترکستان میں انور پاشا، خلیفہ ہی کے نام پر جنگ کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی کوشش یہ تھی کہ ملک میں پھر شاہی دستوری حکومت کی طرف لوٹا دیا جائے۔

ذاتی طور پر رؤف بک کی رائے یہ تھی کہ اقتدار قوم ہی کے ہاتھ میں رہے مگر حکومت کے سر پر آل عثمان کا کوئی فرد ضرور رہنا چاہئے۔ لطف یہ ہے کہ باوجود اس خیال کے وہ ہماری جماعت کے ایک رکن ہونے کے بھی مدعی تھے۔ یقیناً اُن کی نیت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ ہم میں رہ کر ہم میں پھوٹ ڈال سکیں۔

اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ آستانہ میں خلافت کا باقی رہنا مشکلات کا موجب ہو گا، لہذا میں سمجھ گیا اور یقین کر لیا کہ منصب خلافت کی منسوخی کا وقت آ گیا ہے۔ پھر میں نے عصمت پاشا، فوزی پاشا اور کاظم پاشا سے مشورہ کیا۔ یہی رائے قرار پائی کہ منصب خلافت منسوخ کر دیا جائے۔ چنانچہ یکم مارچ ۱۹۲۴ء کو مجلس وطنی میں حسب ذیل تجویز پیش ہوئی:

(۱) منصب خلافت منسوخ کیا جائے اور خاندان عثمانی کو ترکی سے باہر قیام کرنے کا حکم دیا جائے۔

(۲) امور شرعیہ اور اوقاف کی وزارتیں توڑ دی جائیں۔

(۳) ملک بھر میں تعلیم کا ایک ہی نظام جاری کیا جائے۔

یہ تجویز، مباحثہ کے بعد منظور ہو گئی۔ لیکن اُسی وقت مجھ سے درخواست کی گئی کہ منصب خلافت میں اپنے لئے قبول کر لوں مگر میں نے ان لفظوں میں انکار کر دیا:

"دوستو! جو لوگ مسلمانوں کو خلیفہ اور خلافت کے نام سے دھوکا دینا چاہتے ہیں، وہ اسلام اور مسلمانوں کے عام طور پر، اور ترکی قوم کے خاص طور پر سخت دشمن ہیں۔ اب خلافت کا کوئی عملی اور حقیقی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ ان اوہام پر یقین، سراسر غفلت و ضلالت ہے!"

اس طرح مخالف جماعت کو پوری شکست نصیب ہوئی۔ اُنھوں نے بڑی بڑی کوششیں کیں۔ کئی علاقوں میں شورشیں بھی برپا کرا دیں۔ مگر ہم نے سب کا سدباب کر دیا۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اُن پر تمام دروازے بند ہو چکے ہیں، تو پھر میرے قتل کی سازش شروع کر دی۔ یہ کہنا ضروری نہیں کہ ان سازشوں میں بھی یکے بعد دیگرے ناکام ہوئے۔

خاتمۂ سخن

غازی نے اپنی تقریر ان الفاظ پر ختم کی:

"نوجوان ترکی! تیرا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ترکی استقلال کی حفاظت کر اور ابد الآباد تک جمہوریت برقرار رکھ!"

یہ کہتے ہوئے غازی کی آواز غمناک ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر اُنھوں نے کہا:

"یہی میری زندگی کا اصل الاصول ہے۔ یہی میرے مستقبل کا نصب العین ہے۔ اے نوجوان قوم! یہی تیرا سب سے زیادہ قیمتی خزانہ ہے۔ ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو مستقبل میں اس خزانہ کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے تاکہ تجھے اُس سے محروم کر دیں۔ اگر ایسی صورت کبھی پیش آئے اور تو اپنی آزادی اور جمہوریت کی حفاظت پر مجبور ہو جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی لیں و پیش نہ کرنا۔ ممکن ہے، حالات ازحد نازک ہوں، ممکن ہے دشمن دنیا کی بے نظیر فتحمندی حاصل کر چکا ہو، ممکن ہے تیرے تمام قلعے دشمن کے ہاتھوں میں جا چکے ہوں، ممکن ہے تیری تمام فوجیں پراگندہ ہو چکی ہوں، ممکن ہے تیری تمام زمین چھن گئی ہوں، بلکہ میں کہتا ہوں، ممکن ہے اس سے بھی زیادہ کوئی بڑی مصیبت تیرے سامنے آ کھڑی ہو۔ لیکن ان تمام مصائب پر بھی تیرا فرض یہی ہوگا کہ ترکی استقلال اور ترکی جمہوریت کی حفاظت میں لگاتار جان دیتی رہے۔ تجھے جس قوت کی ضرورت ہے، وہ کہیں باہر نہیں ہے، خود تیرے خون میں موجود ہے۔ وہ خون جو اے حضرات! آپ سب کی رگوں میں دوڑ رہا ہے!"

اس کے بعد غازی نے اُس تمام روپیہ کا حساب پیش کیا جو اُنکے ہاتھ میں شروع سے اب تک آیا ہے۔ پھر اس عبارت پر تقریر ختم کر دی:

"اس رقم کے علاوہ میرے پاس وہ مکان ہے جو انگورہ کے باشندوں نے مجھے ہدیۃً دیا تھا۔ نیز بروسہ، طرابزون، ارض روم، انطاکیہ، قونیہ، اور سمرنا میں بھی ایک ایک مکان وہاں کے باشندوں نے مجھے دیا ہے۔ نیز وہ زمین بھی ہے جو میں نے انگورہ کے مضافات میں خریدی ہے مگر یہ تمام جائداد، میری نہیں ہے۔ میں اسے مخلق فرقہ سی" (جمہوری پارٹی) کو دے چکا ہوں!"

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے خطبہ کا اثر

بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس خطبہ سے اُن تمام لوگوں کو

برطانی شہنشاہیت کا تنزل

ایک برطانی مدبر ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفتہ وار رسالہ میں لکھتا ہے:

"قوموں کے اُٹھنے اور گرنے کے اسباب زمانے کے ظروف و حالات کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ تاریخ میں کوئی ایک قوم بھی ایسی موجود نہیں جو بام ترقی تک پہنچکر پھر گرنہ پڑی ہو۔

اسوقت برطانی قوم ترقی کے سب سے بلند درجہ پر پہنچگئی ہے لیکن واقعہ ہے کہ اس عالم ترقی میں ہی تنزل اور کمزوری کے آثار بھی پیدا ہوگئے ہیں، اور اگر افراد کے قوانین حیات کی طرح جماعتوں کے قوانین حیات بھی قطعی اور اٹل ہیں، تو وہ وقت دُور نہیں جب دنیا کو تاریخ عالم کی ایک عدیم النظیر قومی عظمت کے زوال کا تماشائی بننا پڑے گا!

فی الحال برطانیہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ، آبادی کے مسئلہ میں پنہاں ہے۔ برطانی شہنشاہی، مجموعی دُنیا کی ایک چوتھائی پر پھیلی ہوئی ہے اور آبادی بھی دنیا کی تقریبًا ایک چوتھائی آبادی ہے۔ آخری مردم شماری ظاہر کرتی ہے کہ برطانی شہنشاہیت میں ۴۴،۰۰،۰۰،۰۰۰ سے بھی زیادہ آدمی آباد ہیں۔ لیکن اس جم غفیر میں خود خالص انگریزی قوم کی تعداد ۶،۰۰،۰۰،۰۰۰ سے زیادہ نہیں۔ یعنی پوری شہنشاہی، صرف اُتنی آبادی کی قوت پر قائم ہے، جو جرمنی کی آبادی سے کچھ ہی زیادہ ہے!

خود انگریزی قوم ایک تنگ سرزمین، یعنی جزائر برطانیہ میں محصور ہے۔ حالانکہ اُس کی شہنشاہی کی باقی تمام آبادیاں، دُور دراز وسیع سرزمینوں میں منتشر ہیں۔ اس صورت حال نے برطانی مدبروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آبادی کی مناسب تقسیم اور ہجرت کے کلی نظام پر غور کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں آبادی اس طرح تقسیم کردی جائے کہ نہ کہیں زیادہ ازدحام ہو، نہ کہیں زمینیں خالی پڑی رہیں۔ بظاہر یہ کام زیادہ مشکل نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ عام طور پر مبصرین کا خیال ہے کہ برطانی مدبروں کو اسمیں کامیابی نہ ہوگی، اور یہی ناکامی اُن کی شہنشاہی تہ و بالا کر ڈالے گی!

یہ کس طرح ہوگا؟

اس کا جواب حسب ذیل ہے:

برطانی جزائر، جو خالص انگریزی قوم سے لبریز ہو چکے ہیں یکقلم صنعتی ملک ہیں، زراعت کا حصہ بہت ہی کم ہے، حالانکہ برطانی شہنشاہی کے باقی ممالک یکقلم زراعتی ملک ہیں۔ آخری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ جزائر برطانیہ کی تمام دیہاتی آبادی، شہروں میں اُمنڈ آئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف دیہات خالی ہوگئے ہیں، دوسری طرف نسل کی افزائش بھی رُک گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جلد وہ زمانہ آجانے والا ہے، جب برطانی دیہات اسباب رزق سے بڑی حد تک محروم ہو جائیں گے، اور باشندوں کے لئے وہاں کی واپسی میں کوئی ترغیب باقی نہیں رہے گی۔

پھر جنگ کے بعد شہروں میں صنعت و حرفت کی ترقی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ترقی عارضی ہے، اور مستقبل قریب میں اپنی طبیعی حالت پر آجانے والی ہے۔ لہذا شہری آبادی کے لئے بھی اسباب معیشت، محدود ہو جائینگے اور جزائر برطانیہ کے دیہات اور شہر، دونوں کی طاقت سے باہر ہو جائے گا کہ اتنی بڑی آبادی کا بوجھ برداشت کر سکیں۔ یہ واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد سے اسوقت تک برطانیہ میں بے روزگاروں کی تعداد، ۱۰ لاکھ سے کم نہیں ہوسکی ہے صنعت و حرفت کی ترقی پر جب یہ حالت ہے، تو اُس وقت کیا حالت ہوگی جب جنگ کے پیدا کئے ہوئے حالات دُور ہو جائیں گے اور صنعتی ترقی رُک جائے گی؟

انگریز جو دوسرے ممالک کی ملک گیری میں سب سے زیادہ چست چالاک ثابت ہوئے ہیں، خود اپنے ملک سے منفعت حاصل کرنے میں عاجز ہو رہے ہیں۔ اسوقت بھی جزائر برطانیہ میں وسیع علاقے خالی پڑے ہیں کیونکہ وہ زراعتی علاقے ہیں، مگر زراعت پیشہ آبادی ہجرت کرکے شہروں میں پہنچ گئی ہے اور صنعت پیشہ بن گئی ہے۔

صرف جزائر برطانیہ ہی میں نہیں بلکہ آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے۔ آبادی شہروں میں جمع ہوگئی ہے۔ چنانچہ صرف دو شہروں یعنی ملبورن اور سڈنی میں اتنی آبادی ہے، جو پورے ملک کی آدھی آبادی کے برابر ہے حالانکہ معلوم ہے، آسٹریلیا میں قابل زراعت زمین کا رقبہ، روس کو چھوڑ کر باقی تمام یورپ کے رقبہ سے بھی زیادہ ہے۔

پس یہ سوال نہایت اہم ہے کہ برطانیہ اتنے آدمی کہاں سے لائے گا جو ان وسیع اُفتادہ زمینوں کو آباد کریں؟ اس سوال کا جواب برطانیہ کے پاس سردست کوئی نہیں ہے!

یہ سوال انگریزوں کو بہت پریشان کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اُن کی شہنشاہی، سب سے پہلے برطانی ہونی چاہیے۔ یعنی اُس میں برطانی عنصر سب سے زیادہ نمایاں اور غالب رہنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ورنہ وہ تاریخ کی دوسری شہنشاہیوں کی طرح درہم برہم ہو جائے گی۔

آخری برٹش امپیریل کانفرنس میں آسٹریلیا کے وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اس ناقابل حل سوال کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور کہا تھا:

"میرے خیال میں کوئی شخص بھی برطانی شہنشاہیت کے مستقبل کو اُمید افزا نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہمارے سامنے ایسی مشکلات درپیش ہیں، جن کا حل مستقبل پر کسی طرح بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ان مشکلات میں سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل، آبادی کی تقسیم اور اُفتادہ زمینوں کی زراعت ہے!"

یہاں پر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جزائر برطانیہ میں پیدائش کی شرح بہت گھٹ گئی ہے۔ نسل روز بروز کم ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ برطانی شہنشاہی میں اصلی عنصر کی یہ روز افزوں کمی، نہایت خطرناک اور بدترین نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوگی۔ برطانیہ کی موجودہ صنعتی ترقی کے ساتھ اگر نسل کی افزونی بھی ہوتی رہتی تو حالت اتنی خطرناک نہ ہوتی۔

انگریز اس صورت حال میں اپنے آپ کو یہ کہکر تسلی دے رہے ہیں کہ "اگر شرح پیدائش کم ہوگئی ہے، تو شرح اموات بھی گھٹ گئی ہے۔ لہذا ہماری نسل کا عام توازن قائم ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ہماری قوم کم تعداد میں ہو، مگر توانا و تندرست ہو"

اُن کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے لیکن مغالطہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ کسی قوم کی عظمت، صرف تندرستی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ قوم کو تندرستی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھی ہونا چاہیے۔ ورنہ ظاہر ہے، کم تعداد تندرست افراد کسی طرح بھی ایک وسیع سلطنت برقرار نہیں رکھ سکتے۔

یہ حقیقت اب قریب قریب تسلیم کرلی گئی ہے کہ برطانی سلطنت سخت خطرے میں مبتلا ہے، اور اُس کی سلامتی زیادہ تر اسی بات پر موقوف ہے کہ خود جزائر برطانیہ کی آبادی میں اضافہ ہو جائے، اور زائد افراد سلطنت کے دوسرے حصوں میں مناسب طور پر تقسیم کردیے جائیں۔ آبادی کی افزونی، سلطنت کی بنیاد ہے، اور اُس کی تقسیم، تعمیر کا حکم رکھتی ہے۔ موجودہ صورت حال کا اقتضا یہ ہے کہ بیک وقت دونوں کام کئے جائیں مگر ظاہری حالات بتا رہے ہیں کہ برطانی مدبر اس کی قدرت نہیں رکھتے۔

اب یہ امر بہت محتمل معلوم ہوتا ہے کہ برطانی شہنشاہیت کا توازن عنقریب متزلزل ہو جانے والا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ بحیط اٹلانٹک کی طرح بحیط پیسفک بھی صنعت و حرفت کا مرکز بنجائے گی۔ اُس وقت قومیں مجبور ہوں گی کہ صنعتی مرکز سے قریب تر ہونے کے لئے محیط پیسفک کے ساحلوں اور ملکوں میں ہجرت کرجائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ خام پیداوار حاصل کرسکیں اور بڑے بڑے بازاروں میں اپنی صنعت آسانی سے پہونچا سکیں۔

بلکہ یہ واقعہ اس وقت بھی پیش آرہا ہے۔ اجنبی عناصر تیزی سے برطانی شہنشاہی کے مختلف ملکوں میں داخل ہو رہے ہیں، اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرتے چلے جاتے ہیں اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا تو اُن کے قدم مضبوط ہو جائیں گے اور برطانیہ کو یہ ملک اُن کے لئے خالی کردینے پڑیں گے۔

بعض انگریز مدبر اپنی موجودہ عظمت کے نشہ میں اس قدر مخمور ہیں کہ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر بھی اطمینان ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "برطانی تجارت روز بروز زیادہ وسیع ہوتی جاتی ہے، اور دُنیا کی کوئی تجارت بھی اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ حالانکہ یہ سراسر غفلت و غرور ہے۔ یہ لوگ، دوسری قوموں کی تجارت کی ترقی پر نظر نہیں اُٹھاتے خصوصًا امریکہ کی تجارت نہیں دیکھتے جو دُنیا کے تمام بازاروں پر چھا گئی ہے، اور قریب ہے کہ برطانی تجارت کو مغلوب کر ڈالے۔

ان حالات کی روشنی میں گمان غالب ہے کہ برطانی شہنشاہی، خود بخود تہ و بالا ہو جائے گی۔ اس کا توازن، متزلزل ہو رہا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اگر کوئی خارجی خطرہ نہ بھی پیش آیا، جب بھی برطانیہ کا اندرونی اختلال اور شہنشاہیت کا عدم توازن ہی اُسے برباد کر ڈالے گا، ٹھیک اُسی طرح، جس طرح تاریخ کی بہت سی دوسری عظیم سلطنتیں برباد ہوگئی ہیں"

جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی

امریکن رسالہ "ایشیا" میں ایک جاپانی اخبار نویس نے ذیل کا مضمون شایع کیا ہے۔ ہندوستان کی عبرت کے لئے ہم اسے شایع کرتے ہیں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:

"میرے لئے یہ نہایت مشکل تھا کہ اپنے امریکن دوستوں کو اس واقعہ کا یقین دلاؤں کہ ہمارے ملک میں بھی ترقی یافتہ اخبار موجود ہیں اور بعض اُن میں روزانہ ۲۰ لاکھ کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ مجھے یہ بھی کہنا تھا کہ بعض جاپانی اخبارات امریکن اخبارات پر کئی اعتبار سے فوقیت بھی رکھتے ہیں۔ مثلاً مضامین کی نوعیت کے اعتبار سے جاپانی اخباروں میں صرف سنجیدہ اور مہذب مضامین ہی شایع ہوتے ہیں۔ علمی، اخلاقی، اقتصادی، سیاسی ادبی... مباحث کے سوا اُن میں کبھی مجرمانہ قصے اور طلاق کی خبریں شایع نہیں ہوتیں۔ حالانکہ امریکہ اور یورپ کے اخباروں کی زینت و مقبولیت، زیادہ تر انہی مخرب اخلاق خبروں اور قصوں پر مبنی ہے۔ میرے دوست یہ سُنکر نہایت متعجب ہوتے تھے کہ ایک جاپانی اخبار کی سالانہ آمدنی، ۳۷۵،۰۰۰،۰۰۰ روپیہ ہے، اور اس کا دسواں حصہ خالص بچت ہے!

میرے دوستوں کا تعجب اس لئے تھا کہ جاپان کا رقبہ امریکہ کی صرف ایک ریاست، کلیفورنیا سے زیادہ نہیں ہے۔ آبادی بھی ساڑھے ۶ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ دلایات متحدہ امریکہ کی آبادی تقریبًا بارہ کروڑ ہے۔ وہ کہتے تھے، ایک ایسے چھوٹے سے ملک میں اخبارات کی اتنی عظیم ترقی کیونکر ممکن ہے؟ لیکن واقعہ ایسا ہی ہے۔ اسوقت جاپان میں ۱۱۲۷ روزنامہ اخبار ہیں اور ۲۸۵۰ ہفتہ وار اور ماہوار اخبار و رسائل موجود ہیں۔ ان کی روزانہ اشاعت کی تعداد، ایک کروڑ ہے۔ یعنی ہر چھ باشندوں کے لئے اخبار کا ایک نسخہ [illegible] اپنی ترقی کا اصلی راز یہ [illegible]

نے سب سے پہلے اس راہب کی کارستانیوں سے دنیا کو واقف کیا تھا۔ اسی نے ملکۂ روس کے وہ تمام خطوط شائع کئے، جن سے راسپوٹین سے اُس کی حیرت انگیز عقیدت و عبودیت پر روشنی پڑتی تھی۔

لیکن پرنس یوسوپوف نے اس وقت تک دُنیا کو اس راز سے واقف نہیں کیا تھا کہ راسپوٹین کا خاتمہ کیونکر ہوا؟ اُسنے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ "وہ قتل کر دیا گیا" کچھ دنوں کے بعد جب صوفیا کی یادداشت شائع ہوئی، تو اس سے بھی صرف اتنی بات معلوم ہوئی کہ "راسپوٹین قتل کر دیا گیا، اور اُس کی لڑکی (صوفیا) کسی نہ کسی طرح جان بچا کر نکل بھاگی" عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ راسپوٹین بھی انقلاب روس کے قتل عام میں قتل ہوا ہے۔

لیکن اب اس سلسلہ میں ایک نیا انکشاف ہوا ہے۔ یعنی پرنس یوسوپوف نے اپنی کتاب کا ایک تتمہ اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ اسمیں وہ اعتراف کرتا ہے کہ "راسپوٹین کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا!"

پرنس لکھتا ہے:

"میں نے اور میرے دوستوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس شیطان کے اقتدار سے روس کو نجات دلائیں، مگر ہر کوشش ناکام رہی۔ ملکۂ روس کچھ اس طرح اُس کے جال میں پھنس گئی تھی کہ کوئی بات اُس کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرتی تھی، اور زار اپنی ملکہ کا غلام تھا مجبور ہو کر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس شیطان کو قتل کر ڈالا جائے۔ اس کے سوا خلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ چونکہ اس مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، جب تک اُس سے بظاہر دوستی پیدا کر کے دام میں نہ لایا جائے۔ اس لئے میں نے کئی ماہ بآہم گہرے تعلقات بڑھانے میں صرف کر ڈالے۔ یہاں تک کہ اُسے پُوری طرح مجھ پر بھروسہ ہو گیا۔ اور ایک دن میں نے اُس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو میرے محل میں آکر ضیافت میں شریک ہوگا"

اس کے بعد پرنس، قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے:

"گیارہ بجے رات کو ڈنر کی (یعنی نصف شب کے کھانے کی) تمام طیاریاں مکمل ہو گئیں۔ دعوت کی میز پر بہت بڑی بڑی قابیں رکھی گئیں۔ ان میں مختلف قسم کے گوشت، جو راسپوٹین کو خاص طور پر مرغوب تھے طیار کرا کے رکھے گئے تھے۔ اور روغنی ٹکیاں اور نفیس کیک بھی موجود تھے۔ نیز قسم قسم کی شرابیں اور خوش وضع جام مہیا کئے گئے تھے..."

"میں نے الماری سے ایک صندوق نکالا۔ اس میں کئی قسم کے قاتل زہر مخفی تھے۔ پھر میں نے میز پر سے ایک قاب اُٹھائی۔ اسمیں کیک رکھے تھے۔ ڈاکٹر لازوورٹ نے ربڑ کے دستانے پہن لئے پھر ایک خاص زہر "سیانڈ پوٹاس" لے کر کیکوں پر چھڑک دیا۔ پھر بعض دوسرے قسم کے زہر بھی شراب میں ملا دیئے۔ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا تھا کہ زہر اتنی زیادہ مقدار میں ڈال دیا گیا ہے کہ شراب کا ایک گھونٹ کئی آدمیوں کے قتل کے لئے کافی ہے۔ اس ڈاکٹر کی خدمات میں نے خاص اسی غرض سے حاصل کر لی تھیں"

"جب راسپوٹین آیا تو میں اسے کھانے کے کمرے میں لے گیا۔ اُسنے اپنی پسند کا گوشت سیر ہو کر کھایا۔ پھر میں نے روغنی روٹی کی پلیٹ آگے بڑھائی جس میں زہر نہ تھا۔ نہیں معلوم میں نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن یہ واقعہ ہے کہ بلا قصد مجھ سے ایسا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے زہریلے کیک سامنے کئے۔ اُسنے پہلی قاب سے روغنی ٹکیا لے لی، لیکن زہر آلود کیک سے انکار کر دیا۔ اس انکار نے مجھ پر سخت رُعب طاری کر دیا۔ میں ڈرا، شاید یہ شخص [illegible] اور زہر سے واقف ہو گیا ہے۔ میں [illegible] خوف [illegible] اور دل دھڑک رہا تھا۔ اچانک اُس نے [illegible] کیک [illegible] ایک

اُٹھا لیا "تمھاری خاطر سے!" اور بلا تأمل منہ میں رکھ لیا۔ پھر دوسرا لیا اور کھا لیا۔ میں بالکل خاموش تھا۔ ایک سکتہ کا سا عالم مجھ پر طاری تھا۔ مجھے یقین تھا، اب فوراً زہر کا اثر اُس پر ظاہر ہو جائے گا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی، جب میں نے دیکھا، کہ وہ پوری طرح تندرست ہے۔ کوئی اثر بھی اُس پر ظاہر نہیں ہوا۔ مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا ہے!"

"پھر اُسنے مسموم شراب جام میں انڈیلی۔ میں فرط اضطراب سے کھڑا ہو گیا۔ اب مجھے یقین تھا کہ وہ فوراً مر جائے گا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے مزہ لے لے کر پیتا رہا۔ کئی جام خالی کر دئیے۔ پھر وہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ برابر باتیں کئے جاتا تھا۔ اب رات کے تین بج چکے تھے۔ مگر اُس پر زہر کا کوئی اثر نہ تھا!"

"ٹہلتے ٹہلتے اُسنے یہ کہہ کر مجھے مبہوت کر دیا "باقی رات، جلسۂ رقص میں گزارنی چاہئے!" اب میں جیب سے پستول نکال چکا تھا کیونکہ جب زہر کی اتنی بڑی مقدار کارگر نہ ہوئی، تو بجز پستول کی گولی کے اور کونسا ذریعۂ قتل کام دے سکتا تھا۔ اُس کے جلسۂ رقص کے جواب میں میں بے اختیار چیخ اُٹھا "خبیث بھوت! کیا یہ بہتر ہوگا کہ جلسۂ رقص کی جگہ تو صلیب دیکھے اور نماز پڑھ لے، کیونکہ ایک لحظ بعد تو مرا پڑا ہوگا!"

اُس کی آنکھوں میں ایک ہولناک چمک پیدا ہوئی۔ پھر فوراً ہی ایک قسم کا خشوع و خضوع طاری ہو گیا۔ وہ جلدی سے میرے قریب آیا۔ اپنی چمکیلی آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں۔ میں نے آہستہ سے اپنا پستول والا ہاتھ پیچھے سے سامنے کر دیا"

"پستول دیکھ کر راسپوٹین بھاگا نہیں۔ نہ مقابلہ کی کوشش کی۔ اُسنے اپنی نظریں میرے چہرے سے ہٹا لیں اور صلیب پر جما دیں جو اُس کے گلے میں پڑی تھی۔ وہ اب بھی بالکل خاموش تھا۔ میں نے پستول کی لبلبی دبائی اور گولی اُس کے سینے پر لگی۔ اُسنے بڑے زور سے چیخ ماری اور چت گر پڑا۔ میں نے دوڑ کر زخم کا معائنہ کیا۔ گولی، دل چیر کر نکل گئی تھی۔ یہ بالکل یقینی تھا۔ راسپوٹین مر گیا!"

"میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُس کے قریب کھڑا صلیب کو دیکھ رہا تھا۔ اچانک ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ قریب تھا، میں بیہوش ہو کر گر پڑتا۔ راسپوٹین، بجلی کی سی تیزی سے اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو گیا! بڑے زور سے چلایا۔ تمام مکان اُس کی چیخ سے گونج اُٹھا۔ پھر اُسنے اپنی فولاد سے بھی زیادہ مضبوط انگلیوں سے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے یقین تھا، میری ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ اب اُسنے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی۔ میں اپنی دہشت و خوف کے بیان سے قطعاً قاصر ہوں۔ میں نے خیال کیا، یہ بھوت مجھے اب مار ڈالے گا۔ مگر فوراً میرے جسم میں بھی ایک عظیم قوت پیدا ہو گئی۔ میں نے زور لگا کے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگنے لگا"

"راسپوٹین بھی میرے تعاقب میں دوڑا۔ وہ برابر چلائے جاتا تھا اور قتل کی دھمکی دیتا تھا۔ میں زینے پر جا کر رُکا۔ اُسوقت اُس کی صورت بالکل بھوت کی سی ہو گئی تھی۔ تمام لباس خون سے رنگین تھا، اور سینہ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا!"

"وہ زینہ کے سامنے پہنچکر رُکا۔ پھر تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ کر صحن میں پہنچ گیا۔ صحن میں تاریکی تھی۔ میرے نوکروں نے مسلسل تین گولیاں اُس پر چلائیں۔ اب وہ لڑکھڑایا، اور برف کے ایک ڈھیر کے سامنے پہنچکر گر پڑا"

"اب واقعی راسپوٹین، روس کا مہیب بھوت، مر چکا تھا!"

زہر آلود غذا کے عدم تأثر کی نسبت پرنس نے جو کچھ لکھا ہے یہ راسپوٹین کا کوئی اعجاز نہ تھا، بلکہ خود پرنس کی ایک ایسی غلطی تھی جس کا ذہنی اضطراب کی وجہ سے اُسے احساس نہیں ہوا۔ اس طرح کی صورت حال میں ایسی غلطی اکثر ہو جایا کرتی ہے [illegible] دراصل خوف و دہشت اور اعتقادی کمزوری کی وجہ سے اُسوقت پرنس کی ذہنی حالت مختل ہو چکی تھی۔ اُسنے یکے بعد دیگرے جسقدر قاب اُٹھا کر پیش کئے، اُن میں سے کوئی قاب بھی زہر آلود نہ تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے اُسنے جسے زہر آلود سمجھ کر اُٹھایا، وہ زہر آلود نہ تھا، اور جنھیں غیر زہر آلود سمجھ کر چھوڑ دیا، وہی زہر آلود تھے۔ اس طرح کی غلطی ذہنی اضطراب کی حالت میں ہر انسان سے ہو جایا کرتی ہے۔

فلسطین میں آثار قدیمہ

(ہتیاروں کا قدیم سانچہ)

اخبار السیاسہ راوی ہے کہ جرمن محقق ڈاکٹر رسلین کو بلاطہ (فلسطین) کے کھنڈروں میں مٹی کا ایک سانچہ ملا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے، یہ سانچہ ہتیار ڈھالنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پتھر کی تپائیاں

اب سے پہلے یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ شہر نابلس میں پتھر کی قدیم تپائیاں پائی گئی ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا یہ کسی قدیم تماشہ گاہ کا بقایا ہیں لیکن اب علماء آثار قدیمہ نے معلوم کر لیا ہے کہ یہ دیوی ارتمیس کے مندر کے آثار ہیں۔ یہ مندر، رومن شہنشاہ سپٹیم سویرس نے تعمیر کیا تھا۔ (السیاسہ)

وشمار سے ثابت ہوتا ہو کہ ابتدائی مدارس کے طالب علموں میں سے ۹۰ فیصدی طالب العلم ثانوی مدارس میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہیں۔ جاپان میں اس وقت ابتدائی ثانوی، اور اعلی تعلیم گاہوں کی تعداد ۴۴ ہزار ہو۔ ان میں طلبہ کی سالانہ تعداد ایک کرور ۵ لاکھ سے زیادہ رہتی ہو۔

پھر جاپانیوں کو مطالعہ کا بھی از حد شوق ہو۔ میرے علم میں کوئی قوم اس بارے میں اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ۱۹۲۵ء کے اعداد وشمار سے معلوم ہوتا ہو کہ جاپان میں مختلف علوم وفنون پر ۲۰۰۴۸ کتابیں شایع ہوئیں۔ علاوہ بریں انگلستان، فرانس، امریکہ، جرمنی اور چین سے ۷۵ لاکھ روپیہ کی کتابیں آئیں، اور فروخت ہوگئیں۔ جاپان کے تمام اخبار نویس جانتے ہیں کہ اخباروں میں سب سے زیادہ اعلان کتابوں ہی کے شایع ہوتے ہیں، اور انہی سے زیادہ اُجرت حاصل ہوتی ہو۔

ٹوکیو اور اوساکا کے دس اخباروں کی روزانہ مجموعی اشاعت ۵۰ لاکھ ہو۔ ان میں سب سے بڑے اخبار دو ہیں: "اوساکا مانیچی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" دونوں "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہیں۔ اول الذکر کی روزانہ اشاعت ۱۳ لاکھ ہو اور آخر الذکر کی ۸ لاکھ۔ انکے بعد "اوساکا اساہی" کمپنی کے دو اخبار ہیں: "اوساکا اساہی" اور "ٹوکیو اساہی" دونوں کی مجموعی اشاعت ۲۰ لاکھ ہو۔ میرے خیال میں دُنیا بھر میں کوئی اخبار بھی "اوساکا مانیچی" کے برابر اشاعت نہیں رکھتا۔ ہاں صرف لنڈن کا ڈیلی میل، اور پیرس کے "جرنل" اور "پتی پاریزان" اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان چار اخباروں کے علاوہ ۱۶ اور اخبار ایسے ہیں جن کی روزانہ اشاعت ۵ لاکھ سے ۱۰ لاکھ تک ہو!

جاپان میں کئی انگریزی اخبار بھی نکلتے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا اخبار "اوساکا مانیچی" کمپنی کی ملکیت ہو، اور ۸ بڑے صفحوں میں نکلتا ہو۔

جاپان کی صحافتی ترقی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہو کہ اخباروں میں باہم سخت رقابت ہو۔ بلکہ کہنا چاہئے ایک پُرامن جنگ جاری ہو۔ اس رقابت سے باشندوں کو بہت نفع حاصل ہوتا ہو۔ ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

۱۹۲۴ء میں اخبار "مانیچی" نے اپنا بحری طیارہ جزائر جاپان کے گرد دَورہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ اس کا جواب اخبار "اوساکا اساہی" نے یہ دیا کہ فوراً ایک دوسرا طیارہ خرید کر ٹوکیو سے پیرس تک کے سفر پر روانہ کردیا!

اس کے بعد اول الذکر اخبار نے یہ جدت کی کہ ۵ ہوائی جہاز اس غرض سے خریدے کہ اپنے ٹوکیو اور اوساکا کے مرکزی دفتروں کے مابین اتصال پیدا کرے، اور جلد سے جلد کتابیں، اخبارات، نقشے، تصویریں ایک دفتر سے دوسرے دفتر میں پہنچ جائیں۔ اسپر اخبار اوساکا اساہی نے بھی فوراً کئی جہاز خرید لئے اور اوساکا، ٹوکیو اور سندائی ٹوکیو کے مابین حکومت کے لئے مفت ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کردیا!

اس رقابت نے اب یہ صورت اختیار کرلی ہو کہ تمام بڑے بڑے جرنیے اخبار ہر روز کئی کئی ضمیمے شایع کرتے رہتے ہیں اور اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً اخبار "مانیچی" روزانہ ۱۳ ضمیمے شایع کرتا ہو۔ یہ ضمیمے عموماً قصبوں اور دیہاتوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ مگر اہتمام کیا جاتا ہو کہ ہر علاقے کے ضمیمے میں وہی خبریں ہوں، جو وہاں کے باشندوں کے لئے ضروری ہیں۔

اس رقابت کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہو کہ اخبار، خبریں جمع کرنے میں زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ "اوساکا مانیچی" کمپنی نے ۱۹۲۳ء کے جاپانی [illegible] کی خبریں حاصل کرنے پر ۴۴ ہزار پونڈ خرچ کئے تھے۔ اسی طرح [illegible] جب مشہور ہوا کہ شہنشاہ جاپان، حالت نزع میں ہو، تو اخباروں کی رقابت آخری حد تک پہنچ گئی۔ دونوں اخباری کمپنیوں نے شاہی محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لے لئے، اور اپنے اپنے دفتر کھول دئیے۔ ان دونوں میں ہر وقت خبریں لانے والوں اور کام کرنے والوں کا اتنا ہجوم رہتا تھا کہ دو فوجی بارکیں معلوم ہوتی تھیں۔ ہر کمپنی کی کوشش تھی کہ شہنشاہ کے متعلق سب سے پہلے وہی خبریں معلوم کرکے شایع کرے!

جاپان کے اخباروں کا ایک امتیاز یہ بھی ہو کہ وہ خبریں جمع کرنے میں صرف، ریل، تار، اور ہوائی جہازوں ہی پر بھروسہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے ہر چیز ٹوٹ سکتی ہو، بلکہ قدیم طریق خبر رسانی، یعنی پیغامبر کبوتروں کی ڈاک کا بھی انتظام کر رکھا ہو۔ بڑے بڑے نامہ نگاروں کے ساتھ ہمیشہ کبوتر جاتے ہیں، تاکہ اگر کبھی ریل، یا تار، یا ہوائی جہاز بے کار ہوجائے، تو ان کبوتروں کے ذریعہ خبریں وقت پر پہنچا دی جائیں"

ہنسی

ایک علمی اور نفسیاتی بحث

تازہ ڈاک کے ایک علمی رسالہ میں ہنسی کی حقیقت پر دلچسپ بحث کی ہو:

"ہنسی کیا ہو؟

موجودہ علم کی روشنی میں ہنسی، ایک عصبی تشنجی حالت ہو جو انسان کے مختلف اعضاء پر طاری ہوتی ہو۔ یہ حالت اس طرح شروع ہوتی ہو کہ پہلے آنکھیں کسی قدر بند ہوتی ہیں، پھر منہ کے بعض عضلات اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور بعض نیچے لٹک جاتے ہیں۔ پھر وہ کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دانت ظاہر ہوجاتے ہیں۔ پھر نبض اور تنفس پر اثر پڑتا ہو۔ اُن میں بھاری پن پیدا ہوجاتا ہو۔ ساتھ ہی آواز بھی پیدا ہوتی ہو، اور یہی آواز اپنے آخری درجہ میں قہقہہ کہلاتی ہو۔ پھر تشنجی حالت، جسم کے دوسرے اعضاء تک پہنچتی ہو۔ انسان بےخود ہوکر ہاتھ پاؤں ہلانے لگتا ہو، یا اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہو۔ کبھی آدمی تالیاں بھی بجانے لگتا ہو۔ مگر یہ تمام حرکات، ہنسی کے اصلی اجزاء نہیں ہیں۔ اگرچہ اکثر حالتوں میں طاری ہوتے ہیں۔

پس ہنسی جسم انسانی کا ایک اندرونی عمل ہو، لیکن اگر انسان اپنی قوت ارادہ مضبوط کرلے، اور ہنسی روکنا چاہے، تو بڑی حد تک روک بھی سکتا ہو۔

ہنسی، عموماً مسرت انگیز موثرات کا نتیجہ ہوتی ہو۔ ٹھیک گریہ کی طرح جو رنج والم سے پیدا ہوتا ہو۔ یا چہرہ اور جسم کی بعض عضلی حرکات کی طرح جو غصہ یا خوف سے واقع ہوتی ہیں۔

کبھی ہنسی، اندرونی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ صناعی طور پر پیدا کردی جاتی ہو۔ مثلاً ہم گدگدا کر آدمی کو ہنسا دیتے ہیں۔ جسم میں گُدگُدی کا اثر اس امر کی علامت ہو کہ جسم، زندہ اور حساس ہو۔ لیکن کبھی جسم پر ایسے عوارض بھی طاری ہوجاتے ہیں کہ گدگدی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

غیر حقیقی ہنسی کی ایک قسم وہ بھی ہو جو محض محاکات سے ظاہر ہوتی ہو۔ ہم لوگوں کو ہنستے دیکھتے ہیں، اور خود بھی ہنسنے لگتے ہیں، حالانکہ ہمیں اُن کی ہنسی کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ محاکاتی ہنسی، انسان کی اجتماعی طبیعت کی ایک علامت ہو۔ اس میں وراثت کو بھی دخل ہو۔

علمی تحقیقات سے ثابت ہوا ہو کہ ہنسی صرف انسان ہی کا خاصہ نہیں ہو، جیسا کہ قدماء خیال کرتے تھے، بلکہ بہت سے حیوان بھی اس میں شریک ہیں۔ ابھی ابتدائی حیوانی حالت میں بھی انسان ہنسا کرتا تھا۔ اُس وقت اس میں کلام کی قوت نہ تھی، اس لئے ہنسکر اپنی خوشی ظاہر کرتا تھا۔ ہنسی، درحقیقت چہرہ، آنکھوں، اور کانوں کی طرف سے احساس مسرت میں شرکت کی ایک دعوت ہو!

ٹھیک انسان کی طرح بہت سے بندر بھی ہنستے یا مسکراتے ہیں۔ وہ خاص حالات میں اپنا منہ اور دانت کھول دیتے ہیں، اور ایسی آوازیں نکالتے ہیں، جو بالکل انسان کی ہنسی سے مشابہ ہوتی ہیں۔

پروفیسر جارج بولانگیر موجودہ زمانہ کا ماہر علم الحیوانات ہو۔ اسکا بیان ہو کہ لنڈن کے زندہ عجائب خانے میں اُسنے متعدد شمپانزی بندروں کو ہنستے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ ہنسی بالکل آدمی کی ہنسی کی طرح ہوتی ہو۔ بندر پروفیسر موصوف نے جان پہچان رکھتے تھے۔ وہ لوگوں کے ہجوم میں بھی اُسے دیکھ کر ہنسنے یا مسکرانے لگتے تھے۔ اسی قدر نہیں بلکہ پروفیسر مذکور کا بیان ہو کہ اُسنے بہت سے بندروں کی بغل میں اُسی طرح گُدگُدایا، جس طرح آدمی آدمی کو گدگداتا ہو۔ اس کا وہی اثر ہوا، جو آدمی پر ہوتا ہو۔ یعنے وہ ہنسنے لگے اور بعض تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے!

بعض علماء کا خیال ہو کہ کُتّے بھی ہنستے ہیں۔ لیکن کُتّوں کی ہنسی میں آواز نہیں ہوتی۔ صرف منہ کھلتا ہو اور دانت نکل آتے ہیں۔

مدبرین انگلستان کے بعض اقوال

ہندوستان کی نسبت

اس کے بغیر چارہ نہیں کہ اسلام کو مغلوب کردیا جائے۔

(لارڈ ڈلہوزی ۱۸۴۸ء)

"لڑاؤ اور حکومت کرو" قدیم رومن مقولہ ہو اور یہی ہندوستان میں ہمارا بھی اصول ہونا چاہئے... مجھے یقین ہو کہ ہماری ہندوستانی سلطنت بالکل محفوظ ہوجائے گی اگر ہم اسی اصول پر ایک ہندوستانی فوج مرتب رکھیں۔ اسی مقصد کے لئے میں مختلف فرقوں اور زبانوں کی پھوٹ سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ ممکن ہو میں اس باب میں اپنا یقین پوری قوت سے بیان نہ کرتا اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ ڈیوک آف ولنگٹن اس خیال میں مجھ سے بالکل متفق ہیں۔

(لارڈ الفنسٹن گورنر بمبئی ۱۸۵۰ء)

ہماری بہترین حکمت عملی یہ ہوگی کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقے سے ہمیشہ دست بگریباں رکھیں!

(ویسٹ منسٹر ریویو ۱۸۵۸ء)

ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہندوستان کے مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات پوری قوت سے برقرار رکھیں اور کبھی باہم اتحاد قائم نہ ہونے دیں۔ "لڑاؤ اور حکومت کرو" ہماری حکومت کا اصول اصلی ہونا چاہئے۔ (کرنل جان کوک ۱۸۵۹ء)

ہندوستانی مسلمانوں کا مفاد، ہندو جذبات پر قربان کردیا گیا۔

(ہنٹر ۱۸۶۸ء)

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو
دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے
اور جسے ملک معظم برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!
انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں
شایع ہوتا ہے
یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ
مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں
نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں
تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے
ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے
بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ
قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن
آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کرسکتے ہیں
ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ
کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہی

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرایش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران
ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

مطبوعات الهــلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دینی علوم کے بیش بہا جواہر ریزی

اس سلسلہ میں ہم نے اماميں کی ان نادر و اعلی درجہ کی بلند پایہ عربی تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسلہ شروع کیا ہے ' جنکا مطالعہ اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروری و ناگزیر ہے - امید کہ یہ "سلسلۂ تراجم" بد نصیب ہندوستان کی دماغی اصح کا کام دے :

اُسوۂ حسنہ — امام ابن قیم کی فن سیرت میں شہرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصہ کا اُردو ترجمہ - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازھائی روپیه -

کتاب الوسیلہ — لفظ "وسیلہ" کی بحث کے علاوہ امام ابن تیمیہ نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کی مبسوط بحث کی ہے - بلا جلد ازھائی روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفہ — انکی تعداد ' ذریعہ معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے ہیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیہ کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمہ - چار آنے -

العروۃ الوثقیٰ — خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کا فرق بدلائل بیان کیا ہے - چھہ آنے -

سیرت امام ابن تیمیہ — حضرت امام کے ضروری حالات زندگی نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامہ سید محمد رشید رضاء مصری کی تازہ کتاب کا اُردو ترجمہ - سوا روپیه -

آئمہ اسلام — ترجمہ رفع الملام عن ائمۃ الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامہ — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یہ ایک علمی ' اسلامی ' سہ ماہی رسالہ ہے جس کے خریدار کو ہم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربی ' فارسی ' انگریزی ' اور دوسری زبانوں کی تمام اہم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بہترین تازہ معلومات بہم پہنچانے کا اہتمام کیا ہے - اسکے علاوہ آئمہ و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانہ ' نظمیں اور ممالک اسلامیہ کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے ہوے حالات درج کیے جاتے ہیں - فی پرچہ ۸ آنہ سالانہ ۲ روپیه پیشگی -

منیجر الهــلال بک ایــجنسی

(حلقہ نمبر ۲۴ شیرانوالہ دروازہ لاہور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پتہ صاف لکھیں

اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الهلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

اردو صحافت کی تاریخ میں الهلال ہی وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تھی -

الهــلال اگرچہ ایک ہفتہ وار مصور رسالہ تھا ' لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کی نئی روح پیدا کرنی چاہتا تھا ' اِس لئے اُس کا ہر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادواق کا مجموعہ تھا - اُس کے ہر نمبر میں مختلف ابواب ' مذہب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے - اور اُسکا ہر باب اپنی مجتہدانہ خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا - پھر اس کی ظاہری خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں - اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا ' جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہوئیں جو پتھر کی چھپائی میں ممکن نہیں - اِس کی جلدیں جدید اُردو علم ادب کے علمی ' مذہبی ' سیاسی ' اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں - اِن کی مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کی تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیہ میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کی پہلی جلد مکمل (جو دفتر میں بھی موجود نہیں) ساڑھے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدی ہے - جن لوگوں نے اِس کے پرچے بحفاظت جمع کئے ہیں وہ بڑی سے بڑی قیمت پر بھی علحدہ کرنے کیلیے تیار نہیں - پچھلے دنوں "البــلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بھی محفوظ ملا ' ہم نے کوشش کی کہ شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کی جا سکتی ہیں مرتب کرلی جائیں اور جن جلدوں کی تکمیل میں ایک دو پرچوں کی کمی ہو انہیں دوبارہ چھپوا لیا جاے -

چنانچہ الحمدللہ یہ کوشش ایک حد تک مشکور ہوئی اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کی جلدیں پوری مکمل ہوگئی ہیں - ہم اِس اعلان کے ذریعہ شایقین علم و ادب کو آخری موقعہ دیدے ہیں کہ اِس قیمتی ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدی کریں ' چونکہ جلدوں کی ایک بہت ہی محدود تعداد مرتب ہوسکی ہے اس لئے صرف اُنہیں درخواستوں کی تعمیل ہوسکے گی جو سب سے پہلے پہونچیں گی - ہر جلد مجلد ہے اور ابتدا میں تمام مضامین کی انڈکس بہ ترتیب حروف تہجی لگادی گئی ہے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

„ „ „ چہارم ۱۰ روپیه — „ „ „ پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البــلاغ" (جب دوسری مرتبہ الهــلال اِس نام سے شائع ہوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے ہر جلد کے متفرق پرچے بھی موجود ہیں جن میں سے ہر پرچہ اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعہ علم و ادب ہے - قیمت فی پرچہ ۸ - آنہ - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ ہے -

منیجر "البــلاغ پریس"

۱۹۲۷

نمبر ۲٤ جلد ۱

قیمت: ۵ - آنہ

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٢٤ | کلکته : جمعه ٦ . جمادی الثانی ١٣٤٦ هجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 2, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی .
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای
پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٨٤٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	۲۵۰	اردو حروف کی حق مین	۵۰۲
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	۷۲۰	حروف کی حق مین بشرطیکه	
پتهر کی چهپائی کی حق مین	۲۹۰	نستعلیق هون	١٦٨

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	- -	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	- -	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	- - -	سات روپیه
قیمت في پرچه	- - -	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئی چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسی جہاز " شاسور " نامی پر سوار ہو گیا - اِس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اُس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کی جگہ کچھہ عجیب پیچ و خم کے ساتھہ جا رہا ہے - اُس نے کپتان سے پوچھا ' تو اُس نے کہا " انگریزی بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اُس سے بچ کر چلنا ضروری ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اُس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزی بیڑہ میں قید تھا - انگریزی جنگی جہاز " لیون " نے فرانسیسی جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(۵)

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اِس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپنی رفیق حیات کی جدائی کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسری طرف اپنی سرکاری مہم کی ناکامی کا داغ تھا - وہ انگریزی جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑی مصیبت یہ تھی کہ اب ایک بڑی مدت تک کے لیے وہ آزادی سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگی قیدی تھا - اسلیے اس کی رہائی صرف دو ہی صورتوں میں ہوسکتی تھی - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگی قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اُس کی کوٹھری کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اُس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنت تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اُس کی صورت دیکھتے ہی خیال کیا کہ غالباً یہ اِس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سوالات کریگا - جو سرکاری مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاری کے وقت ہی اُس سے لیلی گئی تھی - سب سے زیادہ صدمہ اُسے اسی مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آگئے - بہر حال خواہ کچھہ ہی کیوں نہ ہو ' میں اِن کم بختوں کے سوالات کا کوئی جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہوگیا ' جب اُس نے دیکھا کہ جان بارنت نے وہی مراسلت جیب سے نکالی ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سر بہ مہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کی بالکل کوشش نہیں کی - اِس کی تمام مہریں اپنی اصلی حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اِس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمھیں واپس دیدی جاتی ہے - اِسے لیلو - شاہی حکم کی رو سے اب تم آزاد ہو - تمھیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اِس درجہ خلاف تھی ' کہ کئی لمحہ تک فوریس باور نہ کرسکا - آخر اُس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعی یہی مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اُتار دیا جائیگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاری بیوی بونا پارٹ کی آغوش میں ہے ! "

(۶)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کی پوری سرگزشت انگریزی جاسوس نے معلوم کرلی تھی - اسکندریہ ، اور دمیاط میں اُن کے آدمی موجود تھے ' اور الفی بک مملوک کی اعانت سے تمام مصر کی خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنت کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اُس کی بیوی کے ساتھہ بے غل و غش عیش کرے ' تو اُس نے انگریزی بیڑہ کے افسروں کو اِس کی اطلاع دیدی - جب فرانسیسی جہاز کی گرفتاری کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہی ہے - وہ اُسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اِس طرح وہ نپولین کے دلی مقصد کی تکمیل کر دیتے - اُنھوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اِسے مصر واپس کر دیا جاے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جاے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اِس طرح اِس بلا سے اُنھیں نجات مل جائیگی -

(۷)

اُدھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہی اُس کی بیوی نپولین کے قبضہ میں آگئی اور شب و روز ساتھہ رہنے لگی - نپولین کا اب اُس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئی ' اور سپاہی میڈم کو " ہماری مشرق کی ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھی چند ہفتے بھی اِس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزی جہاز نے نہ صرف اُسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزی جاسوس نے تمام ضروری معلومات بھی بہم پہنچا دیں - اُسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اُسکی بیوی کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹھاٹھہ سے وہیں رہتی ہے -

وہ سیدھا اُس مکان کی طرف چلا - واقعی اُسکی بیوی قیمتی لباس میں ملبوس موجود تھی - شوہر کو اِس طرح اچانک دیکھہ کر ڈرگئی ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اُس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑی -

اِسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ اُنکی تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کی درخواست پیش کرکے اپنی بیوی سے علحدگی کرلی تھی - دوسری یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنت کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستی نہ تھی جو اُس آسانی سے قتل کر ڈالی جاتی - ابھی اُسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکي اخلاقي زندگي

(انساني عظمت اور اخلاقي نامرادي)

ميدان جنگ اور حجلۂ هوس !

(ميڈم پولين سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق هوا تها -

گیرٹرڈ اریٹز Gertrude Aretez جسکي جدید الشیوع کتاب کا ذکر ان صفحات پر هو چکا هے ' میڈم پولین کي نسبت لکھتا هے :

اس معامله کي تفصیل یه هے که ۹ - مئي ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کي فتح کیلیے روانه هوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بهت زیادہ خائف تها ' اور اُنکي آنکھ بچا کر نکل جانا چاهتا تها - یعني انگریزي امیر البحر نلسن ' اور انگریزي جاسوس جان بارنٹ -

اِسي سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کي رفاقت ممنوع قرار دیدي تهي - جن عورتوں کو چلنے اجازت دي گئي تهي ' اُن میں خود اُسکي داشته میڈم وردیا بهي تهي جسے وہ اٹلي سے اپنے ساتهہ سے لایا تها -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامي ایک فوجي افسر تها - اُسنے حال هي میں شادي کي تهي - اُسکا دل اپني بیوي کي جدائي پر کسي طرح راضي نہیں هوتا تها - مگر مشکل یه تهي که عورتوں کو ساتهہ لیجانے کي ممانعت تهي - آخر اُسنے یه ترکیب نکالي که بیوي کو سپاهي کي وردي پہنا کر اپنے ساتهہ لے لیا - تا که دونوں بے روک ٹوک ساتهہ رہ سکیں !

اُس وقت کے اکثر مورخین کا بیان هے که ماہ اگست میں نپولین نے قاهرہ کے باهر ایک جلسه کیا تها ' جس میں اُسکا پورا جنگي اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تهیں - اِسي جلسه کے موقعه پر نپولین نے میدان میں اپني فوج کا ایک دسته گدهوں پر سوار دیکها - سپاهیوں میں ایک شخص غایت درجه خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تها - نپولین نے جنرل برتیه کو حکم دیا که اِس شخص کا پته لگائے - اُسي دن شام کو جنرل نے یه عجیب خبر سنائي که " وہ سپاهي مرد نہیں هے - عورت هے - اور بائیسویں رساله کے ایک افسر کي بیوي هے "

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنکي عورتیں مدعو کي گئي تهیں - خصوصاً میڈم فوریس بهي خصوصیت کے ساتهہ بلائي گئي تهي !

(۳)

چنانچه دعوت کا جلسه منعقد هوا - میڈم بغیر اپنے شوهر کے بلائي گئي تهي - اُس کے شوهر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پهر ڈرا ' اور اجازت دیدي - چنانچه تمام مهمان جمع هوئے - حسب معمول نپولین برامد هوا - سب تعظیماً کهڑے هوگئے - وہ لوگوں سے هنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میڈم فوریس اور متعدد ممتاز سپه سالار کهڑے تهے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوري پر شکریه ادا کیا ' اور ایک پیالي چائے نوش کرلینے کي درخواست کي درخواست منظور هوئي ' اور نپولین بیٹھ گیا - میڈم بالکل اُسکے مقابل کهڑي تهي -

میڈم فوریس نے دیکها ' سپه سالار اُسے پر معني نظروں سے دیکهه رها هے وہ بهت کم عمر تهي - شرما گئي - نپولین اُسکي حالت کا بغور مطالعه کرتا رها - مگر بالکل خاموش رها - چائے جلدي سے پیلي ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسه سے اٹهه گیا -

مهمانوں نے رات کا کهانا کهایا ' اور کافي پینے لگے - میڈم فوریس جس میز پر تهي ' اُس کے ایک طرف جنرل ڈي بري بیٹها تها - دوسري طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافي کي بهري هوئي پیالي جان بوجهه کر اس طرح میڈم فوریس پر گرا دي ' که سب نے اسے اتفاقي حادثه سمجها - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپني غفلت پر بڑي فصاحت سے ندامت کا اظهار کیا - فوراً کافي کا دهبه پاني سے دهلوایا گیا جس سے میڈم کا لباس اور زیادہ بهیگ گیا اس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیے مکان کی بالائي منزل پر چلي جائیے" میڈم چلي گئي - وهاں نپولین منتظر بیٹها تها !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میڈم کے شوهر فوریس کو حکم ملا که جنرل برتیه سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑي بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " درست ! تم بڑے هي خوش نصیب هو - کیونکه فرانس جا رهے هو - سپه سالار تمهیں ایک خفیه مهم پر پیرس بهیج رها هے - ایک گهنٹه کے اندر روانه هو جاؤ - یه لو ' اسکندریه کے سپه سالار کے نام حکم هے که تمهارے سفر کیلیے هر طرح کي سهولتیں بهم پہنچا دے "

فوریس بد حواس هوگیا - حیران تها ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگي سے جنرل کا شکریه ادا کیا اور کہا " اگر مجهے فوراً هي روانه هو جانا هے تو میں اپني بیوي کو بهي ساتهہ لے جاؤنگا "

جنرل نے غصه سے کہا " بیوي ! کیا تم یه سمجهتے هو که ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتهہ اپني بیوي کو لیجا سکتے هو ؟ خصوصاً جب که راسته میں انگریزي بیڑہ موجود هے اور تمهیں قید کر لے سکتا هے ؟ "

چرا رہا ہو رہے ہیں - لیکن انہیں معلوم نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر نو سو ننانوے باتیں کہکر چھوڑ دینی پڑیں' اور ہزاروں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو انہیں ایسا کرنے میں بھی کبھی تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کھل جاے اور حقیقت اور سچائی کی جھلک دیکھہ لے !

(طبیب اور داعی)

افسوس' قرآن کہاں لیجانا چاہتا تھا ' اور دنیا نے اُسے سر پر رکھکر کدھر کا رخ کیا ! ہمارے مفسرین متکلمین ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ہوگئے کہ انہیں دوسری راہوں کی خبر ہی نہ رہی - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقی ہی نہیں ہوتے - طبیب اور معالج بھی ہوتے ہیں - طبیب کا فرض کیا ہوتا ہے ؟ کیا یہ ہوتا ہے کہ مریض سے اُس کی جہالت اور نا دانی کی ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' ہزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ہے ' تو اس کی ساری قابلیت صرف اسی ایک نقطہ میں مرکوز رہیگی کہ کسی طرح مریض کو شفا حاصل ہو جاے ' اور کسی طرح موت کی جگہ زندگی کا دروازہ اُس پر کھل جاے - بسا اوقات ایسا ہوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ہوگی -- لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ہے - بہتر معدہ خلق نہیں کر دے سکتا - بہت ممکن ہے ' مریض کا معدہ اِتنا قوی نہ ہو' کہ اِس درجہ کی مقوی غذا کا متحمل ہوسکے - جونہی طبیب کو معلوم ہوگا کہ میری تجویز کی ہوئی غذا اُسے پچ نہیں سکتی ' وہ فوراً اُسے ترک کر دیگا ' اور دوسری غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسری غذا بھی مریض ہضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسری غذا تجویز کر دے - بلکہ ہوسکتا ہے ' چوتھی اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا ہضم نہ ہو سکنے کی شکایت کرتا رہیگا ' طبیب غذا بدلتا رہیگا - وہ کبھی یہ نہیں کریگا کہ ایک ہی غذا تجویز کرکے اُس پر آڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض ہضم کرسکے یا نہ کرسکے ؟ یہ رہی لقمے اُسکے حلق میں ٹھونستا رہے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ہوگا ' نوع انسانی کا سب سے زیادہ جاہل فرد اور سب سے بڑا قاتل ہوگا !

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسی عمل سے مشابہت پیدا کی جا سکتی ہے ' تو وہ حکماء کی حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں ہے - اطباء کا معالجہ ہے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاہتا ہے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاہتے ہیں - اُن کا سلوک بھی اپنے مریضوں کے ساتھہ ہمیشہ ویسا ہی ہوتا ہے - جیسا ایک طبیب کا ہونا چاہیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاہتے - اسے تندرست کرنا چاہتے ہیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کی ایک دماغی غذا مریض کے سامنے رکھتے ہیں - غذا ہر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ہوتی ہے - لیکن انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ جہل و ضلالت نے مریض کی فکری حالت اس درجہ خراب کردی ہے ' کہ یہ غذا اُس کا دماغ ہضم نہیں کرسکتا - یعنے اُس کی سمجھہ کی کجی اور دل کی گمراہی ساتھہ نہیں دیتی - جونہی انہیں اس حالت کا احساس ہوتا ہے' ایک طبیب حاذق کی طرح فوراً غذا بدل دیتے ہیں ' اور کوئی دوسری غذا جو اُس کا معدۂ فکر ہضم کرسکے' سامنے رکھدیتے ہیں - انہیں اِس بات کی بالکل پروا نہیں ہوتی

کہ پہلی غذا کیوں بدلنی پڑی ؟ اس لیے کہ مقصود کسی خاص غذا کا کھلادینا نہیں ہے' بلکہ ایسی غذا کا کھلانا ہے جو مریض ٹھیک طور پر ہضم کر سکے - ہضم کی استعداد کے لحاظ سے ہر مریض کی حالت یکساں نہیں ہوتی - ایک مریض کے لیے دودھہ سے زیادہ زود ہضم غذا کوئی نہ ہوگی - لیکن یہی دودھہ دوسرے مریض کے لیے ناقابل ہضم ہوگا - جو حال جسم کے لیئے معدہ کا ہے - وہی حال دماغ کے لیے فکر کا ہے - ذہن و فکر کا ایک بیمار ایسا ہوگا جو ایک خاص طرح کی دانائی قبول کرلے سکتا ہے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وہی بات ناقل فہم و تاثر ہوگی - انبیاء کرام علم و یقین کی بہتر سے بہتر دانائی رکھتے ہیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کردے سکتے - دودھہ کے بہتر غذا ہونے پر کون حرف لا سکتا ہے؟ لیکن اِس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ہے ...ھ جیسی ...مدہ اور زود ہضم غذا بھی ہضم نہیں کرسکتا؟

یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کہ : **انك لا تهدى من احببت ، و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم !** **(۲۸ : ۵۶)**. حالانکہ انبیاء کرام کے ہادی ہونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا ہے کہ : **و انك لتهدى الى صراط مستقيم ! (۴۲ : ۵۲)** ' تو مطلب یہی ہے کہ پہلی قسم کی آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کی نفی ہے ' اور دوسری میں استعداد رکھنے والوں پر سچائی کی راہ کھولدینے کا اثبات ہے -

(بابل کا طبیب حق)

کئی ہزار برس گزرے ' اس بیمارستان ہستی میں ایک طبیب حق ابراہیم خلیل بھی تھے - اُن کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاہی کے گھمنڈ کا روگی ' اور جہل و طغیان کی بیماریوں سے بد حال تھا - انھوں نے اُس کے سامنے علم و بصیرت کی ایک غذا رکھی: " ربی الذی یحیی و یمیت " میرا تو اُس پروردگار پر ایمان ہے جس کے قبضۂ و تصرف میں ہماری موت و حیات ہے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھی جو شک اور انکار کے کسی مریض کے لیئے ہوسکتی ہے - لیکن مریض اپنے معدہ کی صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتنی ہلکی اور سادہ غذا بھی ہضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ہیجان میں بول اٹھا " انا احی و امیت " اگر تمھارے پروردگار کی یہی صفت ہے ، تو یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ اختیار میں ہے - جسے چاہوں ہلاک کر ڈالوں - جسے چاہوں ' زندگی بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ غذا گو بہتر تھی ' لیکن مریض کے معدے میں اتنی بھی صلاحیت نہیں کہ اسے ہضم کر سکے - اُنھوں نے فوراً پہلی قاب ہٹالی ' اور ایک دوسری غذا پیش کردی : ".فان الله یاتی بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب !" اچھا ' اگر ایسا ہی ہے ' تو دیکھو ' یہ سورج ہمارے سروں پر چمک رہا ہے - یہ ہر روز پورب سے نکلتا ہے اور پچھم کی طرف ڈوب جاتا ہے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ ! ' یہ غذا ٹھیک اُسکے معدۂ کی استعداد کے مطابق تھی - حلق سے اُتری ' اور ہضم ہوگئی : " فبهت الذی کفر " اب اُس میں کج بحثی کا دم خم نہ رہا - دم بخود ہوکر رہگیا !

خدا را غور کیجیے - بات کتنی صاف اور دلاویز تھی ' اور مفسرین نے اُسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھہ دھندا بنا دیا ہے ؟ اگر حضرت ابراہیم کا طریق بیان مجادلانہ ہوتا - ہدایت کا نہ ہوتا - تو وہ اپنی پہلی بات ہی پر مخاصم سے اُلجھہ پڑتے '

حجة ابراهيمى

ايۂ کريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " کي تفسير

قرآن حکيم کا اسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير کا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الکلام)

(٤)

(آيۂ زير تدبر کي تفسير)

اب آيت زير تدبر پر غور کيجيے :

الم تر الى الذى حاج ابراهيم فى ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهيم : ربى الذى يحيي و يميت ـ قال : انا احى و اميت ـ قال ابراهيم : فان الله ياتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذى كفر ، و الله لا يهدى القوم الظالمين ! (۲ : ۲٦۰)	اے پيغمبر ! کيا تمهيں اس شخص کا حال نهيں معلوم جس نے محض اِس وجه سے که خدا نے اُسے پادشاهت دے رکهي تهي ' جهل و غرور ميں سرشار هوکر ابراهيم سے اُس کے پروردگار کے بارے ميں حجت کي ؟ جب ابراهيم نے کها : ميرا پروردگار وه هے جو زنده کرتا هے اور مارتا هے - تو اُس نے کها ' يه تو ميں بهي کر سکتا هوں - ميں جسے چاهوں ' ماردوں - جسے چاهوں زندگي بخش دوں -

اِس پر ابراهيم نے کها : اچها ' اگر ايسا هي هے تو خدا هميشه سورج کو مشرق سے نکالتا هے - تم مغرب سے نکال دکهاؤ ! يه سنکر وه هکا بکا رهگيا - اور الله کا قانون يه هے که ظلم کرنے والوں پر هدايت کي راه کبهي نهيں کهلتي !

(۱) سب سے بڑا الجهاؤ جو اس آيت کي تفسير ميں پڑ گيا هے ' وه حضرت ابراهيم کا انداز سخن هے - جب مخاطب نے ايک ايسي بات کے جواب ميں جو اثبات مدعا کيليے قطعي اور نهايت درجه واضح تهي ' جهل و غرور سے ايک نهايت لغو بات کهدي ' تو احضرت ابراهيم نے نه تو اپني بات کي مزيد تشريح کي ' نه مخاطب کو اُس کے جهل و نا فهمي پر متنبه کيا ' بلکه فوراً پهلي بات چهوڑ کر ايک دوسري بات کهدي - " فان الله يأتي بالشمس - الخ " مفسرين نے طرح طرح کي توجيهيں کي هيں ' مگر سر رشتۂ تفسير ميں کچهه ايسي گره پڑ گئي هے که کوئي ناخن تاويل بهي اُسے نهيں کهول سکتا - بڑي تحقيق کي بات جو حضرت امام رازيؒ نے ڈهونڈهه نکالي هے ' يه هے که يه دو مختلف دليليں نهيں تهيں - ايک هي دليل کي مختلف مثاليں تهيں - ليکن اول تو دونوں دليلوں ميں ربط و مناسبت پيدا کرنے کے ليے سبب و واسطه اور حرکت افلاک کي بحثيں پيدا کي گئي هيں ' اور وه اس قدر دور ازکار اور بے معني هيں که انهيں تسليم کرلينا قرآن کو قرآن کي جگه کوئي دوسري چيز بنا دينا هے - ثانياً ' خود امام صاحب چار سطر پهلے معترض کي زباني هميں سنا چکے هيں که رجوع خواه دليل سے کيا جاے خواه مثال سے ' ليکن مستدل کے ليے ضروري هے که معارض کے جواب کي غلطي ظاهر کر دے ' ورنه اُس کا عجز ثابت هو جايگا - پس اگر دليل کو مثال بنانے کي يه ساري مصيبت گوارا بهي کرلي جائے ' جب بهي بات بنتي نهيں - اعتراض جوں کا توں باقي رهجاتا هے -

اصل يه هے که يه ساري مصيبت اسي ليے پيش آئي هے که اس مکالمه کو منطقي " مناظره " قرار ديديا گيا هے - مناظره کا مقصود انکشاف حق نهيں هوتا - إسکات خصم هوتا هے - اس ليے مناظر کا فرض هوتا هے که ايک بات پيش کرکے اُس پر اس طرح جم جائے ' که خواه زمين و آسمان اپني جگه سے ٹل جائيں ' ليکن وه اپني جگه سے نه هلے - اگر مخاطب کي سمجهه ساتهه نهيں ديتي ' تو هزار مرتبه نه دے - اُس کي بلا سے - وه اُس کا جهل ثابت کرديگا ' اور مخاطب کا جهل ثابت کرکے اُسے ذليل اور لا جواب بنا دينا هي اُس کي بڑي سے بڑي جيت هے - باقي رهي يه بات که جو بات مخاطب کے ذهن نشين کرني تهي ' وه اُس کے دل ميں اُتر سکي يا نهيں ؟ تو مناظر کو نه تو اِس کي پروا هوتي هے ' نه فن مناظره کا يه مقصود هے - مناظر صرف يه چاهتا هے که مخاطب کو ميدان سخن ميں هرا دے - يه مقصود جس طرح بهي حاصل هوجائے ' اُس کي جيت هے - همارے متکلمين کي نظر ميں چونکه انبياء کرام کي بهي سب سے بڑي فضيلت يهي تهی که وه مناظر اور منطقي هوں ' اس ليے إسي اعتبار سے اس مکالمه پر بهي نظر ڈالتے هيں ' اور قدرتي طور پر چاهتے هيں که ايک شاطر مناظر کي طرح حضرت ابراهيم بهي اپني بات پر اڑ جاتے ' اور خواه اُن کا مخاطب سمجهه سکتا يا نه سمجهه سکتا ' يه اُسي پر لڑتے جهگڑتے رهتے - اگر اُس نے جهل و غرور سے ايک لغو بات کهدي تهي ' تو چاهيے تها که يه اُس کی لغويت اور جهالت پر ايک لمبي چوڑي تقرير فرماتے - پهر اگر وه اُس کے جواب ميں بهي کوئي بکواس کر ديتا - تو يه اُس کے جواب الجواب ميں آستينيں چڑها ليتے - يهاں تک که صرف اپني دليل کي شرح و توضيح اور رد و جواب هي ميں شام کر ديتے !

ليکن همارے مفسرين بهول گئے - اُنهيں ياد نهيں رها که ابراهيم خليل ' داعي حق تهے - مناظر و مجادل نه تهے - اور إسي ايک بنيادي فرق نے اُنکي راه مناظره و مجادله کي ساري راهوں سے الگ کردي تهي - اُنکا کام يه نه تها که کسي خاص دليل پر اڑ جائيں ' يا مخاطب کے اِظهار جهل و عجز کا کوئي موقعه هاتهه سے نه ديں - اُن کا کام يه تها که برگشته دلوں کو سچائي کي راه دکهلا ديں - وه دليلوں کے تحفظ کيليے بلکه حق اور ايمان کي حفاظت کيليے لڑتے تهے - إس مکالمه ميں تو حضرت ابراهيم نے صرف اِتنا هي کيا که ايک بات چهوڑ کر دوسري بات کهدي ' اور اِسي پر همارے مفسرين

هدایت یهي هے که جن لوگوں نے ظلم و طغیان کي راہ اختیار کرلي هے ' اُن پر هدایت و سعادت کي راہ نہیں کهلتي !

(منطقي شبهات)

(۴) همارے مفسرین کو صرف اسي کي فکر نہیں هے که حضرت ابراهیم کو منطقي اور مناظر ثابت کر دکهائیں ' بلکه وہ نمرود کے لیے بهي بہت متفکر هیں - اُن کي کوشش یه هے که اُس کي کوئي بات بهي فلسفیانه دقیقه سنجي سے خالي نه جائے - چنانچه اُس کے اس قول کي توجیه میں که " انا احي و امیت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي کاوشیں کي هیں ' اور بالاخر اُسے واسطه اور سبب کے جهگڑوں میں لے گئے هیں - لیکن اب آپ سمجهه گئے هونگے که یه تمام کاوشیں قطعاً دور از کار اور بے معني هیں - قرآن حکیم اس جاهل متمرد کا جهل و غرور دکهلا رها هے - همارے متکلمین کي طرح اُسے فیلسوف ثابت کرنا نہیں چاهتا - یه تمام توجیهیں بهي که اُس نے ایک واجب القتل قیدي کو چهوڑ دیا تها اور ایک کو قتل کردیا تها ' قطعاً غیر ضروري اور مکالمه کي حقیقت سے دور لیجانے والي هیں - " انا احي و امیت " کا صاف مطلب وهي هے جو ایک مغرور اور بر خود غلط بادشاہ کا همیشه ایسے متکبرانه دعوؤں سے هوا کرتا هے -

(۵) اب آپ نے سمجهه لیا هوگا که جس قدر شبهات پیدا هوئے تهے ' في الحقیقت اُن میں سے کسي شبه کي بهي یہاں گنجایش نہیں - بڑے شبهات امام صاحب کے اور آپ کے پیدا کیے هوئے یه تهے که نمرود اگر مدعي تها تو دلیل اُسے پیش کرني تهي' نه که حضرت خلیل کو؟ اور جب حضرت خلیل نے ایک دلیل پیش کردي تو اُس سے رجوع کیوں کیا؟ لیکن یه تمام شبهات غیر متعلق هوجاتے هیں جب واضح هوجاتا هے که نه تو یه مناظرہ مصطلحۂ فن تها ' نه مخاصم کي حیثیت مدعي کي تهي ' اور نه انبیاء کرام مناظرانه طریقه سے رد و کد کرتے هیں - باقي رها یه شبه که جب مخاصم نے پہلي بات کے جواب میں ایک جاهلانه دعوی کردیا تها ' تو دوسري بات کے جواب میں بهي کوئي نه کوئي بات کہدے سکتا تها ' تو اس شبه کي بهي اب کوئي گنجایش نہیں رهي - یه شبه اس لیے پیدا هوا تها که " فبهت الذي کفر " کے معني مناظرہ میں لا جواب هوجانے کے سمجهے گئے تهے - لیکن جب واضح هوگیا که " بهت " سے یہاں مقصود بات بنانے میں لا جواب هوجانا نہیں هے ' بلکه ایک سچي بات سے متاثر هو کر هکا بکا رهجانا هے ' تو ظاهر هے ' یه شبه کیوں وارد هو؟ جب ایک حقیقت جس کے جهٹلانے اور نه دیکهنے کي وہ کوشش کر رها تها ' اس کے سامنے بے نقاب هوگئي ' تو اُس میں کچهه بحث کا دم خم باقي نه رها - لاچار اور دم بخود هوکر رهگیا -

جدید مذهب روحي

تاریخ ظهور ' موافقین و مخالفین ' اور نقد و تبصرہ

تقریباً تین ماہ گزرے ' مطبوعات جدیدہ کے سلسله میں ایک کتاب کا ذکر ان صفحات پر کیا گیا تها ' جس میں سر کونن ڈائیل کے بعض مضامین یورپ کے جدید مذهب روحي کي تائید میں شائع هوئے تهے - اس تحریر کے آخر میں هم نے وعدہ کیا تها که آیندہ اس موضوع پر تفصیل کے ساتهه نظر ڈالینگے -

اس تحریر کي اشاعت کے بعد ' قارئین الهلال میں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غیر معمولي دلچسپي ظاهر کي' اور بار بار اصرار کیا که اس بارے میں تفصیل کے ساتهه بحث کي جاے - آج هم چاهتے هیں ' ایک سلسلۂ مقالات اس موضوع پر شروع کریں - اس سلسله میں حسب ذیل امور یکے بعد دیگرے بحث و بیان میں آئینگے :

(۱) جدید مذهب روحي کے ظهور و اشاعت کي مختصر تاریخ
(۲) موافق اور مخالف علماء کے آراء
(۳) بعض مشهور اور علمي نوعیت کے تجارب اور عملیات
(۴) موافقین و مخالفین کي رائیوں کا موازنه اور تبصرہ

(ظهور و اشاعت کي تاریخ)

سنه ۱۸۵۶ - میں نیو یارک امریکه کے ایک گاؤں هیڈس ویلی نامي میں ایک عجیب واقعه پیش آیا - جان فاکس نامي ایک شخص کا خاندان هر روز اپنے گهر میں ایک خاص قسم کي کهٹ کهٹ سنا کرتا تها - ایک دن مسز فاکس نے جرأت کرکے اس آواز کو مخاطب کیا :

" کیا تم کوئي روح هو؟ "

پهر اُس سے طے کیا که جواب میں اثبات کي علامت ایک خاص طرح کا کهٹکا هے ' اور نفي کي علامت ایک خاص طرح کا - چنانچه سوال و جواب هوتے رهے ' اور عورت کو معلوم هوگیا که آواز واقعي ایک روح کي هے جو اِسي گهر میں رهتي هے - پڑوسیوں نے ایک آدمي اس مکان میں قتل کرکے دفن کردیا تها اور اُس کا مال لوٹ لیا تها - یه اُسي کي روح هے -

عورت نے فوراً پولیس کو خبر پہنچائي - حکام نے آکر اُسي طریقے پر روح کا بیان اپنے کانوں سے سنا - پهر وہ مقام کهودا گیا جہاں روح نے لاش مدفون بتائي تهی - لاش مل گئي' اور بالاخر قاتلوں کا پته بهي چل گیا !

وہ کہتے ": میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ہی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھہ سکا ہے ' تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراهیم کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں ' جب بھی انھیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کی تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھہ لیجیے :

" اَن اتاہ اللہ الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کردی - جس انسان نے حضرت ابراهیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی ' قرآن واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسی چیز تھی جس نے اُسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعوں سے باز نہیں آیا ؟ " اَن اتاہ اللہ الملک " ! - یہ سب کچھہ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اورحکومت کے فانی اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور برخود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاہ اللہ الملک " پس معلوم ہوا ' یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراهیم فی ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراهیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراهیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمھارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ہو ' اور مجھہ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سرزنش کرنے کی جرأت کرتے ہو؟ حضرت ابراهیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربی الذی یحیی و یمیت " - تمھارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراهیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسی سیدھی سادھی بات کہدی تھی ' جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کردی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھہ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کر دینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراهیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احی و امیت " واہ ' یہ تمھارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراهیم نے کیا بات کہی تھی ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراهیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھہ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی ' لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کر سکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان اللہ یاتی بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہوگئی ' اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی ' لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی ' کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ہی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ اوقع فی النفس تھی ' کہ حقیقت کی طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا ' اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ہی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا ' اور مغرب ہی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ہمیشہ سے ' ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران ' دنیا کا کوئی شہنشاہ ' دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہوگئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا : " فبہت الذی کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و اللہ لا یہدی القوم الظالمین " خدا کا قانون

پھر جب بھي عالم رائل سوسائٹي کا صدر منتخب ہوا ' تو اُس نے اپني صدارتي تقرير ميں اِس مذہب کي طرف اشارہ کرتے ہوے کہا :

" ميں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذہب کي تحقيق کي ہے - بہت سي نئي معلومات بھي حاصل کي ہيں - ميں عنقريب ايک نئي کتاب شايع کرنے والا ہوں "

اِس مذہب کے ابتدائي ماننے والوں ميں ايک جليل القدر نام الفرڈ رسل ويلس کا بھي ہے - يعني وہ مشہور عالم ہے جس نے ٹھيک اُسي زمانہ ميں مذہب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کيا تھا ' جبکہ ڈاروين کو اُس کا سراغ ملا تھا - اِس نے اِس مذہب کے بارے ميں دو مستند کتابيں " دور جديد کے معجزات " اور " مذہب روحي کي مدافعت " کے نام سے شايع کيں - اول الذکر کتاب ميں لکھتا ہے :

" ميں سراسر ملحد تھا - اپنے مادي مذہب کے سوا کسي بات پر بھي يقين نہيں رکھتا تھا - ميں تصور بھي نہيں کر سکتا تھا کہ اِس عالم ميں مادہ اور اس کي قوت کے سوا کوئي روحاني زندگي بھي موجود ہے - ليکن ميں نے بے شمار تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پايا کہ اِس جديد مذہب کي تصديق کروں - ...... يہ اُس وقت کي بات ہے جب ميں روح کے وجود کا قائل نہ تھا - بہت مدت کے بعد مجھے مان لينا پڑا کہ يہ امور واقعي روح ھي کے ذريعہ واقع ہوتے ہيں ' کيونکہ اُن کي کوئي دوسري تعليل ممکن ھي نہيں ہے "

مشاہير علماء ميں ايک اٹالين عالم لومبروزو Lombroso ہے - يہ علم الجرائيم کا باني ہے - پہلے يہ اِس مذہب کا سخت مخالف تھا اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار ديتا تھا - ليکن تحقيقات اور ذاتي تجربہ کے بعد اُس کا پر جوش حامي بن گيا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکيات فلا مريون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈيمي کے پروفيسر چارلس ريشيے کے ساتھہ ملکر اِس مذہب کا طويل مطالعہ کيا اور اپني تحقيقات کے نتائج ايک کتاب کي صورت ميں شائع کيے - اس کتاب کے مقدمہ ميں وہ لکھتا ہے :

" اپني خاص علمي تربيت اور نفسي ميلان کي بنا پر ميں مذہب روحي کا سب سے بڑا دشمن تھا - مجھے يہ بات بالکل بديہي معلوم ہوتي تھي کہ ہر قوت مادہ ھي کا ايک خاصہ ہے ' اور ہر فکر ' دماغ ھي کا ايک فعل ہے - اس کے سوا ميں کچھہ تصور ھي نہيں کر سکتا تھا - ميں اُس مذہب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑاتا کرتا تھا - ليکن حق و حقيقت پر ميري فريفتگي بالآخر ميرے ميلان نفس پر غالب آگئي - مسلسل تجربوں اور مشاہدوں کے بعد اب مجھے اس پر پورا يقين ہے "

اِن کے بعد پروفيسر ہاڈسن ' پروفيسر ميرس (کيمبرج) سٹنٹون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفيسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغيرہ انگريز علماء اور مدبروں نے بھي اِس کي تحقيقات کي ' اور اعتراف پر مجبور ہو گئے -

اِسي طرح فرانسيسي علماء ميں ' قابل ذکر چارلس ريشيے ' کيميل فلا مريون ' ڈاکٹر مکسويل ' پيير ژانيہ ' پيير دورو ' پاراتوک وغيرہ ہيں - جرمني اور امريکا کے بہت سے اقطاب علم بھي اِس کے معتقد ہو چکے ہيں - اُن کے نام اور مباحث آيندہ اپنے محل ميں آئينگے -

مشہور فرانسيسي عالم فلسفہ ' جان ويلور نے سنہ ۱۸۹۵ع ميں کہا تھا :

" يہ فرض نہيں کيا جاسکتا کہ يہ تمام علماء فريب اور تدليس کے ذريعہ ' اوہام و خرافات کي برباد شدہ حکمراني پھر قائم کر ديني چاہتے ہيں - اِس خيال کي بھي گنجائش نہيں کہ يہ لوگ بالکل سادہ لوح ہيں ' اور اپني حماقت کي وجہ سے اِن امور پر يقين لے آئے ہيں ' کيونکہ علمي تجارب ميں اِن اکابر علم کي دقت نظر معلوم و مسلم ہے "

عالم نفسيات کا مشہور ماہر پيير جاني اپني کتاب ميں جو اِسي موضوع پر ہے ' لکھتا ہے :

" مذہب روحي ' ہر اعتبار سے دقيق مطالعہ اور اصولي بحث کا مستحق ہے - اِس ميں شک اور تضحيک کي بالکل گنجائش نہيں ہے - ہميشہ فريب ' فريب ' پکارتے رہنا بھي صحيح نہيں ہے - کيونکہ يہ تحريک جس نے يورپ ميں اپنے بے شمار مراکز قائم کر ليے ہيں اور عقلاء و علماء کا ايک جم غفير اُس کا علم بردار بن گيا ہے ' سراسر دھوکا اور فريب نہيں ہوسکتي ? ضرورت ہے کہ منکرين ' ايمانداري کے ساتھہ اُس کا مطالعہ کريں "

پروفيسر چارلس ريشيے (رکن فرانسيسي اکاڈيمي اور مدرسہ طبي يونيورسٹي) اپنے ايک مقالہ ميں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ ميں شايع ہوا ہے ' لکھتا ہے :

" يہ ناممکن ہے کہ انگلستان ' امريکا ' فرانس ' جرمني ' اٹلي کے يہ تمام علماء و فلاسفہ فريب خوردہ ہوں - منکرين ' روحي مذہب پر جتنے بھي اعتراض کرتے ہيں ' سب کے سب اِن علماء کے پيش نظر تھے - فريب سے بچنے کے ليے بھي يہ پوري احتياط برتتے تھے - ميں ہرگز تسليم نہيں کرسکتا کہ يہ تمام عقلاء سراسر وہم و مکر کا شکار ہوگئے ہوں "

مشہور فرانسيسي عالم گبريل دولاں اپني کتاب ميں جو معاصرات ارواح پر لکھي ہے ' لکھتا ہے :

" جب رابرٹ ھير ' موابس ' اور اقمون کے درجہ کے لوگ امريکا ميں ' اور کروکس ' ويلس ' لواج ' انگلستان ميں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس ميں ' فيشنر ' زولنر ' جرمني ميں ' کسي بات کي صحت پر زور ديں ' تو ہم يہ تسليم کرلينے پر مجبور ہو جائينگے کہ يہ بات ضرور کوئي علمي حقيقت ہے ' اور ہر لحاظ سے بحث و نظر کي مستحق ہے - مذہب روحي کا بھي يہي حال ہے - يہ علماء اُس کے معتقد ہيں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دينا ' عقلمندي سے بعيد ہے "

يہ عجيب بات ہے کہ اِس مذہب کے تقريباً تمام ماننے والے مشاہير علماء ' شروع شروع ميں اِس کے سخت مخالف تھے ' اور اِس کي تحقيق پر محض اِس ليے مستعد ہوئے تھے کہ ' روحانيات کا فريب طلسم توڑ کر ضعيف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائيں ' مگر تحقيقات کے بعد اُن کي رائے بدل گئي ' اور خود معترف و مصدق ہوگئے !

روح کا ابتدائي ظهور
جيسا که استحضار ارواح کے معتقدوں کا خيال هے

اِس واقعه کے بعد روح کي بے قراري دور هوگئي' ليکن مسٹر جان فاکس کي دونوں لڑکيوں کے پاس وه برابر آتي جاتي رهي - يهاں تک که يه لڑکياں اُس سے از حد مانوس هوگئيں - پهر اُس کے ساتهه کئي دوسري روحيں بهي آنے لگيں' اور بات چيت کا طريقه بهي زياده صاف اور معين هوگيا - صورت يه هوئي که ايک بهن حروف ابجد ايک ايک کرکے پڑهتي جاتي تهي' اور هر حرف پر روح ايک يا دو مرتبه کهٹکهٹا ديتي تهي - اِس طرح تمام حروف کي علامتيں طے پاگئيں' اور گفتگو آساني سے سمجهي جانے لگي -

ايک دن روح نے آکر دونوں بهنوں سے درخواست کي که وه ايک اعلان عام کے ذريعه نيويارک کے کسي بڑے ايوان ميں لوگوں کو جمع کريں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پيش کر ديں - مگر بهنوں نے اِس سے اِنکار کيا - وه ڈرتي تهيں' لوگ اُنهيں جادوگر خيال کرينگے - ليکن روح نے اصرار کيا " ميں انسانوں کو يقين دلانا چاهتي هوں که روح کبهي فنا نهيں هوتي - محض اِسي غرض سے ميں نے تم سے تعلقات قائم کرنے ميں يه سخت تکليف برداشت کي هے - اب اگر تم ميري درخواست منظور نهيں کروگي' تو تم سے قطع تعلق کر لونگي " بهنوں نے اب بهي انکار کيا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کردي !

دونوں بهنيں روح کي ناراضگي سے نهايت غمگين هوئيں - کيونکه وه اُس سے حد درجه مانوس هوچکي تهيں - مجبوراً اُنهيں روح کا کهنا ماننا پڑا' مگر اِس شرط پر که پهلے وه تهوڑے آدميوں کے روبرو يه بات پيش کرينگي - پهر بتدريج عام مجمعوں کے سامنے ظاهر هونگي - روح نے يه شرط منظور کرلي' اور دونوں بهنوں نے نجي مکانوں ميں خاص خاص علماء کے سامنے يه حيرت انگيز امور ظاهر کرنا شروع کرديے - پهر بتدريج جرأت پاکر عام اجتماعوں ميں بهي تقريريں کيں - لوگوں نے يه تمام امور ديکهے' اور هر طرح کي احتياطيں کي گئيں' مگر کسي فريب کا پته نه لگا سکے - تهوڑي هي مدت ميں يه خبريں تمام ملک ميں مشهور هوگئيں' اور هر جگه اُن کا چرچا هونے لگا -

سب سے پهلے مسٹر اڈمونڈس امريکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معامله کي تحقيقات کا خيال پيدا هوا - اُس نے علمي طور پر هر پهلو سے جانچ کي - ليکن بالآخر وه اُس کي صحت پر ايمان لے آيا' اور اپني تحقيقات کے نتائج اخبارات ميں شائع کرديے - اس تحرير کے شايع هوتے هي تمام امريکه ميں هلچل پڑ گئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کردي - بالآخر وه مجبور هوا که اپنے عهدے سے دست بردار هوجائے اور آزادي کے ساتهه اِس حقيقت کي مزيد تحقيق و تجربه ميں مشغول هوجائے - چنانچه اُس کي سعي و همت سے اِس نئے مذهب کو بهت شهرت حاصل هوگئي -

اُس کے بعد پروفيسر مابس' جو امريکن اکاڈيمي ميں علم کيميا کے ماهر تهے' اِس جانب متوجه هوئے - اُنهوں نے بهي اس کي تصديق کي' اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شايع کرديے -

اِن کے بعد پروفيسر روبرٹ هيو اِس ميدان ميں آئے - طويل بحث و نظر کے بعد يه بهي اس کے قائل هوگئے - اور ايک نفيس کتاب " نفسي ظواهر پر مباحث " کے نام سے شايع کي -

اِن تحريروں کا نتيجه يه هوا که عام بحث شروع هوگئي - امريکا ميں کوئي عالم بهي ايسا نه تها جس نے موافقت يا مخالفت ميں کچهه نه کچهه نه لکها هو -

امريکا سے يه مذهب انگلستان پهنچا - يهاں سب سے پهلے مشهور کيمياوي وليم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگريز وسيطوں کے ذريعه خود بهي تجربے کيے بالآخر اس کي صداقت کا معترف هوگيا' اور ايک کتاب بهي اسکي تائيد ميں لکهکر شايع کي - اِس کتاب کا نام بهي " نفسي ظواهر پر مباحث " تها - اِس ميں وه ايک مقام پر لکهتا هے :

" چونکه ميں اِن واقعات کي پوري طرح تحقيق کر چکا هوں' اِس ليے يه ميري سخت اخلاقي بزدلي هوگي اگر اپني شهادت محض اِس خوف سے مخفي رکهوں' که لوگ اُس کا مضحکه اڑائيں گے - يه وه لوگ هيں جو اِس بارے ميں کوئي علم نهيں رکهتے - اُن کے پاس کوئي يقين اور برهان نهيں هے - ليکن ميں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقيق کرلي هے' اور اُس کي حقانيت پر پخته يقين رکهتا هوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جيسا که اِس مذهب کے معتقدين کا خيال هے

حجاز اور سمرقند!

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچھلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ ھیں - ممکن ھے ' بعض نگاھوں کیلیے عبرت انگیز بھي ھوں !

ایک مصور رسالہ نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي ھیں ' اور اُن کے لیے یہ سرخي تجویز کي ھے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر ھے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے ھیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا ھے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي ھیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف ھوں - حتی کہ باشندگان حجاز کے لیے ڈاڑھي منڈانا بھي حکماً روک دیا ھے -

دوسري طرف ترکستان کے مشہور تاریخي شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع ھے - یہ اجتماع مردوں کا نہ تھا - خانہ نشیں عورتوں کا تھا ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے " بازار سرا " میں جمع ھوا تھا ' تاکہ " آیندہ کے لیئے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کر دیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعہ کي اطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ دنیا میں مشتہر ھوچکي ھے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي ھیں -

قارئین الہلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کردي جاتي ھیں - پہلي تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي ھے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا ھجوم نمایاں ھے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رھا ھے -

میڈونا کیلیے ھندوستاني نمونہ

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب اپسٹین Jacob Epstein کچھہ عرصہ سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمہ طیار کرنے میں مشغول تھا جسکي شہرت نے نہ صرف براعظم یورپ کي بلکہ امریکہ کے ماھرین فن کي بھی توجہ اور دلچسپي حاصل کر لي تھي -

رفتہ رفتہ یہ شہرت یہاں تک بڑھي کہ ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں ھوا تھا کہ امریکہ کے قدر شناسان فن نے مجسمہ اپني سرزمین کے لیے حاصل کر لیا - اب مسٹر جیکب مجسمہ لیکر نیو یارک جا رھے ھیں ' تا کہ وھاں پہلي مرتبہ اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچہ ایسا نہیں ھے جس نے اس معاملہ سے اپني دلچسپي ظاھر نہ کي ھو -

معاملہ کا نہایت دلچسپ پہلو یہ ھے کہ صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے کیلیے ایک ھندوستاني خاتون اور اس کے دہ سالہ بچے کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا ھے - خیال کیا جاتا ھے کہ اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي " مقدس کنواري " کا یہ پہلا مجسمہ ھے جسکے خال و خط میں ھندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا ھے - یہ آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین ھے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکہ کے ماھرین فن نے ایک طول طویل سلسلۂ نزاع جاري کردیا ھے - اُمید کي جاتي ھے کہ نیویارک کي نمایش کے بعد یہ نزاع اور زیادہ وسعت اور اھمیت پیدا کریگي !

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجری کی عجیب و غریب آشیاء

حال میں فرانس کی ایک جدید اثری دریافت نے علماء آثار کی غیر معمولی توجہ حاصل کرلی ہے -

فرانس کے وسطی حصہ میں ایک غیر معروف قریہ گلوزل Glozel نامی واقع ہے - یہاں ایک کاشتکار اپنی زمین کا ایک حصہ کسی ضرورت سے کھدوا رہا تھا - یکایک اس طرح کی علامتیں نمایاں ہوئیں ' جیسے یہاں کبھی پتھر کی دیواریں رہ چکی ہوں - زیادہ کھودنے سے ایک ایسی راہ پیدا ہوگئی ' جو کسی مصنوعی غار کے دہانے سے مشابہہ تھی !

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو حکام نے موقعہ پر پہنچکر تحقیقات کی - کھدائی کا کام جاری رکھا گیا ' اور غار میں اتر کر آس پاس کی اندرونی ساخت اور حالت کا پتہ لگایا گیا - مختصر یہ کہ معلوم ہوگیا ' یہ حصہ کسی قدیم زمانہ کی انسانی یادگاروں کا ذخیرہ ہے جسے انقلابات زمانہ نے زیر زمین دفن کردیا - یہاں نہ صرف پتھر کی دیواروں کے آثار ملے ' بلکہ تاریخی اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعہ بھی برآمد ہوا - یہ پتھر کی بنی ہوئی بے شمار چیزیں ہیں جن میں سے کچھہ تو اوزار ہیں ' جن کی نوعیت اچھی طرح سمجھہ میں آجاتی ہے ' لیکن بڑی تعداد اس قسم کی چیزوں کی ہے ' جن کی وضع و شکل سے ان کی اصلیت کا پتہ لگانا دشوار ہے - بعض مدور ہیں - بعض مربع ہیں - بعض پر اس طرح کے نقوش ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ' شاید ان کے ذریعہ کسی عجیب الہئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشہ دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ایسے ہیں جنھیں کسی خاص وضع و ہئیت کی شکل نہیں دی گئی ہے ' مگر ان پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ہیں -

یہ تمام چیزیں بعض محققین علم الآثار کے سامنے پیش ہوئیں اور انھوں نے علمی نظر سے ان کا مطالعہ شروع کردیا -

علماء آثار میں سے ایک گروہ کی رائے میں یہ چیزیں قبل از تاریخ عہد کی ہیں - یعنی دس سے تیرہ ہزار برس پیشتر تک کی پرانی ہیں - وہ اسے نیولیتھک (Neolithic) عہد کا بقایا قرار دیتے ہیں - یعنی ابتدائی انسان کے حجری عہد کا ' جب کہ وہ اپنی ضروریات زندگی کے لیے صرف پتھر ہی استعمال کرنا جانتا تھا -

لیکن ایک دوسرا گروہ انھیں اس قدر اہمیت نہیں دیتا - وہ کہتا ہے ' یہ زیادہ سے زیادہ سولہ سترہ سو برس کی پرانی چیزیں ہیں جب سر زمین گال پر رومیوں کا قبضہ ہوا تھا - وہ اپنی اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا ہے - پتھر کی بنی ہوئی عجیب الہئیت صورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلی اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومی عہد کی ایسی ہی عجیب الہئیت صورتیں نکل چکی ہیں ' اور ان کی نسبت طے پاچکا ہے کہ یہ رومی ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان صورتوں کے ذریعہ اپنے سحری علمیات انجام دیا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ہیں ' فینیقی خط کے ہیں ' اور ظاہر ہے کہ یہ خطوط صرف رومیوں ہی کے ذریعہ فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشیاء میں مچھلی کے شکار کی ایک بنسی بھی نکلی ہے جو ہرن کی ہڈی کی بنی ہوئی ہے - اس سے بھی دوسرے گروہ کے خیال کی تصدیق ہوتی ہے -

گلوزل کے آثار کا ایک حصہ ' جسمیں منقش پتھر دکھائے گئے ہیں

لیکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے اُن بے شمار آلات سے ہے ' جن کی نوعیت اُن کے حجری عہد سے تعلق رکھنے کا پوری طرح یقین دلاتی ہے -

حال میں ایک مشہور اور مستند اثری محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیاں نے ان آثار کی نسبت اپنی تحقیقات کا خلاصہ شائع کیا ہے - یہ تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفی بخش ہوسکتی ہے - ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ دونوں رائیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں - اس لیے کہ دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشیاء ہی پر مبنی ہے - پہلا گروہ حجری آلات و اسلحہ کی نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا ہے - دوسرا اُن مورتیوں اور نقوش سے جو بلا شبہ رومی ساحروں کے آلات سحر ہیں - لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ قدیم زمانے کے کسی حادثہ نے یہ دونوں قسم کی چیزیں اس محل میں یک جا کردی ہوں ؟ حجری آلات و اسلحہ عہد حجری ہی کا بقایا ہوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومی عہد کی ہوں ؟

تاریخ و عبر

عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء و سلاطین کی فصاحت و بلاغت مشہور ہے۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیر المومنین کا اپنے ساتھ چاہتے ہو"

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپنے جواب میں یہ آیت لکھ دی:

"فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعلمون" (اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

"ایسا گھر بنالے جو تجھے بادِ سموم اور مینہ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

"ضرورت بھر کا حکم ہمنے دے دیا ہے۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجایش نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

"بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہے"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

"کامل مکمل آدمی اس دنیا میں کہاں ہے؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

ربیعہ یربوعی نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجئے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا البصرہ، تمھارے گھر میں ہوگا؟"

عبد الملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبد الملک نے رقعہ کی پشت پر لکھ دیا:

"نرمی اختیار کر کیونکہ نرمی میں بھلائی ہے۔ سختی میں برائی ہے"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر ڈالے۔ عبد الملک نے لکھا:

"مبارک حاکم وہ ہے جس سے مخالفین کو بھی انس ہو جائے۔ منحوس حاکم وہ ہے جس سے موافق بھی بد دل ہو جائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعیٰ لاجبر عظمہ — حفاظاً و ینوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہو گیا ہے جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبد العزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

"جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہے"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، رہا ہو جا"

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم دونوں حق میں یکساں ہو"

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"قید، حق پر ہونی چاہئے"

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی فریاد کی۔ جواب دیا:

"اگر میں نے تیری فریاد نہ سنی تو ظالم ہوں"

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہے۔ جواب دیا:

"عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کر دے"

سفاح (اول خلیفۂ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

"میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا"

اہل انبار نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہے اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کر دینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہو جانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر، نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس کو جواب دیا:

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کر دی ہے اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے ارمینیا میں داخل ہو کر قتل عام کر دیا۔ خلیفہ نے لکھا:

"تیرا برا ہو، بے گناہوں کو کیوں مارا؟"

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہے"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھ لے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہے کہ بالادستوں پر ظلم کرتا ہے اور زیردستوں کا ظلم سہتا ہے"

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا۔

"میں تجھے اُسوقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ پر ہے"

رستمی کی شکایت کی گئی۔ اسپر لکھا:

"یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ تہی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو"

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا۔

"اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ کیونکہ ظلم اسے گرا دے گا"

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سُنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ" (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

"اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے"

خلیفہ نے جواب لکھا۔

"انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کر دیتی ہے۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہے"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈیوں نے کھیت کھا لئے۔ مامون نے لکھا:

"کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہمپر واجب ہے۔ آدھا محصول معاف کر دیا جائے"

بہر حال ہمارے لیے فنون لطیفہ کی اس سنجیدہ نزاع میں تو کوئی دلچسپی نہیں ہے ' البتہ یہ سوال یقیناً دلچسپی سے خالی نہیں کہ " مقدس کنواری " کے اس نئے مجسمہ کے لیے جس ہندوستانی خاتون کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا گیا ہے ' وہ کون ہے ؟ رسالہ اسفیر ایک مرقع شائع کرتے ہوئے ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ ایک ہندو خاتون مقیم انگلستان ہے جس کا نام سنیتا Sunita ہے ' اور اس کے دہ سالہ لڑکے کا نام " انور " ہے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے تو " سنیتا " کے ساتھہ " انور " کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعہ ہے ' اور یقیناً قارئین الہلال کے لیے یہ کوئی ناپسندیگی کی بات نہ ہوگی ' اگر وہ ان دونوں صورتوں کا نظارہ کر سکیں - ہم اسفیر کا مرقع بجنسہ نقل کر دیتے ہیں - یہ اس مرقعہ کی تصویر ہے جب صناع امریکہ کے لیے روانہ ہو رہا ہے " اور اسفیر کے لفظوں میں " ہندوستانی لیڈی اور اس کا لڑکا انور " اس کے ساتھہ کھڑے ہیں -

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتی جس کا نام " بیت داؤد " ہے !

موجودہ زمانہ میں یہ بات کس درجہ عجیب سمجھی جائیگی کہ انسانوں کی ایک جماعت کرۂ ارضی کی تمام خشکیوں سے الگ ہوکر دریا میں آباد ہو جانا چاہتی ہے - کیونکہ قدیم طوفان نوح کی طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کی بربادی کے لیے عنقریب ظہور میں آنے والا ہے ! "

بات کتنی ہی عجیب سمجھی جائے ' لیکن واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں ایک جماعت ایسی موجود ہے ' اور وہ نہایت خوف و اضطراب کے ساتھہ اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رہی ہے !

یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے - اس نے اپنا یہ ہولناک اعتقاد عہد عتیق کی بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا ہے - انگلستان میں اس فرقہ کی کافی تعداد موجود ہے - اس فرقہ کے سردار نے حال میں ایک نئی کشتی بھی طیار کرائی ہے جس کا نام " ہاؤس اف ڈیوڈ " یعنی " بیت داؤد " ہے - یہ کشتی آجکل دریاے ٹیمس میں موجود ہے - یہ فرقہ یقین کرتا ہے کہ آنے والے طوفان میں محفوظ رہنے کے لیے نئی دنیا کے ترقی یافتہ جہاز اس قدر مفید ثابت نہیں ہونگے ' جسقدر قدیم وضع کی یہ کشتی مفید ہوگی - کیونکہ یہ " ان تفصیلات کے ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کی گئی ہے ' جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی نسبت عہد عتیق میں موجود ہیں ! "

جو مرقع آپ کے سامنے ہے ' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقہ کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اہتمام دیکھہ رہے ہیں !

جیکب اپسٹین ' سنیتا ' اور انور

ایک اسرائیلی فرقہ کا رہنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظہور کا انتظار کر رہا ہے !

دنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرڈ ویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ

تفصیل

ملک	سنہ ۱۹۱۱ میں		سنہ ۱۹۲۲ میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰	ہنڈرڈ ویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰	؍؍	۲۶۰۰۰۰۰	؍؍
مصر	۶۸۰۰۰۰۰	؍؍	۳۲۰۰۰۰۰	؍؍
ولایات متحدہ امریکہ	۱۱۴۰۰۰۰۰	؍؍	۴۱۹۰۰۰۰۰	؍؍
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰	؍؍	۱۰۰۰۰۰۰	؍؍
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰	؍؍	۱۵۰۰۰۰۰	؍؍

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۲ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۴۳۲۸۷۷	۸۶
یو، پی	۹۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۳۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھننے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	...	۱۲
پنجاب	۱۲۰	...
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	...
حیدر آباد	۱۴۷	...
بڑودہ	۸۳	...

ہندوستان میں روئی کی درآمد و برآمد

درآمد

سوت	۹۹۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۴۰۰۰۰	؍؍

برآمد

خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	؍؍
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۹۰۰۰	؍؍

دنیا کی ½ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچ گئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان بھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض بُردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) از حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف موسم اور آب و ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بری و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اس دلدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، با قاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیر انداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصوّر بھی نہیں کر سکتی!

(۲)

کامل ۱۰ ماہ کی ہولناک جد و جہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوا کے ایک جدید علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کرکے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کر دیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کر لئے گئے۔

تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکر گاہ تک پہنچ سکے۔ اِن میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عددی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُس کا نام "بخیت کوکو" تھا۔ اِن دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عددی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچا لیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کر دیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے اِن دونوں دوستوں کو جدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے سنہ ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۳۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۲۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یوپی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبۂ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۲۴۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰۰	۳۶۱۰۰۰۰
آسٹریلیا	۱۴۷۰۰۰	
بلغاریہ	۱۳۹۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۹۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۹۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۲۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۲۸۵۱۶	۴۵۰۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۲۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۰۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یوپی	۱۸۳۸۲۲۴	۸۸۹۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۴۳
بہار و اڑیسہ	۱۶۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی پی اور برار	۱۵۴۶۹۷	۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۱۸۸۴۱۲	۴۸۰۰۰	۷۰۰
صوبۂ سرحد	۴۳۸۴۲۴	۱۶۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۲۳۹۰	۲۳۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۳۰۴۹	۲۴۸۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۳۰۰۴
یوپی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۳۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۳۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳ء	۵۱۱۰ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۹ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
سنہ ۲۴ء	۲۱۱۳۴ //	۵۲۴۷۰۰۰ //	۷۲۹۰۰۸ //	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ //

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
سنہ ۲۳ء	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۹۷۳۱۰۰۰	۹۴۴۹۱۵۰	۶۰۸۴۰۰۰
سنہ ۲۴ء	۳۴۰۱۰۶۹۲۵	۳۳۳۹۲۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۹۲۸۴۰۰۰

دنیا میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۴۱۳۴۳۰۰۰

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید الشیوع کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہو۔ یہ ترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب اُنھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجدیا ہو۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہو۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض نامور انگریزوں نے انکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ ویسرائے ہند نے ۲۱ جولائی ۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا دینے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ اگست ۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا، تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلا تمیز پھانسی دئے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے انکے خلاف بڑا شور مچایا۔ اور وائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آ رہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہوئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعہ جانکاہ کو "سفاکانہ قتل" سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ لندن ٹائمز نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہو کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے گھبرا گئے اور اپنی پلٹنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آ گیا اس کی جان سلامت نہیں ہوگی۔

لفٹنٹ رابرٹ جو بعد میں فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہو۔

"میری پیاری ہیریٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہو گیا ہوں کہ مجھے ان کی بے کسی پر مطلق رحم نہیں آتا۔ جب کوئی قیدی گرفتار کر کے پیش کیا جاتا ہو، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اُٹھتا ہوں "فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہو:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہو"

کرنل بیڈ ایک خط میں اس افسر کے بیان کی تاکید کرتا ہو۔

سر جارج کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہو کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کر کے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا لیکن جب زہر بغاوت پھیل گئی تھی۔ تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہو چکی ہو تو پھر انکا باغیوں سے جا ملنا اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہو کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کر دیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلا تمیز قتل کرتے رہے!

ملکہ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ اُنھوں نے سخت بے رحمی سے بدلہ لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہاں لعن طعن کیا جاتا ہو۔ عوام الناس کی رائے ہو کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتظامات کئے تھے، وہ بالکل ضروری تھے اور اگر یہ افسر سختی سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو نہ ہوتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہو۔

"یا تو یہ محض ایک فوجی بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت فرو کرنے میں انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کسی قدر تہذیب سے گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کریں۔ لیکن تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ اسمیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے اسمیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہو کہ کوئی سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہو گئی ہو کہ اس کے دُور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہئے باہمی اعتبار بالکل زائل ہو گیا ہو۔ اور اُمید نہیں کہ وہ پھر عود کر سکے"

ہومز ایک جگہ لکھتا ہو:

دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کچھ کم نہ دیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چاردیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہو:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہو کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کر دیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کر سکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہو کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو واجب القتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہو، اُنھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے علم میں آئے ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا بعض لوگ خیال کرینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی لیکن میں نے اس لئے یہ داستان غم از سر نو چھیڑی ہو تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہو جائے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو ابتک ۵۷ء کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں لکھی جا رہی ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رُخ نمایاں کیا جاتا ہو۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں، اور وہ بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک اُنکے خیالات و احساسات کی بالکل شنوائی نہیں ہوئی۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق یہ معاملہ یک قلم بھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطۂ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹ کے وہ خطوط جو غدر ۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے اب ۱۹۲۴ء میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہو۔ میں نے جان بوجھکر نیل (Neill) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھی) ذکر نہیں کیا ہو۔ نہ ہی میں نے ہاڈسن کے شنیع افعال کو (جسنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہو۔ میں نے

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ دیئے گئے۔ وحشی فاتح جب انھیں اپنے لشکر میں لئے جا رہے تھے، تو بخیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں اِن قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو اِن سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے انھیں دھوکہ دیدوں" مصری از حد خائف تھا۔ تقریبًا مجنون ہوچکا تھا اُسنے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس سے ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کرکے ایک درخت کے تنہ سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُرمسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فورًا مرگیا مگر دوسرا آٹھ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اِس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مر نہیں چکے تھے، زندہ جلا دیئے گئے۔ پھر اِن دونوں دوستوں، یعنی شعبان عدوی اور بخیت کوکو کی باری آئی۔ بخیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کرکورلو کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑلے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہوگئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مارو گے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کرلیا۔ زیادہ تر اِس خیال سے کہ اِن سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اِس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اسیر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے ناامید ہوگیا تھا۔ بخیت کوکو ایک دن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندھی اور اپنے گلے میں پھندا لگاکر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور غوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اُٹھیں۔ اتفاق سے بخیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان، نیچے گرا۔ بخیت بھی۔ ساتھ ہی پھاندا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بخیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھولدی۔ وہ مرا نہیں تھا صرف بے ہوش ہوگیا تھا۔ بخیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کرلیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھادیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لیکر ملک نمنم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح

[illegible] تو ودقرہ، خط استوا پر بحر غزالی کے ممالک کا ایک جزو ہے۔ یہ عجیب [illegible] کے باشندے بہت سُرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے [illegible] ہوتے ہیں۔ [illegible] معلوم ہوتے ہیں۔

معلوم ہے"

"میں نمنم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہوکر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" بخیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نمنم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھالیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہوجاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہوگیا۔ کچھ مدت بعد لوٹ کی بندوقیں اور کارتوس آگئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ ستالیں، بخیت کوکو چلایا "فورًا درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہوگیا۔ مگر بخیت دوڑکر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھاکر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فورًا ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آرہا ہے۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور سہ گولیوں میں حیوان کو گرادیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بناتے تھے۔ اور دریا عبور کرجاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نمنم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہئے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھڑی بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدہا بندھا تھا۔ اُنھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدہا باندھ کر اور گٹھڑی سر کے نیچے رکھکر آرام کے لئے لیٹا ہوگا، مگر کسی درندے نے اُسے مار ڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھڑی کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدہا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدہا ناپید ہے"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں؛ مگر فورًا ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر ببر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ فورًا بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نمنم کا پائے تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گاؤں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بخیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجالایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سُنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کردیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بخیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدہا اصل میں میرے اس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہوکر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کرلیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مار ڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جہنمی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیتہً پیش کرتا ہے!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کرلئے۔ پھر بخیت کوکو نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہوکر بادشاہ کے روبرو اُسے دوڑائے۔ شعبان گدھے پر سوار ہوگیا۔ مگر سوء اتفاق سے گدھا چلانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سُنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بخیت کوکو نے دوڑکر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہے! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہوجائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہے اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہے"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غصہ ظاہر ہوا۔ بخیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مار کر گدھے کا خاتمہ کردیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس درست ہوئے۔ اُس کا غصہ دُور ہوگیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھولس کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پرتکلف دعوت کی۔ اُنکے دس سب سے زیادہ موٹے کتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر طرف پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندھ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہوجاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے۔ خود بادشاہ کے محل میں ۳۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد با فراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کرلی اور اپنے دوست بخیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

بریدشرق

مکتوب حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں کہ مکہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ . . . مدینہ منورہ گئی ہو۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں مجلس نے مدینہ . . . پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں تمھیں جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہو کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے جتنی بُرائیاں دکھائی دیں گی، دُور کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہو، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہو۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرادینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دلمیں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہو، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہوگئی ہو۔ اگر تم اب بھی خاموش رہوگے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کروگے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پر تاسف کرنا"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلم بند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبد العزیز ابراہیم کو ان کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔ نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سُنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنجائیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں شقاق سے بچیں۔ قیل قال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمھاری دستگیری کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو انھوں نے حاکم مدینہ کے نائب کے لئے لکھا ہو۔ وہ حسب ذیل ہو:

"امن و امان قائم کرنے میں پُوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہو، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہو تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہو۔ میرا مطالبہ یہ ہو کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہو اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہو۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہو کہ شعائر دین قائم کرو، اوامر الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ انھیں اپنے پاس بُلاکر نصیحت کرو۔ اگر اسپر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دُور سے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سُلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہو۔

عسیر کے لئے طبّی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہو، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبّی وفد بھیجا جارہا ہو تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے ڈاکٹر خیری آبے اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمہ حفظان صحت کے مہتم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہو۔ واقعہ یہ ہو کہ مکہ معظمہ کا ایک صرّاف جدّہ سے آرہا تھا مگر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضایع ہوگئی؟ اچانک اُس کے . . .

عالم مطبوعات وصحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہو؟

امریکہ سے یورپ تک دو گھنٹے میں!

امریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہورہا ہو۔ یہی وہ شخص ہو جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے، اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور امریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہو، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ امریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف دو گھنٹے میں طے کرلی جائے؟

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے علمی جد و جہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی . . . اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہو۔

حال میں پروفیسر الکس ولیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہو) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہو۔ مثلاً سو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہو۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہو"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہو، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہو، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہو۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہیے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے"

"بعض لوگوں کا خیال ہو کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگادیئے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہو۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہو اگر . . . خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچادیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑادیتی ہو۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُسپر کوئی اثر نہیں پڑے گا"

ایک اور پروفیسر ہو تویل کا خیال ہو۔

"اگر ہوائی جہاز ۵۰ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک . . . ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن $9\frac{1}{2}$ ٹن سے زیادہ نہ ہو تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۰ گھنٹے میں طے کرسکتا ہو۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، اور . . . کے ذریعہ ہوا میں پھینکا جائے، تو، اسکے . . .

کئی چشمدید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دیئے ہیں، جن کا بیان تھا کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہوگئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن پنجاب سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کرکے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) ۱۴ جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکے بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا ماردیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۸۰ آدمی (جن میں ۳۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزین ہوگئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈال دئے اور انھیں شیر پور کے قلعہ میں قید کردیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ تاریخ کو پہنچگیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھی کہ اب امن وامان ہوگیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیر پور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اڑا دیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدیئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اس کی نافرمانی کے متعلق بازپرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۶ آدمیوں کو جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر برا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرادیا" ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اسنے [illegible] کووَن پر حملہ کرکے اس کی داڑھی پکڑلی۔ لیکن [illegible] افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کردیا۔ فارسِتھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کرسکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرزِ عمل نہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا" چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اسنے بھی انہیں سزائے موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برطرف کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کردیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ بروک وائسرائے ہوئے تو فارسِتھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بناکر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کووَن اور فارسِتھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا وحشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزادی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یادِ ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارسِتھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے،

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرادیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک نہایت عمدہ ملازمت مہیا کردی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کویگنری کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کویگنری مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھاکر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کرلیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کرکے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کرکے ہندوستان بھیجا گیا۔ گرد و نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگریگر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف اسٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جرم کا یقین نہ ہوجائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہے کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے برے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں ان کے مقدمات میں پوری طرح غور وخوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحاً بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"،

ہاورڈ ہینسن جو اخبار پائنیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، انھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پوری طرح احساس ہوگیا ہے"

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں ابتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہے۔

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہوجائے گی۔ ۲۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۵ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی اُفقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی اُفقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہوجائے گی۔ اس صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ½ ۱ گھنٹے میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۱۲۸۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُسوقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علمار یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہوجائے گا یعنی جل جائے گا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کرنکالی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہے!

جرمن ہوا باز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد اِن مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہوکر گزرتا ہے، تو ۷ رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ ۷ رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ قوس قزح میں بھی یہی ساتوں رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔ سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزا میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹوگراف کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہوجاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماورا بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متأثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متأثر ہوتی ہے اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متأثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہوجائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بایرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متأثر کردیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہوچکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہوجاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سمٹ آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متأثر ہوجاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق استعمال حاصل کرلئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدوجزر کی طرح زلزلے میں بھی مدوجزر ہوتا ہے۔ حالت مد میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علحدہ علحدہ مدت علمار نے ۷ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہم گہرا قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علمار یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علمار طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کرسکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہوجایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم انکشاف ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ کجی بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہوجاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہوجایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہوجائے، تو بآسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہوجائے"!

گزشتہ ماہ ہمبرگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اُسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر ایماموراکی بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح میٹو اور سوناکاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۷۹۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر اچیمو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینوگراف" ہے۔ یہ ویسا آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہوجاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ امریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے، جس میں ۱۳۸۵۰۰۰۰ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اس کی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کردیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلادیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہوجائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماورار بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزا کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے۔ یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلاکر سفید رنگ کی آگ بنادیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجہ سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے، اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصور نہیں کیا جاسکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم و فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں لیکن حالات نے ایسی نوعیت نہیں اختیار کی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی تعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہیے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہوجائے کہ یورپ کی مشہور درسگاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

مطبوعات الہلال بک ایجنسی

معارف ابن تیمیه و ابن قیم

دیني علوم کے بیش بها جواهر ریزي

اس سلسله میں هم نے امامین کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نهایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه "سلسلۂ تراجم" بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

آسوۂ حسنه — امام ابن قیم کي فن سیرت میں شهرہ آفاق کتاب "زاد المعاد" کے خلاصه کا اردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد ازهائي روپیه -

کتاب الوسیله — لفظ "وسیله" کي بحث کے علاوہ امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول "توحید" کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد ازهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه — انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورۃ الکوثر — امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اردو ترجمه - چار آنے -

العروۃ الوثقی — خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه — حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نهایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سید محمد رشید رضا مصري کي تازہ کتاب کا اردو ترجمه - سوا روپیه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - بارہ آنے

خلاف الامه — فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم اور اعلی مطبوعات کے متعلق بهترین تازہ معلومات بهم پهنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوہ آئمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الہلال بک ایجنسی

(حلقه نمبر ۲۴ شیرانواله دروازہ لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھیں اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیں

السحر الحلال فی مجلدات الہلال

گاہ گاہے باز خوان این دفتر پارینه را
تازہ خواهی داشتن گر داغهاے سینه را

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وہ رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وہ اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتهاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف ادواق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پهلا نمونه نهیں - اردو کا وہ پهلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بهت سي ایسي خوبیاں پیدا هوئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نهیں - اِس کي جلدیں جدید اردو علم ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بهترین مجموعه هیں - اِن کي مقبولیت و قدر کا اندازہ اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شائقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل ست سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پهلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نهیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع لئے هیں وہ بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحدہ کرنے کیلیے تیار نهیں - پچهلے دنوں "البلاغ پریس" کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیرہ الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شائقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جا سکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمي هو انهیں دوبارہ چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوہ متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شائقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیرہ کے حاصل کرنے میں جلدي کریں چونکه جلدوں کي ایک بهت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف انهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پهلے پهونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه — الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چهارم ۱۰ روپیه — " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوہ جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوہ هے -

منیجر "البلاغ پریس"

١٩٢٧

جلد ١ — نمبر ٢٥

قیمت ۵ آنہ

دنيا كي بهترين كتابوں كيلئے بهترين رهنما:

ٹائمزاف لنڈن كا ادبي ضميمه

يه ضميمه دنيا كي تمام كتابوں پر هفته وار دلچسپ اور رفيع تبصره كرتا هے -

اسكا معتدل نقد علمي حلقوں ميں مسلم هے -

اس ميں چند صفحات وقت كے جاري اور زير بحث ادبي فوائد پر بهي هوتے هيں جنكي اهميت كا عام طور پر اعتراف كيا گيا هے -

اپنے يہاں كے ايجنٹ سے تقاضه كيجئے كه وه ٹائمز لنڈن كا هفته وار ادبي ضميمه آپكے لئے مهيا كرے - ليكن اگر آپ چاهيں تو

The Publisher :

Printing House Square

London. E. C. 4.

سے براه راست طلب كر سكتے هيں

دنيا كے هر معلم اور ماهر فن تعليم كيلئے

ضروري هے كه

ٹائمز اف لنڈن كا تعليمي ضميمه مطالعه كرے

اگر آپ چاهتے هيں كه فن تعليم كے تمام نظري اور عملي تغيرات و ترقيات سے بے خبر نه رهيں ' تو آپكو يه ضميمه بلا ناغه مطالعه ميں ركهنا چاهيے -

يه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبريں اور مباحث جمع كرديتا هے - ماهرين فن اور مشاهير تعليم كے قلم سے اسكے صفحات مرتب هوتے هيں -

اپنے يہاں كے ايجنٹ سے طلب كيجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب كرسكتے هيں -

كيا آپ تجارت كرني چاهتے هيں ؟

اگر آپ چاهتے هيں كه يورپ اور امريكه كے تمام بڑے بڑے كارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم كريں ' نفع بخش ايجنسياں ليں ' هندوستان سے خام پيدا وار بهيجيں ' نئي نئي ايجادات سے اپنے ملك كو آشنا كريں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمايه ليكر ايك وسيع كاروبار شروع كرديں ' تو آپ كو ابتدا ميں بهت سي باتيں معلوم كرني چاهئيں - اس طرح كي تجارت كے گر اور بهيد سيكهنے چاهئيں - هندوستان كے تمام حلقوں اور يورپ و امريكه كے تمام كارخانوں اور كوٹهيوں كے حالات اور اصول معاملت معلوم كرنے چاهئيں - بغير اس كے آپ كامياب نهيں هوسكتے -

اگر آپ چاهتے هيں كه بهت تهوڑا سا وقت خرچ كركے يه ساري باتيں با قاعده علمي اصول پر معلوم كرليں ' تو آپكو چاهيے كه هم سے خط و كتابت كريں - هم يه كام به حيثيت ايك ماهر فن كے كر رهے هيں - خط و كتابت كے بعد هي آپكو معلوم هو جائيگا كه آپكے مقصد كيلئے هم كس درجه مفيد هيں ؟

همارے تعلقات دنيا كے تمام تجارتي حلقوں سے هيں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box. 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اينڈ كو - برلن

پوسٹ بكس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin–W 35

Post No. 24.

هر طرح كي مشينيں جو گرم ملكوں كے ميووں كو خشك كرنے اور پهلوں كو محفوظ ركهنے كيلئے ضروري هيں ' اس كارخانے ميں طيار كي جاتي هيں - تمام دنيا ميں اس قسم كي مشينوں كا يه بهترين كارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و كتابت كيجيے -

ياد ركهيے

ميووں ' تركاريوں ' اور هر طرح كے زرعي مواد كو خشك كرنے كا بهترين طريقه وه هے جو " نئے سسٹم " كے نام سے متمدن ممالك ميں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " كے مطابق كام كرنے والي مشينيں صرف اسي كارخانه سے مل سكتي هيں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۵ — کلکته : جمعه ۱۳ ۔ جمادی الثانیه ۱۳۴۶ هجری — جلد ۱

Calcutta : Friday, 9, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نهین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چھپتا هی ۔ اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گی هین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی ۔ ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۲۰۲۱ مراسلات وصول هوی هین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین ۲۵۵ — اردو حروف کی حق مین ۵۳۵
موجوده مشترك طباعة کی حق مین ۸۰۲ — حروف کی حق مین بشرطیکه
پتھر کی چھپائی کی حق مین ۳۲۰ — نستعلیق هون ۱۹۰

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاهر کیا هی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی ۔ آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا هے

قیمت سالانه مع محصول	-	-		باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	-	-		سوله روپیه
قیمت شش ماهي	-	-	-	سات روپیه
قیمت في پرچه	-	-	-	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں آنکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع آپکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي هے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ور نه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني ارڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں هے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولی خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا متناهي اور سراسر مجہول عالم پر سرسري نظر سے زيادہ وقعت نہيں رکھتے "

سر اوليور لاج اپني کتاب " روح انساني کي ابديت " ميں لکھتا ھے :

" بہت سے عجيب و غريب حوادث کي صحت ثابت ھوچکي ھے - يہ حوادث ھر قوم اور ھر زمانے ميں پيش آتے رھے ھيں - ممکن ھے ان کا بڑا حصہ اوھام و خواطر پر محمول کرکے رد کرديا جائے - مگر اُن سب کا رد کر دينا ناممکن ھے - موجودہ علمي ترقي کي روشني ميں کوئي دعوی نہيں کرسکتا کہ انساني روح کے تمام اعمال و خواص سے ھم واقف ھوچکے ھيں ' يا انساني روح کا علم ھم نے اِس درجہ منضبط اور آسان کرديا ھے کہ ھرکس و ناکس اُسے سمجھہ لے - ليکن عجيب بات يہ ھے کہ بعض لوگ ايسا ھي يقين رکھتے ھيں - وہ ھر روز بغير کسي اظہار حيرت کے علم الحيات ' کيميا ' اور علم الالات کے زيادہ سے زيادہ محيرالعقول اکتشافات پر ايمان لاتے رھتے ھيں' اور کبھي يہ نہيں کہتے کہ ھم قدرت کے تمام رازوں سے واقف ھو گئے اور اب کوئي نيا اکتشاف قبول نہيں کرينگے - ليکن مذھب روحي کا نام آتے ھي ان ميں انکار اور تحدي کا جوش پيدا ھوجاتا ھے - وہ بغير کبھي تأمل کے مدعيانہ انکار کر بيٹھتے ھيں - يہ يقيناً ايک سادہ لوح ايمان ھے - يہ اِس بات کي دليل ھے کہ لوگ بلا دليل عقيدہ قائم کرنے کي کتني زيادہ استعداد رکھتے ھيں ؟ ليکن ياد رھے ' اُن کا يہ دعوی ' سراسر اساس علم کے خلاف ھے - وہ صرف اُسي حال ميں کيا جا سکتا ھے جبکہ اپنے مخالف دلائل و براھين سے بلا کبھي بحث کے اعراض کر ليا جائے "

پروفيسر سڈگوک صدر " انجمن مباحث نفسيہ " اپنے سنہ ۱۸۸۲ کے خطبۂ صدارت ميں کہتا ھے :

" اب يہ سخت فضيحت کي بات ھوگي کہ اِن روحي حوادث کي صحت ميں جھگڑا کيا جائے جن کي تصديق بڑے بڑے مسلم علماء کرچکے ھيں - يہ شرم کي بات ھے کہ مذھب روحي کے خلاف علمي دنيا اپنے احمقانہ انکار پر مصر رھے .... اب سے تيس برس پہلے لوگ خيال کرتے تھے کہ مسمريزم اور متحرک ميزوں کا اعتقاد ' عملي تہذيب کے نقص و فقدان کا کافي ثبوت ھے - ليکن جب مشہور حکماء نے يکے بعد ديگرے اپنے تجارب و مشاھدات کي بنا پر اِن امور کي تصديق کردي ' تو منکروں نے اپنا انکار جاري رکھنے کيليے نئے وجوہ کي تلاش ميں مضحکہ انگيز مہارت کا ثبوت پيش کيا - انھوں نے کہنا شروع کرديا کہ يہ علماء ' علماء نہيں ھيں ' بلکہ دجال ھيں - يا صرف علم کي بعض شاخوں ميں دخل رکھتے ھيں - لہذا اُن کي شہادت معتبر نہيں - پھر جب اسکے بعد ايسا ھوا کہ ايسے ايسے لوگوں نے شہادت دي ' جن کي فضيلت عالمگير طور پر مسلم ھے ' تو ان لوگوں نے رنج و الم کا اظہار شروع کرديا ' اور اسے ايک افسوسناک واقعہ قرار ديا ! "

اِس مجمل بيان سے اندازہ ھوگيا ھوگا کہ مذھب روحي نے اِس قليل مدت ميں کتني ترقي حاصل کرلي ھے - پروفيسر رسل ويلس اپني کتاب " عصر جديد کے معجزات " ميں کہتے ھيں کہ اِس مذھب کے معتقد صرف يورپ ميں اِس وقت دو کرور سے بھي زيادہ آدمي ھيں !

آخري مملوک سلطان مصر

ساڑھے چار سو برس پہلے ايک مغربي سياح مشرق ميں

ايک سياح کي چشم ديد شہادت اور اھم تاريخي فوائد

يورپ ميں چھاپہ خانے کي صنعت کا رواج چودھويں صدي مسيحي سے شروع ھوا ھے - چودھويں صدي سے ليکر سترھويں صدي کے وسط تک مطبوعات کي رفتار بہت سست رھي - تاھم اِس ابتدائي زمانے ميں بھي ايک کافي تعداد ايسي کتابوں کي شائع ھوتي رھي ھے' جو علمي اور تاريخي حيثيت سے موجودہ زمانے ميں بھي اپني قدر و قيمت رکھتي ھيں -

جنيوا کي ايک علمي انجمن کچھہ عرصہ سے اس قسم کي قديم اور ناپيد مطبوعات کا سراغ لگا رھي ھے - اس سلسلہ ميں کئي نادر اور قيمتي چيزيں گوشۂ گمنامي سے نکل چکي ھيں - ازانجملہ مشرقي ممالک کے سفر نامے ھيں جو چودھويں اور پندرھويں صدي مسيحي ميں لکھے گئے تھے ' اور جن ميں مشرقي ممالک کے امراء و سلاطين اور وھاں کے آداب و رسوم کے متعلق بعض ايسي چشم ديد تفصيلات موجود ھيں ' جو کسي دوسرے ذريعہ سے حاصل نہيں ھو سکتيں - آج ھم ان ميں سے ايک خاص سفر نامہ کا مختصراً ذکر کرنا چاھتے ھيں -

يہ سفرنامہ کئي اعتبار سے مخصوص تاريخي اھميت رکھتا ھے - سنہ ۱۵۱۱ ع ميں وينس کي جمہوري حکومت نے (جو اُس وقت يورپ کي ايک طاقتور حکومت تھي) ايک سفارتي وفد مصر بھيجا تھا جس کا رئيس اُس عہد کا مشہور مدبر ترمينکو تريونزان تھا - يہ سفارت مصر پہنچي ' سلطان مصر کے دربار ميں باريااب ھوئي ' اور ايک کافي عرصہ کے قيام کے بعد وينس واپس گئي - سفارت کا سکريٹري وينس کا ايک امير جاکر باکاني نامي تھا - اِس شخص نے واپسي کے بعد اپنے سفر کي ياد داشتيں سفرنامہ کي صورت ميں مرتب کر ليں ' اور وہ تمام قلمي تصاوير بھي شامل کرديں جو سلاطين و امراء مصر کي اُس نے طيار کي تھيں - سفر نامہ کچھہ عرصہ تک وينس کے سرکاري کتب خانہ ميں محفوظ رھا - پھر سنہ ۱۵۳۵ع ميں سفارت کے سفر سے تقريباً بائيس برس بعد ' حکومت نے اُسے سرکاري مطبع ميں چھپوا کر شائع کرديا - اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھہ وہ تمام تصاوير بھي چھاپي گئي تھيں جو اصل نسخہ ميں محفوظ تھيں -

(سفرنامہ کي اھميت)

يہ سفر نامہ في الحقيقت ايک نہايت قيمتي تاريخي شہادت ھے - يہ اب سے ساڑھے چار سو برس پيشتر کي ايک اسلامي حکومت کے اُن چشم ديد حالات کا ذخيرہ ھے جن کا علم کسي دوسرے ذريعہ سے حاصل نہيں کيا جا سکتا - مورخ اور سياح ميں يہي فرق ھے ' اور اسي ليے مورخ کي کتاب سے کہيں زيادہ ايک مستند سفر نامہ کا بيان قيمتي ھوتا ھے - مورخ کي نظر جزئيات پر نہيں جاتي - وہ صرف علمي ترتيب بيان کے ساتھہ بڑے بڑے واقعات جمع کرديتا ھے - ليکن سياح زير سياحت شہر کے ايک ايک کوچہ کي سير کرتا ھے ' اور ايک ايک جزئي معاملہ ميں دلچسپي ليتا ھے - وہ بسا اوقات بہت سي ايسي جزئيات بيان کرديتا ھے ' جن سے

جديد مذهب روحي

تاريخ ظهور - موافقين و مخالفين - اور نقد و تبصرہ

(۲)

جب انگلستان میں پہلے پہل یہ دعوت پہنچي ' تو علماء میں سخت بیچیني پیدا هوگئي - وہ ڈرے کہ صدیوں کے جہاد علم کے بعد خرافات و اوهام کي جس سلطنت کا اُنھوں نے خاتمہ کردیا تھا ' وہ اب پھر نئے هتیاروں سے مسلح هوکر علم کے مقابلے میں آرهي ہے - لہذا اُنھوں نے چاها ' قدم جمنے سے پہلے هي اِس کا خاتمہ کر دیں - چنانچہ بے شمار علماء نے رائل سوسائٹي سے درخواست کي کہ اِس مذهب کے متعلق اپني رائے ظاهر کرے - انجمن نے درخواست منظور کرلي ' اور تحقیقات کے لیے تیس علماء کي ایک منتخب مجلس قائم کردي - اِس مجلس میں رسل ویلس ' ولیم کروکس ' تنڈل ' لارڈ اویبري ' اور هکسلے جیسے ائمۂ علم و حکمت بھي شامل تھے - مسلسل اٹھارہ مہینے تک یہ مجلس تحقیقات کرتي رهي - چالیس جلسے منعقد کیے ' اور ایک ضخیم کتاب میں اُنکي روداد شایع کي - یہ روداد دنیا کي اکثر زبانوں میں ترجمہ هوچکي ہے - اِس کي ذیل کي عبارت قابل غور ہے :

" مجلس نے اپنے جلسے ارکان کے خاص مکانوں میں منعقد کیے تاکہ مخفي آلات کے ذریعہ فریب کھانے کا احتمال باقي نہ رهے - نیز اُن وسیطوں سے بھي کام نہیں لیا جو پیشہ ور وسیط سمجھے جاتے هیں - خود ارکان هي میں سے ایک شخص وسیط بنایا تھا گیا - یہ شخص سوسائٹي میں بہت عزت و احترام رکھتا ہے - اپني ایمانداري اور اخلاق میں غیر مشتبہ ہے - مال و دولت کی بھي اسے کوئي طمع نہیں - کیونکہ خود مالدار ہے - هم نے وہ تمام احتیاطیں بھي برتلیں ' جو همارے خیال میں فریب سے بچنے کے لیے ضروري تھیں - بار بار تجربے اور مشاهدے کیے - اِس روداد میں هم نے صرف اُنھیں مشاهدات کا ذکر کیا ہے جو حواس کے ذریعہ واقع هوئے ' اور جن کي صحت پر همیں کامل یقین ہے "

" مجلس کے بہت سے ارکان نے خود تجربے کیے - یہ سب کے سب اِس مذهب کے سخت مخالف تھے ' اور کامل یقین رکھتے تھے کہ یہ عجیب امور یا تو تدلیس کا نتیجہ هیں یا وهم کا ' اور یا پھر عضلات و اعصاب جسم میں کسي غیر معمولي حرکت پیدا هو جانے کي وجہ سے اس طرح کي حرکات ظہور میں آجاتي هیں - یہ حد سے زیادہ منکر اُس وقت تک قائل نہ هوئے ' جبتک کہ بکثرت مشاهدات اُنھوں نے اِس طرح نہ دیکھہ لیے ' کہ کسي قسم کا شک و شبہ وارد نہیں هو سکتا تھا - بالآخر اُنھیں تسلیم کرلینا پڑا کہ جو کچھہ اُنھوں نے بار بار دیکھا ہے ' وہ حقیقت ہے ' اور اُس کي صحت میں کلام کي گنجائش نہیں ... "

اِسي قدر نہیں بلکہ سنہ ۱۸۸۲ - میں ایک انجمن لندن میں قائم هوئي - اِس کا نام " انجمن مباحث نفسیہ " رکھا گیا - اِس کا مقصد یہ تھا کہ مذهب روحي کو رسمي علم سے قریب تر کیا جائے اور علمي اصول پر اُسے اس طرح مرتب کردیا جائے کہ لوگوں کے لیے زیادہ قابل قبول بن جائے - اِس انجمن میں انگلستان ' امریکا ' اور فرانس کے مشاهیر علماء و فلاسفہ داخل هیں - اِس وقت تک وہ بے شمار ضخیم جلدیں شایع کر چکي ہے -

نمونہ کے طور پر اِس انجمن کے بعض ارکان کي چند تحریروں کا ترجمہ دیا جاتا ہے - اِس سے معلوم هوگا کہ اُن کا طریق بحث کیا ہے :

پروفیسر میرس (پروفیسر کیمبرج یونیورسٹي) جو اس انجمن کا ممتاز رکن ہے ' لکھتا ہے :

" سنہ ۱۸۷۳ع میں جبکہ مذهب مادي همارے ملک کي عقلوں پر پوري طرح حاوي هوچکا تھا ' کیمبرج میں احباب کي ایک مجلس منعقد هوئي ' اور طے کیا گیا کہ مذهب روحي ' جس پر اِس قدر بحث و نزاع جاري ہے ' هماري توجہ و تدقیق کا مستحق ہے - میري رائے تھي کہ اِس مذهب کي بحث میں نہ تو اساطیر اولین کي ورق گرداني مفید هوسکتي ہے ' نہ معتقدین کي روایات کي تحقیق ' اور نہ منکرین کي تضحیک و انکار هي کار آمد ہے - اس کي بحث و تحقیق کي صرف یہي صورت ہے کہ هم خود تجربے کریں ' اور اپني آنکھوں کے مشاهدات پر بھروسہ رکھیں - اگر عالم روحاني واقعي کوئي اصلیت رکھتا ہے ' تو تمام دوسري حقیقتوں کي طرح اُس کا ثبوت بھي تجربۂ و مشاهدہ پر مبني هونا چاهیے - چنانچہ اِسي اصول پر هماري اِس انجمن نے اپني بحث و تحقیق کا سلسلہ جاري کر دیا "

اِس کے بعد مصنف منکرین کو مخاطب کرکے کہتا ہے :

" میں اِس عقیدے کو کیوں صحیح نہیں سمجھتا ؟ یہ سوال ہے جو هر علمي بحث کے وقت هر ایمان دار آدمي کے سامنے هونا چاهئے - مذهب روحي کي بحث میں اِس کي اور بھي زیادہ ضرورت ہے - مجھے اعتراف کرنا چاهئے کہ میرا علم اور میري معلومات جو یقیني نہیں هیں ' بلکہ مرجح یا غیر مرجح هیں ' کائنات کے رموز و اسرار کے فہم سے قاصر هیں - اُن میں کوئي بھي علمي یا منطقي دلیل موجود نہیں ہے جس کي بنا پر میں اپنے مشاهدات کي تردید کردوں - خصوصاً ایسي حالت میں جب کہ دیکھتا هوں ' یہ تمام مشاهدات ' دوسرے یقیني مشاهدات و اصول سے کوئي تناقض نہیں رکھتے - علمي دلائل و براهین کا دائرہ کتنا هي وسیع اور یقیني هو ' مگر پھر بھي تمام مستند علماء کے اعتراف کے مطابق ' وہ ناموس قدرت کے

Le Grand Caire ' جیسا کہ خود اس سفر نامہ میں جا بجا یہی نام استعمال کیا گیا ہے -

مصر اور یورپ کے تعلقات کی یہ ابتدائی تاریخ بیان کر دینے کے بعد ہم اُن واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس سفر نامہ کے مصنف نے بیان کیے ہیں -

سنہ ۱۵۰۵ - ع میں کئی سال کی پادشاہ گردی کے بعد سلطان ابو النصر ملک الاشرف قانصوہ غوری تخت نشین ہوا - اس پادشاہ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ایسے حوادث پیش آئے ' کہ یورپ اور مصر کے تعلقات پھر منقطع ہوگئے -

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے ' اُس زمانے میں مصر ' ہندوستان اور یورپ کی تجارت کی درمیانی کڑی تھا - سواحل عرب اور مصر کے عرب جہازران ہندوستانی مصنوعات مصر لے جاتے تھے - وہاں سے وینس ' جنیوا ' اور فرانس کے تاجر بیش قرار قیمتیں دیکر اپنے اپنے ملکوں کیلیے حاصل کرلیتے تھے - خود مصری حکومت کے بھی بے شمار جہاز تھے - یہ سوئز سے لیکر کالی کٹ اور چٹاگاؤں تک سفر کرتے رہتے - سنہ ۱۵۰۳ ع میں ایسا ہوا کہ واسکو ڈی گاما کا بیڑہ بحر ہند میں پہنچ چکا تھا - مصری جہازوں سے اس کی مڈ بھیڑ ہوگئی - یہ جہاز ہندوستان سے مال تجارت سوئز لیجا رہے تھے - پرتگالی بیڑہ نے ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ' ادمی گرفتار کرلیے ' اور جہاز ڈبو دیے -

یہ خبر جب سلطان غوری کو پہنچی ' تو قدرتی طور پر نہایت برہم ہوا - اُس نے ارادہ کیا کہ تمام یوروپین تاجروں کو مصر و شام سے نکال دے - لیکن اس سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " اُس غیر معمولی عقل و بصیرت سے کام لیکر جو مشرق کے اس عظیم الشان پادشاہ کے حصے میں آئی ہے ' اُس نے اس کار روائی میں جلدی نہیں کی ' اور خیال کیا کہ پہلے اصلاح حال کی کوشش کرلی جاے " چنانچہ اس نے ایک سفیر یورپ روانہ کیا تا کہ اٹلی ' فرانس ' اور جنیوا ' جائے ' اور ان ملکوں کی حکومتوں کو حکومت پرتگال کی ان زیادتیوں پر توجہ دلائے - یہ مصری سفیر بیت المقدس کی مسیحی خانقاہوں کا رئیس اعظم تھا - سفیر پہلے وینس گیا - حکومت وینس نے اس کے استقبال کے لیے ایسے انتظامات کیے ' جیسے پادشاہوں کے استقبال کے کیے جاتے ہیں - پھر جمہوریت کے دسوں ممبر جمع ہوئے ' اور سفیر کے پیام پر غور کیا - سفیر کا پیام یہ تھا کہ " اگر حکومت پرتگال نے اس طرز عمل کی تلافی نہ کی اور آئندہ مصری جہازوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچا ' تو سلطان مصر نے ارادہ کرلیا ہے کہ بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیگا ' اور تمام یوروپین تاجروں کو اپنی مملکت سے نکال دیگا " حکومت جمہوریہ نے مصر کی شکایات کے حق بجانب ہونے کا اعتراف کیا ' لیکن چونکہ اُسے پرتگال پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا ' اس لیے سفیر کو پوپ جولیس دوم کے پاس جانے کا مشورہ دیا ' اور اپنے سفرا بھی ساتھہ کر دیے - پوپ نے سفیر سے مل کر جب تمام حالات معلوم کیے ' تو بہت خائف ہوا - وہ سلطان مصر کی ناراضی کے نتائج سے بے خبر نہ تھا - اس نے حکومت پرتگال کے نام ایک تہدیدی مراسلت روانہ کی - اسکے بعد مصر کا سفیر اسپین اور فرانس ہوتا ہوا مصر واپس آگیا -

لیکن ابھی مصری سفارت یورپ سے واپس پہنچی ہی تھی ' کہ اچانک بعض حوادث ایسے پیش آگئے ' جنکی وجہ سے سلطان کا غیظ و غضب پھر یورپ کے برخلاف بھڑک اٹھا ' اور اصلاح حال کی وہ تمام کوششیں ضائع گئیں ' جو مصری سفارت کے ذریعہ انجام پائی تھیں - ان حوادث میں سب سے زیادہ اہم حوادث چار ہیں ' جنھیں اس سفر نامہ کے مصنف نے بڑی تفصیل کے ساتھہ لکھا ہے :

سب سے پہلا حادثہ پرتگالیوں کی دوبارہ تعدی تھی جو مصری جہازوں پر کی گئی - یہ جہاز کالی کٹ سے سوئز واپس جارہے تھے -

سلطان مصر کے وزراء

دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ جزیرۂ روڈس ' کے نائٹوں کا ایک بیڑہ اسکندریہ کے قریب ' پہنچ گیا - اُنھوں نے سلطان مصر کے اُن جہازوں پر حملہ کردیا جو مراکش کے حاجی واپس لیجا رہے تھے -

اِسی اثنا میں ایک تیسرا واقعہ بھی پیش آگیا - مصر اور ترکوں میں مخالفت جاری تھی - سلطان مصر کو معلوم ہوا ' کہ کمال پاشا فوجی سامان و اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اناضول سے قسطنطنیہ لے جانے والا ہے - اُس نے اپنے تیس جہاز گیلی پولی کی طرف روانہ کر دیے ' تاکہ اِس ذخیرہ پر قبضہ کرلیں - اتفاق سے روڈس کے بحری نائٹوں کے ایک بیڑہ سے اُنکا مقابلہ ہوگیا - مقابلہ میں مصری جہازوں کو شکست ہوئی ' اور کئی جہاز بالکل تباہ ہوگئے -

چوتھے حادثہ کی نوعیت اِن تمام حوادث سے مختلف قسم کی تھی ' لیکن سلطان کی طبیعت پر اُس کا سب سے زیادہ اثر ہوا - عراق کے بعض سرحدی اضلاع میں مصری حاکم نے ایک یونانی کو مشتبہ حالات میں دیکھا اور گرفتار کرلیا - گرفتاری کے بعد تلاشی لی گئی ' تو اس کے کپڑوں میں سے ایک مخفی کاغذ نکلا - یہ شاہ اسماعیل صفوی کا خط تھا ' جو ٹامس کونٹرین قنصل وینس ' متعینۂ اسکندریہ کے نام لکھا گیا تھا - حاکم نے یونانی قاصد مع خط کے قاہرہ بھیجوا دیا - جب سلطان نے یہ خط پڑھا ' تو اُسے معلوم ہوگیا کہ حکومت ایران ' یورپ کی حکومتوں سے مل کر اُس کے خلاف سازش کر رہی ہے ' اور وینس میں اور ایران میں عرصہ سے سلسلۂ مراسلت جاری ہے -

ان تمام واقعات نے سلطان کو یوروپین حکومتوں کے برخلاف اس درجہ غضب ناک کردیا ' کہ اُس نے حکم دیا - بیت المقدس کا کنیسہ بند کردیا جائے ' تمام یوروپین قنصل اور تاجر گرفتار کرلیے جائیں ' اور آئندہ کوئی فرنگی حدود مملکت میں قدم نہ رکھے - اُس نے بیت المقدس اور شام کی مسیحی خانقاہوں کے تمام راہبوں کی گرفتاری کا بھی

تاریخی مسائل کی عظیم کلیات طیار کرلی جاسکتی ہیں - ہندوستان کے عہد تغلق کی متعدد تاریخیں خود اسی عہد میں یا اس کے بعد لکھی گئی ہیں ' لیکن ابن بطوطہ کی زبانی ہمیں جیسی چلتی پھرتی تصویر اس عہد کی نظر آجاتی ہے ' وہ برنی اور فرشتہ کے صفحات پر نظر نہیں آسکتی !

(سفرنامہ کا عہد)

اس کے علاوہ اس عہد کی مخصوص اہمیت نے بھی اس سفر نامہ کی قدر و قیمت بڑھا دی ہے - یہ وہ وقت تھا ' جب فی الحقیقت دنیا آنے والے انقلاب کے لیے پہلی کروٹ بدل رہی تھی - مشرق کا دور اقبال رو بہ تنزل تھا ' اور یورپ کا عہد عروج طلوع ہو رہا تھا - اسپین میں اسلامی عہد تمدن کا آخری نقش قدم بھی مٹ چکا تھا ' اور غرناطہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا تھا - یورپ اور مشرق بعید کی راہ تجارت بھی ایک نئے انقلاب کی طیاریاں کر رہی تھی ' اور پرتگالیوں کے بیڑے ہندوستان کی بحری راہ دریافت کرنے کے لیے ایک کے بعد ایک روانہ ہو رہے تھے - ٹھیک ٹھیک یہی زمانہ تاریخ تجارت عالم کا وہ عظیم الاثر زمانہ ہے ' جب واسکو ڈی گاما نے ایک عرب معلم کے ذریعہ راس امید عبور کرکے سواحل مالابار تک رخ کیا تھا ' اور اس ایک واقعہ نے تمام دنیا کی سیاسی اور اقتصادی عظمت کی تاریخ پلٹ دی تھی !

(سفارت کا مقصد)

مصنف نے اس سفارت کے مقاصد شرح و بسط سے بیان کیے ہیں - مختصر لفظوں میں ان کی توضیح ہمارے لیے بھی ضروری ہے - کیونکہ اس سے وقت کے بعض اہم تاریخی حالات پر روشنی پڑیگی -

لیکن قبل اسکے کہ مصنف کے بیان کردہ اسباب پر متوجہ ہوں ' اس عہد کے ان سیاسی و تجارتی تعلقات کی مختصر تاریخ بیان کردینا ضروری ہے جو یورپ اور مصر میں قائم تھے -

صلیبی لڑائیوں کا سلسلہ تیرھویں صدی مسیحی تک جاری رہا - یورپ کا آخری صلیبی حملہ وہ تھا ' جو فرانس کے لوئس نہم نے مصر پر کیا تھا - اس کا خاتمہ منصورہ کی لڑائی پر ہوا جس میں توران شاہ نے لوئس کو گرفتار کر لیا - اسکے بعد سلطان بیبرس ' سلطان منصور قلاؤن ' اور ملک اشرف خلیل ' یکے بعد دیگرے تخت مصر کے فرمانروا ہوے ' اور پے در پے جنگوں کے بعد سنہ ۱۲۹۰ میں تمام بلاد شام سے صلیبی خارج کردیے گئے - آخری جائے پناہ جو انکے ہاتھہ باقی رہگئی تھی ' عکا کا ساحلی شہر تھا - اسی کو انھوں نے اپنی مشرقی تجارت کا برزخی محل قرار دیا تھا - لیکن وہ بھی سنہ مذکور میں انکے ہاتھہ سے نکل گیا - اسکے بعد کچھہ عرصہ تک تخت مصر اپنے اندرونی مناقشات میں مشغول رہا - لیکن سنہ ۱۳۴۰ - میں جب ملک الناصر کی حکومت استوار ہوگئی ' تو اس نے محسوس کیا کہ یورپ کے صلیبی ولولے اس وقت تک فرو نہیں ہو گئے ہیں - وہ رہکر اس طرح کے

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری
(آخری مملوک سلطان مصر)

واقعات ظہور میں آتے رہتے ہیں جن سے انکی معاندانہ سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے - چنانچہ اس نے حکم دیا کہ شام اور مصر سے تمام یورپین تاجر اور یورپین حکومتوں کے وکلاء چلے جائیں - اس سال کے بعد سے یورپ اور مصر کے تمام علائق منقطع ہوگئے -

یہی وہ صورت حال ہے جس نے یورپ کے دو مختلف تجارتی حلقوں میں یہ خیال پیدا کردیا تھا کہ قدیم عرب جغرافیہ نویسوں اور ملاحوں کے اشارات کے مطابق مشرق بعید کا براہ راست بحری راستہ ڈھونڈھ نکالیں اور مصر کے محتاج نہ رہیں - چنانچہ کولمبس نے بحر اطلانطک میں عرب رویہ جاکر ' مشرق کی جہت سے ہندوستان پہنچنا چاہا ' اور پرتگالی بیڑوں نے افریقہ کے گرد طواف کرتے ہوے بحر ہند کا نقطۂ اتصال دریافت کرنا چاہا - کولمبس ہندوستان کی جگہ امریکہ پہنچ گیا - لیکن بر تلم دیاز نے سنہ ۱۴۸۶ - میں راس امید کا سراغ پا لیا - پھر سنہ ۱۴۹۷ - میں واسکو ڈی گاما اسے عبور کرکے مالا بار پہنچ گیا !

بہر حال تقریباً نصف صدی تک مصر اور یورپ کے علائق (بلکہ کہنا چاہیے مشرق اور یورپ کے علائق کیونکہ تمام مشرق اور یورپ کے تجارتی علائق مصر ہی کے ذریعہ تھے) منقطع رہے - یہ صورت حال یورپ کیلیے ناقابل برداشت تھی - اسکے تمام بازار بے رونق ہوگئے - بڑی بڑی منڈیاں بند ہوگئیں - یورپ اس وقت تجارت اور مصنوعات میں مشرق کا اسی طرح محتاج تھا - جس طرح آج مشرق یورپ کا محتاج ہے - بے شمار روز مرہ کی ضرورتوں کی مصنوعات تھیں ' جو مشرق ہی سے جاتی تھیں اور یورپ کے ہر امیر و غریب گھر میں برتی جاتی تھیں - اب انقطاع تجارت سے ایک عالمگیر تجارتی قحط کی مصیبت پیدا ہوگئی - یہ صورت حال دیکھکر یورپ کی تمام بڑی بڑی حکومتیں مجبور ہوئیں کہ کبھی نہ کسی طرح

مصر کا بند دروازہ پھر کھلوایا جائے - ان حکومتوں میں سب سے پیش پیش وینس کی جمہوریت تھی - یہ اسوقت یورپ کی بحری تجارت کا سب سے بڑا طاقتور مرکز تھی - حکومت وینس نے پے در پے سفارتیں بھجوائیں - عثمانی اور صفوی حکومتوں کو درمیان ڈالا ' قیمتی تحائف سے لبریز جہاز پر جہاز بھیجے ' پوپ کی طرف سے بھی پیام امن و صلح بھجوایا گیا - یورپ کی تجارت کے کھل جانے میں مصر و شام کے وطنی تاجروں کا بھی عظیم الشان نفع تھا ' اسلیے انھوں نے بھی کوششیں کیں - غرضکہ ایک مدت کی سعی اور تدبیر کے بعد مصر اور یورپ کے تجارتی اور دوستانہ تعلقات پھر از سر نو قائم ہوگئے -

یہی زمانہ ہے جب مصر دنیا کا سب سے بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا - ہندوستان اور یورپ کی تجارتیں کرتی یہیں آکر ملتی تھی - اس کے باشندوں کی خوشحالی اور تاجروں کی شاہانہ دولت کے افسانے جنیوا اور وینس کے بازاروں میں قصوں کی طرح سنائے جاتے تھے - یورپ میں عام طور پر قاہرہ کا نام " قاہرہ عظیم " تھا - یعنی

سلطان نے تمام حالات معلوم کیے - لیکن اسکے بعد کیا ہوا ؟ اِس کي کوئي تفصیل تاریخ میں نہیں ملتي - قدرتي طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصر کا جو سلطان اپنے جہازوں کي حفاظت اور اپنے تجارتي مال و متاع کے فوائد کا اس درجہ خیال رکھتا تھا ' کہ جب کبھي یورپ کي کوئي قوم شرارت کرتي تھي ' تو بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دینے اور یورپین تاجروں کو نکال باہر کر دینے کي دھمکي دیکر فوراً راہ راست پر لے آتا تھا ' اُس نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کیلیے جو آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد مسیحیت کے مجنونانہ تعصبات کا شکار ہوگئے تھے اور زندہ جلائے جا رہے تھے ' کیا کارروائی کی ؟

اِس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رہے کہ ابو البقاء صالح بن شریف الرندي کا وہ زہرہ گداز تاریخي مرثیہ جو در اصل مسلمانان عالم کے نام مسلمانان اندلس کا ایک مایوس استغاثہ تھا ' اِسي زمانہ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ مقري نے تصریح کي ہے ' اور خود یورپ کے مورخین ہمیں بتلاتے ہیں کہ سلطان مراکش نے اسکي نقلیں تمام مسلمان سلاطین عالم کے نام بھیج دي تھیں :

لکل شئی اذا ما تم نقصان
فلا یغر بطیب العیش انسان
اصابها العین فی الاسلام فارتزأت
حتی خلت منه أقطار و بلدان
علی دیار من الاسلام خالیة
قد اقفرت و لها بالکفر عمران
حیث المساجد قد صارت کنائس ما
فیهن الا نواقیس و صلبان
بالامس کانوا ملوکا فی منازلهم
والیوم فی بلاد الکفر عبدان
فلو تراهم حیاری لا دلیل لهم
علیهم فی ثیاب الذل ألوان
لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان !

قصیدہ کے آخر میں یہ اشعار في الحقیقت مسلمانان عالم کے نام مظلوموں کا پیام الغیاث تھا :

یا راکبین عتاق الخیل ضامرة
کانها فی مجال السبق عقبان
و حاملین سیوف الهند مرهفة
کأنها فی ظلام النقع نیران
و راتعین وراء البحر فی دعة
لهم باوطانهم عز و سلطان
أعندکم نبأ من اهل اندلس ؟
فقد سری بحدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و هم
قتلی و أسری فما یهتز انسان

ما ذا التقاطع فی الاسلام بینکم
و انتم یا عباد الله اخوان
الا نفوس أبیات لها همم ؟
أما علی الخیر أنصار و أعوان ؟

لیکن اس پیام کا جواب اُن مسلمان قوموں اور فرماں رواؤں نے کیا دیا جو بقول ابو البقاء کے " خوبصورت گھوڑوں پر سوار تھے ' ہندي تلواروں کي چمک دمک سے اُنکے ہاتھ شعلہ بار رہتے تھے ' اور اپنے آزاد وطنوں میں عزت و فرمانروائي کي پر عیش زندگي بسر کر رہے تھے " ؟ تاریخ کے اوراق ہمیشہ اس واقعہ پر ماتم کرینگے کہ تمام عالم اسلامي میں ایک صدا بھي انکي حمایت میں بلند نہ ہوي !

بہر حال جہانتک مصري حکومت کا تعلق ہے ' اس سفر نامہ سے بعض ایسي تفصیلات روشني میں آجاتي ہیں ' جو اُس وقت تک تاریکي میں تھیں - بلاشبہ یہ ایک قیمتي فائدہ ہے جو اس کتاب سے حاصل کیا جاسکتا ہے - سفر نامہ کا مصنف اُن حالات کي تفصیل کرتا ہوا جو سلطان غوري کے تخت نشین ہونے کے بعد پیش آئے تھے ' لکھتا ہے :

" یہ وہ وقت تھا کہ اسپین نے تمام موروں (مسلمانوں) اور یہودیوں کو ملک سے نکال دیا تھا ' اور سیکڑوں برس کے بعد پھر یہ سر زمین صرف مسیحیوں هي کیلیے مخصوص ہوگئي تھي - یہ حالت دیکھکر مراکش ' تیونس ' اور الجزائر کے مسلمان امیروں نے سلطان مصر کي خدمت میں وفود بھیجے ' تاکہ اسپین کے مقابلہ میں اُنکي مدد کي جاے ' اور اُنھیں اس قابل کر دیا جاے کہ یہ ملک دوبارہ مسلمانوں کیلیے حاصل کر لیں - جب یہ وفود قاہرہ پہنچے تو سلطان غوري نے اُن کا بہت اچھي طرح استقبال کیا اور اس معاملہ میں پوري دلچسپي ظاہر کي - پہلے اُس نے ارادہ کیا کہ اسپین سے انتقام لینے کیلیے اور تمام شاہان یورپ پر اثر ڈالنے کیلیے بیت المقدس کا کنیسہ بند کر دے ' اور یورپ کے تاجروں کو اپني مملکت سے نکال دے - لیکن پھر جب اس کارروائي کے نتائج پر نظر ڈالي ' تو اُس پر ظاہر ہوگیا کہ ایسا کرنا دانشمندي کے خلاف ہوگا - اسي اثنا میں ایسا ہوا کہ حکومت اسپین بھي امراء مراکش کي کوششوں پر مطلع ہوگئي - شاہ فرڈي ننڈ اور ملکہ ازابیلا کو خبر ملگئي کہ اُمراء مراکش مصر کو اپني اعانت پر اُبھارنا چاہتے ہیں - انھوں نے بھي فوراً ایک سفیر مصر بھیج دیا تاکہ سلطان سے ملکر اسے مسلمانان اندلس کي اعانت سے باز رکھے - اس سفیر کا نام کونت پیٹر ڈینکر تھا - یہ اسکندریہ پہنچا ' اور فلپ دي پیریٹز کے یہاں اُترا جو اُس وقت مصر میں فرانس اور اسپین کا مشترک قنصل تھا - قنصل نے سفیر کي آمد کي باقاعدہ اطلاع سلطان کو بھیج دي ' اور درخواست کي کہ اسکے لیے قاہرہ جانے کا پروانۂ راہداري مرحمت ہو "

" سلطان کو جب اس معاملہ کي اطلاع ملي ' تو اُس نے امراؤ علماء سے مشورہ کیا - علماء چونکہ مراکشي وفد کے ذریعہ مسلمانان اسپین کے مصائب کے واقعات معلوم کر چکے تھے ' اسلیے قدرتي طور پر اسپین کے خلاف اُنکے جذبات مشتعل ہو رہے تھے - انھوں نے بالاتفاق یہ راے دي کہ سلطان کا اس سفارت سے ملاقات کرنا بہتر نہیں - اسے واپس کر دیا جاے - سلطان نے بھي اس مشورہ سے اتفاق کیا ' اور سفیر کیلیے پروانۂ راہداري نہیں بھیجا -

حکم دیدیا تھا ' لیکن سفر نامہ کا مصنف لکھتا ہے کہ " انھوں نے خزائن بیت المقدس کی بڑی مقدار دیکر اپنی جانیں بچا لیں "

اس واقعہ نے تمام یورپ میں اضطراب پیدا کردیا - واسکو ڈی گاما نے اگرچہ هندوستان کا براہ راست بحری راستہ معلوم کرلیا تھا ' لیکن ابھی اس راہ سے هندوستانی مال کی آمد و رفت شروع نہیں هوئی تھی ' اور یورپ کی مشرقی تجارت کا دار و مدار بدستور مصر پر تھا - جونہی مصر کا دروازہ بند هوا ' یورپ نے محسوس کیا کہ تمام مشرق کا دروازہ اُس پر بند هوگیا ہے - ایک سال کے اندر وینیس اور جنیوا کی تمام تجارتی منڈیاں بند هوگئیں ' اور یورپ میں مشرقی مصنوعات کا پھر قحط شروع هوگیا -

یہ حالت دیکھکر وینیس اور فرانس کی حکومتیں مجبور هوئیں کہ کسی نہ کسی طرح حکومت مصر سے از سر نو دوستانہ تعلقات پیدا کریں - وینیس کی یہ سفارت (جس کی سیاحت مصر کی روئداد اس سفر نامہ میں قلمبند کی گئی ہے) اسی مقصد سے روانہ کی گئی تھی - قریب قریب اسی زمانے میں فرانس کی سفارت بھی روانہ هوئی - سفر نامہ میں جا بجا فرانسیسی سفارت کے معاملات کا بھی ذکر کیا گیا ہے ' اگرچہ انداز بیان مخالفانہ جذبات سے خالی نہیں ہے - فرانسیسی سفارت شویلیر کونت اندری کی زیر ریاست بھیجی گئی تھی -

وینیس کی یہ سفارت ٣٠ - جنوری سنہ ١٥١٢ ع - کو وینیس سے روانہ هوئی ' اور بے شمار مقامات میں ٹھہرتی هوئی ' ٢٠ - مئی سنہ مذکور کو اسکندریہ پہنچی -

(سفرنامہ کے تاریخی فوائد)

سفر نامہ اُس عہد کی ملکی اور معاشرتی حالات کے بے شمار فوائد و معلومات سے مملؤ ہے - ان کا استقصاء ایک تحریر میں ممکن نہیں - هم مختصراً بعض اهم فوائد کا ذکر کرینگے -

(سلطان غوری اور وزراء کی تصاویر)

مصنف نے جا بجا لکھا ہے کہ اُسے مصوری میں کافی دخل تھا - اس کا ثبوت اُن تصاویر سے ملتا ہے جو اُس نے سفر نامہ کے ساتھ شامل کی هیں - هم ان میں سے دو تصویروں کی نقل اس تحریر کے ساتھ شائع کرتے هیں - پہلی تصویر سلطان قانصوہ غوری کی ہے - دوسری اس کے وزراء کی ہے - مصنف لکھتا ہے " میں نے سلطان سے اُس کی اور اُس کے درباریوں کی تصویر کھینچنے کی اجازت حاصل کرلی تھی "

ان تصاویر میں سلطان اور وزراء مصر کی جو وضع و هئیت نظر آرهی ہے ' یہ اُس عہد کے تمام ترک اور چرکس امراء کی عام وضع تھی - سلاطین و امراء عثمانیہ کا لباس اور عمامہ بھی تقریباً ایسا هی تھا - یہ عمامہ جو اسقدر بلند اور عریض هوتا تھا ' ایسے باریک کپڑے اور هلکے مواد سے طیار کیا جاتا تھا کہ کوئی غیر معمولی وزن سر پر محسوس نہیں هوتا تھا - هندوستان میں یہ بات دلچسپی کے ساتھ معلوم کی جائیگی کہ اکثر حالتوں میں یہ کپڑا هندوستانی ساخت کا هوتا تھا !

سلطان ملک الاشرف قانصوہ غوری جسکی تصویر آپکے سامنے ہے ' در اصل مصر کے چرکسی مملوکوں کا آخری فرمانروا ہے - سنہ ٩٢٢ - هجری مطابق ١٥١٦ - ع میں جب سلطان سلیم اول نے مصر و شام پر حملہ کیا ' تو تخت مصر پر یہی سلطان متمکن تھا - یہ " مرج دابق " کے معرکہ میں پوری شجاعت اور پامردی کے ساتھ لڑا ' لیکن بالاخر شکست کھائی ' اور میدان جنگ میں گھوڑے سے گر کر مارا گیا - اسکے بعد ملک اشرف طومان بائی نے کچھہ عرصہ تک لڑائی جاری رکھی ' لیکن مصر کی آخری لڑائی میں اس نے بھی شکست کھائی ' اور همیشہ کیلیے چرکسی مملوکوں کا سلسلۂ حکومت ختم هوگیا -

سلطان غوری سنہ ٩٠٦ - هجری مطابق ١٥٠١ - ع میں تخت نشین هوا تھا - اسی حساب سے تقریباً پندرہ برس تک حکمراں رہا

سفرنامہ کے مصنف نے اس سلطان کے غیر معمولی اوصاف شاهانہ کی بہت تعریف کی ہے ' اور اسے " حزم رائے اور دقت نظر " میں اپنے عہد کا بہترین فرمانروا قرار دیا ہے - مصر کے عام مورخین بھی اُس کے بعض اوصاف کا اعتراف کرتے هیں -

(سقوط غرناطہ اور مصر)

من جملہ تاریخی فوائد کے ایک نہایت اهم اور عبرت انگیز واقعہ اُس سفارت کا ہے ' جو غرناطہ اور مراکش کے امراء نے مصر بھیجی تھی ' اور جسکی تفصیلات سے مصر کی تمام تاریخیں خاموش هیں -

اسپین سے مسلمانوں کا آخری اخراج سنہ ١٤٩١ - ع میں هوا ہے - یہی سنہ ہے جب تمام اسلامی حکومتوں کی اعانت سے مایوس هوکر ابو عبد اللہ نے غرناطہ فرڈنینڈ کے حوالہ کردیا - اسکے بعد پچاس برس تک مسلمانوں پر ایسے ایسے وحشیانہ مظالم هوتے رہے ' جنکی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں موجود نہیں - غرناطہ کے بقیۃ السیف مسلمانوں کے خلاف محکمۂ انکویزیشن Inquisition نے قتل و احراق کا آخری حکم سنہ ١٥٠٩ - میں صادر کیا تھا ' اور کارڈنیل فرانسسکو زی مینس اور فرڈینینڈ ڈی ٹالاویرا نے سرزمین اسپین میں اسلامی تمدن و آبادی کا آخری نقش بھی مٹا دیا تھا - یہ زمانہ ٹھیک ٹھیک وهی زمانہ ہے ' جب مصر میں سلطان محمد بن قائتبائی کے بعد پادشاہ گردی شروع هوگئی ہے ' اور کئی سال کی طوائف الملوکی کے بعد اعیان سلطنت نے سلطان قانصوہ غوری کو تخت نشین کیا ہے -

تاریخ میں دو واقعات کا اجمالی ذکر هم پڑھچکے تھے - ایک یہ کہ جب سلطان ابو عبد اللہ ' فرڈینند کے مقابلہ سے عاجز هوگیا ' تو اُس نے دو سال کیلیے عارضی صلح کرلی ' اور تمام مسلمان سلاطین عالم کی طرف سفارتیں روانہ کیں تاکہ اُنھیں مسلمانان اندلس کی نصرت و حمایت پر آمادہ کیا جاے - مسلمانان اندلس کو خصوصیت کے ساتھ سلطان عثمانی اور سلطان مصر سے اعانت کی توقع تھی - لیکن دو سال کی مدت گزر گئی ' اور کسی نے بھی انکی خبر نہیں لی - دوسرا واقعہ سقوط غرناطہ کے بعد کا ہے - جب ابو عبد اللہ کی جلا وطنی کے بعد اسپین کی حکومت نے وہ تمام عہد و پیمان بھلا دیے ' جو مسلمانوں کی آزادی و حفاظت کیلیے کیے گئے تھے ' اور انکا قتل عام شروع هوگیا ' تو یہ حالت دیکھکر مراکش اور تیونس کے سلاطین مضطرب هوگئے - انھوں نے تمام مسلمان سلاطین عالم کے پاس وفود بھیجے ' اور اُنھیں مسلمانان اندلس کی بے بسی اور مظلومیت پر توجہ دلائی - ایک خاص سفارت جو مراکش کے بعض اکابر علماء و امراء سے مرکب تھی ' قاهرہ بھیجی گئی تھی - یہ سلطان قانصوہ غوری هی کا زمانہ تھا - تاریخ کے صفحات همیں بتلاتے هیں کہ سفارت قاهرہ پہنچی ' اور

روسی انقلاب کی جوبلی

(دسویں سالگرہ کا جشن)

قارئین الہلال کو اخبارات کے ذریعہ معلوم ہو چکا ہے کہ گذشتہ اکتوبر میں روس کی سوویت حکومت نے آخری انقلاب روس کی دسویں سالگرہ منائی تھی' اور اس تقریب کو "کمیونیزم کی دہ سالہ جوبلی" سے تعبیر کیا تھا - اس تقریب میں شرکت کیلیے بعض ہندوستانی رہنماؤں کو بھی دعوت دی گئی تھی' لیکن اُن میں سے کوئی شخص بھی نہ جا سکا - وقت کی کمی' حالات کی ناموافقت' اور زیادہ تر ہندوستانی حکومت کے پروانۂ راہداری دینے کے اشتباہ سے کسی شخص نے قصد ہی نہیں کیا -

اب یورپ کی پچھلی ڈاک کے اخبارات میں اس تقریب کی نہایت دلچسپ اور موثر تفصیلات آ گئی ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ موسکو کا یہ اجتماع دنیا کے عظیم الشان اجتماعات میں سے تھا - نہ صرف تمام روسی صوبوں سے' بلکہ دنیا کے دور دراز حصوں سے بھی نمایندوں کی بے شمار تعداد شریک ہوئی تھی - وسط ایشیا کی تمام حکومتوں اور قوموں کے وکلاء موجود تھے - قفقاز اور ارمینیا نے علانیہ اسمیں حصہ لیا تھا - ایران سے بھی ایک وفد گیا تھا - چین اور جاپان کے بھی نمایندے موجود تھے -

تقریب کے رسوم و اعمال نہایت طول طویل تھے جو کئی دن تک متصل جاری رہے - سب سے زیادہ اہم اور عظیم اجتماع بین الاقوامی جلوس کا تھا جس سے جوبلی کی تقریب کا افتتاح ہوا - اس جلوس کی عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اسکے شرکاء کی تعداد دس لاکھ آدمیوں سے بھی زیادہ تھی' اور بیس گھنٹہ سے زیادہ وقت اسکے گذرنے میں لگ گیا تھا - جو لوگ جلوس نکلتے وقت شریک ہوے تھے' انہوں نے پورا ایک دن اور ایک رات سڑکوں پر بسر کر دی - جلوس کا ایک سرا شہر کے ایک کنارہ سے شروع ہوا تھا' اور دوسرا سرا کئی چکر کھا کر دوسرے سرے پر ختم ہوا تھا!

اس موقعہ پر یہ بات یاد رہے کہ موسکو کی آبادی عرض کی جگہ زیادہ تر طول ہی میں واقع ہوئی ہے - وہ دنیا کے اُن شہروں میں سے ایک ہے جو سب سے زیادہ لمبے واقع ہوئے ہیں -

جلوس کے بعد سوویت کی بین الاقوامی مرکزی

لیکن ساتھہ ہی صاف لفظوں میں انکار بھی نہیں کیا - جب کبھی قنصل کی جانب سے عرضداشت پہنچی ' کسی نہ کسی طرح ٹالدیا گیا "

" لیکن کچھہ عرصہ کے بعد سلطان نے محسوس کیا کہ علماء و امراء کا مشورہ مصالح حکومت کے مطابق نہیں ہے - یہ مصلحت کے خلاف ہوگا کہ حالات نے جو موقعہ یورپین حکومتوں سے مطلب براری کا پیدا کردیا ہے ' اُسے ضائع کردیا جائے - چنانچہ اُس نے اسپینی سفیر کے لیے پروانۂ راہداری بھیجوا دیا - وہ اسکندریہ سے چل کر ۱۲ - جنوری سنہ ۱۵۰۲ ع - کو قاہرہ پہنچا - قاہرہ میں سرکاری ترجمان اُس کے استقبال کے لیے موجود تھا - حسب معمول شاہی مہمانسرائے میں اُتارا گیا - اور ایک ہفتہ کے بعد دربار شاہی میں پیش ہوا "

" اس موقعہ پر اِس عظیم الشان مشرقی فرمانروا نے جو طرز عمل اختیار کیا ' وہ اُس کی سیاسی مہارت اور شاہانہ حکمت عملی کا بہترین نمونہ ہے - وہ علماء و اعیان سلطنت کو اپنا مخالف بنا لینا پسند نہیں کرتا تھا ' جو قدرتی طور پر مسلمانان اسپین سے ہمدردی رکھتے تھے اور اُن کی حمایت و اعانت کے دل سے خواہشمند تھے - دوسری طرف اس کے لیے بھی طیار نہ تھا کہ ایک دور دراز ملک کے مسلمانوں کے لیے خواہ مخواہ جنگ و خونریزی کے خطرات میں مبتلا ہو ' اور اپنے مصالح و فوائد کو نقصان پہنچائے - پس اُس نے ایسا طریقہ اختیار کیا ' جس سے ایک طرف علماء و امراء سلطنت کو بھی شکایت کا موقعہ نہیں ملا - دوسری طرف یورپ سے بھی اچھے تعلقات قائم ہوگئے - اُس نے اسپینی سفیر کو پہلی مرتبہ بر سر دربار بلوایا - اس موقعہ پر تمام امراء و علماء سلطنت موجود تھے - جب اُس نے اپنے پادشاہ کا سلام عرض کیا ' تو سلطان نے نہایت غضب ناک لہجہ میں اُس کا سلام قبول کرنے سے انکار کردیا ' اور کہا ' میں ایسے پادشاہ کا سلام نہیں سن سکتا جس نے مسلمانوں کے ساتھہ ظالمانہ سلوک کیا ہے اور جس کی حکومت میں اِس وقت تک مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے - لیکن پھر دو دن بعد پوشیدہ مجلس میں بلا کر دوبارہ ملاقات کی ' اور اس ملاقات میں نہ صرف پادشاہ اسپین کا سلام پوری بشاشت و مرحمت کے ساتھہ قبول کرلیا ' بلکہ اُس کے جواب میں اپنی جانب سے بھی دوستانہ تعلقات کا پوری طرح یقین دلایا - اس کے بعد سفیر اور سلطان میں اور بھی کئی پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں - بالاخر اس سفارت کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہوگیا - یعنے سلطان نے اسپین سے دوستانہ معاہدہ کرلیا ' اور کچھہ عرصہ کے بعد تمام یورپ سے بھی از سر نو معاہدات کی تجدید ہوگئی - مراکش کا وفد کئی سال تک قاہرہ میں پڑا رہا - آخر مایوس ہوکر واپس چلا گیا "

اس بیان پر کسی اظہار رائے اور بحث کی ضرورت نہیں ہے - جو معاہدہ اسپین اور سلطان غوری میں اس سفارت کے ذریعہ ہوا تھا ' اور سفارت نے جو تحریر سرکاری طور پر سلطان کے سامنے پیش کی تھی ' اس کا اصلی نسخہ اِس وقت تک اسپین کے شاہی کتب خانہ واقع اسکوریال میں موجود ہے -

مذاکرۂ علمیہ

قدماء کی مفقود صنعتیں

یہ مسلم ہے کہ قدیم قومیں بہت سی ایسی صنعتوں سے واقف تھیں جو اب مفقود ہو چکی ہیں - حال میں امریکہ کے ایک محقق علوم قدیمہ نے ایک مقالہ میں اُن پر نہایت دلچسپ بحث کی ہے - وہ لکھتا ہے :

بعض قدیم مصری قبروں میں قرمزی رنگ کا نہایت شفاف شیشہ پایا گیا ہے - علماء عصر حیران تھے کہ یہ کیونکر بنایا جاتا تھا ؟ بیان کیا جاتا ہے کہ پندرھویں صدی میں چینیوں کو اِس صنعت کا طریقہ معلوم تھا - خوش قسمتی سے اب سر ھربرٹ جیکسن نے اِسے معلوم کرلیا ہے ' اور لندن کی رائل سوسائٹی کے سامنے پیش کرکے اُس کی تصدیق بھی حاصل کرلی ہے -

یونانی اب سے دو ہزار برس پہلے بنفشہ کی اون سے ایک خاص قسم کا تیل بناتے تھے - یونان کی بربادی کے بعد یہ صنعت مفقود ہوگئی - یہاں تک کہ انیسویں صدی کے علماء اس کا کچھہ پتہ نہ لگا سکے - یہ روغن " لانولین " کے نام سے مشہور ہے -

روم کے معمار ایک ایسا روغن جانتے تھے ' جو دیوار پر لگاتے ہی فوراً خشک ہوجاتا تھا - صدیوں تک مفقود رہنے کے بعد یہ راز سنہ ۱۹۰۸ ع میں ایک انگریز رنگساز نے از سر نو معلوم کرلیا -

روم کے صناع ایک ایسا شیشہ بھی بناتے تھے جو لچکدار ہوتا تھا - سنہ ۱۹۱۲ ع میں فلورنس کے ایک باشندے نے اِس شیشے کا ذکر کیا ہے - وہ لکھتا ہے " شہنشاہ تیبرس کے عہد میں روم والوں نے ایک لچکدار شیشہ ایجاد کیا تھا - مگر اب یہ راز گم ہوچکا ہے - اگر یہ ہمیں معلوم ہوجائے ' تو شیشہ کی قیمت ' چاندی سونے سے بھی زیادہ ہو جائیگی "

لیکن عین اُسی زمانے میں جبکہ فلورنس کا باشندہ یہ سطور لکھہ رہا تھا ' ایران میں یہ صنعت موجود تھی - چنانچہ سنہ ۱۹۱۰ ع میں شاہ ایران نے فلیپ سوم شاہ اسپین کو لچکدار شیشے کے چھہ جام بھیجے تھے - یہ جام کسی طرح بھی ٹوٹ نہیں سکتے تھے !

یہ راز صنعت بالاخر گم ہوگیا - یہانتک کہ کئی صدی کے بعد اب پچھلے سال ایک اسٹرین عالم نے اسے دوبارہ معلوم کرلیا ہے - اِس شیشے کا خاصہ یہ ہے کہ شیشے کی طرح شفاف ہوتا ہے ' مگر لچک اِتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ایک پورا تاب انگلی پر رکھہ کر تہہ کرلے سکتے ہیں ! تاب تہہ کر لینے کے بعد گیند کی طرح گول ہو جاتا ہے - یہ گیند اگر زمین پر زور سے مارا جائے تو ٹوٹتا نہیں ' بلکہ اس طرح اچھلتا ہے ' جیسے ربڑ کا گیند اچھلتا ہے -

خیال کیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا اس صنعت سے بہت فائدہ اٹھائیگی - اس سے موٹریں بنائی جائینگی ' اور آئنے ٹوٹ جانے کا خطرہ دور ہو جائیگا -

اسی طرح قدیم زمانے میں تانبے کے اُسترے بنائے جاتے تھے جو لوہے کے اُستروں سے زیادہ اچھا کام دیتے تھے - مدتوں کے بعد اب معلوم ہوا ہے کہ امریکا کے ایک قیدی نے یہ صنعت زندہ کرلی ہے - اُسے قید سے رہا کر دیا گیا ہے تاکہ اسے مکمل کرلے -

سنه ۱۹۰۸ع میں جب دستوري انقلاب هوا ' تو تمام قسطنطنیه میں ایک مسلمان عورت بهي ایسي نهیں تهي جسے قسطنطنیه کي سڑکوں پر بغیر یشمک (هلکے نقاب) کے نکلنے کي جرأت هو - لیکن پانچ سال کے اندر هي اندر یه حالت هوگئي که: في صدي پچهتر نوجوان لڑکیاں ایسي تهیں جنهوں نے یشمک کي جگه ایک ایسا بالائي لباس اختیار کرلیا تها جو اُن کے چهرہ کے کناروں کو ڈهانپ لیتا تها ' اور درمیاني حصه بالکل کهلا رهتا تها - چند سالوں تک یه وضع نهایت مقبول رهي - بڑے بڑے باشاؤں کے گهرانے میں بهي اسي وضع کا لباس ڈرائینگ روم کي ملاقاتوں کے لیے پهنا جاتا تها - لیکن سنه ۱۹۱۴ع میں جب عالمگیر جنگ شروع هوئي ' تو بهت سي نوجوان ترک عورتیں اس پوشش سے اُکتا چکي تهیں - ایک بڑي تعداد ایسي لڑکیوں کي موجود تهي جس نے اسے ترک کردیا تها - وہ اپنے سروں کو ایک خاص طریقه سے اچهي طرح ڈهانپ لیتیں ' لیکن چهرہ ٹهٹي کے پاس پوشیدہ نهیں کیا جاتا - وہ پوري طرح کهلا رهتا تها "

" جهاں تک عام لباس کا تعلق هے ' ترکي کي شهري عورتیں ' خصوصاً دارالحکومت کي عورتیں ایک عرصه سے یوروپین لباس کے غالب اجزاء اختیار کرچکي تهیں - لیکن سنه ۱۹۰۸ع تک ایسي عورتیں زیادہ نه تهیں' جنهوں نے کامل طور پر یوروپین لباس اختیار کر لیا هو - عموماً اس طرح کا لباس پهنا جاتا تها' جو یوروپین لباس هونے پر بهي بعض مشرقي قسم کي خصوصیات رکهتا تها - سنه ۱۹۰۸ع کے انقلاب کے بعد یه خصوصیات رخصت هونے لگیں - یهاں تک که سنه ۱۹۱۴ع میں دار الحکومت کے تمام گهرانوں میں نئي نسل کي

سنه ۱۹۱۳ - میں ترک خواتین کي ایک انجمن کا اجلاس

لڑکیوں نے کامل فرانسیسي لباس اختیار کرلیا - ترکي زبان میں بهي لباس اور فیشن کے ترکي رسائل اُسي طرح نکلنے لگے ' جس طرح فرانس اور انگلستان میں نکلتے هیں - دارالحکومت سے باهر بهي تمام بڑے بڑے شهروں میں کامل قسم کا یوروپین لباس رائج هوگیا - گذشته سال مجهے ایک دوست نے جو عرصه سے سمرنا میں مقیم هے ' بتلایا تها که سمرنا کے ترک گهرانوں میں پیرس کے تازہ ترین زنانه فیشن سے ویسي هي دلچسپي لي جاتي تهي [illegible] یورپ کے کسي شهر میں لي جاسکتي هے - فرق صرف اتنا تها که پیرس کا جو فیشن ایک هفته کے اندر لندن اور برلن کے درزیوں کے یهاں پهنچ جاتا تها ' اُسے سمرنا تک پهنچتے پهنچتے کئي هفتے لگ جاتے تهے ! "

" تاهم یه ساري تبدیلیاں گهر کي چار دیواري کے اندر هي هوتي رهیں - یه ممکن نه تها که کوئي ترک عورت گهر سے باهر بهي اُسي لباس میں نکل سکے ' جس لباس کے اندر وہ گهر میں اپنے دوستوں کا استقبال کرتي تهي - باهر نکلنے کیلیے ایک خاص وضع کا بهت عریض فرغل استعمال کیا جاتا تها " جسے کمر کے پاس پیٹي سے کس لیا جاتا تها ' اور وہ همارے ملک کے پادریوں کے گاؤن کي سي هیئت پیدا کرلیتا تها - فرغل پهن لینے کے بعد نه صرف جسم هي کامل طور پر چهپ جاتا تها ' بلکه لباس کي تمام آرائش بهي پوشیدہ هو جاتي تهي - امیر هو یا غریب ' جوان هو یا بڑهي ' تعلیم یافته هو یا غیر تعلیم یافته ' لیکن گهر سے باهر هر ترک عورت ایک هي طرح کے لباس میں نظر آئیگي - سنه ۱۹۱۲ع - میں جب نوجوان

غازي مصطفی کمال پاشا اور اُنکي سابق بیوي لطیفه هانم

مجلس کا اجلاس شروع ہوا - ممکن نہ تھا کہ کوئی عمارت اتنے بڑے اجتماع کی گنجائش رکھتی - اس لیے ایک کھلے میدان میں منعقد ہوا - اجتماع کئی ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا تھا ' اور ہر ٹکڑے کے وسط میں لینین کا ایک مجسمہ رکھا گیا تھا - لینین کا ایک بہت بڑا مجسمہ میدان کے دروازہ پر بھی نصب کیا گیا تھا ' جو روس کے ایک بہت بڑے صناع نے سنہ ۱۹۲۴ میں بنایا تھا - یہ ایک بہت بڑے قطر کا کرۂ ارضی ہے ' اور اُس کے قطبی حصہ پر لینین کھڑا ہے - مجسمہ کی یہ صورت اس رمز کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کمیونزم کی دعوت تمام کرۂ ارضی کی سرمایہ پرستی پر غالب آگئی ہے !

ہم نے صفحات الہلال کے لیے دو مرقعوں کا انتخاب کیا ہے - پہلا مرقع اُس موقعہ کا ہے جب سوویت کے اعلی حکام جلوس میں شریک ہونے کی طیاری کر رہے ہیں - بائیں جانب سیاہ استر خانی ٹوپی اوڑھے ہوئے صدر سوویت کھڑا ہے جسے آج کل تمام یورپ "کمیونزم کے زار" سے تعبیر کرتا ہے - اس کے ساتھ جدید کمیونسٹ فوج کی وردی پہنے ہوئے ' سوویت ارکان حکومت ہیں -

دوسرا مرقع جلوس کا ایک خاص حصہ ہے - اِس میں زیادہ تر یورپ اور انگلستان کے نمایندے ہیں - اگر آپ بائیں جانب غور سے دیکھیں تو مسٹر سکلت والا کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا ہے -

---

ترکی کی نسوانی تحریکات

الہلال نمبر (۲۳) میں عنوان مندرجۂ صدر سے ہم ایک فرانسیسی اہل قلم ' کے مقالات کا خلاصہ درج کرچکے ہیں - اب اس سلسلۂ مقالات کی تیسری قسط بھی شائع ہوگئی ہے - اِس میں زیادہ تر ترکی کی موجودہ نسوانی تحریکات اور اُنکے مقاصد پر نظر ڈالی ہے -

بلاد اسلامیہ کے جدید معاشرتی تغیرات کے متعلق وقتاً فوقتاً جو مضامین مشرق و مغرب کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں ' اکثر حالتوں میں صورت حال کی معتدل اور حقیقی نوعیت پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں - عموماً ایسا ہوتا ہے کہ مضمون نگار کوئی خاص

جدید ترکی خواتین
سنہ ۱۹۱۲ - سے ۱۹۲۵ - تک !

نقطۂ خیال رکھتا ہے ' اور اسی کے مطابق صورت حال کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہے - مثلاً جب کبھی موجودہ عہد کا کوئی یورپین سیاح ترکی اور مصر کی سیر کریگا ' اور وہاں کی جدید معاشرتی تحریکات پر نظر ڈالیگا ' تو چونکہ پیشتر سے اس بارے میں ایک خاص نقطۂ خیال قائم کر چکا ہے ' اسلیے تغیر و اصلاح کی ہر حرکت کو اُسی روشنی میں دیکھیگا ' اور مجموعی حیثیت سے ایک ایسی تصویر طیار کر دیگا ' گویا ترکی اور مصر کی جدید جماعتوں نے بہ یک دفعہ ارادہ کرلیا ہے کہ مشرقیت اور اسلامیت کے تمام عقائد و افکار سے دست بردار ہو جائیں !

دوسری طرف بعض مسلمان اہل قلم ہیں ' جو ہندوستان کے قدامت پسند مسلمانوں کے افکار و جذبات کی رعایت کرنی چاہتے ہیں - اسلیے پسند نہیں کرتے کہ نئی تحریکات کی حد سے بڑھی ہوئی آزادانہ صورت اُنکے سامنے عریاں ہو - وہ ہمیشہ ان تحریکات کے متعلق ایسی مبہم اور گول مول باتیں کہہ جاتے ہیں ' جن سے صورت حال مشتبہ ہوجاتی ہے ' اور لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکی اور مصر کی جدید تحریکات کی نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' صداقت سے یک قلم خالی ہے -

جدید ترکی نسبت کئی سال سے ایسا ہی ہو رہا ہے - ایک طرف وہ بیانات ہیں جو دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ جدید ترکی اپنے آپکو مسلمان کہنے کے لیے بھی طیار نہیں - دوسری طرف وہ خوش عقیدہ مسلمان ہیں جو اردو اخباروں کے مضامین پڑھکر خیال کرنے لگتے ہیں کہ ترکی کے نئی معاشرتی انقلاب کی نسبت جو کچھہ کہا جاتا ہے ' محض یورپین نامہ نگاروں کا سیاسی پروپگنڈا ہے - حقیقت سے اسے کوئی لگاؤ نہیں -

اس فرانسیسی مقالہ نگار کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اِس نے اپنے تاثرات کو کافی حد تک اس طرح کی بے اعتدالیوں سے محفوظ رکھا ہے ' اور کوشش کی ہے کہ بلاد اسلامیہ کی موجودہ انقلابی ذہنیت کا صحت نظر و تشخیص کے ساتھہ مطالعہ کیا جاے -

ہم اس مقالہ کا مختصر خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں ' تاکہ مسلمانان ہند جدید ترکی کے فکری تغیرات صحت کے ساتھہ معلوم کرسکیں -

مقالہ نگار لکھتا ہے :

"گذشتہ دس سال کے اندر ترکی کی معاشرتی زندگی میں جو انقلاب رو نما ہوا ہے ' اُس کا اندازہ کرنے کے لیے ہمیں نوجوان ترک عورت کی نئی تاریخ حیات پر نظر ڈالنی چاہئے -

تاریخ و عبر

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

(۲)

تین واقعات میں سے تیسرا واقعہ

جلیانوالہ باغ کا قتل عام

(۳) تیسرا واقعہ جلیانوالہ باغ کا قتل عام ہے۔ جو غدر سے ڈرے ہوئے داعوں کے طفیل عالم وجود میں آیا تھا۔ یہ حادثہ جانکاہ اپریل ۱۹۱۹ء میں واقع ہوا۔ ہندوستانی اسے اسوقت تک فراموش نہیں کرسکے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ جرنیل ڈائر کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا تھا۔ کیونکہ امرتسر میں (جو اکالی سکھوں کا صدر مقام ہے) فساد قابو سے باہر ہوچکا تھا۔ لوگوں نے کئی انگریز قتل کر دئیے تھے۔ اور عیسائی لڑکیوں کی قیامگاہ جلانے کی بھی کوشش کی تھی۔ جلیانوالہ باغ میں جو ہجوم اکٹھا ہو رہا تھا، وہ امن پسند نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ اُن کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔ جب ڈائر موقع پر پہنچا، تو ایک شخص تقریر کر رہا تھا۔ ڈائر نے آتے ہی سپاہیوں کو فائر کرنے کا حکم دے دیا، اور دس منٹ کے اندر سیکڑوں آدمی موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ قریباً ایک ہزار آدمی زخمی بھی ہوئے تھے (لیکن ہندوستانی مقتولین اور مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ بتاتے ہیں) جب سپاہیوں کے کارتوس ختم ہوگئے تو یہ قتل عام خود بخود بند ہوگیا۔ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ڈائر نے مارشل لا کی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو جو شہادت دی تھی، اس سے اُسنے اپنے آپ کو سخت نقصان پہونچایا۔ کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ عبرتناک سزا دیکر لوگوں کے دلوں میں خوف اور دہشت پیدا کرنی چاہتا تھا!

چونکہ مارشل لا کی وجہ سے لوگوں کو شام کے بعد گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اُس شام کو کوئی شخص جلیانوالہ باغ کے مردوں اور زخمیوں کے پاس جانے کی جراُت نہ کرسکا، اور نہ ہی فوجی حکام نے ان کی طرف توجہ کی۔ میں اسوقت تمام خوفناک واقعات از سر نو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجائے اسکے کہ انگریز ڈائر کی حرکت کے متعلق اظہار نفرین کرتے، انھوں نے اُلٹا [illegible] [illegible] انگریزوں نے ہندوستانیوں

سے وہی سلوک کیا جو غدر کے ایام میں کیا تھا۔ انھوں نے علانیہ طور پر یہ بات ثابت کردی کہ وہ محض تلوار کے زور سے ہندوستان کو غلام رکھنا چاہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ سخت گھبراگئی لیکن اسے بھی مصلحتاً ڈائر کی حرکات کی تائید ہی کرنی پڑی۔ اس وحشتناک واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ہندوستان میں اتحاد کی ایک برقی لہر دوڑ گئی: لوگوں نے باہمی نفاق بالائے طاق رکھکر ایک متحدہ تحریک گورنمنٹ کے خلاف جاری کردی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اسنے ایسی عظیم طاقت حاصل کرلی کہ تمام انگریز گھبرا گئے۔ انھوں نے گورنمنٹ آف انڈیا کو بڑے زور سے مشورہ دیا کہ یہ تحریک بالکل کچل ڈالی جائے۔ انہی دنوں میں انگریزوں نے (جو ہندوستان میں مقیم تھے) جرنیل ڈائر کے واسطے ۳۰ ہزار پونڈ جمع کرکے بھیجدیا۔ کیونکہ اسے گورنمنٹ نے ملازمت سے برطرف کردیا تھا۔ مجھے یقین ہے ان میں سے بعض آدمی ایسے بھی ہونگے۔ جو ضرور خیال کرتے ہونگے کہ ان کی قوم نے ڈائر کی تائید کرکے اپنی حماقت کا ثبوت دیا ہے جب تک ہم ہندوستانی حالات کو ٹھنڈے دل سے نہ سوچیں گے۔ ہم فوراً ایک معمولی بات پر مشتعل ہوجایا کرینگے۔ جس طرح کہ ہماری قوم کے ایک نمائندے (ڈائر) نے امرتسر میں مشتعل ہوکر قتل عام کردیا!

غدر کی انگریزی تاریخیں

میں حیران ہوں، میری قوم نے اسوقت تک تاریخی کتابوں میں غدر کے یکطرفہ افسانوں کا اندراج کیوں جاری رکھا ہے؟ ان میں ہندوستانیوں کے خلاف اس قدر زہر اگلا ہے کہ کوئی انگریز پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ کتابیں محض اس غرض سے لکھی گئی تھیں کہ انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انگریز مورخوں نے بعض جرنیلوں کی شجاعت و ہمت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ ہندوستانیوں کے بڑے بڑے [illegible] کی بھی اس قدر تعریف نہیں کی [illegible] [illegible]

وہسن کی سوانح حیات جو فوراٹر نے لکھی ہے کئی دفعہ پڑھی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اسمیں اصلی نکلسن کا خاکہ نظر نہیں آسکتا۔ اس کی موہوم بہادری کے قصّوں نے اس کی حقیقی زندگی چھپادی ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اس کی حقیقی سیرت دکھائی جاتی۔ اسمیں شک نہیں، نکلسن ایک بہادر سپاہی تھا۔ وہ اپنی قوم کی خاطر بڑی بہادری سے لڑا۔ لیکن اسے دُنیا کے عظیم سپہ سالاروں کے زمرہ میں شامل کرنا انصاف سے بعید ہے۔ سر جارج فارسٹ نکلسن کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ ایک تندخو آدمی تھا۔ اور عام طور پر بدزبانی کیا کرتا تھا۔ اس کی بہادری مسلم تھی۔ لیکن وہ نافرمان بھی تھا۔ اُسنے لارنس کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا تھا۔ کیمبل بھی ان افسانوں کو جو نکلسن کے متعلق مشہور تھے، بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ اسی طرح تواریخ میں نیل، ہیولاک اور ہڈسن کے کارہائے نمایاں کے متعلق بے شمار لغو کہانیاں مورخانہ جرأت و سنجیدگی کے ساتھ درج کردی گئی ہیں!

نیل کی کارگذاری کے متعلق ہومز لکھتا ہے:

"بنارس کے باشندوں میں یہ ڈر پیدا ہوگیا تھا کہ نیل شہر کو گلزار کرنے والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے باشندے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ گئے۔"

فارسٹ بھی ہومز کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"نیل نے لوگوں پر ایسے مظالم روا کئے تھے کہ اگر وہ زندہ رہتا، تو اس کی قوم بھی ضرور اسے لعن طعن کرتی۔ لیکن موت نے جلد ہی اس کے عیب ڈھانپ لئے۔ میں نیل کو اس کے مظالم کی وجہ سے ہرگز معاف نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ظلم نہ کرتا تو لدھیانہ کی پلٹن کبھی تباہ نہ ہوتی۔ الہ آباد میں بھی اسنے فیروزپور کی پلٹن کو اپنے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے مخالف بنالیا تھا۔ حالانکہ مجھے اس پلٹن کی وفاداری پر پورا اعتماد تھا۔ نیل کی عادت یہ تھی کہ وہ کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا، اور لوگوں سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا تھا مجھے یقین ہے کہ مورخین کی آیندہ نسل اس شخص کو بے شمار وحشیانہ مظالم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی جرأت نہ کریگی!"

برطانوی راست بیانی!

جنگ یورپ میں بھی ہمارے اخباروں نے یہ افواہیں مشہور کردی تھیں کہ جرمنی کے سپاہیوں کو انکے افسر مار مار کے میدان میں بھیجتے تھے۔ کیونکہ وہ ایسے ڈرپوک تھے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کی جراُت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ غلط بیانی جنگ کے واقعات نے جھوٹی ثابت کردی۔ جرمنی کی فوجیں ایسی جانفشانی سے لڑیں کہ انکے دشمن بھی عش عش کر گئے۔ اس قسم کی جھوٹی خبروں کے پھیلانے سے مدعا یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کی تضحیک کی جائے، اور انکے خلاف نفرت کا جوش پیدا کردیا جائے، اسی طرح غدر کے دنوں میں بھی انگریز مؤرخین نے اس قدر جھوٹے افسانے تاریخوں میں درج کر ڈالے۔ کہ انھوں نے اصلی واقعات پوشیدہ کردیئے!

بعض حقائق کا اعتراف

ہمارے غدر کے مورخ بھی کہیں کہیں کسی ہندوستانی کی تھوڑی سی تعریف کردیتے ہیں۔ مثلاً جھانسی کی رانی کے متعلق تقریباً سب متفق ہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی۔ سر [illegible] (جس نے رانی کو شکست دی تھی) اُسکے متعلق کہا تھا:

"وہ سب سے زیادہ بہادر اور لائق جرنیل تھی اُسنے لڑائی میں ایسے کارنامے دکھلائے کہ انگریز بھی تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے"

انگریزوں نے اسے زندہ پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ کیونکہ اسنے لڑائی کے میدان میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

لڑکیوں نے یشمک کا استعمال ترک کر دیا، اور مغرب تعلیم یافتہ لڑکیاں تار اور ٹیلیفون کے مرکزوں میں کام کرنے لگیں، تو اس وقت بھی انھیں اس بات کی جرأت نہیں ہوئی تھی، کہ یورپین عورتوں کی طرح اپنے آرائشی لباس میں باہر نکلیں - دولت مند گھرانوں کی بے شمار عورتیں ہیں، جو پیرس کے مشہور درزیوں کے یہاں اپنے کپڑے سلواتی ہیں، اور اپنی بالوں کی آرایش اور لباس کی دیکھ بھال کیلیے بیش قرار تنخواہوں پر فرانسیسی خادمائیں رکھتی ہیں، تاہم وہ بھی جب گھر سے باہر نکلتی ہیں، تو اپنا حسین اور فیشنیبل فرانسیسی لباس سیاہ وعریض فرغل کے اندر چھپا لیتی ہیں - یہ فرغل اس وقت تک انکے جسم سے الگ نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ گھر کی چاردیواری کے اندر واپس نہ آ جائیں"

اسکے بعد مقالہ نگار نے ان تغیرات کا ذکر کیا ہے جو جنگ کے بعد جدید قومی تحریک کے ساتھہ ساتھہ ظہور پذیر ہوئے، اور جو اب نہایت تیزی کے ساتھہ عام ہو رہے ہیں :

" ان تغیرات میں سب سے زیادہ اہم چیز ترک عورتوں کی معاشرتی ذہنیت ہے - یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اندر انھوں نے تغیر و انقلاب کی بہت بڑی مسافت طے کرلی ہے - سنہ ۱۹۱۴ع کی نوجوان ترک خاتون اگرچہ اپنی آزاد خیالی اور ذہنی استعداد کے لحاظ سے قدیم مشرقی عورتوں سے بالکل مختلف قسم کی ذہنیت رکھتی تھی، تاہم اس میں موجودہ عہد کی وہ بے خوف روح نہیں پائی جاتی تھی جو قدامت کے دائرۂ اثر سے پوری

جنگ سے پہلے ایک زنانہ اسکول کی ترک لڑکیاں

خالدہ ادیب خانم

عہد حاضر کی مشہور اہل قلم جو آجکل امریکہ میں مقیم ہے

طرح آزاد ہو چکی ہے - اس میں ایک ایسا محسوس تذبذب اور اضطراب باقی تھا، جس کے اندر روح قدامت کی ایک دھندلی سی تصویر نظر آ جاتی تھی - لیکن سنہ ۱۹۲۷ع کی ترقی یافتہ ترک عورت کامل معنوں میں آزاد خیال ہے - اس کا تذبذب مٹ چکا ہے - اس میں اضطراب فکر کی جگہ عزم اور فیصلہ پیدا ہوگیا ہے - وہ وقت کی روح سے لبریز ہے، اور صرف مستقبل ہی کی طرف نگاہ رکھتی ہے - بلا شبہ یہ صورت حال اس وقت تک صرف اونچے طبقہ ہی میں محدود ہے - متوسط طبقہ کی عورتیں عموماً پچھلی حالت ہی میں باقی ہیں - لیکن اگر ترکی کی موجودہ حکمران جماعت کو فوری زوال پیش نہ آگیا، تو یہ بات یقینی ہے کہ بہت جلد یہ روح تمام ترکی میں پھیل جائیگی "

" اب نو جوان عورتیں وہ پرانا فرغل بھی ترک کرتی جاتی ہیں، جو باہر نکلنے کیلیے انکی لازمی پوشش تھی - اسکی جگہ ایک ایسا لباس وضع کرلیا گیا ہے جو گھر اور گھر سے باہر، دونوں حالتوں میں کام دیسکتا ہے - گزشتہ سال انگورہ میں یہ دیکھکر مجھے نہایت حیرت ہوئی تھی کہ ارکان حکومت کی بیویاں بغیر فرغل پہنے ہوئے باہر نکلتی تھیں اور مجلس (پارلیمنٹ) کی گیلریوں میں بیٹھی نظر آتی تھیں - بعد کو مجھے بتلایا گیا کہ یہ طریقہ اب روز بروز مقبول ہوتا جاتا ہے، اور اعلی طبقہ کی کوئی ترک عورت ایسی نہیں ہے جو قدیم فرغل استعمال کرتی ہو "

"کیا ٹیگور وفادار ہے؟"

میرا ایک دوست کسی پادری سے ٹیگور کے متعلق بات چیت کر رہا تھا وہ اسکی ادبی شہرت کا بہت معترف تھا۔ پادری نے بات کاٹ کر پوچھا "آیا وہ وفادار بھی ہے؟" اگر اسوقت مسٹ پال بھی برٹش گورنمنٹ کی رعیت ہوتا تو غالبًا یہ پادری اس کے متعلق بھی یہی سوال کرتا۔ البتہ مجھے یقین ہے، وہ اسٹریلیا یا کینیڈا کے کسی باشندے کے متعلق یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جب تک انگریزوں کی ہندوستانی سیرت کے متعلق یہ رائے رہے گی، تب تک فریقین میں ہمیشہ غلط فہمی قائم رہے گی اور ان کی باہمی مخالفت روز بروز بڑھتی جائے گی۔

پنجاب کے فسادات میں سب سے زیادہ قبیح فعل امرتسر میں ہوا تھا۔ وہاں ایک کوچہ کے باشندوں کو حکم دیا گیا کہ گھر سے باہر نکلتے وقت یا گھر کی طرف جاتے وقت پیٹ کے بل رینگ کر چلیں۔ کیونکہ حکام کو یقین دلایا گیا تھا کہ اس کوچہ کے بعض باشندوں نے ایک میم پر حملہ کیا تھا۔ شہروں پر ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری کرنا بھی اس سے کم خوفناک واقعہ نہیں ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ اگر لورپول یا مانچسٹر میں فساد ہو جائے۔ تو بلاشبہ حکام حفظ عامہ کی خاطر مفسدوں پر گولی چلانے سے دریغ نہیں کرینگے لیکن وہ کسی حالت میں بھی یہ نہیں کر سکتے کہ اس شہر پر آسمان سے بم کے گولے پھینکیں۔ اس قسم کے مظالم صرف اس صورت میں روا رکھے جا سکتے ہیں۔ جب قوموں کے درمیان جنگ چھڑ جائے۔

فجٹ نے ایک کتاب "غدر کی کہانی" میں مندرجہ ذیل سطور لکھی ہیں:

"ایشیائی دماغ کو سمجھنا ایک نہایت مشکل کام ہے۔ کیونکہ کوئی آدمی اس کے اسرار نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن یہ مسلم امر ہے۔ کہ غدر کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے۔ مجھے ایک پادری نے بتایا کہ اسنے ایک دفعہ اسکول کے طالب علموں کو غدر پر جواب مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر تمام لڑکوں نے خالی کاغذ پیش کر دیئے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ یہ واقعہ اس قدر محسوس کرتے تھے۔ کہ ہمیں اپنے اندرونی خیالات سے آگاہ کرنا نہیں چاہتے تھے"

بعض واقف کار انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ غدر کی یادداشتیں کچھ عرصے کے بعد معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن میرے خیال میں جب تک ہماری کتابوں میں غدر کے افسانے درج رہیں گے، تب تک کوئی شخص بھی انھیں نہیں بھول سکتا۔ اس اسپرٹ کو زائل کرنے کے صرف دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام اسکول اور کالج بند کر دیے جائیں تاکہ آئندہ نسلوں کو پچھلی صدی کے واقعات کے متعلق کچھ علم نہ ہو۔ یا ہمیں چاہیے کہ ان واقعات کو ان کی اصلی صورت میں دکھائیں اور اپنی طرز تحریر یکسر تبدیل کر دیں۔

ساورکار نے غدر کو آزادی کی جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اسنے ایک مکمل تاریخ ہند لکھی تھی لیکن گورنمنٹ نے اس کی اشاعت بند کر دی کیونکہ گورنمنٹ کو یقین دلایا گیا تھا کہ اسمیں غلط واقعات درج کئے گئے ہیں جن سے انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہے!

چونکہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہم سے انتقام لینے کی خاطر ہمارے خلاف ہر قسم کی غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہندوستانی اخبارات اور رسائل اٹھا کر دیکھئے ان میں ہمارے خلاف کس قدر زہر اگلا جاتا ہے۔

خاتمہ سخن

ہمیں ملک [illegible] بالکل بھول جانا چاہیئے جس طرح کہ ہم [illegible] قیدیوں کا ریل گاڑی میں دم گھٹ کر مر جانے کے واقعہ کو بالکل بھول چکے ہیں۔ ہمیں کانپور کے مظالم پر بھی شور مچانا نہیں چاہیئے جس طرح ہم دہلی۔ بنارس۔ الہ آباد وغیرہ میں اپنی کارگذاریاں فراموش کر چکے ہیں۔ جب ہم اپنے مظالم بھول چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستانی ہماری زیادتیاں ہر دم یاد رکھیں!

سر چارلس ایچین نے لارنس کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ اسنے اس کے بت کا بھی جو لاہور کی ٹھنڈی سڑک پر استادہ ہے، ذکر کیا ہے اس بت پر یہ حروف کندہ ہیں "کیا تم ہماری حکومت تلوار کے زور سے تسلیم کروگے۔ یا قلم کے زور سے"؟ ان الفاظ سے ہندوستانی قوم کو دو رستے دکھائے جاتے ہیں۔ یا تو وہ خوشی سے ہماری اطاعت قبول کرلے یا تلوار کے زور سے محکوم رہے۔ اسمیں شک نہیں کہ آجکل قلم کے زور سے حکومت کی جارہی ہے۔ لیکن تلوار ہر وقت برہنہ رہتی ہے۔ اس قسم کے کتبوں سے ہندوستانیوں کے دلوں میں غصہ کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بت کی شب و روز حفاظت کی جاتی ہے تاکہ اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔

روڈیش ووٹ نے تاریخ ہند میں کیا خوب لکھا ہے کہ غدر کے خوفناک مظالم کو اسکول کی کتابوں سے مٹا دینا چاہیئے۔ کیونکہ جب ہندوستانی طلبا کو نیل جیسے ظالم انگریزوں کے کارنامے نہیں پڑھائے جاتے۔ تو پھر انہیں کانپور کے کنوئیں کا افسانہ کیوں سنایا جائے؟ میں یقین کرتا ہوں کہ اسوقت ہماری قوم ماضی کو فراموش کر دینے کے لئے طیار ہے۔ اگر انگریزوں کی موجودہ نسل کو یقین دلایا جائے کہ ان کے بزرگوں نے ہندوستانیوں پر کس قدر ظلم و ستم ڈھائے تھے، تو وہ ان کی تلافی کے لئے یقینًا طیار ہو جائے۔

(مترجمہ چودھری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد)

بریدِ شرق

مکتوب آستانہ

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قسطنطنیہ کے قلم سے)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا از سر نو انتخاب۔ سازشیوں کو سزا۔ ٹرکی کی آبادی۔ ٹرکی اور امریکہ۔ ترکی تیرانہ۔

غازی کا از سر نو انتخاب

گذشتہ ہفتہ مجلس وطنی (پارلیمنٹ) کا از سر نو افتتاح ہوگیا۔ غازی کمال پاشا، دوبارہ، صدر جمہوریت منتخب کئے گئے عصمت پاشا بدستور وزیر اعظم رہے۔ مجلس وطنی کے سابق صدر، کاظم پاشا بھی نئے انتخاب میں کامیاب ہے۔

مجلس وطنی کے تمام ارکان نے ایک ایک کر کے، صدر مجلس کے سامنے حسب ذیل قسم کھائی:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ایسے مقصد کے لئے کوشش نہیں کروں گا جو وطن کی سعادت، قوم کی سلامتی، اور اُس کی بے قید و شرط سیادت کے منافی ہو۔ نیز میں جمہوریت کے اصول سے برابر وفادار رہوں گا"

خلق فرقہ سی نے جمہوریت کی صدارت کے لئے کوئی نام پیش نہیں کیا تھا، بلکہ اپنے ارکان کو آزادی دیدی تھی کہ جس شخص کو پسند کریں، اس منصب کے لئے منتخب کرلیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی غازی مصطفےٰ کمال پاشا ہی بالاتفاق صدر قرار دے دئے گئے۔ تب صدر مجلس وطنی نے اُنھیں قسم کھانے کے لئے طلب کیا۔ اُنھوں نے ان لفظوں میں قسم کھائی۔

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ صدر جمہوریت ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے قوانین اور قومی سیادت کے اصول کی حفاظت و مدافعت کروں گا۔ میں اپنی پوری قوت سے اور پورے اخلاص سے ترکی قوم کی بھلائی کے لئے کوشش کروں گا۔ میں پوری شدت سے ہر اُس خطرے کی مقاومت کروں گا جو ترکی حکومت کو لاحق ہوگا۔ ترکی شرافت کی حفاظت، اُس کی برتری اور اپنے فرائض ادا کرنے پر میں اپنی پوری زندگی وقف کر دوں گا!"

جب غازی قسم کھا رہے تھے تو ہر جملہ پر تالیوں کا ایک شور بلند ہو جاتا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض سلطنتوں کے سفیر بھی تالیاں بجانے میں شریک تھے۔

قسم کے بعد غازی نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ منصب، صدر جمہوریت کا منصب، درحقیقت قوم کی پوری فضیلت استقامت، اور معصومیت کا مظہر اور نمائندہ ہے۔ اس حقیقت سے میرا قلب و ضمیر پوری طرح باخبر ہے۔ میں اُن تمام اہم فرائض اور نازک ذمہ داریوں سے کماحقہ آگاہ ہوں جو صدارت کی اس کرسی نے مجھ پر عائد کردی ہیں۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ اس جدید اعتماد کو بھی سچا ثابت کر دوں جس سے قوم نے مجھے سرفراز کیا ہے۔ یہ اعتماد اس امر کا ثبوت ہے کہ قوم ہماری خاکسارانہ کوشش پورے اطمینان سے پسند کرتی ہے۔ میری مسلسل کوشش رہے گی کہ قوم کی زیادہ سے زیادہ بڑی خدمت انجام دیتا رہوں"۔

اس کے بعد غازی نے کہا:

"یہ جمہوریت، جو خود مختاری، قومیت، اور قوت مندی پر قائم ہوئی ہے، اور جسنے گزشتہ برسوں میں اپنی اصلاحات و انقلابات سے اپنی قوت قاہرہ ثابت کردی ہے، قوم کی اُمیدوں اور آرزوؤں کے بالکل

ہمیں یہ تحقیق کرنی پڑے گی کہ کیا وجہ تھی کہ ہندوستانی عورتیں بھی ہمارے خلاف لڑنے پر آمادہ ہو گئی تھیں؟ جھانسی میں کئی انگریز اور عورتیں قتل کر دی گئی تھیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ رانی نے یہ خونریزی پسند نہ کی ہوگی۔ جب جھانسی فتح ہو گیا، تو اس کے باپ کو سیکڑوں آدمیوں کے ساتھ پھانسی دی گئی۔

شہزادہ فیروز کے متعلق بھی عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ بڑا بہادر اور جرار آدمی تھا۔ اس نے دہلی میں ہمارے آدمیوں کو بچانے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جنگ کے میدان میں بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے لڑتا رہا۔ حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اگر ہمارے ہاتھوں میں پھنس گیا تو اسے فوراً پھانسی دے دی جائے گی۔ خود ہمارے آدمی بھی خفیہ طور پر خوش تھے کہ وہ پکڑا نہیں گیا۔ اس کی شہسواری اور اس کا سیکڑوں دفعہ موت کے منہ سے بال بال بچ جانا ایک افسانہ بن گیا ہے۔ بعض شعرا نے بھی اپنے اشعار میں اس کی بہادری کے تذکرے کئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۸۶۲ء تک ہندوستان کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ بعد ازاں ۱۸۶۶ء میں وہ عرب میں آخری دفعہ دیکھا گیا۔ اللہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہندوستانی روایات بھی تاریخ کی کتابوں میں درج کی جائیں گی۔ اور صحیح واقعات کی طرح مستند سمجھی جائیں گی۔ وہ داستان بھی کس قدر دل ہلا دینے والی ہوگی!

ہمارے مورخین لکھتے ہیں کہ یہ غدر ہندوستان کو آزاد کرانے کی خاطر برپا نہیں کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ محض چند فوجوں کی بغاوت تھی۔ اچھا، اگر ایسا ہی تھا تو پھر بے گناہ آبادیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور غیر محارب جاہلوں کو بھی بلا تمیز قتل کر ڈالنا، کس قدر انسانیت سوز حرکات تھیں! اگر اس قسم کے دردناک مظالم کسی دوسرے ملک میں ہوتے تو یقیناً پورا ملک متحد ہو کر برسر پیکار ہو جاتا۔ گو یہ وبا زیادہ تر آگرہ کے صوبہ ہی میں رہی۔ لیکن پھر بھی اس صوبہ کے عام لوگوں نے اسمیں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا۔ ہمیں ناچار تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہی لوگوں نے بہت سے انگریزوں کی جانیں بچا کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ ہندی سپاہی انکے مخالف ہو گئے تھے۔

فارسٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے:

"۱۰۔ دن کے اندر اودھ کے صوبہ میں انگریزی راج خواب کی مانند غائب ہو گیا تھا۔ سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ اور عوام الناس نے اطاعت کا جوا اتار کر پھینک دیا تھا۔ لیکن کمال کی بات یہ ہے کہ پھر بھی کوئی ظلم برپا نہ ہوا۔ نہ ہی کسی نے انتقام لینے کی کوشش کی۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ نہایت اعلیٰ درجہ کا سلوک کیا۔ بلکہ لکھنؤ کے نواب بھی ان کے ساتھ کمال شرافت سے پیش آتے رہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض نوابوں کو انگریزوں سے بسا اوقات نقصان پہنچا تھا۔"

میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہماری بے رحمی بلاوجہ نہ تھی کیونکہ غدر کے ابتدائی مراحل میں ہمیں اشتعال دلایا گیا تھا۔ باغی سپاہ نے قتل کی ابتدا کی تھی۔ سب سے پہلے میرٹھ کی ہندوستانی فوج کے ایک دستے نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ بعد ازاں دہلی میں انہی باغیوں کے ایما سے فرنگیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ اس کے بعد بغاوت کا اثر دور دور پھیل گیا اور ۲۲ انگریزی چھاؤنیاں اس سے متاثر ہو گئیں۔ اسوقت دونوں طرف سے باقاعدہ خونریزی شروع ہو گئی تھی اور جنگ کا میدان گرم ہو گیا تھا۔ جھانسی اور کانپور میں انگریزوں کو سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ لیکن جب انگریزوں کی باری آئی تو انھوں نے تمام علاقے زیر و زبر کر دیئے۔ جھانسی اور کانپور کے ہول

اسمیں کچھ شک نہیں، کہ فریقین کے پاس ایسی غلط افواہیں پہنچائی جاتی تھیں جن سے خواہ مخواہ اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ مثلاً باغیوں کو یقین دلایا گیا تھا، کہ انگریزی گورنمنٹ تمام ہندو مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ ہے، اور اُن کا مذہب بگاڑنے کی تدابیر کر رہی ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی ہندوستانیوں کی بے رحمی کے فرضی قصے سنائے جاتے تھے جس سے ہمارا جام صبر لبریز ہو جاتا تھا۔ جنگ کے ایام میں عموماً جھوٹی خبریں محض اس غرض سے پھیلائی جاتی ہیں تاکہ دشمنوں کے خلاف سخت نفرت پھیل جائے۔ اسوقت کسی کو ٹھنڈے دل سے خبروں کی چھان بین کرنے کی فرصت نہیں ہوتی۔ یہی حال امرتسر کے فسادات میں بھی ہوا۔ وہاں ایک میم پر حملہ کئے جانے سے تمام انگریز بھڑک اٹھے اور انکے غصے کی کچھ انتہا نہ رہی۔

لارڈ کیننگ نے ملکہ معظمہ کو ایک خط میں مفصل ذیل فقرات لکھے تھے جو قابل غور ہیں:

"اگر وہ انگریز جن کے اہل و عیال کو باغیوں کے ہاتھوں کچھ نقصان پہنچا ہو، انکے خلاف نفرت کا اظہار کریں، تو وہ حق بجانب ہیں۔ لیکن حیرانگی کی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ شور واویلا وہ لوگ مچا رہے ہیں جو بڑے آرام سے غدر کے حلقۂ اثر سے دور اپنے گھروں میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ مثلاً کلکتہ کی انگریزی آبادی فسادات کے علاقے سے بہت دور تھی۔ بایں ہمہ وہ ہندوستانیوں کے خلاف بڑا زہر اگل رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ انکے معاندانہ خیالات امن قائم کرنے میں سدّ راہ ہونگے۔ انگریزوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستانیوں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور ان سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنی ہے تو ہندوستانیوں کو دیوانی اور فوجی ملازمتیں دیکر ان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے بغیر حکومت کا انتظام ایک دن بھی نہیں چل سکتا۔ میں مبالغہ نہیں کرتا۔ یہ صحیح بات ہے کہ اگر ہم تمام ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیں تو بہت سے انگریز اسے بہ نظر تحسین دیکھیں گے۔ کیونکہ وہ صاف طور پر اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان مستقل نفرت کی دیوار قائم کی جائے۔ بعض انگریز ہندوستانیوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں کرتے حالانکہ انہی فسادات میں بہت سے ہندو اور مسلمانوں نے انگریزوں کو باغیوں کے مظالم سے بچایا ہے۔"

پنجاب کے فسادات کے دوران میں انگریزوں میں بہت جوش پھیلا ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کی فکر لگی رہتی تھی لیکن تعجب کی بات ہے کہ شور مچانے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو صحت افزا پہاڑی مقامات پر یا بڑے بڑے شہروں میں امن و امان سے مقیم تھے۔ اور ان کی حفاظت کے واسطے مکمل فوجی انتظام موجود تھا۔ علاوہ بریں وہ خود بھی خاصی تعداد میں ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ برخلاف اس کے اضلاع کے حکام یا چائے کے کھیتوں کے مالکوں یا پادریوں کی جماعت نے کبھی چیخ و پکار نہ کی۔ حالانکہ انھیں ہر وقت اپنی جان کا خطرہ ہونا چاہیے تھا۔ وہ ایسے مقامات پر متعین تھے جہاں کسی قسم کی بروقت امداد کا بہم پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مقدم الذکر لوگوں کو اپنے اوپر بھروسہ نہ تھا۔ وہ پہاڑوں اور شہروں میں ہندوستانیوں سے بالکل الگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی طرز معاشرت بالکل علاحدہ ہے۔ ہندوستانیوں سے انہیں کسی قسم کی یگانگت یا ہمدردی نہیں ہے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں ایسی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح انکے بھائی بند انگلستان میں کرتے ہیں۔ وہ اس ملک کے واقعات بھی ولایت ہی کے اخبارات میں پڑھنے کے عادی ہیں۔ لیکن

برادری سے علیحدہ رہتے ہیں۔ بدیں وجہ انہیں ہندوستانیوں سے معاشرتی تعلقات پیدا کرنے پڑتے ہیں، اور اپنے ساتھ ایسے احباب اکٹھے کر لیتے ہیں۔ جو فسادات کے موقع پر بھی مدد کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں

جب ہم ہندوستان آتے ہیں تو ہم اس کے باشندوں کے متعلق براہ راست تجربہ حاصل کرنے کی مطلق کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ جو کچھ ہمارے مصنفوں نے لکھ دیا ہے، وہی ہمارے دماغوں میں گونجتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ہر ہندوستانی کو یا تو بھیک مانگنے والا یا جھوٹا آدمی یا دغاباز سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس ملک کے باشندوں سے راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ ان کے اصلی اخلاق و عادات سے واقف ہو سکیں۔

ایک ناقابل فراموش شہادت

پنجاب کے فسادات میں ہندوستانیوں نے سب سے زیادہ یہ بات محسوس کی کہ انگریز عورتوں نے بھی مارشل لا کے مظالم کی بڑی زور سے تائید کی تھی۔ حالانکہ یہ قدرتی امر ہے کہ عورتیں دہشتناک افعال سے نفرت کرتی ہیں۔ اور ان کے رقیق جذبات قتل و خونریزی کی سختیوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میں ذیل میں ایک ہندوستانی عورت کا بیان جو اوڈوائر بنام سنکرن نائر کے مقدمہ میں، دیا گیا تھا، درج کرتا ہوں۔ اس سے جلیانوالہ باغ کے حادثہ کی نوعیت ظاہر ہوگی:

"سوال: تمھیں اپنے خاوند کے قتل کی کب اطلاع ملی؟

جواب: جب جلیانوالہ باغ میں گولی چلی۔ میں نے اپنے کوچہ کے باشندوں سے سنا کہ ہزاروں آدمی مارے گئے ہیں۔ مجھے سخت تشویش ہوئی۔ کیونکہ میرا خاوند بھی اسی جگہ گیا ہوا تھا، میں فی الفور باغ میں چلی گئی۔ اسوقت شام ہو گئی تھی۔ تمام جگہ لاشوں سے اٹی ہوئی تھی۔ میں نے ہر جگہ اپنے خاوند کی لاش تلاش کی۔ بالآخر اُس کی لاش کئی لاشوں کے نیچے سے برآمد ہوئی۔ زخمیوں کے دردناک نالوں اور قریب الموت انسانوں کی چیخوں سے آسمان گونج رہا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی شخص میرے خاوند کی لاش اٹھا کر گھر تک پہنچا دے۔ لیکن کسی نے شام کے بعد باہر نکلنے کی جرات نہ کی۔ کیونکہ حکام نے شام کے بعد باہر نکلنا ممنوع قرار دیدیا تھا۔ ناچار میں نے تمام رات اسی باغ میں اپنے خاوند کی لاش کے پاس جاگتے گزار دی۔ کیونکہ کتے بڑی تعداد میں ادھر اُدھر منڈلا رہے تھے۔ اور مجھے ہر وقت انھیں چھڑی سے بھگاتے رہنا پڑتا تھا۔ رات کے ۲ بجے مجھے ایک سکھ زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے اُس کی زخمی ٹانگ سیدھی کر دی۔ وہاں ایک بارہ برس کا بچہ بھی زخمی تھا جو تمام رات درد کی وجہ سے چیختا رہا تھا۔ ایک اور زخمی بھی پیاس کے مارے بلبلا رہا تھا۔ چونکہ وہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا اسواسطے میں لاچار تھی۔ میں تمام رات زخمیوں کے کراہنے کی آواز سنتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو سندر داس چارپائی لے کر آیا پھر میں اپنے خاوند کی لاش گھر لے گئی۔"

امرتسر کے حوادث سے پتہ لگتا ہے۔ کہ غدر کے تاثرات دو نسلوں تک بھی نہیں مٹ سکے۔ جب ہمیں کوئی شخص کہتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کر رہے ہیں۔ تو ہم بڑے زور سے اس کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے باہمی تعلقات کو غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ہندوستانیوں کو غلاموں سے بہتر نہیں سمجھتے۔ جب ہماری آپس میں کسی ہندوستانی کے متعلق بات چیت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے دریافت کرتے ہیں "آیا وہ وفادار اور نمک حلال بھی ہے"؟ ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اگر وہ ایک نہایت لائق مدبر مشہور سیاست داں ہو۔

برطانی ہندوستان میں مدرسہ جانے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد (سنہ ۱۹۲۵ء)

	مدراس	بمبئی	بنگال	یو۔پی	پنجاب	سی۔پی	بہار اور اڑیسہ	آسام	برما
۶ سے ۱۰ برس کی عمر لڑکے	۱۹۰۷۱۵۵	۷۴۲۰۰۸	۱۳۱۰۰۶۴	۹۲۱۸۶۲	۳۵۸۲۵۸	۲۲۶۲۵۶	۷۹۷۴۶۰	۱۸۴۱۴۱	۱۴۷۵۱۶
لڑکیاں	۲۰۱۲۸۱	۱۱۵۵۱۸	۳۰۵۳۶۰	۴۷۴۷۰	۵۱۱۵۲	۱۹۱۱۶	۶۶۶۸۱	۱۱۹۲۸	۲۸۵۷۴
۱۱ سے ۱۵ برس کی عمر لڑکے	۱۵۰۸۲۹	۱۷۷۲۰۰	۳۵۲۹۰۴	۱۱۰۰۱۳	۳۳۷۷۹۰	۷۰۲۵۷	۷۴۸۱۰	۲۰۳۷۱	۱۵۱۲۹۹
لڑکیاں	۱۷۱۹۶	۱۱۴۶۷	۱۵۶۱۶	۲۰۶۷۷	۱۵۴۱۶	۴۷۹۵	۳۸۴۷	۳۷۱۷	۲۲۵۲۵

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہیں سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں

	کالج	خاص فنون کے مدرسے	قانون	ڈاکٹری	انجینیری	ٹریننگ	زراعتی	بیطری	تجارتی	جنگلوں کی تعلیم	ہائی اسکول	انگریزی ٹل اسکول	دیسی ٹل اسکول	ابتدائی مدارس	[illegible]
آرٹس اور سائنس	۲۱۱	۷۷۰۴	۱۳	۸	۷	۲۱	۵	۳	۱۴	۲	۲۶۰۴	۳۲۲۰	۴۲۹۷	۱۷۵۵۹۶	۰۰۰۰
مردانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۲۷۰	۲۹۶۸	۳۸۵۳	۱۵۰۹۱۹	۰۰۰۰۰
زنانہ	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	۲۳۴	۲۵۲	۴۴۶	۴۴۹۷۷	۰۰۰۰
مدراس	۳۰	۳۸۹	۱	۲	۱	۵	۱	۱	۱	۱	۳۸۰	۲۵۰	...	۴۳۳۱۱	۶٫۲
بمبئی	۱۴	۴۲۲	۲	۱	۲	۱	۱	...	۱	...	۲۱۳	۲۶۵	....	۱۲۸۹۲	۷٫۶
بنگال	۳۰	۲۶۸۲	۳	۳	۱	۶	...	۱	۵	...	۹۰۶	۱۵۷۵	۱۱۶	۵۰۴۵۰	۹٫۵
یو پی	۱۶	۴۵۱	...	...	۱	۳	۱	...	۸	۱	۱۹۰	۱۱۲	۹۸۵	۱۸۷۹۴	۹٫۴
بہار، اڑیسہ	۶	۴۵۲	۱	...	۱	۲	...	...	...	...	۱۴۷	۲۸۷	۲۱۹	۲۹۴۵۷	۵٫۲
پنجاب	۱۱	۲۲۴۵	۱	۱	۱	۳	۱	۱	...	...	۲۷۳	۲۱۱	۱۲۷۴	۶۵۹۱	۴٫۸
سی پی	۵	۵۰	۱	...	...	۱	۱	...	...	...	۵۰	۱۶۴	۳۵۰	۴۲۹۵	۴٫۲
آسام	۳	۱۲۰	۱	...	...	...	...	...	...	...	۴۷	۱۵۲	۱۵۳	۴۵۹۷	۵٫۵
برما	...	۵۴۵	...	...	...	...	...	...	...	...	۱۴۳	...	۱۴۳۲	۴۱۶۸	۳۳٫۲۰

برطانی ہندوستان میں تعلیم گاہوں کی آمدنی سنہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں

صوبے	سرکاری امداد	بورڈ فنڈ سے	میونسپل فنڈ سے	فیس سے	دوسرے ذرائع سے	مجموعی رقم
مدراس	۱۷۱۳۸۵۴۸	۳۴۰۹۷۳۴	۱۲۲۴۲۶۱	۸۴۳۲۹۹۱	۸۸۲۳۱۱۸	۳۹۰۳۸۶۵۲
بمبئی	۱۸۴۳۷۱۶۵	۱۲۳۸۰۶۳	۳۹۱۸۷۱۲	۶۰۱۳۹۶۹	۴۲۵۷۸۵۴	۳۳۹۸۰۷۶۳
بنگال	۱۳۳۸۲۹۶۲	۱۵۲۵۸۰۵	۳۰۵۹۸۸	۱۳۶۳۶۱۲۶	۵۷۷۵۰۵۸	۳۵۶۴۵۹۳۹
یو پی	۱۷۲۲۸۴۹۰	۲۷۱۶۳۲۰	۹۸۶۲۱۲	۴۲۱۴۳۵۴	۵۲۴۰۲۲۰	۳۰۳۸۵۵۹۶
پنجاب	۱۱۸۳۴۳۶۴	۲۲۲۵۷۰۰۰	۹۲۶۱۰۵	۵۲۸۷۴۴۴	۳۱۲۱۵۹۲	۲۳۴۰۵۲۶۶
برما	۹۸۳۸۰۱۱	۱۵۱۲۵۳۱	۶۰۶۸۰۲	۲۹۲۰۱۲۵	۲۶۷۳۵۸۵	۱۴۵۵۱۰۵۳
سی پی	۵۰۰۶۱۶۳	۱۴۹۸۰۵۹	۹۷۳۰۳۶	۱۱۰۸۸۳۶	۷۵۴۳۵۰	۹۰۴۰۴۴۴
بہار اور اڑیسہ	۴۹۹۱۵۴۰	۳۲۵۲۸۷۵	۲۳۴۸۷۰	۲۶۸۸۲۷۸	۲۲۳۱۳۲۷	۱۳۳۹۹۰۰۰
آسام	۲۳۶۲۳۳۶	۴۳۴۹۶۲	۴۱۲۸۷	۶۳۹۰۲۳	۴۲۸۸۲۵	۳۸۱۶۴۴۳
میزان کل	۹۹۸۰۱۵۹۴	۱۸۰۵۷۶۴۰	۹۲۶۸۴۵۶	۴۶۸۶۳۱۸۲	۳۴۵۷۴۴۷	۲۰۸۷۴۸۳۱۹

تحریری مقابلہ: انجمن اتحاد (جامعہ ملیہ اسلامیہ) نے طے کیا ہے کہ اس سال ایک تحریری مقابلہ کیا جائے جس میں بہترین مضمون نویس کو جناب عبدالعزیز صاحب انصاری۔ ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی، وکیل بارہ بنکی کی جانب سے جو انکے مرحوم دوست اور ملک کے مشہور انشا پرداز جناب لایت علی صاحب بمبوق کی یادگار میں ایک ۵۰ روپیہ کا طلائی تمغہ دیا جائے۔ عنوان حسب ذیل ہے: ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانان ہند کی تعلیمی جدوجہد اور اس کے نتائج۔ شرائط۔ (۱) مضمون تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہو۔ (۲) مضمون ۱۵ مارچ ۱۹۲۸ء تک ناظم انجمن اتحاد جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ دہلی کے پتہ سے آجانا چاہیے۔ (۳) طلباء اور دیگر تمام حضرات اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل حضرات سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ بہترین مضمون نویس کا فیصلہ کریں: مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے ناظم انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن۔ مولانا عبدالماجد صاحب، بی۔ اے، مدیر سچ لکھنؤ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی (برلن)، شیخ الجامعہ۔
مضمون کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے امید ہے کہ ملک کے اکثر ادیب اور طلباء اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

ناظم انجمن اتحاد

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی، اور اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۶)

کانیں

ہندوستان کی معدنی دولت (سنہ ۱۹۰۹ سے سنہ ۱۹۱۹ تک کے اعداد و شمار)

معدنیات	مقدار		قیمت	
نمک	۱۴۹۲۸۰۶	ٹن	۱۰۵۷۴۳۴۴	روپیہ
کوئلہ	۱۵۷۳۰۵۲۷	"	۵۵۵۷۴۳۴۴	"
سونا	۵۸۵۰۵۲	اونس	۳۲۷۵۳۰۰۰	"
پٹرول	۲۶۱۳۹۶۰۰۰	گیلن	۱۵۰۱۲۰۰۰	"
قلعی	۱۳۸۰۰	ٹن	۱۸۳۰۰۰	"
تانبا	۵۷۴۴	"	۱۳۳۰۰۰	"
کالنسا	۲۰۹۱	"	۱۱۵۰۰۰	"
لوہا	۴۳۳۴۷۰	"	۵۹۸۰۰۰	"
سیسا	۱۱۹۴۸	"	۳۶۳۶۰۰۰	"
مقناطیس	۶۴۴۶۰۰	"	۱۵۷۵۵۰۰۰	"
ابرک	۳۸۵۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۱۳۲۰۷۰۰	"
یاقوت، زمرد	۲۵۴۰۰۰	"	۷۸۸۰۰۰	"
شورہ	۳۷۳۰۰۰	"	۵۴۰۷۰۰۰	"
چاندی	۶۰۳۰۰۰	اونس	۱۰۸۹۰۰۰	"
ٹین	۶۴۰۰	ہنڈرڈ ویٹ	۴۸۵۰۰۰	"

دنیا بھر میں سونے کی پیداوار

مجموعی مقدار سنہ ۱۹۲۳ میں: ۵۴۰۶۲۶ کیلو

ملک	وزن بحساب کیلو
ٹرنسوال	۲۸۴۰۶۸
رہوڈیسیا	۲۰۱۲۴
برطانی مشرقی افریقہ	۶۵۳۲
اسٹریلیا	۲۴۱۰۵
ہندوستان	۱۱۸۳۲
کینیڈا	۳۶۵۷۸
ولایات متحدۂ امریکہ	۷۷۲۹۲
میکسیکو	۲۴۲۶۱

دنیا بھر میں کوئلے کی پیداوار سنہ ۱۹۲۲ میں

مجموعی پیداوار: ۱۱۶۸۵۳۵۰۰۰ ٹن۔

ملک	بحساب ٹن
برطانیہ	۲۷۴۹۳۳۰۰۰
ہندوستان	۱۹۰۱۰۹۸۶
جرمنی	۱۱۸۸۲۹۰۰۰
فرانس	۴۴۰۱۰۰۰۰
ولایات متحدۂ امریکہ	۵۰۵۸۴۶۰۰۰

دنیا بھر میں پٹرول کی پیداوار سنہ ۱۹۲۲ میں

مجموعی مقدار: ۱۴۴۶۴۳۵۰۰ میٹرک ٹن

ملک	وزن بحساب میٹرک ٹن
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۹۶۲۲۰۰۰
میکسیکو	۲۱۶۲۲۰۰۰
روس	۶۶۵۳۴۳۰
ایران	۴۶۰۳۲۰۰
رومانیہ	۱۸۱۱۴۰۰
ہندوستان	۱۱۵۷۰۰۰
فرانس	۵۶۰۰۰
جرمنی	۴۵۷۰۰
کینیڈا	۲۲۳۰۰
جاپان	۲۲۰۱۰۰

دنیا کے مختلف ملکوں میں تعلیم یافتہ آبادی (سنہ ۱۹۲۴ء)

ملک	مرد فی صدی	عورت فی صدی
انگلینڈ	۹۳٫۴	۹۱٫۵
ولایات متحدۂ امریکہ	۹۵٫۵	۹۳
ڈنمارک	۱۰۰	۱۰۰
جرمنی	۱۰۰	۱۰۰
جاپان	۹۸	۹۹
فلپائن	۷۰٫۵	۶۱
فرانس	۹۶٫۵	۹۴

ٹرکی کی آبادی

ٹرکی کی پہلی مردم شماری کے سرکاری اعداد و شمار اب شایع ہوگئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ آبادی ۱۳۶۰۰۰۰۰ سے بھی زیادہ ہے یقیناً یہ اعداد، ٹرکی کے تمام دوستوں کے لئے موجب مسرت و اطمینان ہیں کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ پچھلی مسلسل اور طویل جنگوں کے بعد ترکی آبادی صرف ۸۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

ٹرکی اور امریکہ

قارئین الہلال واقف ہوچکے ہیں کہ امریکہ نے معاہدۂ لوزان قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ ٹرکی اور امریکہ کے مابین سابق حالت جنگ بدستور قائم تھی۔ لیکن اب یہ یقین کرلینے کے بعد کہ ترک ان سیاسی چالاکیوں سے فریب کھانے والے نہیں ہیں، امریکہ نے از سر نو دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی خواہش کی ہے۔ چنانچہ اس نے مسٹر گرو کو اپنا سفیر بناکر انگورہ بھیجا ہے۔ ٹرکی نے بھی امریکہ کی دوستی طلبی کا خیر مقدم کیا ہے اور مختار بک کو سفیر مقرر کرکے واشنگٹن روانہ کررہی ہے۔

ترکی میزانیہ

ٹرکی کا جدید میزانیہ ۲۰۶۲۴۹۴۱۹ پونڈ (ترکی) ہے۔ پچھلا میزانیہ [illegible]

مطابق ہے۔ ہماری حکومت کا آئندہ سالوں میں بھی یہی مسلک ہوگا کہ ہماری جمہوریت کی عزت، قوت، استقامت میں اضافہ ہو، ترکی قوم کی تمام قوتیں، خود اس کی ترقی اور خوشحالی میں خرچ ہوں۔ ہمارے پیش نظر ہمیشہ یہی رہےگا کہ جمہوریت کی زندگی اور قوت بڑھتی جائے، ہر داخلی و خارجی خطرے سے قوم کے مفاد کی حفاظت کی جائے، سب کے ہماری دوستی ہے۔ امن و امان کی کوششیں ہم کو ہر طرح کی امداد حاصل کرتی رہیں گی۔ ہم چاہتے ہیں ہماری قوم امن و سلامتی کے ساتھ ترقی کرے"

غازی کے انتخاب کے بعد ملک بھر میں مسرت کے مظاہرے برپا ہوئے اور ہر جگہ ۲۱-۲۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر غازی نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا:

"عزیزان وطن! جمہوریت نے ترکی قوم کو خوشحالی اور برتر بنانے کی کوششوں میں جو عظیم کامیابی حاصل کی ہے، اس کی نظیر صدیوں کی تاریخ میں بھی موجود نہیں۔ قوم کی آرزوئیں، ضرورتیں، اس کی ترقی و سعادت کے اسباب کی تحقیق و بحث کے بعد جن نتائج پر جمہوریت پہنچی ہے، وہ قوم کے لئے ایک نہایت درخشاں مستقبل کی خوشخبری دے رہے ہیں جو اس جمہوریت کے زیر سایہ بہت جلد آنے والا ہے۔ یہ بالکل یقینی ہے کہ عہد جمہوری کی آئندہ نسلیں، ہم سے کہیں زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونگی۔

"عزیزان وطن! میرا اس دور جدید میں سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ ملک میں ہر طرف امن و سکون اور زیادہ عام کردوں۔ قومی وحدت کو قوی کروں۔ جمہوریت کی عزت بڑھاؤں۔ ہمارے لائحۂ عمل کی بنیادی اصل یہ ہے کہ ہم مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ ہی میں ہر طرح کی بہتری تصور کرتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ صدر جمہوریت، جو اس ملک کا ایک باشندہ ہونے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا، اپنے منصب کے جملہ عظیم اختیارات پورے عزم و حزم کے ساتھ قوم کی بہتری اور مجلس وطنی کے قوانین کی تنفیذ میں صرف کرےگا"

غازی کے اس آخری جملہ کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ کیونکہ اس اعلان سے انھوں نے ظاہر کردیا ہے کہ وہ ترکی قوم کے ڈیکٹیٹر نہیں ہیں، جیسا کہ یورپ میں خیال کیا جاتا ہے، بلکہ وہ سراسر مجلس وطنی کے قوانین کے پابند اور ان کی تنفیذ کرنے والے ہیں، حالانکہ ڈیکٹیٹرشپ کا مفہوم اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کسی بھی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔ اس کی زبان، ہی اس کی نظر میں قانون ہوتی ہے۔

نیز اپنی اس تقریر سے غازی نے ان تمام لوگوں کو بھی جواب دے دیا ہے جو موجودہ جمہوریت کو ملوکیت کا ایک ریہرسل سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا یہ تمام سوانگ صرف اس لئے رچایا گیا ہے کہ مصطفٰے کمال شاہ، ترکی قوم کے بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب اس تقریر کے بعد کسی کو یہ خیال کرنے کی جرأت باقی نہیں ہوگی

سازشیوں کو سزا

اپنے ایک پچھلے مکتوب میں اس سازش کا ذکر کرچکا ہوں جو یونان میں پناہ گزیں چند ترکی مجرموں نے غازی مصطفٰے کمال پاشا کے قتل کے لئے کی تھی۔ یہ لوگ، حاجی سامی بک کی زیر قیادت، یونان سے ٹرکی اس لئے آئے تھے کہ غازی جب آستانہ سے انگورہ واپس جائیں تو ان کی گاڑی، ڈائنامیٹ سے اڑادیں۔ پھر سابق خلیفہ عبدالمجید کے نام پر انگورہ کی حکومت پر قبضہ کرلیں۔

لیکن ان کی سازش، بروقت کھل گئی۔ پولیس سے ایک معرکہ میں حاجی سامی مارا گیا۔ مگر اس کے رفقاء قید ہوگئے۔ عدالت نے تحقیقات کے بعد انھیں پھانسی کی سزا کا حکم سنادیا۔ عنقریب اس کا اجراء ہونے

اسپر ہمنے اس دوست سے ملاقات کی اور دیر تک بحث کرتے رہے۔ اُسنے آخری سوال یہ کیا "اگر ظالم قوت اس حرکت کا فوراً سر کچل ڈالے گی تو پھر کیا ہوگا؟" ہم نے فوراً جواب دیا "تم چلے جاؤ گے تو ہم تمھاری جگہ کھڑے ہوجائینگے!"

ہمارے جواب پر شخص مذکور مطمئن ہوگیا۔ اُسے یقین آگیا کہ ہم اپنے ارادے میں سچے ہیں۔ تب اُسنے ہمیں بتایا کہ تمھاری یہ تجویز نئی نہیں ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے یہی تجویز پیش کی ہے، اور سعد باشا سے گفتگو جاری ہے۔

۱۰ ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ہمیں ایک ذریعہ سے معلوم ہوا کہ انگریزی ہائی کمشنر کو خبر پہنچ گئی ہے کہ سعد باشا کے گھر خفیہ جلسے ہورہے ہیں اور وہ فوراً کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ ہم نے فوراً اپنی جماعت کو آگاہ کردیا۔ سب نے طے کیا کہ کل ہی ہائی کمشنر کے سامنے علانیہ اپنے مطالبات پیش کردیں یہ ۱۱ ر نومبر کا دن تھا، اور التوائے جنگ کا معاہدہ اسی دن منعقد ہوا تھا، لہذا یہی دن مصر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے نہایت موزوں بھی تھا۔

ہائی کمشنر نے اس دن ملاقات سے انکار کردیا اور ۱۳ ر نومبر ۱۹۱۸ء کی تاریخ مقرر کی۔ چنانچہ سعد باشا، علی شعراوی باشا، اور عبدالعزیز فہمی بک، انگریزی مستقر میں پہنچے۔ ہائی کمشنر کو مطلق خبر نہ تھی، یہ لوگ کیا کہنے والے ہیں۔ اُسنے خیال کیا تھا یہ چاپلوس اس لئے آئے ہیں کہ فاتح برطانیہ کے حضور مبارکباد کا خاکسارانہ تحفہ پیش کرینگے۔ مگر وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ یہ لوگ مصر کی کامل خود مختاری کا دعویٰ لیکر آئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اُنھیں یورپ جانے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے حق کے لئے کوشش کریں۔ ہائی کمشنر بہت چیں بجبیں ہوا، اور یہ کہہ کر انھیں رخصت کردیا کہ اپنی حکومت سے گفت و شنید کرکے جواب دوں گا۔

مصری وَفد کی تشکیل

چند دن بعد ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہائی کمشنر وہ حیثیت معلوم کرنا چاہتا ہے جسنے اُنھیں اس مطالبہ کا حق بخشا ہے۔ جواب دیا گیا کہ سعد باشا، مجلس تشریع کے سکریٹری ہیں، اور اُن کے باقی دونوں رفیق اس مجلس کے رُکن ہیں۔ تینوں قوم کے منتخب نمائندہ ہیں، اور انھیں ملک کی طرف سے بولنے کا پورا استحقاق ہے۔

لیکن سعد باشا نے مناسب سمجھا کہ اس حیثیت کے ساتھ خاص اس مطالبہ میں بھی قوم کی طرف سے نمائندگی کا صریح حق حاصل کرلیں چنانچہ سات آدمیوں کا ایک وَفد مرتب کیا گیا، اور قوم کے نام اعلان شایع کیا کہ اس وَفد کو آزادی کی جد وجہد میں اپنا نمائندہ قرار دے۔ قوم نے اس دعوت پر اتنی گرم جوشی سے لبیک کہا، کہ انگریز حکام خوف زدہ ہوگئے، اور باشندوں کو نمائندگی کے کاغذ پر دستخط کرنے سے جبراً روکنے لگے۔

انگریز حکام کی اس خلاف قانون حرکت پر سعد باشا نے وزیر اعظم حسین رشدی باشا کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی۔ وزیر اعظم نے ۲۵ ر نومبر ۱۹۱۸ء کو جواب دیا کہ وزارت داخلیہ کے انگریز مشیر نے یہ کارروائی کی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ بے امنی پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔

لیکن یہ ظالمانہ حرکت کچھ مفید نہ ہوئی۔ وَفد بالآخر بن ہی گیا۔

قوم کی نمائندگی

وفد کی تشکیل کے بعد سعد باشا نے وفد کے نام سے از سر نو مطالبہ کیا کہ اُسے سفر یورپ کی اجازت دیجائے۔ اسپر ہائی کمشنر نے یکم دسمبر کو لکھا کہ وہ مصر کے نظام حکومت کے متعلق تمام تحریری تجاویز پر غور کرنے کے لئے طیار ہے، بشرطیکہ یہ تجویزیں اُس مسلک کے خلاف نہ ہوں، جو برطانی حکومت، مصر کے لئے پہلے سے متعین کرچکی ہے!

۳ ر دسمبر کو سعد باشا نے جواب دیا۔

"اس کا نہ مجھے اختیار ہے، نہ وفد کے کسی رُکن کو، کہ ایسے معاملات پر گفت و شنید کریں جو قومی مطالبہ کے خلاف ہیں۔ قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔ ہم اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے"

سعد باشا کا ایک خطبہ

اس جواب پر ہائی کمشنر نے خاموشی اختیار کرلی اور وَفد نے اپنی جدّ وجہد شروع کردی۔ ۱۳ ر جنوری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے حمد باسل باشا کے مکان میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا:

"خود مختاری کا خیال، مصر میں کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ یہ جذبہ مصر کے دل میں قدیم زمانے سے موجود ہے۔ جب جب حالات مساعد ہوئے اس جذبے نے غلو کیا، اور جب جب ظلم و قہر نے تسلط پالیا، یہ جذبہ دب گیا۔ مگر وہ کبھی مرا نہیں۔ موجودہ وقت اس جذبہ کے پورا ہونے کے لئے بہترین وقت ہے، کیونکہ ترکی سیادت، ختم ہوچکی ہے۔ پس انگریزی سیادت کا بھی اب خاتمہ ہوجانا چاہئے۔ یہی وقت ہے جس میں لارڈ سالسبری کی یہ آرزو پوری ہوسکتی ہے کہ "ہم اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں رکھتے کہ مصر سے عزت کے ساتھ واپس چلے آئیں"!

"یہ انگریزی جنگی قبضہ جو سراسر نا منصفانہ تھا، حمایت (پروٹیکٹوریٹ) کی صورت میں بدل دیا گیا۔ یہ تبدیلی، برطانیہ نے صرف اپنی رائے سے کرلی مصر سے استمزاج نہیں کیا گیا۔ لہذا سابق قبضہ کی طرح یہ حمایت بھی لغو اور باطل ہے۔ بین الاقوامی قوانین کے روبرو اُس کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ جدید اصول و مبادی جو اس جنگ کے بعد پیدا ہوگئے ہیں اُن کی نظر میں یہ حمایت بالکل بے معنی ہے۔ ہم انسانی قانون کی نظر میں ہر اجنبی تسلط و اقتدار سے آزاد ہیں۔ ہم کسی اجنبی کی قانونی ماتحتی میں نہیں ہیں۔ ہمیں اب جس چیز کی ضرورت ہے، وہ صرف یہ ہے کہ صلح کانفرنس بھی ہماری قانونی آزادی اور خود مختاری تسلیم کرلے۔ اسکے بعد ہم عملاً اپنے حق آزادی سے متمتع ہونے لگیں گے۔ اسی بلند مقصد کے لئے، جو تمام مصریوں کی دلی آرزو میں اپنے اندر رکھتا ہے، میں نے اور میرے رفقاء نے "مصری وفد" مرتب کیا ہے تاکہ مصر کی خود مختاری کا دُنیا سے اعتراف کرائیں۔ اسی مقصد کے لئے قوم نے ہمیں اپنا نمائندہ بنایا ہے۔"

یہ خطبہ، مصر کی جدید تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا، کیونکہ جنگ کے بعد سے کسی کو صاف صاف بولنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔ سعد باشا نے انگریزی رعب کا باطل طلسم توڑ ڈالا، اور تمام مصری پوری جرأت کے ساتھ بولنے لگے۔

سعد باشا کی ایک اور تقریر

۱۷ ر فروری ۱۹۱۹ء کو سعد باشا نے ایک اور یادگار تقریر کی۔ مسٹر برونیٹ نے جدید فوجداری قوانین پر ایک خطبہ سُنایا تھا۔ اس جلسہ میں وزیر عدالت اور بہت سے ارکان حکومت موجود تھے۔ خطبہ کے بعد سعد زغلول باشا کھڑے ہوگئے اور اپنی تقریر کے دوران میں کہا،

"برطانیہ نے مصر پر حمایت اپنی رائے اور ارادے سے قائم کردی ہے مصر سے کبھی رائے نہیں لی گئی۔ لہذا یہ حمایت سراسر باطل ہے اور قانوناً اس کا کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک جنگی ضرورت بتائی گئی تھی۔ اب چونکہ جنگ ختم ہوگئی ہے، اس لئے اُس کی تمام ضرورتوں کے ساتھ یہ ضرورت بھی ختم ہوگئی۔ نا ممکن ہے کہ جنگ کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ صورت حال گوارا کی جاسکے"

سعد باشا کو تنبیہ

اس تقریر نے ملک میں سخت جوش پیدا کردیا، اور ہر طرف سے آزادی کا اعلان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر ۸ ر مارچ ۱۹۱۹ء کو انگریزی سپہ سالار نے (کیونکہ اب تک مارشل لا ملک میں جاری تھا) سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو طلب کرکے تنبیہ کی کہ "تم انگریزی حمایت کو اپنی گفتگو کا موضوع نہ بناؤ۔ ورنہ سخت جنگی سزا دی جائے گی!" سعد باشا نے جواب دینا چاہا، مگر متکبر سپہ سالار نے فوراً یہ کہہ کر اُن کا منہ بند کردیا "بس خاموش"! سعد باشا چلے آئے اور اس نامہذب برتاؤ پر بڑی سختی سے احتجاج کیا۔

سعد باشا کی جلاوطنی

اس واقعہ کے دوہی دن بعد انگریز سپہ سالار نے سعد باشا، حمد باسل باشا، اور اسمٰعیل صدقی باشا کو گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا۔

اس واقعہ نے تمام ملک میں سخت غیظ و غضب پیدا کردیا۔ ہر طرف شورشیں برپا ہوگئیں۔ بہت سے فدائیوں نے اپنی جانیں تک قربان کرڈالیں۔ انگریزی فوج نے دیکھ لیا کہ وہ اب قوم کو مرعوب نہیں کرسکتی۔ اب انگریزی سپہ سالار نے وفد کے باقی ارکان کو دھمکانا شروع کیا۔ ۱۶ - مارچ کو یہ لوگ طلب کئے گئے اور اُنھیں کہا گیا کہ اس تمام شورش کے ذمہ دار تم ہی ہو۔

ہمنے جواب دیا کہ اس بے چینی کی ذمہ داری انگریز سپہ سالار پر ہے کیونکہ مصری وفد کو سفر سے روک دیا گیا ہے، اور سعد باشا اور اُنکے رفقاء کو جلاوطن کردیا گیا ہے۔

قوم کی پہلی فتح

ملک بھر میں سخت ہیجان تھا۔ عین اسوقت لارڈ النبی مصر پہنچے، اور اُنھوں نے یقین کرلیا کہ قوم کا یہ جوش مصنوعی نہیں ہے۔ اُسے کسی طرح دبایا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ ۷ ر اپریل کو ظلم و قہر کی قوت نے اپنی پہلی شکست تسلیم کی۔ جلاوطن قومی نمائندوں کو آزاد کردیا گیا اور مصریوں کو سفر کی اجازت دیدی گئی۔ اس اولین فتح مبین پر قوم کی مسرت بے حساب تھی۔ لیکن وہ اسپر قانع نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ ۱۱ - اپریل کو مصری وفد، صلح کانفرنس کے سامنے مصر کا دعویٰ پیش کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

جب ہم مالٹا پہنچے، تو سعد باشا اور اُن کے رفقاء ہمارے ساتھ ہوگئے۔ سعد باشا نے سب سے پہلی بات جو مجھ سے کہی، یہ تھی:

"ہماری جلاوطنی تو ختم ہوگئی۔ مگر اس کی خوشی نے ہمیں اُس ذمہ داری سے غافل نہیں کیا ہے جو اب ہم پر قوم کی جانب سے عائد ہوگئی ہے!"

اتحادیوں کے اخلاقی دعووں کی حقیقت

ہم پیرس پہنچے تو معلوم ہوا، دوَل اتحادی کے مدبر، صلح کانفرنس کے دروازے پہلے ہی سے بند کئے بیٹھے ہیں۔ ہم نے لاکھ لاکھ کوشش کی، مگر کانفرنس کے ایوان تک ہماری پکار نہیں پہنچ سکی۔ اسی قدر نہیں بلکہ اخبارات کے صفحات بھی ہم پر بند کردئے گئے تھے۔ کوئی اخبار بھی ہماری فریاد شایع کرنے پر طیار نہ تھا۔ اُسوقت ہمنے محسوس کیا کہ حق، عدل، آزادی، اخوت، یہ تمام الفاظ محض بے معنی ہیں ان الفاظ سے دوَل متحدہ کی غرض صرف یہ ہے کہ دُنیا کو دھوکہ دیا جائے چنانچہ جنگ جیت لینے کے بعد حق و انصاف کے تمام دعوے پس پشت ڈال دئے گئے اور ظلم و جور کا دَور دَورہ شروع ہوگیا!

ہماری مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوگئی، بلکہ "پیغمبر صلح و انسانیت" مسٹر ولسن صدر جمہوریت امریکہ نے مصر پر انگریزی حمایت تسلیم کرکے ہماری مصیبت میں ایک نیا اضافہ کردیا۔ اسپر بھی ہم نا امید نہیں ہوئے، برابر کوشش کرتے رہے۔ بالآخر ہماری کوششوں سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ برطانیہ کو ہماری آواز سننے پر مجبور ہوجانا پڑا۔ اُسنے ہمیں فریب دینا چاہا تھا، اور ملنر کمیشن کا کھلونا ہمارے کھیلنے کے لئے بھیجدیا تھا۔ لیکن اب ہم سیاست میں طفل مکتب نہ تھے کہ اس لچپ کھلونے سے کھیلنے لگتے۔ ملنر کمیشن نے مصر میں آکر وہ منظر دیکھا، جس کی

مکتوب مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر

مصر کے تازہ اہم واقعات، شاہ مصر اور وزیر اعظم کی یورپ سے واپسی ہے، اور مصری پارلیمنٹ کے تیسرے دور کا افتتاح ہے۔

قارئین الہلال واقف ہیں کہ شاہ مصر، یورپ کے مختلف ممالک کی سیاحت پر وہاں کے بادشاہوں اور حکومتوں کی دعوت پر گئے تھے۔ سب سے پہلے شاہ انگلستان کی دعوت آئی، پھر صدر جمہوریت فرانس، شاہ اٹلی، اور شاہ بلجیم کی دعوتیں پہنچیں۔ اسی اثنا میں پوپ کی طرف سے بھی پیام دعوت روانہ کیا گیا۔

شاہ مصر کی یہ سیاحت، بے ضرورت نہ تھی۔ مصر کی موجودہ بیداری مطالبہ کر رہی ہے کہ ملک صحیح معنی میں آزاد ہو جائے۔ لیکن اُس کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ، برطانیہ ہے۔ پھر وہ مختلف دُوَل یورپ بھی ہیں جو قدیم معاہدوں کی بنا پر مصر میں حاکمانہ امتیازات رکھتی ہیں شاہ مصر کی سیاحت کا اصلی مقصد یہی تھا کہ ان ممالک میں جا کر مصر کے موافق عام رائے پر اثر ڈالیں۔

بادشاہ کے ساتھ وزیر اعظم، عبدالخالق ثروت پاشا بھی تھے۔ ثروت پاشا نے جس تدبر و لیاقت سے یورپ کے مدبروں سے گفت و شنید کی، اس کا اعتراف خود یورپین اخبارات بھی کر رہے ہیں۔ ثروت پاشا کے لئے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مشکل، انگلستان میں تھی۔ انگلستان کی فطرت یہ ہے کہ طاقت کے سوا کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا، اور ایک مرتبہ جب کوئی شکار پکڑ لیتا ہے، تو کسی طرح بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ مصر تقریباً ۵۰ برس سے اُس کے چنگل میں ہے، اور وہ اس سے ہرگز دست بردار ہونا نہیں چاہتا۔

لیکن اب معلوم ہوتا ہے، انگلستان کو مصر سے سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ ہتھیاروں کی قوت سے زیادہ مؤثر، قوم کی معنوی قوت ہوتی ہے۔ مصری قوم پوری طرح بیدار ہو گئی ہے اور انگلستان کی غلامی سے قطعی طور پر انکار کر رہی ہے۔

مسٹر میکڈانلڈ کی مزدور حکومت کے زمانے میں خود سعد زغلول پاشا انگلستان اسی لئے گئے تھے کہ معاملات مصر کے متعلق کوئی منصفانہ تصفیہ ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہیں ہوئی، کیونکہ اُس وقت مصر کی بیداری مکمل نہ تھی۔ اب حالات میں عظیم تبدیلی ہو چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ان جدید حالات میں ثروت پاشا ناکام نہ رہیں گے اور کوئی گوارا صورت مفاہمت کی نکل آئے گی۔

اس گفت و شنید کے نتائج پر پیشین گوئی کرنا قبل از وقت ہے۔ لیکن حالات امید افزا ضرور ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے برطانیہ اور مصر، دونوں کے سرکاری بیان موجود ہیں۔ مسٹر بالڈوین نے اپنی ایک تقریر میں مصر کے متعلق حسب ذیل تصریح کی ہے:

"ہز اکسیلنسی ثروت پاشا کی انگلستان میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر ہم نے دونوں ملکوں کے آئندہ تعلقات پر بحث کی ہے۔ اُمید ہے اس گفت و شنید نے ہمیں اُس صحیح بنیاد تک پہونچا دیا ہوگا جس پر مصر اور انگلستان کی دوستی کی ایسی مستحکم عمارت کھڑی ہو سکتی ہے جس سے ایک طرف برطانی سلطنت کے اساسی مصالح بھی محفوظ رہیں، اور دوسری طرف مصر کو اپنی آزادی اور خود مختاری سے متمتع ہونے اور قوموں کے مجمع میں پسندیدہ مقام حاصل کرنے کا موقع بھی مل جائے"

دوسرا بیان خود مصر کا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے ہوئے شاہ مصر کی تقریر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہے:

"ہمارے وزیر اعظم نے اپنی لندن میں موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر نہایت دوستانہ فضا میں انگریزی حکومت کے وزیر خارجیہ سے طویل طویل گفت و شنید کی۔ اس گفت و شنید نے دونوں ملکوں پر عمدہ اثر ڈالا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ برطانی اور مصری، دونوں حکومتیں مصر اور سوڈان کے بارے میں ایک دوسرے کے نقطۂ نظر سے واقف ہو جائیں، تاکہ اگر دونوں نقطہ ہائے نظر میں توافق ممکن ہو، تو ایک ایسے محالفہ (حلفیہ عہدنامہ) کے لئے گفت و شنید جاری کی جائے جس سے ہمارے ملک کی خود مختاری مکمل ہو جائے اور انگلستان کے علائق بھی متعین ہو جائیں۔ لیکن یہ محالفہ اس شرط سے ہوگا کہ ہماری پارلیمنٹ بھی اسے منظور کر لے"

"میں نہایت مسرت سے اُس محبت آمیز روح کا ذکر کرتا ہوں جو اس نازک گفتگو میں جاری و ساری تھی۔ فریقین نے اخلاص سے کوشش کی کہ دونوں کے نقطہ ہائے نظر زیادہ سے زیادہ قریب کر دیا تاکہ دونوں قوموں کی یہ آرزو پوری ہو سکے کہ اُن کے درمیان دوستی کا ایک نیا عہد قائم ہو، دونوں اُس سے مرتبط ہو جائیں، اور باہمی اعتماد سے فائدہ اُٹھائیں"

ان دونوں بیانوں کی روشنی میں امید بندھتی ہے کہ جلد برطانیہ اور مصر کے مابین کوئی ایسا معاہدہ ہو جائے گا، جس سے مصر کی آزادی زیادہ محفوظ اور نمایاں ہو جائے گی، سوڈان کا معاملہ اگر طے ہو جائے اور نہر سویز کی طرف سے برطانیہ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو پھر مصر کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ انجام پا سکا، تو یقیناً یہ مصر کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ لیکن یہ کامیابی، ہندوستان کے لئے ایک سخت تازیانۂ عبرت ہوگی۔ کیونکہ ایک مٹھی بھر مشرقی قوم، جس کی آبادی سوا کروڑ سے بھی کم ہے، اپنی سچی وطنیت اور صادق استقامت کے زور سے برطانیہ جیسے جبّار سے اپنی آزادی تسلیم کرا سکتی ہے۔ مگر ہندوستان، جو ایک پورے براعظم کا درجہ رکھتا ہے، اور ۳۲ کروڑ انسانوں کا وطن ہے، بدستور برطانیہ کی شرمناک غلامی پر قانع رہتا ہے!

ہندوستان کو دھوکا دینے کے لئے ایک شاہی کمیشن انگلستان سے آ رہا ہے۔ ایک ایسا ہی کمیشن مصر میں بھی آیا تھا۔ یہ "ملنر کمیشن" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں نے اس مضحکہ انگیز کمیشن کا مقاطعہ کیا۔ یہی دانشمندانہ مقاطعہ، اُن کی سیاسی زندگی کا اصلی سرچشمہ ہے۔ اب ایک ایسا ہی موقعہ ہندوستان کو بھی حاصل ہو رہا ہے۔ دیکھا چاہئے وہ اس آزمائش سے کیونکر عہدہ برا ہوتا ہے؟

شاہ مصر کی سیاحت یورپ کی ایک غرض، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یہ بھی تھی کہ دُوَل یورپ کو اُن حاکمانہ امتیازات سے دست بردار ہونے پر آمادہ کیا جائے، جو اُنھیں مصر میں حاصل ہیں۔ اس مقصد میں بھی کامیابی ہوئی ہے۔ شاہ مصر نے پارلیمنٹ کی تقریر میں اعلان کیا ہے کہ "ہماری کوشش کامیاب ہوئی ہیں۔ میری حکومت عنقریب ایک کانفرنس میں دُوَل یورپ کو مدعو کرنے والی ہے تاکہ اس مسئلہ کا آخری تصفیہ ہو جائے"

مصری پارلیمنٹ کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مصطفے نحاس پاشا اُس کے بالاتفاق صدر قرار پا گئے۔ مصطفے پاشا جماعت وفد کے بھی صدر ہیں یعنی مرحوم سعد پاشا زغلول کی جگہ پر قوم کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ اب پارلیمنٹ کی صدارت کے بعد وہ مرحوم رہنما کے دونوں منصبوں میں جانشین ہو گئے یعنے جماعت وفد میں بھی اور مجلس پارلیمنٹ میں بھی۔

مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ

مصطفے النحاس پاشا مصری رہنما کی زبانی

۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کا دن مصر کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہی تاریخ ہے جب پہلے پہل مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ دن ہر سال، ایک قومی عید کی طرح منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی یہ عید منائی گئی۔ مرحوم سعد پاشا زغلول کے جانشین مصطفے نحاس پاشا نے اس موقع پر ایک نہایت اہم خطبہ دیا۔ مصری ڈاک میں یہ ہم تک پہونچا ہے۔ اسمیں موصوف نے مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کی تاریخ بیان کی ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

سیاسی بیداری کا آغاز

"مصر پر ایسے سخت دَور گزر چکے ہیں، جب پرستاران طاقت کو یقین ہو گیا تھا کہ اُن کا جبر و تشدد، قومیت کا شرارہ بجھا دے سکتا ہے اور دلوں پر نا اُمیدی کی موت طاری کر دے سکتا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں کوئی قوت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، کسی زندہ قوم کی آرزوئیں مٹا نہیں سکتی، اور نہ قوم کا اتحاد شکست کر سکتی ہے اور اُن قوت کی یہ کوششیں کسی زمانے میں بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ کیونکہ یہ کوششیں قانون الٰہی کے خلاف ہیں، مشیت الٰہی کے برعکس ہیں، خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرت میں تبدیل کرنے والی ہیں: ولن تجد لسنة الله تبديلا!

مصر میں یہ اجتماعی حقیقت ہم نے پوری طرح واضح صورت میں دیکھ لی۔ ظلم و جور، اگرچہ بے حساب تھا، مگر قوم میں آزادی کا جذبہ برابر زندہ رہا۔ ظلم جتنا زیادہ ہوتا جاتا تھا، یہ جذبہ بھی اُتنا ہی زیادہ راسخ ہوتا جاتا تھا۔

جنگ عمومی کا جب صور پھونکا گیا، تو مصر، دول اتحادی کی صف میں کھڑا ہوا، حالانکہ اُس پر سخت قزاقی کی گئی تھی۔ برطانیہ نے اُس پر پورا قبضہ کر لیا تھا اور اس قبضہ کو جنگی ضرورت سے تعبیر کیا گیا تھا جنگ میں مصر نے جان و مال کی بڑی بڑی قربانیاں کیں اور اتحادیوں کا پلّہ بھاری کر دیا۔ پھر جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی، تو مصر نے اپنا حق مانگا۔ مگر اتحادی، حق لینے کے عادی تھے، حق دینے کا اُنھیں کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُنھوں نے مصر کی آواز سننے سے انکار کر دیا!

اُنھوں نے صرف انکار ہی نہیں کیا، بلکہ مصر کی زبان بھی بند کر دی گئی۔ پھر اُس کی ہر ممکن تذلیل کی گئی۔ اُس کی قومیت کا گلا گھونٹ ڈالنے کے لئے وہ ہاتھ آگے بڑھے جو فاتحانہ جنگ میں خون آلود ہو چکے تھے۔

اُس وقت ہم چند دوستوں نے باہم مشورہ کے بعد طے کیا کہ ملک کی نجات کے لئے ایک عام حرکت کی ضرورت ہے۔ مگر یہ حرکت شروع کیونکر ہو؟ یہی سوال بنیادی سوال تھا۔ ہمیں ایسے رہنماؤں کی ضرورت تھی جن کی شخصیت مسلّم ہو۔ ایسی شخصیت صرف مرحوم احمد سعد زغلول پاشا ہی کی تھی۔ ان میں وہ تمام صفتیں جمع تھیں جو ہماری سرداری کے لئے ضروری تھیں۔ وہ اُس وقت مجلس تشریعی (لیجس لیٹو اسمبلی) کے سکریٹری بھی تھے۔

ہم نے اس مجلس کے ایک رکن سے درخواست کی کہ وہ سعد پاشا سے اُن کے کسی معتبر دوست کے ذریعہ گفت و شنید کرے۔ دوسرے دن اس رکن نے ہمیں اطلاع دی کہ سعد پاشا کا دوست اس تجویز کے خلاف ہے

اسلام اور سزائے قتل

ایک ناتمام مبحث کی تکمیل

(از مولانا ابوالکلام)

اب کہ ایک عرصہ کی علالت کے بعد اس قابل ہوا ہوں کہ الہلال کے لئے وقت نکال سکوں، سب سے پہلے مجھے ان صفحات کی ایک ناتمام بحث مکمل کر دینی چاہیئے۔ یہ ایک طالب حق کے استفسار کا جواب تھا، جو گو مستفسر کو مختصراً لکھ کر بھیج دیا گیا تھا لیکن الہلال میں ناتمام رہ گیا۔

استفسار حسب ذیل سوالات کی شکل میں تھا:

(۱) کیا واقعی یہ اسلام کا قانون ہے کہ جو شخص بانی اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اسے فوراً قتل کر دینا چاہیئے اور جس مسلمان کے سامنے ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے؟

(۲) کیا اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی قوم کا ایک آدمی حضرت پیغمبر اسلام کے خلاف بدزبانی کرے تو جب تک اس کے تمام ہم قوم (جنھوں نے شاید اُس بدزبانی کرنے والے کا نام بھی نہ سنا ہوگا) اسکو بُرا بھلا نہ کہیں تمام قوم کا بائیکاٹ کر دینا چاہیئے اور اپنی بستی سے نکال دینا چاہیے۔

(۳) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی غیر مسلمان ایسا کرے تو اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالنا چاہیئے جیسا کہ مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا ہے؟

(۴) آپکے خیال میں یہ مطالبہ ٹھیک ہے کہ ہندوستان میں ایسا قانون بنانا چاہیئے کہ جو شخص ایسا کرے اسے قتل کر ڈالا جائے؟

(۵) کیا اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر ایسا شخص اپنی غلطی مان لے اور اپنا افسوس ظاہر کرے، تو وہ مسلمانوں کو قبول نہیں کرنا چاہیئے اور اسے جسمانی سزا دلانے پر اڑ جانا چاہیئے؟

(۶) جو کتابیں دیگر مذاہب کے خلاف خود مسلمان مولوی صاحبان لکھتے آئے ہیں اور اسمیں رنگیلا رسول جیسی زبان استعمال کی گئی ہے، کیا وہ بھی اسی طرح کی سزا کے مستحق نہیں ہیں جیسی رنگیلا رسول اور رسالہ ورتمان ہیں؟

(۷) سو دو سو برس سے جو سیکڑوں عیسائی مشنری اسلام کے خلاف سخت سے سخت کتابیں لکھتے آئے ہیں اور اسوقت ہزاروں کی تعداد میں وہ موجود ہیں، کیوں ان کے خلاف اس قدر جوش و خروش نہیں دکھایا گیا جس قدر اس موقعہ پر دکھلایا گیا ہے؟

فقہ اسلامی کے تعزیری قوانین

قبل اس کے کہ اصل سوال کا جواب دیا جائے، دو باتیں بطور مقدمہ کے صاف کر دینی ضروری ہیں:

(۱) جب کبھی تعزیر و سیاست کے کسی ایسے معاملہ میں جیسا کہ یہ معاملہ ہے، اس طرح کی تعبیر بیان اختیار کی جاتی ہے کہ "اسلام کا قانون یہ ہے" اور "شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے" تو قدرتی طور پر اُن تمام لوگوں کو جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، ایک سخت غلط فہمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے اپنے پیرؤں کو نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، اُسی طرح تعزیر و سیاست کے بھی یہ احکام دیدئے ہیں۔ مثلاً جب ایک غیر مسلم سنتا ہے کہ "اسلام کے قانون میں پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنے والے کی سزا قتل ہے" تو وہ خیال کرتا ہے، اسلام نے اپنے پیرؤں کو حکم دیدیا ہے کہ جہاں کوئی غیر مسلم ایسی بات منہ سے نکالے جس سے اُنکے خیال میں توہین ہوتی ہو، تو فوراً چاقو نکالیں اور اُس کا گلا کاٹ کے رکھ دیں!

حالانکہ اسلام کی نسبت ایسی مجنونانہ تعلیم کا تصور بھی کرنا، اُس کے خلاف سخت سے سخت اتہام ہے۔ نعوذ باللہ اگر اسلام کی ایسی تعلیم ہو، اور اُسنے اپنے پیرؤں کو قتل انسانی کا عام پروانہ دیدیا ہو۔ اسلام کے نزدیک تو انسان کی زندگی سے بڑھ کر دنیا کی کوئی چیز بھی محترم نہیں۔ وہ قتل نفس کو انسان کی سب سے بڑی شقاوت قرار دیتا ہے۔ اُس کی کتاب اپنے معجزانہ انداز بلاغت میں اعلان کرتی ہے کہ نوع انسانی کے کسی ایک فرد کا قتل، فرد کا قتل نہیں ہے، نوع کا قتل ہے:

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض، فکانما قتل الناس جمیعا، ومن احیاھا، فکانما احیا الناس جمیعا، ولقد جاءتھم رسلنا بالبینات، ثم ان کثیراً منھم بعد ذالک فی الارض لمسرفون! (۵ : ۳۵)

جس کسی نے کسی انسان کو بغیر ان دو حالتوں کے کہ قصاص لینا ہو یا قتل و خونریزی اور ظلم و فساد روکنا ہو، قتل کر ڈالا، تو وہ صرف ایک جان ہی کا قاتل نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہے۔ اور اسی طرح جس کسی نے ایک انسان کو ہلاکت سے بچا لیا، تو اُسنے صرف ایک فرد انسانی ہی کی جان نہیں بچائی۔ بلکہ تمام نوع انسانی کو زندگی بخشی!

بلاشبہ اسلام نے خاص خاص صورتوں میں قتل کی اجازت دی ہے۔ صرف اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ بغیر کسی جذبۂ اعتذار کے کہا جا سکتا ہے کہ ترغیب دی ہے، لیکن وہ صورتیں وہی ہیں جن میں نہ صرف اسلام نے بلکہ دُنیا کے عالمگیر اخلاق و انسانیت نے بھی قتل انسانی کے ناگزیر ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ قتل انسانی کی یہ ناگزیر صورتیں اس لئے گوارا نہیں کی گئی ہیں کہ انسانوں کو قتل کیا جائے، بلکہ اس لئے کہ انسانوں کو بچایا جائے:

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب! (۲ : ۱۷۹)

ایسا قتل جو قاتلوں سے انسانوں کو بچانے کے لئے ہو، اگرچہ بظاہر خون بہانا ہے، لیکن فی الحقیقت اسی میں انسانی زندگی کی حفاظت پوشیدہ ہے!

قرآن بتلاتا ہے کہ یہ ناگزیر صورتیں تین ہیں: جنگ، قصاص، اور ایسے جرائم کا انسداد جن کا انسداد بغیر انتہائی سزا کے ممکن نہ ہو۔ ان تین صورتوں کے علاوہ کسی حال میں بھی اسلام خدا کی اُس بنائی ہوئی مخلوق کا خون بہانا برداشت نہیں کر سکتا جس کا نام انسان ہے۔ جو شخص اس کے ذریعہ قتل انسانی کا جواز اُس کی طرف منسوب کرتا ہے، وہ یا تو اسلام سے قطعاً بے خبر ہے، یا اسلام پر تہمت لگانے میں اُسے عار نہیں!

بہرحال تعزیری احکام قوانین کی یہ تعبیر اُن لوگوں کے لئے جو اسلام کے نظام شرع سے واقفیت نہیں رکھتے، سخت غلط فہمی کا باعث ہو جاتی ہے۔ وہ نہیں سمجھ سکتے کہ انکے اسلامی قانون ہونے کے معنی کیا ہیں؟ اور ان کی نوعیت عقائد و عبادات کے شرعی احکام سے کس درجہ مختلف ہے؟ بلاشبہ تعزیر و سیاست کے بے شمار احکام ہیں جو فقہاء اسلام نے یعنے مسلمان قانون سازوں نے وقتاً فوقتاً وضع کئے، اور مختلف عہدوں میں اُن وقتوں کے احوال و ظروف کے مطابق اُن کا اجراء و نفاذ ہوتا رہا۔ یہ تمام قوانین آج بھی قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں، اور اُنھیں اسلامی قانون ہی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اسلام کے اصولی اور اجمالی مبادیات ہی سے نکالے گئے ہیں۔ لیکن اُن کے "اسلامی قانون" ہونے کی نوعیت وہ نہیں ہے، جس نوعیت کے قوانین عقائد و عبادات کے ہیں۔ دونوں کا فرق کئی حیثیتوں سے واضح ہے:

اولاً، تعزیر و سیاست کے تفصیلی قوانین کا بڑا حصہ براہ راست شریعت کا ٹھہرایا ہوا نہیں ہے، بلکہ قانون سازی کے طریقوں پر شرعی اصول و مبادیات سے استنباط کیا ہوا ہے۔ اس بارے میں اسلام نے جو نظام تشریع اختیار کیا تھا، وہ یہ نہیں تھا کہ نپولین کے فرانسیسی مجموعۂ قوانین یا تعزیرات ہند کی طرح اُسنے تمام تفصیلی اور جزئی قوانین کا ایک مجموعہ بنا کر نافذ کر دیا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا، تو دُنیا کا عالمگیر مذہب نہ ہوتا۔ محض کسی ایک قوم اور عہد ہی کا مذہب ہو سکتا تھا۔ پس اُسنے جو طریقہ اختیار کیا وہ یہ تھا کہ تفصیلات و جزئیات سے قطع نظر کر لی گئی، اور صرف ایسے اصولی اور اجمالی مبادیات وضع کر دئے گئے، جن سے حسب ضرورت ہر طرح کے تفصیلی قوانین کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ اصل شرعی اس بارے میں یہ تھی کہ جمعیت بشری کی استعداد و ضرورت کے مطابق عدل و سعادت کا نظام قائم رہے اور مفاسد کے روک تھام اور مصالح کے حصول کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت ہو، وہ صحیح طریقہ پر کام میں لائے جا سکیں۔ اسلامی حکومت کی ابتدا ایک محدود رقبہ اور محدود احوال و ظروف میں ہوئی تھی۔ اس لئے تعزیر و سیاست کی تفصیلات میں بھی زیادہ پھیلاؤ نہیں ہوا تھا۔ پھر جوں جوں دائرۂ اقتدار وسیع ہوتا گیا اور تعزیر و سیاست کی نئی نئی ضرورتیں پیش آتی گئیں، مقننین اسلام تفصیلی قوانین کا استنباط بھی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ہر طرح کے تعزیری قوانین کا ایک مکمل ذخیرہ مدون ہو گیا۔ پس اگرچہ یہ تمام تفصیلی قوانین بھی اپنی اصل کی بنا پر شرعی قوانین ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے براہ راست حکم نہیں ہیں، اور اسلام کے براہ راست احکام میں اور قانون سازوں کے استنباط کئے ہوئے احکام میں جو بنیادی فرق ہے، اُسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام کی طرف دونوں کی نسبت، ایک طرح کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ پہلے قسم کے احکام اُس کے براہ راست ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے قوانین مقننین کے استنباط کئے ہوئے ہیں اور بسا اوقات اُن میں اور اسلامی اصول و مبادیات میں بشہادت کڑیاں نظر و تفریع اور قیاس و استخراج کی واقع ہو گئی ہیں۔

ثانیاً، یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ یہ قوانین تعزیر و سیاست کے قوانین تھے، اور تعزیر و سیاست کے قوانین سلطنت کے لئے ہوتے ہیں، عام افراد اُمت کے لئے نہیں ہوتے۔ یعنے نماز روزہ کے احکام کی طرح اُن کا خطاب افراد سے نہیں تھا۔ اسلامی سلطنت سے تھا۔ نماز روزہ کے احکام واجبات و فرائض ہیں، اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ انھیں ادا کرے۔ لیکن یہ احکام تعزیر و سیاست کے قوانین ہیں۔ واجبات و فرائض نہیں ہیں [illegible]

ہرگز توقع نہ تھی۔ اُسنے دیکھا کہ پوری قوم متحد و متفق ہو اور بیک آواز "مقاطعہ" کا اعلان کر رہی ہو!

ملنر کمیشن نے بہت کوشش کی۔ بہت پچکارا۔ مگر قوم کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ "وفد سے باتیں کرو۔ ہم کچھ نہیں سُنیں گے" کمیشن ناکام ہو کر لوٹا اور وفد کو گفتگو کے لئے لنڈن میں دعوت دینی پڑی! ابتدائی گفتگو کے بعد ہی معلوم ہوگیا کہ برطانیہ اب تک اپنی طفل تسلیاں ہی کافی سمجھتا ہو۔ اُس کے نقطۂ نظر میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ہو۔ حالانکہ خود لارڈ ملنر نے اپنی روداد میں تسلیم کرلیا تھا کہ مصر کی موجودہ حرکت، ایک حقیقی وطنی حرکت ہو، اور یہ کہ وفد مصری، پورے ملک کا صحیح نمائندہ ہو۔ مگر برطانی حکومت نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔

قوم کی دوسری فتح

جدوجہد جاری رہی۔ حالات سخت سے سخت ہوتے گئے۔ اب برطانیہ نے دیکھا کہ نیا قدم اُٹھائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، چنانچہ نہایت مجبوری سے اعلان کر دیا کہ "مصر اور برطانیہ کے مابین حمایت ایک ناپسندیدہ علاقہ ہو!" یہ قوم کی دوسری فتح مبین تھی!

نااتفاقی نے حالت بدلدی

اس اعلان کے بعد برطانیہ اُس منزل میں اُتر آیا تھا جہاں مفاہمت کی اُمید ہو سکتی تھی۔ چنانچہ سرکاری گفت و شنید کے لئے عدلی پاشا کی وزارت مرتب ہوئی۔ اُس وقت سعد پاشا یورپ سے لوٹ آئے تاکہ اپنے مفید مشوروں سے حکومت اور قوم کی رہنمائی کریں۔ مگر افسوس اس نازک گھڑی میں نااتفاقی کے شیطان نے ہمارے اندر سر اُٹھایا قوم میں پھوٹ پڑگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانیہ جتنے قدم آگے بڑھا تھا، اُتنے ہی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ مصر کی آواز سننے سے دوبارہ کان بند کر لئے گئے۔ ظلم و قہر کا از سر نو دَور دَورہ شروع ہوگیا۔

ایک اور برطانی وفد

جس زمانے میں مصری حکومت کا سرکاری وفد گفت و شنید کے لئے لنڈن گیا تھا، اُسی زمانے میں برطانی پارلیمنٹ کا ایک دوسرا وفد مصر آیا تاکہ اصلی حالات کی تحقیقات کرے۔ اس وفد نے آتے ہی حقیقت معلوم کرلی، کیونکہ وہ اس قدر روشن تھی کہ کوئی آدمی بھی اُس سے لاعلم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس وفد نے واپس جاکر اپنی روداد شایع کردی۔ اسمیں لکھا تھا کہ مسئلۂ مصر کا ایک ہی حل ہو۔ اور وہ یہ ہو کہ مصر کی کامل "خود مختاری" تسلیم کرلی جائے۔ اس وفد نے مصر کو بہت فائدہ پہونچایا، کیونکہ انگلستان کی عام رائے، حقیقت حال سے واقف ہوگئی تھی۔

علی گڑھ میگزین کا نووکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا نووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۸ء میں شایع ہوگا۔ اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشا پردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شایع ہونگے۔ اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اُردو کتابت و طباعت کا بہترین منظر فریب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہو استدعا کی جاتی ہو کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ مضامین اور حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر چار دسمبر ۱۹۲۷ء سے قبل پہنچ جانا چاہئیں۔ خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے مینیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔ مینیجر علی گڑھ میگزین

عالم مطبوعات و صحائف

مشتری کے متعلق تازہ معلومات

مُشتری، نظام شمسی میں سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ چمکنے والا ستارہ ہو۔ وہ آفتاب سے ...... ۴۸۳ میل دُور ہو۔

ایک امریکن ہیئت داں نے حال میں ایک رسالہ لکھکر مشتری کے متعلق تازہ ترین معلومات جمع کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہو، مشتری کی اہمیت صرف اسی لحاظ سے نہیں ہو کہ وہ سب سے بڑا اور زہرہ کے بعد سب سے زیادہ روشن ستارہ ہو، بلکہ اُس کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہو کہ وہ اجرام سماوی کے متعلق سدیمی نظریہ کا سب سے زیادہ واضح ثبوت پیش کرتا ہو۔

مشتری کا فلک ۔۔۔ ۴۸۳،۷۱ میل کے دائرے میں ہو۔ وہ اپنے محور کے گرد ہر ۹ گھنٹے ۵۰ منٹ میں گردش کرتا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ اُس کی رفتار غائت درجہ تیز ہو۔ اپنے خط استوا پر اُس کی حرکت ۲۶ ہزار میل فی گھنٹہ ہوجاتی ہو۔ مشتری کے مادہ کی کثافت زمین کے مادے کی کثافت کے مقابلے میں ¼ کا درجہ رکھتی ہو۔ لیکن اُس کی قوت جاذبہ زمین کی قوت جاذبہ سے کہیں زیادہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشتری میں چیزوں کا وزن، زمین میں چیزوں کے وزن سے بہت زیادہ ہوگا۔

مشتری کے اقمار

مشتری کے چاند، نو ہیں۔ ان اقمار کو علم ہیئت کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہو۔ کیونکہ:

(۱) اُس کے ۴ بڑے چاند، اجرام فلکی میں سب سے پہلے انسان نے معلوم کئے۔ گلیلو نے اپنی کمزور دوربین سے یہ چاند دیکھے تھے۔

(۲) ان چاندوں کے گرہن کے اختلاف نے پروفیسر رومر کو موقعہ دیا کہ ۱۶۷۵ء میں نور کی سرعت دریافت کرے۔

(۳) ان چاندوں کی حرکت کے ذریعہ، مشتری کے مادہ اور اُس کی کثافت کی تحقیق میں بہت سہولت ہوئی

۱۸۹۲ء میں پروفیسر برنارڈ نے مقام لیک کے رصد خانہ سے مشتری کا پانچواں چاند دیکھا۔ یہ پہلے چار چاندوں سے بہت چھوٹا تھا۔ باقی ۴ چاند، ابھی حال میں فلکی عکاسی کی ترقی کے بعد دریافت ہوئے ہیں

دُمدار ستارے

مشتری کے قریب ۳۰ سے زیادہ دُمدار ستارے بھی موجود ہیں۔ ان ستاروں کے فلک، مشتری کے فلک سے تقریباً متصل ہیں۔ خیال کیا جاتا ہو، کسی قدیم ترین زمانے میں یہ ستارے مشتری کے قریب حرکت کرتے تھے، بتدریج اُسنے اُنھیں جذب کرلیا، یہاں تک کہ اب قریب ہو کہ انھیں بالکل جذب کرجائے، اگرچہ یہ ستارے ابتک آفتاب ہی کے گرد حرکت کر رہے ہیں۔

مشتری کے خطوط

دُوربین سے مشتری کو دیکھنے سے اُس کے قرص پر کچھ خطوط یا مختلف رنگوں کے مساوی مسافت کے رقبے نظر آتے ہیں۔ یہ خطوط، زمین کے فرضی خطوط العرض کے بالکل مشابہ ہیں۔ یہ خطوط ہمیشہ نظر نہیں آتے۔ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے ہیں اور چند ہفتے، چند مہینے، اور کبھی کبھی چند سال باقی رہ کر غائب ہوجاتے ہیں۔ ان کے ظہور و غیبت کی اب تک کوئی تعلیل نہیں کی جاسکی۔ علماء کا خیال ہو کہ آفتاب کو اس بارے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ تبدیلی کسی خاص وقت کی پابند نہیں ہو۔ یہ بھی عجیب بات ہو کہ مشتری کا قرص، مرکز کے بعد سے سیاہ ہونا شروع ہوتا ہو۔ یعنی اپنے قطبین پر مشتری کا رنگ مرکز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ دھندلا بلکہ تاریک ہو۔

مشتری کی حرکت

مشتری کی اس درجہ چمک، اس امر کی دلیل ہو کہ اُس کی سطح، در اصل ایک کثیف ابر ہو۔ تحقیقات نے معلوم ہوتا ہو کہ یہ ابر آفتاب کی قوت سے نہیں بلکہ خود مشتری کی قوت سے بنتا ہو۔ مشتری کی یہ خصوصیت بھی عجیب ہو کہ اُس کا پورا جسم ایک ساتھ اپنے محور پر گردش نہیں کرتا، بلکہ اُس کے بعض اجزا بہت تیزی سے حرکت کرتے ہیں، بعض سست رفتار ہیں!

مشتری کی حرارت، باوجود اسکے کہ وہ آفتاب سے اس قدر دُوری پر ہو، بہت ہی عظیم ہو۔ علماء کا خیال ہو کہ یہ حرارت آفتاب سے پیدا نہیں ہوتی، بلکہ خود مشتری ہی سے پیدا ہوتی ہو۔

انسان کا مستقبل

سر فلپ گبز، انگلستان کا مشہور عالم اہل قلم ہو۔ پچھلے دنوں اُسنے مذکورہ بالا عنوان پر ایک مضمون شایع کیا ہو۔ وہ لکھتا ہو:

"انسان، قدرت کی خفتہ قوتیں بیدار کرکے سخت خطروں میں پڑگیا ہو۔ اب اُس کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یا ان قوتوں کو آخری طور پر مغلوب کرکے مسخر کرلے یا خود مغلوب ہوکر برباد ہوجائے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ انسان، علم کی ترقی کے ساتھ ساتھ قدرت کی قوتوں پر برابر غالب ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ زمین کا مطلق العنان حاکم بنجائے گا۔ اسی غرض سے بعض علماء نے تجویز پیش کی ہو کہ قدرت سے جنگ کا یہ طویل سلسلہ دس برس کے لئے منقطع کردیا جائے یعنی التوائے جنگ ہوجائے، تاکہ اس دوران میں انسان اسوقت کی تمام علمی فتوحات اچھی طرح استعمال میں لاسکے۔ اگر انسانی فتوحات کی یہ تیز رفتاری کچھ مدت کے لئے روکی نہ جائے گی، تو بہت جلد انسان کے دماغ کو مختل کر ڈالے گی۔ وہ مبہوت ہوکر رہ جائے گا اور فتح تباہ کُن شکست بنجائے گی"

"لیکن یقین نہیں کہ دنیا اس تجویز پر عمل کرسکے۔ کیونکہ انسانی دماغ اب روکنے سے بھی رُکتا نظر نہیں آتا۔ ہزارہا برس کی قید کے بعد اب وہ آزاد ہوگیا ہو۔ اور برابر نئے قید ہی رہنا چاہتا ہو"

"اب انسان کی کوشش یہ ہو کہ قدرت کا وہ سب سے بڑا اختیار بھی چھین لے جسپر اب تک نظر اُٹھانے کی اُسنے اجازت نہیں دی تھی۔ اب انسان چاہتا ہو کہ خود اپنی قسمت کا بھی حاکم بنجائے۔ اُسے شرم آتی ہو کہ خود اُس کی تکوین و تخلیق اور اُسکے نفس کی تکییف کا معاملہ، قدرت کے ہاتھ میں ہو، چنانچہ اب وہ چاہتا ہو کہ اپنی پسند کے مطابق اپنی نسل پیدا کرے، اور اپنی خواہش و ارادے سے اپنے اخلاق و اطوار بنائے"

"انسان نے اب معلوم کرلیا ہو کہ جسم اور اخلاق کی تکوین کا معاملہ سراسر اُن غدد یا گلٹیوں سے وابستہ ہو، جو ہر جسم میں موجود ہوتی ہیں۔ اگر مادہ کے جسم سے وہ خاص گلٹیاں نکال دی جائیں جنھوں نے اُسے مادہ بنا دیا ہو، اور اُن کی جگہ وہ گلٹیاں لگا دیجائیں جن کی وجہ سے ذی روح نر ہوا کرتا ہو، تو فوراً جنسیت بدلجائے گی یعنی مادہ، نر بنجائے گی اسی طرح نر کو مادہ بنا دیا جاسکتا ہو۔ اب معلوم ہوچکا ہو کہ سر کی ایک گلٹی سے جو مادہ خارج ہوتا ہو، اُس کی کمی بیشی سے انسان لانبا اور پست قد ہوجاتا ہو۔ اگر عمل جراحی کے ذریعہ اس گلٹی کے عمل میں ترمیم کردی جائے، تو حسب مرضی قد دراز اور پست ہوجاسکتا ہو۔ اب قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہو کہ تمام چوروں کے جسم میں بعض خاص قسم کی گلٹیاں ہوتی ہیں۔ اُنھیں کے اثر سے وہ چوری کرتے ہیں۔ یہی حال

...رت اتنی ہی بلندی پر رہے گی، جتنی بلندی پر ہمیشہ سے چلی آتی ہو!

حقوق سے محروم ہوگئی!

لیکن اسلام نے مذہب اور اعتقاد کی آزادی کا اعلان کیا، اُسنے مذہبی رواداری اور انسانی حقوق کی ایک ایسی فضا پیدا کر دی، جس کا اُس وقت تک دنیا میں کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ ۰ برس کے بعد جب اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار وسیع ہوا، تو یہ ایک ایسی مملکت تھی جو اگرچہ خاص ایک مذہب کے پیرؤں کی تھی، لیکن اُس میں حکمران قوم کے دوش بدوش ہر مذہب و ملت کے لوگ آباد تھے، اور سب کو بلا امتیاز ایک ہی طرح کے شہری و ملکی حقوق حاصل تھے۔ مذہب و اعتقاد کے اختلاف کی بنا پر کوئی انسان دوسرے انسان کے انسانی و ملکی حقوق تلف نہیں کر سکتا تھا!

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے، اسلام کا طریق عمل یہ تھا کہ اُسنے فتح مکہ کے بعد عرب کی قدیم بت پرستی کے اعتراف سے تو انکار کر دیا۔ کیونکہ فی الحقیقت اب فعلاً اُس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا۔ تمام قبائل عرب بہ رضا و رغبت مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن باقی تمام غیر مسلم اقوام کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اسلامی حکومت کے ماتحت اُسی طرح زندگی بسر کر سکتے ہیں، جس طرح خود مسلمان رہتے سہتے ہیں۔ بہ حیثیت شہری ہونے کے اُنھیں وہ تمام حقوق حاصل ہونگے، جو خود مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ مذہبی اصطلاح میں اُنھیں "ذمّی" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے اُن کی حفاظت جان و مال اور مذہبی آزادی و حقوق کے قیام کا ذمّہ لیا تھا۔ اصل اِس بارے میں وہ طرز عمل ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں کے ساتھ وقتاً فوقتاً اختیار کیا تھا، اور اُنکے بعد خلفاء راشدین اُن پر عامل رہے تھے۔ ایران، شام، اور مصر کی فتح کے بعد وہاں کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے، وہ آجتک تاریخ و فقہ میں موجود ہیں۔ فقہاء نے اُنھیں سے ذمیوں کے حقوق کے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

اسلامی احکام کی رُو سے غیر مسلم باشندوں کے جن حقوق کا بطور عہد و میثاق کے ذمّہ لیا گیا تھا، وہ مختصر لفظوں میں حسب ذیل ہیں:

(۱) اُنھیں پوری مذہبی آزادی ملے گی۔ اُن کی مذہبی عبادتگاہیں اور ہر طرح کی مذہبی عمارتیں محفوظ رہیں گی۔ صلیبوں اور مورتیوں کو نقصان نہیں پہونچایا جائے گا۔ وہ سنکھ بجانے سے نہیں روکے جائینگے۔ وہ اپنے تہواروں میں اپنے جلوس نکال سکیں گے۔ تمام مذہبی عہدے اور انتظامات اُسی طرح قائم رکھے جائیں گے، جس طرح پیشتر سے موجود ہیں۔ لا یغیّر ما کانوا علیہ۔

(۲) اُنھیں اُنکے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا (بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ الفاظ لکھے ہیں: لا یفتنوا عن دینھم)

(۳) ان کی جان، مال اور ہر طرح کی جائداد محفوظ رہے گی۔ انہیں اُس میں تصرف کے تمام حقوق حاصل ہونگے۔ اگر اُن کا کوئی دشمن اُن پر حملہ کرے گا تو مسلمان ان کی طرف سے لڑیں گے۔

(۴) اُن کا کوئی حق چھینا نہیں جائے گا۔

(۵) اُنھیں اُن کے مذہبی احکام کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قانون کی نظر میں اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح ہوگی، اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح سمجھا جائے گا۔

(۷) تجارت، کاروبار، اور معیشت میں کسی طرح کی روک عائد نہیں کی جائے گی۔ اُنکے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا، جیسا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہوگا۔

(۸) وہ اُن تمام ٹیکسوں سے معاف رکھے جائینگے جو مسلمانوں کے لئے قرار دیے گئے ہیں، ان سے عُشر بھی نہیں لیا جائے گا۔

(۹) وہ فوجی خدمت سے بھی معاف رکھے جائیں گے۔

یہ اُن معاہدات کا خلاصہ ہے جو خود پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غیر مسلموں سے کئے تھے۔ مثلاً نجران کا معاہدہ جو ۹ ہجری میں ہوا تھا، اور جس کے پورے الفاظ فتوح البلدان اور کتاب الخراج وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن خلفاء راشدین کے زمانے میں جب مشرق کے بڑے بڑے متمدن ممالک فتح ہوئے، اور مجوسیوں اور عیسائیوں کی بے شمار آبادیاں اسلام کے ماتحت آگئیں، تو ان مجمل شرائط میں اور زیادہ تفصیل ہوئی، اور مذہبی، ملکی، اور معاشرتی آزادی حقوق کی وہ تمام باتیں پوری صراحت کے ساتھ تسلیم کر لی گئیں، جو آزاد باشندگان شہر کے لئے اُس عہد میں ہو سکتی تھیں۔

یہ محض معاہدہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک ایسا قطعی اور واضح طرز عمل تھا جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ مسلمان خلفاء جس درجہ غیر مسلموں کے حقوق کا احساس رکھتے تھے، اُس کا اندازہ صرف اِس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اوّل سے لیکر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) تک، چاروں خلیفوں کے وہ کلمات وصیت دیکھ لئے جائیں جو مرتے وقت اُن کی زبان پر طاری ہوئے تھے۔ اُن میں سب سے پہلے یہ جملہ نظر آئے گا "غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھنا، کیونکہ ہم نے اُن کا ذمّہ لیا ہے" ذمیّوں کے مذہبی و ملکی حقوق کے عام اعتقاد و اعتراف کا یہ حال تھا، کہ فی الحقیقت اُن کی جان مسلمانوں کی جان کی طرح اور اُن کا مال مسلمانوں کے مال کی طرح محفوظ تھا۔

آج اسلام کی نسبت علانیہ کہا جا رہا ہے کہ اُس کی نظروں میں ایک غیر مسلم انسان کی زندگی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان ایک غیر مسلم کو اِس لئے مار ڈالے کہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح اپنا مذہب پھیلانا چاہتا ہے، تو یہ اسلام کی نظروں میں ایک مقدس جہاد ہوگا۔ لیکن کاش! معترضوں کو معلوم ہوتا کہ یہی اسلام ہے جسنے اپنے عروج سلطنت کے زمانے میں، جب دُنیا انسانی جان و مال کے مساویانہ حقوق کا تحمل بھی نہیں کر سکتی تھی، اِس قانون کا اعلان کیا تھا کہ من کان لہ ذمتنا، فدمہ کدمنا، و دیتہ کدیتنا (۱) ایک غیر مسلم ذمّی کا خون بھی ویسا ہی محترم ہے جیسا ہمارا خون، اور اُس کا خون بہا بھی ویسا ہی ہے جیسا ہمارا۔ یہ صرف زبان ہی کا اعلان نہیں تھا، بلکہ قانون کا دائم و جاری عمل بھی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کر اسلام کی آخری سلطنتوں تک، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ذمیّوں کا قتل اِس لئے جائز رکھا گیا ہو کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ خلفاء راشدین سے بڑھ کر اسلامی تعلیم کے کون پیکر ہو سکتے ہیں؟ لیکن ایک نہیں، بے شمار واقعات موجود ہیں جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی (رضی اللہ عنہم) نے ایسے مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جنھوں نے کسی عیسائی یا مجوسی باشندے کو قتل کر دیا تھا۔

بہر حال اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور انسانی مساوات کا سلوک کیا، اُس کی کوئی مثال نہ تو اس سے پہلے مل سکتی ہے اور نہ اُسکے عہد میں۔ ایک یورپین مورخ (سیدیو) نے اِن لفظوں میں اِس کا اعتراف کیا ہے "اسلام نے ذمیّوں کو بجز ایک حق کے اور تمام حقوق دیدیئے تھے۔ یعنے وہ بادشاہ نہیں ہو سکتے تھے"

اِن تمام حقوق کے معاوضہ میں اسلامی حکومت اُن سے کیا چاہتی تھی؟ اِس پہلو سے بھی معاملہ پر غور کر لینا چاہیئے۔ اسلامی حکومت قدرتی طور پر اُن سے اِس سلوک کی توقع رکھتی تھی کہ:

وہ حکومت کو اپنی حکومت تصوّر کرینگے، اور اس کے خلاف کسی بغاوت یا سازش میں حصہ نہیں لیں گے۔

مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شرافت اور رواداری کا برتاؤ کریں گے جس طرح وہ اُن کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں۔

وہ کوئی بات ایسی علانیہ نہیں کرینگے جس سے حکومت کی توہین و تذلیل ہو یا حکومت کے مذہب کی توہین و تذلیل ہو۔

کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شخص اِن توقعات کو بے اعتدالانہ قرار دے سکتا ہے؟ چھٹی صدی مسیحی کی دُنیا میں جب اسلام نے اِن حقوق کا اعلان کیا تھا، اگر اسلامی حکومت غیر مسلموں کو ہر طرح کے مساویانہ حقوق دیکر اُن سے اِس طرز عمل کی متوقع رہتی تھی، تو یقیناً یہ کوئی ظالمانہ طرز عمل نہ تھا۔ آج دُنیا میں کون قوم اور مذہب ہے جو اپنی تاریخ کے صفحات میں اِس طرح کے طرز عمل کی ایک مثال بھی دکھلا سکتا ہے؟

مسئلہ کی نوعیت

یہ اسلامی حکومتوں کا طرز عمل تھا، اور یہ ذمّی اور اُن کا ذمّہ تھا، جن کی نسبت سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں علانیہ اور صریح گالیاں بکنے لگیں، اور عدالت میں قطعی شہادت و دلائل سے یہ بات ثابت ہو جائے، تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟ فقہاء کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ ایسی حالت میں اُنھیں قتل نہیں کرنا چاہیئے۔ کوئی ایسی سزا دینی چاہیئے جس سے اِس شرارت کے بڑھنے اور پھیلنے کا سدّ باب ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ اور فقہاء شافعیہ و حنبلیہ میں سے ایک جماعت کا یہی مذہب رہا۔ گذشتہ صدیوں میں جسقدر بڑی بڑی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں، انکا عمل فقہ حنفی ہی پر تھا۔ مثلاً ہندوستان کی حکومت مغلیہ اور قسطنطنیہ کی حکومت عثمانیہ۔ اِس لئے تاریخ میں کئی واقعات ایسے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اِسی مذہب کے مطابق عمل کیا گیا۔ سلطان مصطفیٰ خاں چہارم کے زمانہ میں ایک ارمنی پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُس نے مسلمانوں کے ایک مجمع کے سامنے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسم گرامی لیکر سبّ و شتم کیا۔ معاملہ شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے سامنے پیش ہوا، اور اُنھوں نے مقدمہ کی سماعت کے بعد قید کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کو جب اِس معاملہ کا حال معلوم ہوا تو اُسنے شیخ الاسلام سے دریافت کیا "کیا اِس سے زیادہ سخت سزا نہیں دی جا سکتی تھی؟" شیخ الاسلام نے کہا "شرعاً میں یہی سزا تجویز کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کوئی دوسری سزا دینی چاہتے ہیں تو اپنے حکم سے دے دیجئے" سلطان خاموش ہو گیا!

لیکن فقہاء کی دوسری جماعت اِس طرف گئی کہ اِس صورت میں قتل کرنا چاہیئے۔ امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول ہے۔ اُن کی نظر اِس طرف گئی تھی کہ اسلامی حکومت نے ذمیّوں کو ہر طرح کے مذہبی، ملکی، اور معاشرتی حقوق دیدیئے ہیں، اور باشندۂ ملک ہونے کے اعتبار سے اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا ہے۔ اِس طرز عمل کے بدلے وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ جس طرح اُنکے مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے، وہ بھی اسلام کا لحاظ رکھیں، اور کوئی بات علانیہ ایسی نہ کریں جس سے توہین و تذلیل مقصود ہو۔ لیکن اگر اِس پر بھی ذمیّوں کی ایک جماعت ایسی ہے جو اسلام کا اتنا لحاظ رکھنا بھی گوارا نہیں کرتی کہ اُسکے پیغمبر کو خود مسلمانوں کے مُنہ پر صریح گالیاں نہ دی جائیں، تو ایسی جماعت کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے اُسے قتل کرنا چاہیئے۔

خلاصۂ بحث

یہاں تک جسقدر بیان کیا گیا ہے، اس سے واضح ہو گیا ہوگا کہ:

(۱) فقہ اسلامی کے جس قانون کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسلام کا ایک [illegible] سیاست منصوص قانون [illegible] تعزیر و سیاست کا ایک [illegible]

---

(۱) حافظ زیلعی نے ہدایہ کی تخریج میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول اور ایک [illegible] نقل کیا ہے جو اُنھوں نے اپنے زمانۂ خلافت میں صادر کیا تھا، اور [illegible] مسلمان [illegible] کے قتل کا حکم دیا تھا۔

صرف اُسی حالت میں قابل عمل ہو سکتے ہیں جبکہ کوئی اسلامی حکومت موجود ہو، اور وہ اپنی عدالتوں میں انہیں نافذ کرے۔ اسلام نے احکام قضا پر (جسے آج کل کے اردو اخباروں کی زبان میں "عدالتی کارروائی" کہنا چاہیئے) اس قدر زور دیا ہے کہ شاید ہی اُس عہد میں دنیا کی کسی قانونی حکومت نے اس قدر زور دیا ہو۔ اسلام کا نظم سیاست یہ ہے کہ "جرم" اور "تعزیر" ایک ایسی چیز ہے جس کی تشخیص اور حکم ہر حال میں صرف عدالت ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عدالت کے سوا کوئی ہستی جسے کسی انسان کو "مجرم" قرار دینے اور "سزا" دینے کا اختیار ہو۔ عدالت سے بھی مقصود محض کوئی خاص عدالتی منصب نہیں ہے۔ بلکہ سماعت، شہادت، اور تحقیق و حکم کے وہ تمام مراتب ہیں، جن کے مطابق حاکم عدالت کو کارروائی کرنی چاہیئے۔ اگر کسی معاملہ میں یہ تمام عدالتی کارروائی نہیں ہوئی ہے، تو خلیفۂ وقت کو بھی اختیار نہیں ہے کہ اپنے علم اور مشاہدہ کی بنا پر کسی مجرم کو سزا دیدے۔ اگر خلیفۂ وقت کے ذاتی علم و مشاہدہ میں کسی شخص کا کوئی جرم آگیا ہو، تو اُس کی حیثیت محض ایک مدعی یا گواہ کی ہوگی۔ اسی حیثیت سے اُسے عدالت کے سامنے کھڑا ہونا چاہیئے۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ اُسکے دعوے یا گواہی کی نسبت رائے قائم کرے۔

موجودہ زمانے کی قانونی اصلاحات میں بہت زیادہ زور اس اصل پر دیا جاتا ہے کہ عدالتی اختیارات انتظامی اختیارات سے علحدہ کردیئے گئے ہیں۔ یعنی جو قوت "سزا" کے نافذ کرنے کا اقتدار رکھتی ہو، اُسے "مجرم" قرار دینے کا اختیار نہیں ہے، اور اس ایک بنیادی اصلاح نے حاکمانہ اور شخصی ناانصافیوں کی بے شمار راہیں بند کر دی ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم اصلاح ہے لیکن دنیا کو معلوم نہیں کہ ساتویں صدی مسیحی میں جبکہ دنیا کے سب سے بڑے متمدن ملک روم کے قوانین کا یہ حال تھا کہ ایک ہی شخص بہ حیثیت مجسٹریٹ کے ملزم پر الزام بھی عائد کرتا تھا اور بہ حیثیت جج کے اُسے سزا بھی دیدیتا تھا اسلامی حکومت میں نہ صرف عدالت کے اختیارات انتظامی مناصب سے الگ تھے، بلکہ اسلامی عدالتوں کو وقت کے حاکموں، گورنروں اور خود بادشاہوں پر بھی حکم دینے اور بلا رو رعایت سزا تجویز کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ ویسا ہی اختیار، جیسا اختیار وہ ایک عام باشندۂ ملک کے لئے سزا تجویز کرنے کا رکھتے تھے!

اسلام نے تعزیر و سیاست کے باب میں عدالت کے نظام کو جس قدر اہمیت دی ہے، اُس کا اندازہ صرف اس بات سے کر لیا جا سکتا ہے کہ مسلمان قانون سازوں میں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ کوئی آقا اپنے نوکر اور غلام کو بھی بطور خود سزا نہیں دے سکتا، اگرچہ قصور کتنا ہی بڑا اور سزا کتنی ہی ہلکی ہو۔ اُسے چاہیئے کہ باقاعدہ عدالتی چارہ جوئی کرے!

ظاہر ہے کہ تعزیر و سیاست کے بارے میں جس قانون کا یہ حال ہو، کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ عدالتی اور آئینی نظم کے علاوہ کسی حال میں بھی سزا کا دینا جائز رکھ سکتا ہے۔ خصوصاً قتل کی سزا جو انتہائی سزا ہے؟ آج اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت موجود ہوتی، اور بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے وہی قوانین سیاست نافذ ہوتے جو ساتویں اور آٹھویں صدی مسیحی میں دمشق اور بغداد کی عدالتوں میں نافذ تھے، اور ایسا ہوتا کہ ایک مسلمان ایک ذمی (غیر مسلم شہری) کو قتل کر ڈالتا تو یقیناً وہ اُسی طرح قتل عمد کا مجرم قرار دیا جاتا، جس طرح دنیا کی تمام عدالتوں کے نزدیک قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی مسلمان یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اُسنے ایک غیر مسلم انسان کا خون بہا کر اسلام کا کوئی مقدس فرض انجام دیا ہے۔

غرضکہ تعزیر و سیاست کے قوانین کا نام "اسلامی قانون" رکھنا، نوعیت نہیں رکھتا، جو نوعیت اسلام کے شرعی واجبات و فرائض کی ہے، اور چونکہ اس طرح کی تعبیر طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کر دیتی ہے، اس لئے چاہیئے کہ تعبیر و بیان میں احتیاط سے کام لیا جائے۔ بہتر اور واضح تعبیر اس طرح کے قوانین کے لئے یہ ہے کہ انھیں اسلامی حکومت کے قانون سے تعبیر کیا جائے۔ یا یوں کہا جائے کہ فقہائے اسلام نے اس طرح کا قانون قرار دیا تھا۔

(۲) دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے قوانین اس بارے میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں، لیکن کیا بحالت موجودہ اُن کا ذکر موزوں اور برمحل ہو سکتا ہے؟ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کہ اس قسم کے مواقع پر اُن کا حوالہ دیا جائے اگرچہ وہ حوالہ حکومت کے مقابلہ ہی میں کیوں نہ ہو؟ مجھے بغیر کسی تامل کے اس کا جواب نفی میں دینا ہے۔ میرے خیال میں جن لوگوں نے اس موقعہ پر اس قانون کا حوالہ دیا، اُنھوں نے نہ صرف ایک غیر ضروری بات کہی، بلکہ بے محل اور غیر متعلق بات کہی، اور جب کبھی کوئی بات بے موقعہ اور غیر متعلق کہی جائے گی، تو یقیناً طرح طرح کی غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں ہی کا باعث ہوگی۔ صلاح کار اور مصالح وقت کے مطابق نہ ہوگی۔ خود اسلام کے شرعی آداب حکم و افتا کے بھی یہ خلاف ہے کہ غیر عملی اور غیر وقوعی صورتوں کا ذکر کیا جائے۔ یہ جو ائمۂ سلف کی نسبت جا بجا منقول ہے کہ بعض دقیقہ سنجان فقہ کی ایسی کاوشیں ناپسند کرتے تھے جن میں غیر وقوعی صورتیں پیدا کر کے بحثیں کی جاتی تھیں، تو اس کا بھی مطلب یہی تھا۔ کہنے کے لئے ہر موقعہ پر ہزاروں باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ ایک اسی قانون پر کیا موقوف ہے؟ سیکڑوں قوانین دوسرے وقتوں اور حالتوں کے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں لیکن یہ تو نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم ہندوستان کی موجودہ زندگی میں اُن کا بغیر کسی مناسبت کے حوالے دیتے پھریں۔ خود اسلام کا نظم شرع یہ ہے کہ ہر موقعہ اور حالت کا جو حکم ہے، وہی وقت کا اصلی حکم ہوگا۔ اُسکے خلاف جو کچھ ہے، وہ وقت کا حکم نہیں ہے۔ پس جب ایک بات موجودہ حالت سے شرعاً تعلق ہی نہیں رکھتی، تو اُس کا ذکر کرنا اور اُسے بنا کار قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

یہ ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے جس قدر تعزیری قوانین غیر مسلموں کے متعلق ہیں، وہ سب ایک خاص قسم کی صورت حالی سے تعلق رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ اسلامی حکومت ہو، اُسنے غیر مسلموں کی حفاظت جان و مال کا ذمہ لیا ہو، اور ذمیوں کے متعلق جو معاملات پیش آئیں، اُن میں اسلامی عدالتیں اپنے احکام نافذ کر سکیں۔ لیکن اب سرے سے وہ صورت حال باقی ہی نہیں ہے۔ نہ تو ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے۔ نہ شرعی ذمہ ہے۔ اور نہ ذمی ہیں۔ پس فی الحقیقت اُن قوانین کا موجودہ حالت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ غیر مسلموں کو کس معاملہ میں سزا دینی چاہیئے اور کس میں نہیں دینی چاہیئے؟ یہ بات تمام تر اس اصل پر مبنی تھی کہ اسلامی حکومت نے فتح یا معاہدہ کے بعد غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، اور اُنھیں خاص شرائط پر ہر طرح کے شہری حقوق عطا کر دیئے تھے۔ چونکہ حکومت نے ذمہ لیا تھا، اس لئے یقیناً اُسے یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے قوانین و عدالت کے ذریعہ اُنکے معاملات کا فیصلہ کرے، اور اگر وہ ظلم و تعدی پر اُتر آئیں تو اُنھیں سزا دے۔ لیکن اگر اسلامی حکومت موجود نہیں ہے، اور نہ غیر مسلموں کا ذمہ باقی رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ تمام قوانین یکقلم غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اب وہ ذمہ ہی باقی نہ رہا جس پر تعزیر و سیاست کے تمام قوانین مبنی تھے، اور نہ حکومت ہی باقی رہی جسے عدالتی نظام کے ذریعہ سزائیں نافذ کرنے کا حق تھا۔ پس موجودہ حالت میں ان قوانین کا ذکر کرنا، اور انہیں اسلامی قانون، اسلامی قانون کہکر پکارنا کس قدر بے معنی بات ہے؟ ایسی ہی غلطیاں ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی صورت غیروں کی نظروں میں مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور اُس کی صاف اور روشن تعلیم پر طرح طرح کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے پردے پڑ گئے ہیں۔

اصل سوال کا جواب

اصل مسئلہ کے متعلق جن لفظوں میں سوال کیا گیا ہے، اُس کا جواب بغیر کسی تامل کے یہ ہے کہ نہ تو اسلام کا یہ قانون ہے اور نہ کوئی ایسا قانون اسلام کا قانون ہو سکتا ہے۔

سوال کے الفاظ یہ ہیں:

"کیا واقعی اسلام کا یہ قانون ہے کہ جو شخص حضرت بانی (داعی) اسلام کے خلاف بدزبانی کرے، اُسے فوراً قتل کر ڈالنا چاہیئے، اور جس مسلمان کے سامنے وہ ایسا کرے، اُس کا مذہبی فرض ہے کہ اُسی وقت اُس کا سر اُڑا دے"؟

جواب یہ ہے کہ قطعاً نہیں، اور تفصیل اسکی اوپر گزر چکی۔

البتہ مسئلہ کی ایک بالکل دوسری قسم کی صورت ہے، اور وہ بلا شبہ فقہ اسلامی کے قوانین میں موجود ہے۔ وہ صورت یہ تھی کہ اگر ایک ذمی (غیر مسلم باشندہ) اپنے مذہب کے مجنونانہ تعصب کی وجہ سے، یا مسلمانوں کے بغض و عداوت کی وجہ سے، یا حکومت کی تحقیر و تذلیل کے لئے ایسا رویہ اختیار کرلے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سب و شتم کرنے لگے۔ یعنے گالیاں بکنے لگے۔ یا اس طرح کی بدزبانی کرنے لگے جو صریح سب و شتم کا حکم رکھتی ہو، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟ فقہا کی ایک جماعت اس طرف گئی کہ اس طرز عمل کے بعد اُس کا ذمہ و عہد باقی نہیں رہا۔ یعنے اسلامی حکومت نے اُسے جس باہمی سلوک کے معاہدہ پر ہر طرح کے شہری حقوق اور مذہبی آزادی دی تھی، اور اُس کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوئی تھی، وہ خود اُسی کی طرف سے شکست ہو گیا، اس لئے اُسے قتل کرنا چاہیئے۔ دوسری جماعت اس طرف گئی ہے کہ اس کی وجہ سے عہد و ذمہ شکست نہیں ہوتا۔ اس لئے قتل کی سزا نہیں دی جا سکتی البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے مطابق ایسی کارروائی کرے جس سے اس کا سدباب ہو جائے۔ پہلی رائے حضرت امام مالک، امام احمد، اور امام شافعی کی (کتاب الام میں) ہے۔ دوسری رائے حضرت امام ابو حنیفہ کی ہے اور حنبلیہ شافعیہ میں سے بھی ایک جماعت اسی طرف گئی ہے۔

جو فقہاء اس طرف گئے کہ اس صورت میں قتل کرنا چاہیئے، اُنھوں نے جن حالات میں اور جن وجوہ کی بنا پر ایسا حکم تجویز کیا، ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر اُسے سمجھ لیا جائے۔ لیکن اُسکی وضاحت اُسوقت تک نہیں ہو سکے گی، جبوقت تک کہ یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کی حیثیت کیا قرار دی گئی تھی، اور شرعاً "ذمہ" اور "ذمی" سے مقصود کیا ہے؟ مختصر لفظوں میں اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

اسلامی حکومت اور غیر مسلم

چھٹی صدی مسیحی میں جب اسلام کا ظہور ہوا، تو مذہب و اعتقاد کا اختلاف انسانی قتل و خونریزی کا سب سے بڑا باعث تھا۔ دُنیا کی کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حکومت کا اقتدار حاصل کر کے دوسرے مذہب کے پیروؤں کے ساتھ انصاف کر سکتی ہو۔ جس مذہب کے پیرو طاقت و حکومت حاصل کر لیتے تھے، وہ اپنے مذہب کے سوا اور کسی مذہب کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ رومیوں کی قوم اُس عہد کی سب سے بڑی متمدن قوم تسلیم کی گئی ہے، لیکن اُن کا بھی یہ حال تھا کہ جبوقت تک اپنے قدیم مذہب پر قائم رہی، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے امن نہ تھا۔ جب مسیحی مذہب قبول کر لیا، تو تمام غیر مسیحی رعایا زندگی اور معیشت کے

ہو جمیں خود فقہاء کی رائیوں میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے اُسے تجویز کیا ہو۔ دوسری کو اس سے اختلاف ہو۔ پس یہ فقہاء کا بھی کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو۔

(۲) جو جماعت اس رائے کی طرف گئی کہ قتل کرنا چاہیے، اُسنے جن حالات میں یہ بات تجویز کی تھی، اُنھیں پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی تعصب کا کوئی مجنونانہ حکم تھا۔ یا اس سے مقصود یہ تھا کہ محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے خدا کے بندوں کا خون بہایا جائے۔

(۳) علاوہ بریں یہ بھی ٹھیک نہیں ہو کہ اس قانون کا ذکر کرتے ہوئے "توہین" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ "توہین" کا لفظ بہت زیادہ عام ہو۔ بہت سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن سے ایک شخص کے خیال میں توہین نکلتی ہو۔ دوسرے کے خیال میں نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے فقہاء نے اسے "سب" کے لفظ سے تعبیر کیا ہو۔ "سب" کے معنی صریح گالی دینے کے ہیں، یا ایسے الفاظ کہنے کے ہیں جو بمنزلہ دشنام ہوں۔

(۴) پھر جو کچھ بھی ہو، یہ قطعی ہو کہ اس قسم کے قوانین اور اُن کی بحثوں کو موجودہ حالت سے کوئی دُور کی مناسبت بھی نہیں، جیسا کہ مقدمات میں گزر چکا۔

(۵) باقی رہی وہ صورت حال جو اس قانون کے تذکرہ کا باعث ہوئی، تو اُس کا حال یہ ہو کہ موجودہ زمانہ قلم اور پریس کی آزادی کا زمانہ ہو۔ لیکن بسا اوقات اس آزادی کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جاتا ہو۔ ہندوستان میں سب سے پہلے بعض بدزبان مسیحی مشنریوں نے اسلام و پیغمبر اسلام کے خلاف اس قسم کی کتابیں لکھ کر شائع کیں جن کی ایک سطر بھی مہذب اور سنجیدہ نکتہ چینی نہیں کہی جا سکتی۔ اُنکے بعد آریا سماج کے نئے مشنری آئے۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے مذہبی تحقیق اور سنجیدہ نکتہ چینی کی جگہ اُنہی کا نقش قدم اختیار کیا۔ "رنگیلا رسول" نامی رسالہ بھی اسی قسم کی ایک اخلاقی موت تھی۔ یقیناً حکومت اور قانون وقت کا فرض ہو کہ اس قسم کی دل آزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے، اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دل آزاری میں امتیاز کرے، لیکن میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز کی بنالیں، کہ جہاں کسی ٹٹ پونجئے نے ایک چار ورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور و واویلا مچانا شروع کردیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہو گئی، اور "تحفظ ناموس رسول" کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ، اگر چند جاہل اور کور چشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے "ناموس رسول" کی حفاظت کا سوال پیش آ سکے۔ یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو۔ ایسا سمجھنا اسلام کی عزت و شرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہو کہ میں سمجھ نہیں سکتا، کیونکر ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہو؟ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیئے جائیں جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعی اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو کہ جس طرح ہمیشہ گندی زبان اور بُرے اخلاق کے لوگ موجود رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں۔ اگر اُن کی تحریروں میں کوئی ایک سطر بھی ایسی موجود ہو جمیں کوئی سنجیدہ اعتراض کیا گیا ہو تو چاہیے کہ اس کا جواب دیدیا جائے۔ باقی جس قدر بدزبانی ہو، وہ بحکم "کل اناء یترشح بما فیہ" اُنہی کے لئے چھوڑ دینی چاہیے۔

اعلان - ۱

قارئین الہلال کے لئے

(۱) پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ نمبر ۲۴ پر الہلال کی پہلی شش ماہی جلد ختم ہو جائیگی۔ لیکن بعد کو خیال ہوا کہ اگرچہ مہینوں کے حساب سے یہ اعلان غلط نہ تھا، لیکن نمبروں کی تعداد کے لحاظ سے اسمیں مزید وسعت کی گنجائش ہو۔ اگر سال کی دو تعطیلیں وضع کر دی جائیں (جیسا کہ ہمیشہ دفتر الہلال کا قاعدہ تھا) تو اس صورت میں بھی سال بھر کے ۵۰ نمبر ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ۴۸۔ بہرحال دفتر نے ارادہ کر لیا کہ پہلی جلد کا اختتام نمبر ۲۴ پر نہیں بلکہ ۲۵ پر کیا جائے، اور اس طرح خریداران الہلال کی حق تلفی کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ نمبر بھی پچھلی شش ماہی جلد کے سلسلہ میں بھیجا جا رہا ہو۔ جن حضرات نے نئی جلد کے لئے وی۔ پی کی درخواست کی ہو، اُن کا نیا حساب اس نمبر سے نہیں بلکہ آئندہ نمبر سے شروع ہوگا۔

(۲) لیکن الہلال کی نئی شش ماہی جلد کے آغاز کے لئے یہ صورت موزوں نہیں معلوم ہوئی کہ دسمبر کی ایک درمیانی تاریخ سے اس کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس طرح مہینوں کا حساب ہمیشہ بے ترتیب رہتا، اور بجائے سال کی ابتدا یا سال کے وسط کے، ایک درمیانی تاریخ سے جلد شروع ہوا کرتی۔ پس یہی مناسب معلوم ہوا کہ آئندہ جلد کی ابتدا جنوری سے کی جائے۔ جنوری سے جون تک، اور پھر جولائی سے دسمبر تک، ہمیشہ شش ماہی اختتام و آغاز ہوتا رہیگا، اور حساب میں کسی طرح کی بے ترتیبی باقی نہیں رہے گی۔

دسمبر میں ۵ جمعہ واقع ہوئے ہیں۔ آخری جمعہ تعطیل کا تھا۔ اس لئے اگر یہ وقفہ اختیار نہیں کیا جاتا تو دو نمبر اور نکلتے۔ اب یہ دو نمبر نہیں نکلیں گے۔ جنوری کے پہلے جمعہ سے جو ۶ کو واقع ہوگا، نئی شش ماہی جلد کا سلسلہ شروع ہوگا۔

(۳) اس وقفہ کے اندر مطبع کو مزید انتظامات کی تکمیل کا بھی موقعہ مل جائے گا جو پیش نظر ہیں، اور جن کی وجہ سے نئی شش ماہی سے الہلال کے ترتیب مضامین اور حسن طباعت میں متعدد نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ او ہر چند نمبروں سے الہلال کی طباعت خصوصاً تصاویر کی تعداد و طباعت میں جو ترقی ہوئی ہو، اُمید ہو کہ قارئین الہلال نے محسوس کر لی ہوگی۔ یہ اب مطبع الہلال کا ذاتی انتظام ہو، جسکی وجہ سے بلاک بہ لحاظ قسم و نوعیت کے بھی بہتر بننے لگے ہیں، اور اُنکی چھپائی بھی خاص طریق طباعت اختیار کر لینے کی وجہ سے زیادہ نمایاں اور خوشنما ہو گئی ہو۔ امید ہو کہ عنقریب بقیہ انتظامات کی تکمیل ان تمام چیزوں میں مزید دلچسپی و اہتمام پیدا کر دیگی۔ "مینجر الہلال"

اعلان - ۲

(۱) مجھے ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہو کہ الہلال کی اشاعت کے وقت صورت حال کا جو اندازہ کیا تھا، وہ کئی اعتبار سے صحیح ثابت نہیں ہوا۔ سب سے زیادہ مجبوری صحت کی طرف سے پیش آئی۔ میں نے جب جب ارادہ کیا کہ الہلال کے کافی وقت نکالوں، صحت کی فوری ناموافقت دامنگیر ہوئی، اور قدم اُٹھا کر پھر رک جانا پڑا۔

(۲) میں اُن دوستوں کا خصوصیت کے ساتھ شکر گزار رہا ہوں جو زیادہ تر میرے خاص مضامین کے شوق میں الہلال کی قدر کرتے تھے، تاہم اُنھوں نے رشتہ انتظار ہاتھ سے نہ چھوڑا، اور برابر مطالعہ جاری رکھا۔ اگر میرے خاص مضامین کی قلت نہ رہی ہوتی تو بہ حیثیت مجموعی الہلال کے مضامین کی کثرت اور تنوع کا جو انداز یکساں طور پر برابر قائم رہا ہو، وہ اس کے لئے کافی تھا کہ میں اس موقعہ پر معذرت کی ضرورت محسوس نہ کرتا۔

(۳) بہرحال اُن دوستوں نے محسوس کر لیا ہوگا کہ جونہی پچھلی بیماری سے مجھے تھوڑی بہت مہلت ملی، میں نے الہلال کے لئے لکھنا شروع کر دیا، اور اب اُمید ہو کہ توفیق الٰہی سے یہ سلسلہ مزید ترقی و توجہ کے ساتھ جاری رکھ سکوں گا۔ افسوس ہو کہ وقت کے حالات و مسائل کے متعلق بے شمار ضروری باتیں شرح و بسط کے ساتھ لکھنی تھیں جو نہ لکھی جا سکیں۔ اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو کچھ ماضی میں نہ ہو سکا، اس کے لئے مستقبل کی طرف نظر اُٹھائی جائے!

(۴) مجھے چند الفاظ الہلال کی موجودہ قیمت کی نسبت بھی کہنے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال کی قیمت بارہ روپیہ سالانہ اور سات روپیہ شش ماہی تھی۔ ۱۹۱۶ء میں البلاغ نکلا، تو اُس کی قیمت بھی یہی تھی۔ یہی قیمت اس مرتبہ بھی رکھی گئی۔ لیکن دونوں حالتوں میں جو عظیم فرق ہو چکا ہو، وہ شاید بہت کم لوگوں نے محسوس کیا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں مختصر طور پر اُس کی تشریح کر دوں۔

۱۹۱۴ء میں (یعنی جنگ سے پہلے) چھپائی کے تمام مصارف، موجودہ مصارف کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھے۔ جنگ کے بعد سے جس طرح تمام چیزوں کی قیمت دوگنی سہ گنی ہو گئی ہیں، سامان طباعت کی بھی ہو گئی ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال جس مشین پر چھپتا تھا، اُس کی قیمت ۶ ہزار روپیہ تھی۔ اب بارہ ہزار ہو۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال کے لئے جو کاغذ استعمال کیا جاتا تھا، اُسکی قیمت تین روپیہ فی ریم تھی، اب اُسی کاغذ کی سات روپیہ ہو۔ روشنائی جو اُسوقت لگائی جاتی تھی، ڈیڑھ روپیہ فی پونڈ سے زیادہ کی نہ تھی۔ اب وہی روشنائی ۴ روپیہ میں آتی ہو۔ اُسوقت سینیر کمپوزیٹروں کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ روپیہ ماہوار تھی۔ اب اس تنخواہ میں کوئی جونیر بھی نہیں مل سکتا۔ تصویروں کے بلاک اُسوقت ۳ / اسکوائر انچ میں بنتے تھے اب اُنہی کی اُجرت آٹھ آنہ سے بھی زیادہ ہو۔ لیتھو کی چھپائی میں کتابت کی اُجرت اُسوقت ۴۔ ۵ روپیہ جز سے زیادہ نہ تھی۔ اب دس روپیہ کی اُجرت بھی اچھے خوشنویسوں کے لئے زیادہ نہیں ہو۔ ایسی حالت میں بہ آسانی اندازہ کیا جا سکتا ہو کہ الہلال کی جو قیمت ۱۹۱۲ء میں قرار دی گئی تھی، وہ ۱۹۲۷ء میں کیونکر موزوں ہو سکتی ہو؟ بیجا نہ تھا اگر اب بارہ روپیہ کی جگہ ۲۴ روپیہ قیمت رکھی جاتی لیکن مناسب معلوم نہ ہوا کہ سابق قیمت میں کسی طرح کا اضافہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اتنی وسیع اشاعت رکھنے پر بھی جو اُسوقت کسی اُردو رسالہ کی نہ ہوگی، اب تک اُس کے مصارف اور آمدنی کی میزان مساوی نہ ہو سکی!

یہ بھی یاد رہے کہ ۱۹۱۲ء میں اس کی ضخامت عام طور پر ۱۶ صفحوں کی ہوتی تھی۔ اور اب کم از کم ۲۴ ہو۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھی گئیں کہ اگر بعض حضرات خیال کرتے ہوں کہ وہ ۱۲ روپیہ سالانہ یا ۵ فی پرچہ قیمت دیکر الہلال کے ساتھ کوئی فیاضانہ سلوک کر رہے ہیں، تو اُمید ہو کہ اپنے اس خیال میں نظر ثانی کرنے سے انکار نہ فرمائیں گے!

ابوالکلام

مطبوعات الهـــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزے

اس سلسله ميں هم نے امامين كي ان نادر و اعلىٰ درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے، جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے۔ اميد كه يه "سلسلۂ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوۂ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد اڑهائي روپيه ، مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ، ذريعه معاش ، طريق عبادت اور انكے مفصل حالات بيان كيئے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقىٰ — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضاء مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

أئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ، اسلامي ، سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ، عربي ، فارسي ، انگريزي ، اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلىٰ مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوه أئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ، لطائف افسانه ، نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپيه پيشگي -

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان ایں دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اُردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ، ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ، اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ، مذهب ، سياست ، ادبيات ، علوم و فنون ، اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلىٰ طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ، جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ، اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي ، مذهبي ، سياسي ، اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ۱۹۱۸ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں - پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ، هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جاسكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جاے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ، چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے :-

الهلال مكمل جلد دوم ۱۰ روپيه ، الهلال مكمل جلد سوم ۱۰ روپيه

" " " چهارم ۱۰ روپيه ، " " " پنجم ۱۰ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ۸ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ۸ آنه - محصول ڈاك و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

Printed and Published by
Masud Hasan Zuberi at The Al-Balagh Press, 11, Ballygunge Circular Road, Calcutta
Editor : Maulana Abu-al-Kalam Azad.